هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝

اور اے محمدؐ خدا کا قانون پھر یاد دلا دو کیونکہ یہ یاد دلانا اس قوم کو جو اس پر یقین کر کے عامل ہو جائیگی اس دُنیا میں سربلند کر دے گا :۔ القرآن، سورۃ التوبۃ ۹:۳۳

ترتیب نزول وحی کے عین مطابق

سیرۃ النبی ﷺ

بے بہا تکملہ وتتمہ

۱۳۸۶ھ

قرآن حکیم کی تعلیم پر آخری لفظ

علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ناشر التذکرہ پبلیکیشنز

المشرقی ہاؤس 34۔ ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور ۔54600

Marfat.com

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

اور اے محمدؐ خدا کا قانون پھر یاد دلا دو کیونکہ یہ یاد دلانا
اس قوم کو جو اس پر یقین کرکے عامل ہو جائیگی اس دُنیا میں
سر بلند کردے گا ۔ القرآن، سورۃ التوبۃ ۹:۳۳

ترتیبِ نزولِ وحی کے عین مطابق

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بے بہا تکملہ

مجلد اول وتتمّہ

۱۳۸۶ھ

قرآن حکیم کی تعلیم پر آخری لفظ

علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ناشر التذکرہ پبلیکیشنز
المشرقی ھاؤس 34۔ ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور۔ 54600
فون نمبرز: 7555251☆7535116 فیکس: 042-7587394

297.9921
ح 28 م
92369

تمام حقوق تصنیف وطبع وترجمہ حسب ضابطہ پبلشر محفوظ ہیں

اول

کتاب تکملہ (سیرت النبیؐ)

مجلد اول

مصنف حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ

مطبوعہ (پہلی بار) 1960ء

طباعت (موجودہ) یکم مئی 2001ء

پبلشر حمید الدین احمد المشرقی
(پروپرائیٹر التذکرہ پبلی کیشنز)

مطبع رفاعی پرنٹرز، ریٹی گن روڈ، لاہور

ڈسٹری بیوٹرز التذکرہ پبلی کیشنز 34۔ ذیلدار روڈ،
اچھرہ لاہور۔54600

سائز 20 x 30 / 8

ضخامت 344 صفحات

ہدیہ 300روپے

التذکرہ پبلی کیشنز

المشرقی ہاؤس، 34۔ ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور۔54600

فون نمبرز: 7555251☆7535116 O فیکس 042-7587394

Marfat.com

ترتیب

تکملہ (سیرت النبیؐ) جلد اول ---------------- مصنف : حضرت علامہ مشرقیؒ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1-	از ٹائٹل------ تکملہ جلد اول	1
2-	پرنٹ لائن	2
3-	ترتیب----- تکملہ اول	3
4-	حضور رسالت ﷺ میں نذر تحسین	4
5-	بسم اللہ الرحمان الرحیم---اشعار (عشق مصطفیٰؐ)	5
6-	علامہ مشرقیؒ کون؟	6
7-	تصویر علامہ صاحب؛ اشعار (پاگیا)	7
8-	روئے زمین پر تہلکہ مچادینے والی کتب ● تصانیف مشرقیؒ کا تعارف	8-10
9-	سوانح حیات۔ حضرت علامہ مشرقیؒ۔ آپ کتنی زندگی چاہتے ہیں ● لیفٹیننٹ کرنل (ر) ڈاکٹر محمد ایوب خان	11-20
10-	حرف آغاز---انجینئر حمید الدین احمد المشرقی	21-24
11-	فہرست مضامین----- تکملہ (جلد اول)	25-33
12-	الیوم اکملت لکم دینکم --- دیناO القرآن	34
13-	تمہید------ تکملہ اول----- علامہ مشرقیؒ	35-38
14-	اصل کتاب تکملہ اول---- مصنف : حضرت علامہ مشرقیؒ	39-342
15-	بانی خاکسار تحریک حضرت علامہ مشرقیؒ کا مسئلہ کشمیر پر فکر انگیز انتباہ ● مشرقی پاکستان کی علیحدگی سے متعلق پیش گوئی	343
16-	مسئلہ کشمیر کو سلامتی کونسل میں پیش کرنے کی مخالفت ● بھارت چاہتا ہے کہ کشمیر سے متعلق تمہارے جذبات ماند پڑ جائیں۔	344

Marfat.com

حضور رسالتؐ میں نذر تحسین

خاتم الانبیاء اور سرور کونین محمد ﷺ کی ذات اقدس و اعظم پر ہمارا صلواۃ و سلام ہو جو داعیان خیر و اتقا کے امام اور تاریخ انسانی کے مقنن اعظم ہیں کہ ان کی وساطت سے ہمیں قرآن عظیم کا وہ ضابطہ حیات بخشا گیا جس کے صدقے میں ان کی قوم رشد و ہدایت سے بہرہ ور ہوئی اور ایک درد ناک مصیبت سے نجات پا گئی۔ اس قوم کے لیے وہ ایک جنت نعیم کی وراثت چھوڑ گئے اور اسے خدا کی زمین پر تمکن اور غلبہ عطا فرما گئے۔ اس حکیم ربانی نے ان کی بے بسی اور بے چارگی ایک قوت محکم میں بدل دی اور خوف و ہراس کی کم نصیبی سے بچا کر مقام امن تک پہنچا دیا۔ نافرمانوں کی اکڑی ہوئی گردنیں بارگاہ خداوندی میں جھک گئیں اور ان کے فکر و عمل کی وسعتوں میں دین حق کا تخت اجلال بچھ گیا۔ وہ اسی بارگاہ جلیل سے تائید و نصرت پانے لگے اور اسی حبل متین سے ان کی وحدت و اخوت کے رشتے بندھ گئے۔ انہوں نے گذر گاہ حیات پر حضور نبی اکرم ﷺ کے نقوش قدم کو نشان راہ بنا لیا۔ ہاں! اس پیشوائے انسانیت پر ہزاروں سلام جسے خدائے عزیز و علیم نے تحسین و تبریک سے نوازا۔ حق تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کو علم و نبوت میں معراج کمال حاصل ہوا اور خدا کے ہاں اکرام و اتقا میں افضل ٹھہرے۔ یہ بطل جلیل کار گاہ عمل میں اپنی عظمت کے جو نقوش چھوڑ گیا وہ کسی دوسرے فرزند آدم سے ممکن نہ ہوئے۔ وہ جادۂ حق پر اس مضبوطی سے متمسک رہے کہ اس کے صدقے میں مقام جلیل پر فائز ہوئے۔ دنیا میں وجاہت و ابدیت اور آخرت میں اجرت عظیم سے مشکور ہوئے۔

(عربی افتتاحیہ ص 3-4)

تیری لولاکی عیاں ہے ظلمتیں سب مٹ گئیں
بے بصر دنیا تھی تجھ بن اے جبال سروری
(المشرقیؒ)

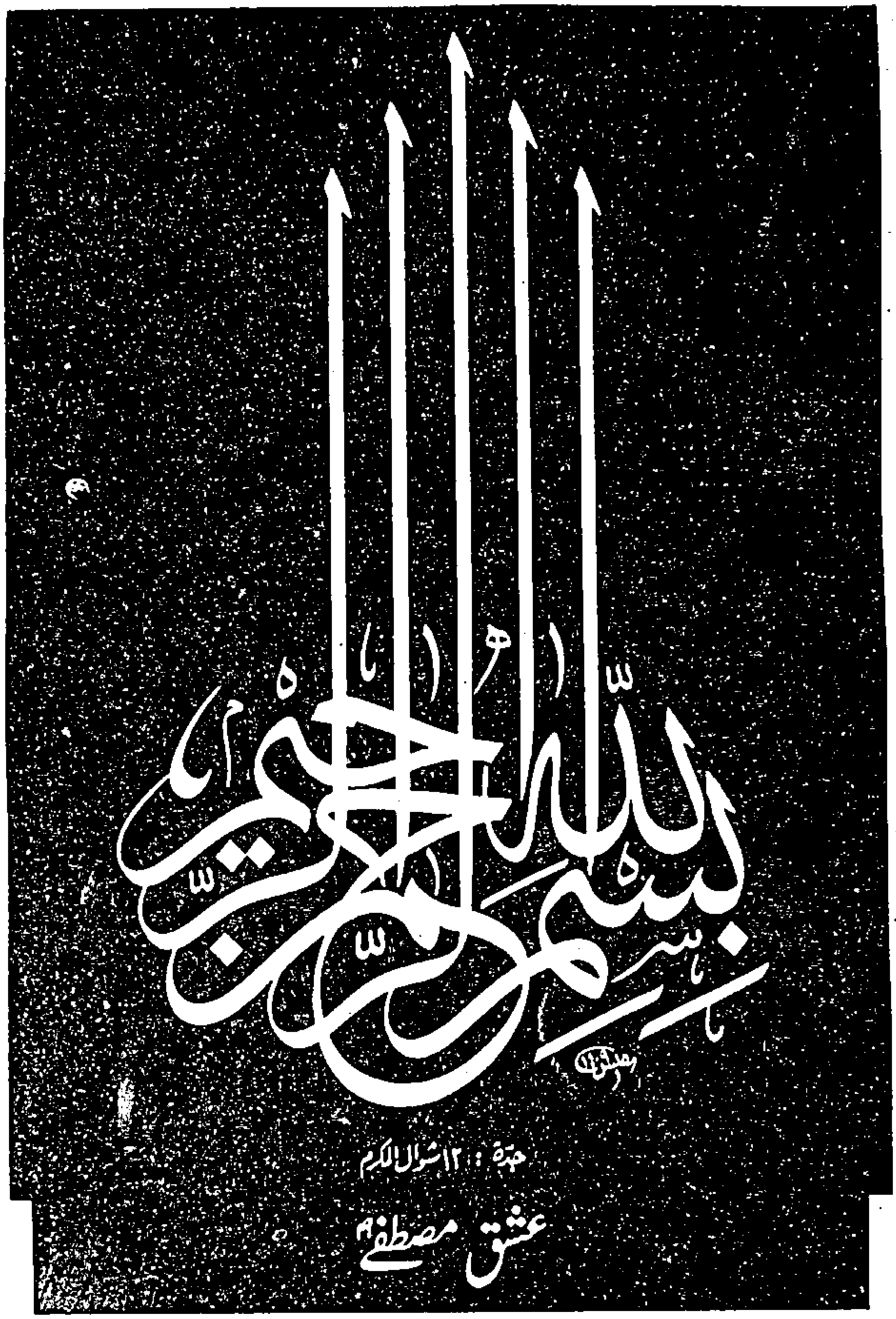

نوا پرداز عشق مصطفیٰ ہوں
یہ لے نکلی تو پھر کیا دب سکے گی
وہ گونج نام محمد کی نور کے تڑکے
صلا ہے سب سے محمدؐ ہے تیز گام ابھی

(حضرت علامہ مشرقیؒ)

علامہ مشرقیؒ کون؟

وہ ——————

ایم اے پنجاب۔ ایم اے کیمبرج۔ بی ایس سی بی ای بی او ایل' ایف آر ایس اے' ایف جی ایس (پیرس) ایف آر آئی بی ایچ' آئی ای ایس' رینگلر سکالر فاؤنڈیشن سکالر' بیچلر سکالر' پرنسپل اسلامیہ کالج' سنٹرل ٹریننگ کالج' حکومت ہند محکمہ تعلیم کا اول انڈر سیکرٹری' ممبر دہلی یونیورسٹی بورڈ' ایک ریاست کے وزیراعظم کی پیشکش' سفارت کی پیشکش' سر کے خطاب کی پیشکش' صدر کیمیکل سوسائٹی' مصنف تذکرہ' شہرۂ آفاق محققین کی رائے میں قومی تعمیر کا انتہائی کامیاب قانون' الٰہی معاشرت کا بے خطا انکشاف' مذہبی تحریرات کے لق و دق صحرا میں واحد گلستان' یادگار شاہکار' (رائل سوسائٹی آف آرٹس)' مندوب اعلیٰ موتمر خلافت قاہرہ (۱۹۲۶ء) بانی خاکسار تحریک (۱۹۳۰ء) مندوب فلسطین عالمی کانفرنس' صدر ورلڈ فیتھس کانفرنس (۱۹۳۰ء) گولڈ میڈلسٹ ورلڈ سوسائٹی آف اسلام (پہلے حاصل کرنے والے صرف مصطفیٰ کمال پاشا صدر جمہوریہ ترکیہ' رضا شاہ پہلوی صدر جمہوریہ ایران' ممبر انٹرنیشنل کانگریس اور نٹلیس (لائڈن) ۱۹۳۱ء بانی اسلام لیگ' مصنف حدیث القرآن' مصنف تکملہ (سیرت رسولؐ) پیدائش ۱۸۸۸ء وفات ۱۹۶۳ء مدفون: ۳۳۔ ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور

- وہ پہلا ہندوستانی طالب علم جس نے نہ صرف ۱۸ برس کی عمر میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے (ریاضی) میں اول پوزیشن حاصل کی بلکہ آج تک ان کا قائم کردہ ریکارڈ کوئی طالب علم اب تک نہ توڑ سکا۔ کیوں۔۔۔؟
- برصغیر کا وہ مسلم طالب علم جس نے دنیائے علم کے تین ٹرائی پوز آنرز کیمبرج یونیورسٹی سے رینگلر سکالر' بیچلر سکالر اور فاؤنڈیشن سکالر کی صورت میں اعلیٰ پوزیشن معہ وظائف حاصل کیے۔ ان اعلیٰ تعلیمی اعزازات کو دنیا بھر میں آج تک کوئی طالب علم بیک وقت حاصل نہ کر سکا تو کیا وجہ۔۔۔؟
- عالم اسلام کا وہ پہلا مسلمان جس نے مسلمانان عالم کی اجتماعی موت و حیات کے متعلق پیغام اخیر اور تسخیر کائنات کا عظیم الشان پروگرام کتاب "تذکرہ" میں دیا تو وہ پروگرام کیا۔۔۔ ہے؟
- دنیائے اسلام کا پہلا نوعمر فرزند جس نے مسئلہ خلافت پر قاہرہ (مصر) میں منعقدہ عالم اسلام کے سربراہان اور علمائے کرام کی کانفرنس کی صدارت کا اعزاز حاصل کیا۔ جس میں موجود عالم اسلام کی عالم آراء ہستیوں نے ان کے پرمغز خطاب کو سننے کے بعد "علامہ مشرقی" یعنی "مشرق کے عالم" کا خطاب دیا تو وہ عظیم الشان خطاب کیا تھا۔۔۔؟
- تیرہ سو برس بعد پہلا انقلابی مسلمان جس نے برصغیر میں "خاکسار تحریک" کے ذریعہ قرن اول کا سماں باندھ کر چالیس لھ گھرانوں سے وابستہ افراد کی زندگیوں میں حقیقی مومنانہ کردار پیدا کر دیا۔
- سائنسی ترقی کو بے جان مشینوں کے چنگل سے نکال کر تسخیر کائنات کے عظیم الشان مقاصد کی طرف موڑنے والا "پہلا سائنس دان" جس نے کائنات کو مسخر کرنے والے پروگرام کے ساتھ ساتھ انسانی زندگی اور اس کی روح کو کنٹرول کرنے کے بارے میں راز فاش کیا۔۔۔ وہ کیا راز ہے؟
- ہندوستان کا پہلا "عالم دین" جس نے اپنے حسابی اندازوں سے دو ٹوک اور برملا کہہ دیا کہ برصغیر پاک و ہند میں گذشتہ تین سو برس میں بننے والی چند ایک مساجد کے سوا تمام "مسجدوں کے قبلے" غلط ہیں۔ کیسے۔۔۔؟
- مسلمانوں کا پہلا شاعر جس نے شعر کی قرآنی تشریح کی تو "پانچ ہزار شعراء" نے شعر کہنا چھوڑ دیا۔۔۔
- پہلا سیاسی رہنما جس نے "مروجہ یورپی جمہوریت" کی شدید مخالفت کرتے ہوئے اسے سرمایہ داری و جاگیرداری نظام کا حصہ قرار دیا اور کہا کہ اس "طریق انتخاب" سے ۸۰ فیصد غرباء اور ۱۵ فیصد درمیانہ طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کی موت ہے۔ لہٰذا انہوں نے "طبقاتی طریق انتخاب" کا عظیم الشان حقیقی جمہوری اور اسلامی پروگرام پیش کیا جس سے غریب کی حکومت قائم ہو سکتی ہے وہ کس طرح۔۔۔؟
- تقسیم ہند کے بعد پہلا رہنما جس نے بھارتی سازشوں یعنی دریاؤں کے رخ موڑنے' دریاؤں پر ڈیم تعمیر کرنے' مقبوضہ کشمیر کے مسئلہ کو کھٹائی میں ڈالنے' مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ میں بھیجنے کی شدید مخالفت کرنے' معاشی و اقتصادی بدحالی' رہنماؤں کی سازشوں' حکومتوں کی وعدہ خلافیوں کا پردہ چاک کرنے کے ساتھ ساتھ ۱۹۵۰ء اور ۱۹۵۶ء کو لاہور میں منعقدہ جلسوں میں پیش گوئی کر دی تھی کہ ملکی قیادت مضبوط ہاتھوں میں نہ ہونے کے باعث "۱۹۷۰-۷۱ء میں مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے کٹ جائے گا۔" بھارت دریاؤں کے رخ موڑ دے گا وغیرہ' مگر کسی نے توجہ نہ دی تو قصوروار کون۔۔۔؟

Marfat.com

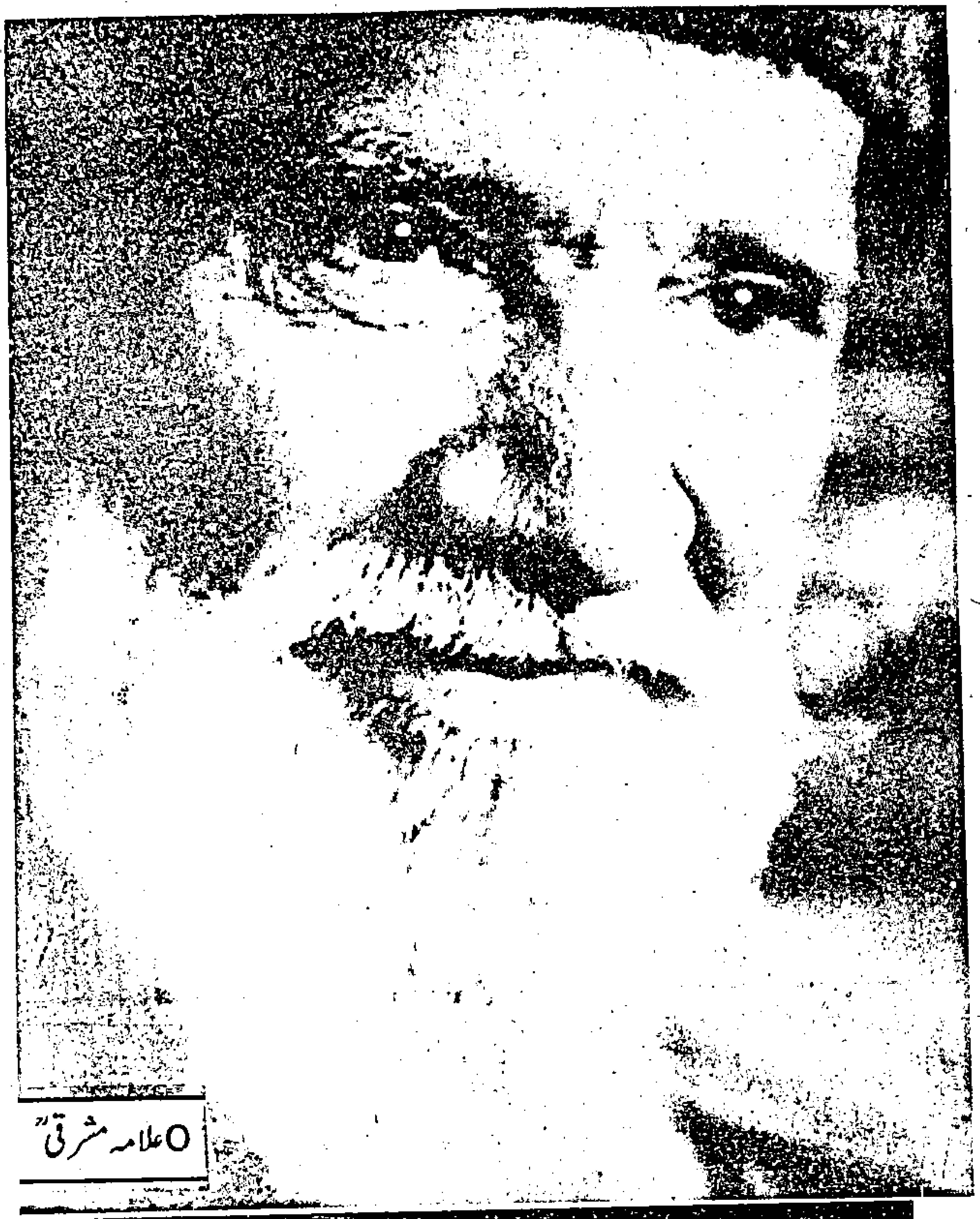

پا گیا

جانِ جہاں تو تھا ہی، معاً مجھ پر چھا گیا
جانے کی جا کہاں تھی، سو دل اس پہ آ گیا
پہچان کیا سکے گی مجھے، پست ہے نظر
قرنوں کے بعد بھی کوئی سمجھا تو پا گیا

(حضرت علامہ مشرقیؒ)

Marfat.com

حضرت علامہ مشرقیؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	سن اشاعت	بعنوان
(۱)	خریطہ	دیباچہ۔اردو شاعری۔فارسی	۱۹۰۲ تا ۱۹۰۹ء ۷ فروری ۱۹۲۴ء	۱۴ برس کی عمر میں ۱۴۶ رباعیوں اور ۱۷۰ شعروں پر مشتمل فارسی شاعری
(۲)	تذکرہ (جلد اول دوم سوم ودیگر جلدیں)	دیباچہ۔افتتاحیہ اردو و عربی	۳۰ مارچ ۱۹۲۴ء ۱۰ رجب المرجب ۱۳۴۲ھ	مسلمانان عالم کو ان کی اجتماعی موت و حیات کے متعلق پیغام اخیر۔ الٰہی حکمت کا حیرت انگیز مرقع
(۳)	خطاب مصر	عربی / اردو	۱۳ مئی ۱۹۲۶ء	امت مسلمہ کو آنے والے خطرات سے بچانے کے لئے عالمگیر پروگرام
(۴)	اشارات	اردو	یکم اگست ۱۹۳۱ء	مسلمانوں کو پھر طاقتور بنادینے کا واحد طریقہ اور لائحہ عمل
(۵)	قول فیصل	〃	۱۵ نومبر ۱۹۳۵ء	قوموں کا زوال اور اس کا علاج خاکسار تحریک کے پروگرام کی مکمل تشریح
(۶)	مقالات (جلد اول دوم)	〃	جلد اول ۲۷ جنوری ۱۹۳۷ء جلد دوم ۲ ستمبر ۱۹۴۳ء	ہفت روزہ "الاصلاح" میں چھپے حضرت علامہ مشرقی کے وہ عظیم الشان مقالات جنہوں نے خاکسار تحریک کو ملک گیر کر دیا
(۷)	مولوی کا غلط مذہب (مقالات)	〃	۲۵ ستمبر ۱۹۳۶ء تا ۲۸ اگست ۱۹۳۸ء	مسلمانان عالم کے مذہبی اختلافات اور مولویوں کے بگڑے ہوئے مذہبی تخیل کا پر تحقیق اور ناقدانہ جائزہ
(۸)	صراط المستقیم	(تصویری البم)	۱۹۳۸ء	غلبۂ اسلام، تحریک آزادی اور خدمت خلق کے لئے خاکسار تحریک کی جدوجہد کا تصویری البم
(۹)	خاکسار آئین	(انگریزی)	۲۵ مارچ ۱۹۴۵ء اشاعت اکتوبر ۱۹۴۵ء	انگریزی اقتدار کا چیلنج کہ ایسا "سیاسی آئین" جس پر تمام عناصر متفق ہوں تو ہندوستان کو آزاد کر دیں گے کو قبول کرتے ہوئے تحریر کیا۔

Marfat.com

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	سن اشاعت	بعنوان
(۱۰)	حریم غیب	اردو (نظم)	۷؍اکتوبر ۱۹۵۲ء	مذہب کا آخری مقصد
(۱۱)	دہ الباب	" (نظم)	۱۰؍نومبر ۱۹۵۲ء	مسائل زمین، فراحیات
(۱۲)	حدیث القرآن	" (نثر)	۳۰؍مئی ۱۹۵۱ء ۲۵؍نومبر ۱۹۵۲ء	مقصد پیدائش کائنات ○ مقام خدا مقام انبیاء۔ مقام الکتاب۔ مقام فطرت
(۱۳)	ارمغان حکیم	" (نظم)	۲۳؍نومبر ۱۹۵۲ء	غزل پر آخری کلام
(۱۴)	انسانی مسئلہ	انگریزی، اردو	۱۹۵۵ء	بیس ہزار سائنسدانوں کے نام تسخیر کائنات کا عظیم الشان پیغام جس کے بعد وہ پیدائش کائنات اور تسخیر کائنات کی طرف رجوع ہوئے۔
(۱۵)	تکملہ (سیرت رسول اللہ ؐ)	اردو	۳؍مئی ۱۹۶۰ء جلد اول (جلد دوم)	اقرا باسم ربک الذی کی پہلی وحی سے الیوم اکملت لکم دینکم کی آخری وحی تک رسالت مآب کی ۲۳ برس کی مکی اور مدنی زندگی اور قرآن کی تشریح
(۱۶)	علم القرآن	"	زیر طبع	قرآنی آیات کا ترجمہ حضرت علامہ مشرقی کے قلم سے
(۱۷)	سیاہ کار لیڈر	"	۴۶-۱۹۴۵ء	جس میں واضح طور پر بتلایا گیا ہے کہ موجودہ سیاہ کار لیڈر قوم کو دھوکہ دے کر کس طرح مفادات حاصل کرتے ہیں ان کی سیاہ کاریاں کیا ہیں؟
(۱۸)	قرآن الارض	"	۱۹۵۲ء	جس میں زمین کے موجودہ دس اہم مسئلوں اور ان کے حل کا انکشاف کیا گیا ہے۔
(۱۹)	قرآن حکیم کی مسلسل کہانی	"	۱۹۵۱ء	قرآن حکیم کی تعلیم کے ماحصل کو مسلسل طور پر سمجھنے کی تشریح مع قرآن کو سمجھنے کے لئے بلندی نگاہ کیا ہو؟
(۲۰)	بیگم کے نام خطوط	"	(غیر مطبوعہ)	بیگم سعیدہ علامہ مشرقی کے نام جیلوں سے قید کے دوران تحریر کردہ خطوط

Marfat.com

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	سن اشاعت	بعنوان
(۲۱)	خاکسار تحریک کا دستور العمل	اردو	یکم دسمبر ۱۹۳۶ء	جس نے لکھو کھہا انسانوں میں اخوت' اتحاد' جہاد اور خدمت خلق کا جذبہ پیدا کر کے محلوں کی سطح پر روزانہ بلالحاظ مذہب و تفریق ایک قطار میں کھڑا کر کے انقلاب برپا کر دیا۔
(۲۲)	مقالات مشرقی	"	۱۹۴۳ء تا ۱۹۶۳ء	قیام پاکستان سے قبل اور بعد کے مقالات' تقاریر اور دیگر تحریریں۔
(۲۳)	قرآن حکیم کی تعلیم کا خلاصہ	"	۱۹۵۱ء	اس میں نوع انسان کو اس کا مقام و مقصد بتایا گیا ہے اور فلسفہ تسخیر کائنات و لقائے رب کو تاریخ عالم میں پہلی بار قرآن حکیم کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔
(۲۴)	کشمیر اور علامہ مشرقی	"	۱۹۹۴ء	حضرت علامہ مشرقی کی کشمیر کے بارے میں تمام تجویزوں' کوششوں' تنبیہوں' حسابی اندازوں اور جدوجہد کو یکجا کر دیا گیا۔
(۲۵)	ارشادات علامہ مشرقیؒ	اردو	۱۹۹۷ء	حضرت علامہ مشرقی کی تصانیف' خطبات اور مقالات کا اختصار۔

میری تصانیف کا مقصد اس قدر ہے کہ

قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی ادنیٰ سی عملی اور علمی آگ پاکستان کے زوال یافتہ مسلمان میں پیدا ہو جائے اور وہ آگے بڑھنے کے قابل ہو۔ یہی امید ہے جو مجھے کھینچے لئے جا رہی ہے اور کیا عجب کہ ایک گروہ یہاں یا کسی اور اسلامی ملک میں پیدا ہو جائے تو مسلمان کی بگڑی فوراً بن سکتی ہے۔ (حضرت علامہ مشرقی)

التذکرہ پبلی کیشنز

المشرقی ہاؤس

۳۴۔ ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور

فون نمبرز: 7535116 ☆ 7555251 O فیکس: 042-7587394

Marfat.com

علامہ مشرقیؒ

(۲۵ اگست ۱۸۸۸ء ـــــــ ۲۷ اگست ۱۹۶۳ء)

آپ کتنی زندگی چاہتے ہیں؟

میں اتنی زندگی چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کی فوجیں دہلی لال قلعہ میں داخل ہو رہی ہوں اور میرا جنازہ جا رہا ہو۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) ڈاکٹر محمد ایوب خان

حضرت علامہ مشرقی" ۲۵ اگست ۱۸۸۸ء کو ایک صاحب ثروت شخص عطا محمد خاں کے گھر امرتسر شہر میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان علمی خاندان تھا اور آباؤ اجداد مغلوں اور سکھوں کے زمانے میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے تھے۔ آپ کا نام عنایت اللہ خان رکھا گیا۔

۱۹۰۷ء میں اٹھارہ سال کی عمر میں آپ نے ایم اے ریاضی کا امتحان پاس کیا اور نہ صرف اول آئے بلکہ سابقہ ریکارڈ توڑ دیئے۔ اس کے بعد آپ کے والد نے اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ کو انگلینڈ بھیج دیا اور آپ پانچ سال تک کیمبرج یونیورسٹی میں زیر تعلیم رہے۔ وہاں آپ نے ریاضی فزکس انجینئرنگ اور عربی فارسی کے امتحانات امتیازی سندوں کے ساتھ پاس کئے آپ اقوام عالم میں پہلے شخص تھے جس نے چار مضامین میں ٹرائی پوز حاصل کیے۔

۱۹۱۳ء کے اوائل میں آپ وطن واپس آئے۔ آپ کو بڑی بڑی ملازمتوں کی پیش کش ہوئی مگر آپ نے تعلیم کو پسند کیا اور اسلامیہ گورنمنٹ کالج پشاور میں وائس پرنسپل مقرر ہوئے۔ بہت جلد آپ کو پرنسپل کے عہدے پر ترقی دے دی گئی۔ ۱۹۱۲ء میں آپ کو گورنمنٹ آف انڈیا میں بلا لیا گیا اور وہاں آپ تین سال تک رہے۔ انگریزی حکومت نے آپ کو ہونہار دیکھ کر اپنے مقاصد کے لیے ڈھالنا چاہا لیکن آپ کو باغی پا کر پشاور واپس بھیج دیا۔

واپسی پر قوم کو زوال یافتہ پا کر اور آپ کے اپنے الفاظ میں "ایک مولوی کی بے معنی لسانی کو دیکھ کر" آپ نے قرآن حکیم کی تفسیر علمی انداز میں لکھنے کا فیصلہ کیا اور ڈھائی سالوں میں چھ جلدیں لکھ دیں۔ پہلی جلد ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی۔ طباعت کی مشکلات کو دیکھ کر آپ نے پہلی جلد کے عربی افتتاحیہ اور اردو دیباچہ میں اپنے پیغام کا لب لباب دے دیا۔ اور وہ یہ تھا کہ ازروئے قرآن قوموں کے عروج و بقاء کے مندرجہ ذیل دس اصول ہیں:

۱۔ توحید فی العمل ۲۔ اتحاد امت ۳۔ اطاعت امیر ۴۔ جہاد بالسیف ۵۔ جہاد بالمال
۶۔ ہجرت ۷۔ مکارم اخلاق ۸۔ سعی فی العمل ۹۔ علم ۱۰۔ ایمان بالآخرت۔

ان اصولوں کو پڑھنے کے بعد مذہب اور قوم کے بارے میں چودہ طبق روشن ہو جاتے ہیں۔ کئی مذہبی محرروں نے ان کی روشنی میں مضامین لکھ کر اپنا نام پیدا کیا۔

جنگ عظیم (۱۸۔۱۹۱۴ء) میں ترکی کو شکست ہوئی اور اس کی سلطنت پر یورپ کا قبضہ ہو گیا۔ مصطفےٰ کمال پاشا نے مشکل سے

اور چار سال کی مزید جدوجہد کے بعد ترکی کو غلامی سے بچایا۔ اس نے خلافت کو بے معنی پاکر ۱۹۲۴ء میں اسے مسترد کر دیا۔ مگر خلافت رسمی ہی سہی وہ امت کی یک جہتی کا مظہر تھی۔ اس کے حق میں ہندوستانی مسلمانوں میں کافی چیخ وپکار ہوئی۔ اور ۱۹۲۶ء میں مصر میں اس کی بحالی کے لیے خلافت کانفرنس منعقد ہوئی۔ تذکرہ کی شہرت کی وجہ سے حضرت علامہ مشرقیؒ کو بھی وہاں مدعو کیا گیا۔ آپ نے اپنے خطاب میں رسمی خلافت بنانے کی مخالفت کی۔ آپ نے کہا کہ خلیفہ اور امیر ایک شے ہے اور امیر کی اطاعت امت پر فرض ہے۔ کسی کمزور اور بے بس بادشاہ کو خلیفہ بنانے میں خطرہ ہے کہ اغیار اس پر دباؤ ڈال کر امت کو نقصان پہنچائیں گے۔ فوری عمل کے طور پر آپ نے چار تجاویز پیش کیں۔

ا۔ کانفرنس مستقل حیثیت اختیار کرے۔

۲۔ پوری دنیا میں امت کی ہر محلے میں دینی مرکز قائم کر کے امت کی تربیت کی جائے۔

۳۔ اخراجات پورے کرنے کے لیے فنڈ قائم کیا جائے۔

۴۔ مسلمانوں کو فرقہ بندی سے بلند ہو کر صرف مسلمان بننے کی تلقین کی جائے۔

اس کے بعد آپ نے مسلمان سربراہان حکومت کو بذریعہ خطوط اس طرف توجہ دلائی مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا اور چند سالوں میں کانفرنس اور خلافت کا خیال خواب ہو گیا۔

تذکرہ کی اشاعت سے حضرت علامہؒ توقع کرتے تھے کہ کچھ مسلمان عمل کے لیے نکلیں گے مگر کوئی نہ نکلا بالآخر آپ نے قوم کی تنظیم و تربیت کا بیڑا خود اٹھایا اور ۱۹۳۱ء میں ملازمت چھوڑ کر لاہور سے خاکسار تحریک شروع کرنے کا پروگرام بنایا۔ آپ اچھرہ میں کرائے کے مکان میں مقیم ہوئے اور سب سے پہلی کتاب اشارات شائع کی۔ اس میں مسلمانوں کو ان کی خوابیدہ خوبیوں کا پتہ دے کر تحریک میں شامل ہونے کے لیے کہا اور دعوت دی کہ ہر گاؤں اور محلہ میں مسلمان ایک سالار کے حکم کے ماتحت منظم ہو جائیں اپنی اصلاح کریں دوسروں کی خدمت کریں عسکری جذبہ پیدا کرنے کے لیے اپنے کپڑے خاکی رنگ میں رنگ لیں اور شام کو قواعد کریں چونکہ تلوار بلکہ بڑا چاقو رکھنے کی اجازت بھی نہیں تھی بیلچے کو بطور ہتھیار اٹھائیں۔ کبھی کبھی کیمپ لگا کر کفر و اسلام کی مصنوعی جنگ لڑیں وغیرہ۔ مگر سو سال کی غلامی نے مسلمانوں پر یہ اثر ڈالا تھا کہ وہ بابو بنے کرسیوں پر بیٹھ کر باتیں کرنے اور جلسے کرنے کو عزت سمجھتے تھے مگر سڑک پر نکل کر صفوں میں مارچ کرنا ان کے لیے باعث ننگ تھا۔ چنانچہ پہلی جماعت کو ایک گاؤں (پانڈو کی ضلع لاہور) میں لے جا کر قواعد سکھائے گئے۔ تین سال تک حضرت علامہؒ نے خاموشی سے اور بغیر کسی اخبار یا چرچے کے نوجوانوں کو منظم کرنے کی کوشش کی حتیٰ کہ ایک دن بمبئی کے ایک ہندو انگریزی ہفتہ وار پرچے میں خاکساروں کی تصویر شائع ہوئی جس کے نیچے لکھا تھا۔ Under the shadow of night (یعنی رات کے سائے میں) پھر حضرت علامہؒ نے کہا کہ اب تو راز کھل گیا ہے اب اخبار جاری کیا جائے چنانچہ ۲۴ نومبر ۱۹۳۴ء سے ہفتہ وار "الاصلاح" جاری کیا گیا اور تحریک پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔

تحریک کے شروع میں ہی اعلان کیا گیا کہ حضرت علامہؒ دس سال تک قوم کو آزمائیں گے۔ دس سال کے بعد دہلی میں مرکزی اجتماع ہوگا۔ اگر وہاں تین لاکھ جان پر کھیلنے والے جمع ہو گئے تو تحریک کو منزل پر پہنچا دیا جائے گا ورنہ منتشر کر دیا جائے گا۔

شروع شروع میں حضرت علامہؒ کشمیری بازار لاہور میں نوجوانوں کو پریڈ سکھانے جاتے تھے۔ ان کے بار بار پوچھنے پر آپ نے کہا کہ یورپ بے پناہ جنگ کی تیاری میں لگا ہے اس لیے جنگ ضرور ہوگی۔ نتیجے میں برطانیہ کو ہندوستان چھوڑنا پڑے گا۔ اس وقت وہ قوم

ہندوستان پر حکمران ہو گی جو زیادہ طاقتور ہو گی۔ میں مسلمانوں میں وہ طاقت پیدا کرنے کا سامان کر رہا ہوں۔

تحریک کا کام مذہبی آزادی کے قانون کے ماتحت اور خدمت خلق کے لیے سکاؤٹوں کی مانند کیا جاتا تھا تاکہ انگریز کو ہاتھ ڈالنے کا موقع نہ ملے۔ پھر بھی انگریز نے صوبہ سرحد میں خاص پابندیاں لگا دیں جو بڑی کوشش سے ہٹوائی گئیں۔

انگریز نے صرف مانگنے کی سیاست کی اجازت دی تھی اور کانگریس اور مسلم لیگ صرف مانگا کرتی تھیں۔ گاندھی کے افریقہ سے واپس آنے پر ہندوؤں نے عدم تشدد کی پالیسی شروع کی یعنی مار کھاؤ قید ہو جاؤ اور مطالبہ جاری رکھو مسلمانوں نے یہ بھی نہ کیا۔ ۱۹۳۰ء میں لندن کی کانفرنس میں محمد علی جوہر نے کہا کہ وہ آزادی لے کر جائیں گے یا واپس نہیں جائیں گے۔ تقدیر الٰہی سے وہ وہیں فوت ہو گئے اور مسجد اقصیٰ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ مگر انہیں آزادی کی توقع بطور بخشش ہی تھی۔

خاکسار تحریک کا طریقہ اور تھا۔ قانون وقت کے پابند رہو، اپنی اصلاح کرو، دوسروں کی خدمت کرو، خدا کا کھاؤ اور اسی کا گاؤ، اللہ کی راہ میں مال و جان بلکہ فرزند و زن قربان کرنے کی ہمت پیدا کرو مرکزی اجتماع کے لیے تیار رہو وغیرہ۔ انگریز حیرت سے تحریک کو دیکھ رہا تھا مگر اس پر ہاتھ ڈالنے کا بہانہ نہیں پاتا تھا۔ سب سے پہلے اس نے علمائے سوء کو تحریک کے پیچھے لگا دیا۔

مشرقیؒ کے عقائد خراب ہیں وہ کافر ہے اس لیے سب خاکسار کافر ہیں وہ زن طلاق ہیں وغیرہ حتیٰ کہ ہزارہ کے ایک مولوی کے بھڑکانے پر اکوڑہ خٹک میں چند خاکساروں کو حالت نماز میں شہید کیا گیا۔ ہر جگہ خاکساروں کے خلاف جلسے شروع کر دیئے گئے۔

حضرت علامہؒ نے "مولوی کا غلط مذہب" کے نام سے کئی پمفلٹ شائع کر کے اس حملے کو روکا۔ افسوس کہ مسلمان اس عسکری تحریک کی اہمیت کو سمجھنے سے بالعموم قاصر رہے۔ کہا جاتا تھا کہ دیوار پر سر ماریں تو اپنا سر ہی پھوڑیں گے انگریز کا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟ سو سال کی غلامی نے قوم کو بزدل بنا دیا تھا۔ بہر حال تحریک ترقی کی منزلیں طے کرتی رہی۔

جنوری ۱۹۳۹ء میں دہلی میں آخری اجتماع کا اعلان کر دیا گیا۔ ان ہی دنوں لکھنؤ میں شیعہ سنی محاذ گرم ہو گیا۔ پنجاب سے جتھے جانے شروع ہوئے کسی نے حضرت علامہؒ کی توجہ دلائی آپ نے صلح کے لیے خاکساروں کے جتھے بھیجے اور صلح ہو گئی آپ خود بھی گئے یوپی کی ہندو حکومت نے بلاوجہ انہیں گرفتار بھی کیا مگر پھر چھوڑ دیا۔ اس عمل نے خاکسار تحریک کو پوری قوم میں ہر دلعزیز کر دیا۔ اور نوجوان ہر جگہ پریڈ کرتے نظر آنے لگے۔

ستمبر ۱۹۳۹ء میں یورپ میں جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت علامہؒ اسی لمحے کے منتظر تھے مگر تقدیر کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ہندو اور مسلمان جو مغلوں کے زمانے سے یکجان چلے آتے تھے انگریز کی لڑاؤ اور حکومت کرو پالیسی کے ماتحت ایک دوسرے کے جانی دشمن بن چکے تھے ادھر مغربی جمہوریت کے نظریہ نے اکثریت کی حکومت کا تخیل پیدا کیا اور مسلمانوں کے دلوں میں یہ خوف پیدا ہوا کہ چونکہ متحدہ ہندوستان میں ہندو اکثریت میں ہوں گے اس لیے حکومت ان کی ہو گی۔ اس ڈر نے تقسیم ہند اور پاکستان کا نظریہ پیدا کیا اور مسلمان اس پر ڈٹ گئے بالخصوص اس لیے کہ اس پر انگریز بھی راضی ہو سکتا تھا۔ مگر مشرقیؒ کے چھین کے لیں گے کے نظریے کے لیے کوئی طاقت انہیں نظر نہیں آتی تھی۔ اس وقت آج کی طرح کے منظر کہ کمزور ظالموں کے خلاف برسرپیکار ہو سکتے ہیں کہیں نظر نہیں آتے تھے نہ گوریلا لڑائی کا کسی کو علم تھا۔ بہر حال حضرت علامہؒ کا فارمولا جو انہوں نے کثیر تعداد میں ایک پمفلٹ بعنوان "اکثریت یا خون" شائع کر کے دیا یہ تھا کہ

حکومت اس قوم کا حق ہے جو خون بہائے اور ہندوستان کی حفاظت کے لیے پچھلے ڈیڑھ سو سال میں ایک ہندو کے مقابلے میں

۱۲۵ مسلمانوں نے خون بہایا۔ انگریز کو اگر اب جانا ہے تو حکومت مسلمانوں کے سپرد کر کے جائے۔
حضرت علامہ" کا مقصد مسلمانوں کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا تھا کہ انگریز کے جانے پر خون کی ہولی کھیل کر ہندوستان پر قبضہ کر لیں۔ مگر انگریز کو یہ کیسے منظور ہو سکتا تھا۔ اس نے اس پمفلٹ کو ضبط کر لیا اور پھر پنجاب میں جو تحریک کی طاقت کا مرکز تھا فرقہ وارانہ فساد کے عذر سے تحریک پر پابندی لگا دی۔ تھوڑا عرصہ پہلے انگریز نے ہندوؤں سکھوں اور بعض مولویوں اور پیروں کو بھی آمادہ کیا کہ اس قسم کی مصنوعی جماعتیں بنائیں تا کہ انگریز کا عذر پورا ہو۔
حضرت علامہ مشرقی" نے مرکز کو بچانے کے لیے اسے دہلی منتقل کیا اور احتجاج کے لیے دس ہزار خاکساروں کو لاہور جمع ہونے کا حکم دیا۔ وائسرائے سے ملنا چاہا تو اس نے عذر کیا کہ یہ صوبائی مسئلہ ہے وہ دخل نہیں دے سکتا۔ قائداعظم جناح سے کہا کہ اپنے وزیراعظم سر سکندر حیات کو کہو کہ مسلمان ہو کر یہ پابندی نہ لگائے انہوں نے کہا کہ آپ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں۔
۲۰ فروری کو قائداعظم نے وائسرائے سے ملاقات کی اور ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلم لیگ کا کل ہند جلسہ ہونا قرار پایا۔ صرف چار دن پہلے ۱۹ مارچ کو انگریز کی سازش سے خاکساروں نے احتجاج میں پریڈ کی۔ ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کی گئی اور حضرت علامہ" کو دور مدراس میں قید کر دیا گیا۔ ۲۳ مارچ کو مسلم لیگ کا جلسہ حسب معمول دھوم دھڑکے سے ہوا جس میں تقسیم ہند کا ریزولیوشن پاس کیا گیا۔ عام لوگوں میں یہ بات پھیلا دی گئی کہ مشرقی آدمی مروا دیتا ہے۔ مسلم لیگ صرف نوٹ اور ووٹ سے پاکستان حاصل کر لے گی چنانچہ پوری قوم کا رخ ادھر پھر گیا۔
حضرت علامہ مشرقی ۱۹۴۲ء میں رہا ہوئے اور مدراس میں پابند کر دیئے گئے۔ دہلی پر بزور قبضہ کرنے کا کھیل ختم ہو چکا تھا۔

چھٹے اسیر تو بدلا ہوا زمانہ تھا
نہ گل تھا نہ چمن تھا نہ آشیانہ تھا

آزادی ہند کے لیے ان کی کوشش اب یہ تھی کہ انہوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے دو مسلمہ لیڈروں مہاتما گاندھی اور قائداعظم محمد علی جناح کو بذریعہ خطوط اور وفود اس طرف متوجہ کیا کہ وہ انگریز کے سامنے متحدہ مطالبہ پیش کریں تا کہ انتقال حکومت پرامن ہو اور ہندو اور مسلمان آپس میں پہلے کی طرح صلح آشتی سے رہ سکیں۔ لیکن یہ دونوں لیڈر ٹس سے مس نہ ہوتے تھے۔
۱۹۴۲ء میں ہی ایک انگریز وزیر سر سٹیفورڈ کرپس ہندوستان سے جنگ میں امداد لینے کے لیے آیا لیکن ناکام ہوا۔ واپس جا کر اس نے بیان دیا کہ میں کئی ہزار میل چل کر گیا مگر ہندوستان کے لیڈر آپس میں بات کرنے کو تیار نہ تھے۔ حضرت علامہ" کے نزدیک کرپس اس بیان سے امریکہ کو یہ بتا رہا تھا کہ ہندوستان آزادی کا نااہل ہے تم ہمیں مدد دو۔ جنگ کے بعد یہ علاقہ تمہارا ہو گا۔
۱۹۴۳ء میں گاندھی نے "ہندوستان چھوڑ دو" کی یک طرفہ تحریک شروع کر دی۔ حضرت علامہ" نے گاندھی کو لکھا کہ مسلم لیگ کو ملائے بغیر تم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ ۱۹۴۴ء میں گاندھی وغیرہ رہا ہوئے اور حضرت علامہ" نے گاندھی جناح ملاقات کی از سر نو کوشش کر دی اور دباؤ ڈالنے کیلئے بمبئی اور گاندھی کے گاؤں واردھا میں خاکسار کیمپ قائم کئے۔ بالآخر دونوں دو ہفتوں تک آپس میں ملاقی رہے مگر کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ گاندھی نے کہا کہ وہ ہندوستان کی تقسیم کو تسلیم کرتا ہے مگر ہندوؤں اور مسلمانوں کو دو قومیں تسلیم نہیں کرتا۔ عین اس وقت ایک شخص نے غالباً انگریز کی سازش سے قائداعظم پر حملہ کر دیا۔ کہا گیا کہ وہ خاکسار ہے۔ اس کا خاکسار ہونا ثابت نہ ہوا مگر اس عمل نے مسلم لیگ اور خاکسار تحریک میں دشمنی ڈال دی۔ جو بے پناہ

Marfat.com

بربادی تقسیم کے وقت پنجاب میں ہوئی اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مقابلے کے لئے مسلمانوں کی کوئی عسکری جماعت میدان میں نہ تھی۔

اس کے بعد حضرت علامہؒ نے وائسرائے کو خط لکھ کر پوچھا کہ ہندوستان کی آزادی کی شرائط کیا ہیں۔ اس نے کہا کہ ہندوستان کو افراتفری کے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔ سب سے پہلے آئین بنانا ہوگا۔ چنانچہ حضرت علامہؒ نے آئین بنانے کا تہیہ کر لیا اور نو ماہ کی مدت میں تن تنہا ایک بے مثال آئین لکھا جس میں متحدہ ہندوستان اور پاکستان کے دو متضاد مطالبوں کو سمو دیا۔ (وہ ایک قابل قدر دستاویز ہے اور پاکستان کی حکومت کو اس کا مطالعہ کر کے اپنی کلیں سیدھی کرنی چاہئیں)۔

جنگ ختم ہوئی تو انگریز نے انتخابات اور ۱۹۴۸ء تک ہندوستان کو آزادی دینے کا اعلان کر دیا اور آزاد اسلامی مملکت کے تخیل نے مسلم لیگ کو سب مسلمانوں کے ووٹ دلا دیئے حتیٰ کہ ان مسلمانوں نے بھی ووٹ دیئے جنہیں ہندوستان میں ہی رہنا تھا۔ پھر انگریز وفد آئے تاکہ آزادی کا مسئلہ حل کریں۔ وہ ہندوستان کو پرامن اور لوگوں کو بطور پڑوسی چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ ان کا مفاد اسی میں تھا کہ یہ لوگ لڑتے رہیں اور وہ اپنا سامان بیچتے رہیں۔ "مشرقی آئین" نے صلح کی صورت پیدا کر دی تھی۔ اس سے ملتے جلتے انگریزی فارمولے کو قائداعظم نے تسلیم بھی کر لیا مگر نہرو کے غلط بیان نے انہیں برافروختہ کر دیا اور وہ پھر تقسیم ہند پر اڑ گئے۔

انگریز نے یہ دیکھ کر کہ کہیں ہندوستانی "مشرقی آئین" پر متحد نہ ہو جائیں ۱۹۴۸ء کی بجائے ۱۹۴۷ء میں ہی بغیر آئین رخصت ہونے کا اعلان کر دیا۔ ہندوستانی لیڈروں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی مگر حضرت علامہ مشرقیؒ نے اپنے اخبار میں لکھا کہ "میں اس اعلان میں دس لاکھ انسانوں کا قتل عام دیکھ رہا ہوں" اور بعد میں کہا کہ "میں ایک کروڑ کی بربادی دیکھ رہا ہوں۔"

کانگریس اور مسلم لیگ تقسیم پر راضی ہو گئے لیکن حد بندی کہاں ہو گی اس کی تفصیل دونوں نے طے نہیں کی تھی اور نہ مسلم لیگ نے کوئی خاکہ پیش کیا تھا۔ چنانچہ انگریزوں نے ایک جج ریڈ کلف مقرر کیا۔ اس کی مدد یا مشورے کیلئے دونوں طرف سے نمائندے مقرر ہوئے لیکن انہیں کسی مشورے میں شامل نہیں کیا گیا اور آخری وقت یعنی تاریخ آزادی کے تین دن بعد ۱۸ اگست کو حدود کا اعلان ہوا۔ ریڈ کلف اور ماؤنٹ بیٹن نے مسلمانوں کی حق تلفی کرتے ہوئے بھارت کو کشمیر کا رستہ دینے کیلئے پٹھان کوٹ کا ضلع اسے دے دیا!! اسی طرح مسلم اکثریت کی ۱۷ تحصیلیں بھارت کو دے دیں۔ مشرق میں صرف ڈیلٹا مسلمانوں کو ملا۔ ہندو مسلم لڑائی کے نتیجے میں جو تقسیم سے پہلے شروع ہو چکی تھی پورا مشرقی پنجاب مسلمانوں سے خالی ہو گیا۔ بھارت نے سری نگر میں اپنی فوج اتار کر کشمیر پر قبضہ کر لیا۔ پاکستان پٹھانوں کو لے کر تین بنجر ضلعوں میں ڈھول بجاتا رہا۔

ان حالات میں حضرت علامہ مشرقیؒ نے دہلی میں آخری اجتماع کا حکم دیا۔ بظاہر خاکسار تحریک منتشر کر دی گئی لیکن دراصل زیر زمین کی گئی اور انہیں دہلی پر قبضے کا حکم دیا گیا مگر چند بچے کھچے خاکساروں میں جب مسلمان پنجاب سے پناہ کیلئے پاکستان بھاگ رہے تھے یہ دم خم کہاں تھا کہ کچھ حاصل کر سکتے۔ وہ وہاں قید ہوئے۔ جیل میں ان پر گولی بھی چلائی گئی اور تحریک کا معاملہ ختم ہو گیا۔

۱۹۴۸ء میں حضرت علامہ مشرقیؒ نے سیاسی رنگ میں "اسلام لیگ" کھڑی کی۔ اس کا نصب العین یہ تھا کہ چونکہ ہندوستان میں ہندوؤں کی تعداد مسلمانوں سے صرف دوگنا تھی باقی آٹھ کروڑ اچھوت اور دوسری اقوام تھیں اور اس کے باوجود انگریز نے انہیں سات گنا ٹکڑا دے دیا ہے اس لئے مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے درمیانی علاقے پاکستان کو دیئے جائیں۔ نہرو نے اس پر احتجاج کیا اور وزیراعظم پاکستان نے اسلام لیگ کو خلاف قانون قرار دے دیا۔ ۱۹۵۰ء میں پنجاب میں الیکشن کا اعلان ہوا۔ حضرت علامہ

Marfat.com

مشرقی" نے انتخاب میں حصہ لینے کا اعلان کیا اور انہیں ڈیڑھ سال کیلئے میانوالی جیل میں قید کر دیا گیا۔
حضرت علامہ مشرقی" تقسیم کے حق میں نہیں تھے کیونکہ اس طرح مسلمان تین حصوں میں تقسیم ہو کر کمزور ہوتے تھے اور وہ بہر حال ایک ہزار سال سے ہندوؤں کے ساتھ رہ رہے تھے (اور اب بھی بھارت میں رہ رہے ہیں) اور سب سے بڑی بات یہ کہ ان کے خیال میں انگریز کے جانے کے بعد ہندوؤں مسلمانوں میں لڑائی لازمی تھی اور مسلمان غالب ہو جائیں گے۔ تقسیم سے یہ ممکن نہ ہوا۔
پاکستان بننے کے بعد انہوں نے حکومت سے ہر طرح سے تعاون کیا لیکن حکومت انگریز کے پرانے وفاداروں کی تھی اس لئے وہ انہیں قبول نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ وفات سے چند ماہ پہلے بیماری کی حالت میں بھی انہیں قید کیا گیا۔
۱۹۵۷ء میں انہوں نے ہندوستان چلو تحریک چلائی۔ وہ دراصل مسلمانوں کو کسی نہ کسی طرح متحرک رکھنا چاہتے تھے۔ اکتوبر میں انہیں راولپنڈی میں قید کر دیا گیا۔ ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء لگ گیا اور مارشل لاء نے پارٹیوں پر پابندی لگا دی۔
چند ماہ بعد ڈاکٹر خان صاحب کے قتل کے الزام میں انہیں قید کر لیا گیا تھا۔ ۷۰ برس کی عمر میں انہیں ہتھکڑی لگا دی گئی اور ۸x۸ فٹ کوٹھری میں محبوس کیا گیا۔ (شاید وہ پھانسی پانے والوں کی "چکی" تھی) ان پر جرم ثابت نہ ہوا اور نومبر میں انہیں رہا کر دیا گیا۔ ان کی رہائی سے پہلے مارشل لاء لگ چکا تھا۔ رہائی کے بعد کسی نے مارشل لاء کے متعلق پوچھا تو کہا "انہوں نے فوج کو حکومت کا چسکا لگا دیا ہے۔"
جب پابندیاں اٹھیں تو انہوں نے خاکسار تحریک کو دوبارہ کھڑا کرنے کی اجازت دے دی۔ بالآخر ۲۷ اگست ۱۹۶۳ء بوقت نو بجے شب انہوں نے جان خالق حقیقی کے سپرد کر دی۔

ذاتی زندگی

حضرت علامہ مشرقی" آسودہ گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور آرام دہ زندگی کے خوگر تھے۔ جب انہوں نے تحریک شروع کی تو اپنے آپ کو عام آدمی کی سطح پر لے آئے۔ اچھرہ میں جو اس وقت ایک گاؤں تھا کرائے کا مکان لیا۔ کار بند کر دی اور عام آدمی کی طرح سائیکل، تانگے اور منی بس پر سفر کرنے لگے۔ گھر میں کوئی نوکر نہ تھا۔ مدتوں پنکھا نہ لگوایا کہ عام آدمی کے گھر پنکھا نہیں۔ سردی اور گرمی میں خاکی قمیض پاجامے میں ملبوس رہے۔ خاکساروں کے ساتھ مارچ کرتے اور غلطی پر درے کھاتے۔ تھرڈ کلاس میں سفر کرتے۔ کوئٹہ پہنچے تو کار میں بیٹھنے کی بجائے چھ میل دور کیمپ میں پیدل مارچ کرتے ہوئے گئے۔ مدراس میں مذاہب عالم کانفرنس کی صدارت کے لئے بلائے گئے تو پنجاب میں دوروں میں مصروف رہنے کے باوجود تھرڈ کلاس میں سفر کرتے ہوئے عین وقت پر کانفرنس ہال میں داخل ہو گئے۔ کھانا معمولی ہوٹلوں میں اور پلیٹ فارم کی ریڑھی سے کھانے میں عار نہ سمجھتے۔ دیسی برتنوں میں کھانا کھاتے۔ بیماری میں بھارت کے کیلے کھانے سے انکار کر دیا۔ ہسپتال میں گئے تو جنرل وارڈ میں داخل ہو گئے۔ (آخری بے ہوشی میں گھر والے سپیشل وارڈ میں اپنی مرضی سے لے گئے تھے۔)
بہت بارعب شخص تھے۔ لوگ ان سے ڈرتے تھے بلکہ انہیں ہندوستانی ہٹلر کہتے تھے۔ بڑے بڑے لوگوں کا ذکر اس طرح کرتے جیسے وہ کیڑے مکوڑے ہوں۔ وہ صرف سیاسی لیڈر نہ تھے بلکہ ریفارمر تھے، مصلح قوم تھے بغیر لاگ لپیٹ کے سچائی کی بات کرتے تھے۔ ان کی بعض باتوں کو سن کر تعجب ہوتا تھا مگر دیکھا تو وہ قرآن میں لکھی ہیں۔ اسی طرح ان کے بعض عمل غلط معلوم ہوتے

Marfat.com

تھے لیکن دیکھا تو وہ رسول خدا ﷺ کے طریقے پر عمل کر رہے ہیں۔

میانوالی جیل میں انہوں نے تین کتابیں حریم غیب، دہ الباب اور ارمغان حکیم شاعری میں اور ایک نثر کی کتاب "حدیث القرآن" لکھی جس میں قرآن حکیم کی تعلیم کا خلاصہ اس طور سے بیان کر دیا کہ کچھ کہنے کو نہ رہا۔ راولپنڈی کی قید میں انہوں نے آخری کتاب "تکملہ" لکھی جس میں رسول خدا ﷺ کی زندگی اور قرآن کا نزول باہم دکھا کر حقیقتوں سے پردہ چاک کر دیا۔ راقم نے جو کچھ مذہب کے متعلق سمجھا ان کی تعلیم سے ہی سمجھا لیکن ان سے ملنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ وہ جن جان جوکھوں میں ڈالتے تھے ان کی مجھ میں ہمت نہ تھی اور تعلیم اور پھر فوج کی نوکری نے انا سے دور ہی رکھا۔

ایک دو ملاقاتوں میں میں نے چند باتیں پوچھیں۔ ان کا ذکر مفید رہے گا۔

میں نے کہا "آپ اتنے مشکل مضمون بیان کرتے ہیں لیکن آپ کے گرد و پیش ان پڑھ لوگ نظر آتے ہیں وہ کیا سمجھتے ہوں گے؟"

"عرب کے بدوؤں نے قرآن کو کیسے سمجھا تھا" ؟ انہوں نے جوابی سوال کیا۔

میں نے کہا "معلوم نہیں۔"

کہنے لگے "قرآن فطرت کو بیان کرتا ہے۔ ان پڑھ فطرت کو دیکھتے ہیں اس لیے بدو قرآن کو سمجھتے تھے۔ میں بھی فطرت کو بیان کرتا ہوں، ان پڑھ سمجھ جاتے ہیں۔ آپ منطق میں چلے جاتے ہیں، نہیں سمجھتے۔"

میرا دوسرا سوال یہ تھا کہ "آپ کہتے ہیں کہ اسلام ایک تحریک تھا: اس کا کیا مطلب ہے؟" کہنے لگے "کیا کریں گے پوچھ کر؟ آپ کے بال بچے تو ہو جائیں گے اور ان کا پیٹ پالیں۔"

زندگی میں اکثر لوگ ان کے مخالف رہے مگر ان کا جنازہ بڑا شاندار نکلا اور بہت لوگوں نے تعریف کی۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے کسی زمانے میں مخالفت کی تھی مگر اس نے کہا "آج تاریخ کا ایک باب ختم ہو گیا۔" اس کے برعکس اپنے رسالے میں انہوں نے ان کی وفات کا کوئی ذکر تک نہ کیا۔

حضرت علامہؒ کی دانش "تذکرہ" میں آپ نے قوموں کے عروج و زوال کے اصول بیان کئے مگر وہ نظریاتی بات تھی۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ وہ سالہا سال پہلے موجودہ قوموں کے زوال اور عروج کو سمجھتے تھے اور اگر ان کی اس تنبیہہ کو مان لیا جاتا کہ گاندھی اور جناح مل کر آزادی ہند کا مسئلہ پیش کریں تو وہ بربادی جو ۱۹۴۷ء میں ہوئی نہ ہوتی اور دفاع پر ان گنت اخراجات بھی نہ ہوتے اور دونوں قومیں خوشحال ہوتیں۔ ان کی بصیرت کے ثبوت میں ہم ان کی قبل از آزادی تقاریر کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

انگریز کی جگہ امریکہ (علامہ مشرقیؒ)

انگریز نے مارچ ۱۹۴۲ء میں جبکہ سنگاپور فتح ہو چکا تھا، انگریزوں کی حالت بہت پتلی تھی اور جاپان ہندوستان کی طرف بڑھ رہا تھا اپنے ایک وزیر (کرپس) کو ہندوستان بھیجا جس نے یہ پیشکش کی اگر تم ہندوستانی ہمیں جاپان کے خلاف مدد دو گے تو ہم لڑائی کے فوراً بعد ہندوستان کی آزادی اس شرط پر دیں گے کہ تم ایک ایسا آئین تیار کرو جس پر ہندوستان کی قومی زندگی کے بڑے بڑے عنصر متفق ہوں۔ اس وقت میں مدراس میں نظر بند تھا۔۔۔۔۔۔۔ میں نے مدراس سے چیخنا شروع کیا کہ اے ہندوستان کے چوہدریو اس نازک

Marfat.com

وقت کو پہچانو، انگریز اس وقت نہایت خطرہ میں ہے اور اس آڑے وقت میں تمہاری مدد کا خواہاں ہے، مجھے یقین ہے کہ انگریز کبھی لڑائی ہار نہیں سکتا، انگریز کا ایک ایک بچہ کٹ مرے گا لیکن لڑائی ہارنا اس کے پروگرام بلکہ اس کی لغت میں نہیں۔ اس لئے ہوش میں آؤ اور متفقہ مطالبہ ایک کاغذ پر لکھ کر دو کہ ہم سب گاندھی، جناح، ساورکر صرف ایک مطالبہ متفقہ طور پر کرپس سے کرتے ہیں کہ "ہندوستان ہمارا ہے، ہم سب کے سب ہندوستان کے دعویدار ہیں۔" میں نے کہا کہ کرپس کا اس وقت آنا ایک بڑا فریب ہے۔ کرپس اس لیے بھیجا گیا ہے کہ امریکہ کی فوج کو ہندوستان بھیجنے پر اکسایا جائے۔ امریکہ چار مہینے سے جاپان کے خلاف سست بیٹھا ہے۔ جاپان ہندوستان پر چڑھائی کر رہا ہے اور امریکہ جو مہاجن کے طور پر انگریز کو چودہ ملین پونڈ قرض دے رہا ہے اس لئے فوجی مدد دینے سے اکتاتا ہے کیونکہ اس کو یقین نہیں آتا کہ ہندوستان انگریزوں کی جائیداد ہے۔ انگریز کا کرپس کے بھیجنے سے یہ مطلب ہے کہ امریکہ کو یقین دلایا جائے کہ ہندوستان کو آزادی کا وعدہ انگریز کی طرف سے اس لئے محض ڈھونگ ہے کیونکہ ہندوستان کے لوگ آپس میں لڑ رہے ہیں ایک گروہ دوسرے گروہ کا جانی دشمن ہے۔۔۔۔۔۔ نہ کسی پارٹی کی خواہش ہے کہ دوسری پارٹی سے سمجھوتہ کرے نہ کسی جماعت کو فکر ہے کہ ہندوستان آزاد ہو!

آل پارٹیز کانفرنس ۷ اپریل ۱۹۴۶ء منعقدہ وکٹری ہوٹل دہلی

جی ایم سید اور حضرت علامہ مشرقیؒ کے درمیان مکالمہ

جی ایم سید: آپ کا آج کے سٹیٹمنٹ میں پاکستان کے متعلق بیان دینا کہ جناح کا پاکستان مطالبہ آزادی کی راہ میں رکاوٹ ہے تشریح طلب ہے۔

علامہ مشرقیؒ: میں آزاد پاکستان کا حامی ہوں۔ آزاد پاکستان سے میری مراد ہندوستان کا وہ حصہ ہے جو مسلمان دیگر اقوام کے ساتھ انگریز کے خلاف مشترکہ محاذ پیش کر کے اس سے بزور چھین لیں۔ جناح کا پاکستان ہندو کو خوفزدہ کر کے اور انگریزوں کی فوجیں سرحد پر رکھ کر قائم ہوگا وہ غلام پاکستان ہوگا اور صرف چھ کروڑ مسلمانوں کی حفاظت انگریز اب امریکہ کی تلوار سے کر سکے گا۔ آزاد پاکستان کا تخیل یہ ہے کہ انگریز کے خلاف آزادی کی آنے والی جنگ میں مسلمانوں کی کوشش کے تناسب سے ان کا علیحدہ حصہ باہمی سمجھوتے سے مقرر اسی طرح ہوگا جس طرح دو چور مال چوری کرنے سے پہلے آپس میں صلح صفائی اور محبت سے حصہ مقرر کر لیتے ہیں۔ کامیاب چوری کے بعد وہ صلح صفائی سے اپنے اپنے حصے بانٹ لیتے ہیں اور آئندہ بھی دوست بنے رہنے اور ایک دوسرے کی مصیبت میں مدد کرنے کا اقرار کرتے ہیں۔ یہ حالت جناح کے پاکستان سے بالکل مختلف ہے۔ مسٹر جناح پاکستان انگریزوں سے بطور خیرات مانگتا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ سلطنتیں مخالف سے ہوک سنگین یا بزور تلوار چھینی جاتی ہیں۔ جناح صرف چھ کروڑ (تقسیم پنجاب و بنگال کے بعد چار کروڑ) مسلمانوں کو محفوظ کرنا چاہتا ہے۔ ان چھ کروڑ کی حفاظت بھی غیر مسلموں کی مضبوط اقلیتوں کے مقابلے میں بہت ہی مشکوک ہے۔ وہ باقی چار کروڑ مسلم اقلیتوں کو جو ہندوستان کے صوبوں میں ہوں گی جہنم میں دھکیلنا چاہتا ہے۔ وہ ایک بے رحم اور بے تعلق وکیل ہے جو "پاکستان کا بادشاہ" بن جانے کی فیس لے کر مقدمہ جیتنا چاہتا ہے خواہ اس میں موکل کا ایک بازو کٹ جائے یا اس کی تمام جائیداد لٹ جائے۔"

"آزاد پاکستان میں سب دس کروڑ مسلمانوں کے مفادات کی حفاظت ہوگی۔ دونوں چور جنہوں نے مل کر انگریز سے ہندوستان

چھینا ہو گا اپنا اپنا حصہ محبت اور پریم سے آپس میں تقسیم کریں گے اور ہندو کو حصہ دینے میں ہرگز عذر نہ ہو گا اور وہ پاکستان ہندو خود اپنے ہاتھ سے بنائے گا۔ ہندوؤں سے مل کر حاصل ہو گا "اصلی" سچا اور آزاد پاکستان ہو گا۔ انگریز کا بنایا ہوا پاکستان ایک جنم ہو گا جس میں ہندو اور مسلمان ہر وقت آپس میں لڑتے رہیں گے تاکہ انگریز کی حکومت ہندوستان میں ہمیشہ رہے اور نہ ہندو مسلمان کو آزادی مل سکے۔ آزاد پاکستان میں صرف چھ کروڑ نہیں بلکہ پورے دس کروڑ مسلمانوں کے مفادات کی حفاظت ہو گی۔ دونوں قومیں آزاد ہوں گی اور انگریز حسرت سے دور کھڑا دیکھ رہا ہو گا کہ ان کمبخت دو چوروں نے مجھ سے ہندوستان بزور چھین لیا۔ افسوس کہ یہ کیوں آپس میں اکٹھے ہو گئے تھے"۔

جی ایم سید: "ہندو پاکستان کو نہیں مانتے تو پھر کیسے ہو گا"

علامہ مشرقیؒ: "میں نے چوروں کی مثال اسی لئے دی ہے۔ ہندو بغیر مسلمان کے آزادی نہیں لے سکتا۔ اس لئے اگر وہ پاکستان نہ مانے گا تو آزادی بھی نہ لے گا۔"

صحیح سیاست (علامہ مشرقیؒ)

کسی سیاسی لیڈر کو ملک کا سربراہ بنانا خلاف اصول ہے۔ اس سے پرامن حکومت قائم نہیں ہو سکتی وہ اپنے خصوصی اختیارات کی بنا پر اور اپنی پارٹی کے اختیارات کی وجہ سے کسی دوسری پارٹی کو اپنے اقتدار کے دوران ملک میں موثر رہنے ہی نہ دے گا۔

سیاسی لیڈروں کو حکومت چلانے کا کوئی تجربہ نہیں ہوتا اس لئے سیاسی لیڈر کو ملک کا انتظامی سربراہ بنانے سے تضیع اوقات کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔ وہ ملک کی اقتصادی، تعلیمی، زرعی، تجارتی انتظامیہ کا کوئی تجربہ نہ رکھنے کی وجہ سے کوئی مفید کام سرانجام نہ دے گا۔ ایسے افراد کو صوبوں یا مرکز میں قیادت سونپنا مجرمانہ حرکت ہے۔ وہ اپنا تمام وقت صرف سکیمیں بناتے میں اور اپنی پارٹی کو مضبوط بنانے پر صرف کر دے گا۔

غیر سیاسی سربراہ مملکت جہاں تمام قلمدان وزراء کو بانٹ دے گا وہاں بنیادی حقوق کا قلم اس کے پاس ہو گا اور کسی بنیادی حقوق کی خلاف ورزی پر اسے ویٹو کے اختیارات حاصل ہوں گے۔ اس نقطہ نظر سے وہ بنیادی حقوق کا کسٹوڈین ہو گا۔ بنیادی حقوق کا محض اعلان مذاق ہے جب تک ان کی حفاظت کی موثر مشینری موجود نہ ہو۔ اسمبلی میں جماعتی بنیاد پر متناسب وزارت ہو گی جو تمام سیاسی پارٹیوں کی اسمبلی میں پوزیشن کی شرح سے ہو گی ایسی حکومت نہ مخلوط ہو گی جو بہت کمزور ہوتی ہے، نہ ایک پارٹی کی ہو گی جو پارٹی ڈکٹیٹر شپ پیدا کرتی ہے۔ (ماخوذ از مجوزہ آئین مشرقیؒ ۱۹۴۶ء)

امریکہ کا عالمگیر غلبہ

(علامہ مشرقیؒ کا خطاب ۔۔۔۔ ۱۱ اگست ۱۹۴۶ء)

پانچ ہزار برس کی انسانی تاریخ میں پہلی دفعہ مغربی قوموں نے مشرقی قوموں کو اپنے زیر فرمان کیا، ان پر مغربی تہذیب، مغربی تمدن، مغربی کلچر کا اثر ڈال کر ہندوستان میں ایشیا کی حیثیت کو غلامانہ بنا دیا، اسی ایشیا اور ہندوستان پر غلبہ کی وجہ سے مغربی قوموں نے دنیا کے باقی حصوں مثلاً افریقہ، آسٹریلیا اور امریکہ پر قبضہ کیا۔ اسی دنیا کی حکومت میں ایک فیصلہ کن حیثیت حاصل کرنے اور

Marfat.com

ہندوستان پر قبضہ کرنے کے لئے پچھلے تیس پینتیس برس کے اندر دو بڑی اور عالمگیر جنگیں ہوئیں۔۔۔۔۔۔۔ ان دو لڑائیوں کا نتیجہ آج یہ ہے کہ جرمنی، جاپان، اٹلی تین بڑی عظیم سلطنتیں ایک بے مثال طور پر دہشتناک ٹکراؤ کے بعد ملیا میٹ ہو چکی ہیں۔ روس کی بد نصیب سلطنت جس کو باقی دنیا کے ٹکڑے کرنے اور آپس میں تقسیم کرنے میں کوئی بڑا حصہ نہیں ملا ابھی باقی ہے۔ امریکہ کی سلطنت جو فی الحقیقت انگریزی سلطنت کی کسی زمانے میں ایک شاخ تھی دونوں جنگوں میں ایک فیصلہ کن حیثیت حاصل کرنے کے بعد ایک شاہی قوم بن کر پہلی دفعہ نمودار ہوئی ہے۔ فرانس کی شاہی سلطنت کا آفتاب کچھ پہلی ۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ میں غروب ہوا تھا لیکن اس آخری جنگ میں قطعاً غروب ہو چکا ہے۔ اس وقت پوزیشن یہ ہے کہ دنیا پر حکومت کرنے کی دعویدار تین قومیں ہیں۔ سب سے پہلی دعویدار انگریز قوم ہے جس کے قبضے میں دنیا کے زیادہ سے زیادہ ٹکڑے ہیں اور جس کو فی الحقیقت دنیا کی عملی طور پر مالک کہا جا سکتا ہے لیکن اس قوم کے پاس دولت کے خزانے اور دنیا پر قبضہ قائم رکھنے کی علمی یعنی سائنٹیفک (Scientific) طاقت نہیں۔ دوسری قوم امریکہ ہے جس کے پاس دنیا کی دولت کے خزانے اور ایٹم بم ہے لیکن دنیا کے کسی حصہ پر اس کا قبضہ نہیں۔ تیسری قوم بے نصیب روس ہے جس کی جغرافیائی پوزیشن خراب ہے جس کے پاس سمندر اور ساحل نہیں دولت اور علم نہیں کسی زرخیز ملک پر قبضہ نہیں اور جو انگلستان اور امریکہ کی نظروں میں کم و بیش ایک "ایشیائی اور وحشی قوم" ہے۔ جس کا دنیا پر حکومت کرنے کا دعویٰ دار ہونا ان دونوں کو برا لگتا ہے انگلستان اور امریکہ کی دونوں قوموں میں ایک بڑی اتفاق پیدا کرنے والی طاقت ان کی مشترک زبان ہے لیکن چونکہ انگلستان قرضدار ہے اور امریکہ قرض خواہ ان تمام رعایتوں کے ہونے کے باوجود ان کے ابھی تک آپس میں مل کر ایک ہو جانے کی کوئی صورت نہیں بلکہ امریکہ اس بات کا خواہشمند ہے کہ کینیڈا کو کسی نہ کسی طرح اپنے ساتھ ملا کر دنیا میں انگلستان کے نمونہ پر ایک عظیم سلطنت کی بنیاد ڈالے اور مفلس اور نادہندہ انگلستان کو کچل کر رکھ دے۔

(حضرت علامہ مشرقیؒ)

بیاد حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ

(از سید آغا برق)

سلام عجز روح مشرقیؒ را که بود او مرد میدان شجاعت
سلام من به آں یزداں پرستے به آں پروانہ شمع رسالت
سلام من به آں ملت نوازے بهر کس داد تعلیم اخوت
به آں مجاہد دشمن کفو به آں نقش عمل بطل حریت
به آں دانند اسرار قرآن به آں وابستہ حکم شریعت
به آں گوشه نشینے خاکسارے گریزاں از نمود و نام و شہرت
به ایں علم و ہنر آں مرد غازی به ایں حکمت ہمه ایثار و خدمت
ہمه سوز و گداز از آتش عشق به ایں پیری سراپا جوش وہمت
بنام عزت مولائے اکرم مکرم شد معظم شد به عزت
خداوندا نگہدارش به محشر که جان داوہ به استحکام ملت
مکن تشویش از سال وفاتش
بپرس اے برق از رحمت

Marfat.com

حرف آغاز

1857ء کے ایک سو سال کے بعد 1957ء میں اسلامیانِ برصغیر کو ان کا موروثی حق اور گم گشتہ عروج واقبال عطا کرنے کے لئے حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ نے افراد ملت کو ایک بار پھر قربانی دینے کے لئے للکارا کہ پاکستان کے دونوں بازوؤں کی سرحدات پر عسکری تربیت کے لئے کیمپ لگائیں اور دونوں طرف سے دس دس لاکھ افراد منظم ہو جائیں۔ "دہلی چلو" کی اس عظیم الشان تحریک نے بھارت کے طول و عرض میں کھلبلی مچادی۔ ایک شور برپا ہو گیا کہ خاکسار تحریک کا بانی علامہ مشرقیؒ ہندوستان کو فتح کرنے والا ہے ہندوستان کے مسلمانوں کے دل خوشی سے کھل اٹھے کہ ہندو کے مظالم سے نجات کی ساعت سعید آپہنچی اور ادھر پاکستان کے بوڑھے جوان اور نوجوان جوق در جوق ان کیمپوں میں نام لکھوانے لگے قریب تھا کہ پاکستانی مسلمان اپنی منزل کو پالیتے کہ دنیا بھر کا کفر ملت واحدہ بن کر سامنے آن کھڑا ہوا۔ بھارتی وزیر اعظم جواہر لعل نہرو نے اپنے آقاؤں کا دروازہ کھٹکھٹایا جن کو رشوت دیکر اس نے گورداسپور جیسے مسلمان اکثریت کے علاقے اپنے ساتھ ملا لئے اور کشمیر کو جانے کا راستہ حاصل کر لیا تھا۔

مغربی سوداگر اپنے عیار و مکار گاہک کو اس قیامت عظمیٰ سے بچانے کے لئے حرکت میں آگئے اور اپنے نمک خوار ازلی میر جعفر کے پڑپوتے جنرل سکندر مرزا کو حکم دیا کہ یہ کیمپ بند کرا دیئے جائیں، حضرت علامہ مشرقیؒ کو راولپنڈی جیل پہنچا دیا گیا یہاں تک کہ سردی کی سخت راتوں میں قوم کے اس سچے غم خوار کو کھلی جیپ میں صرف ایک قمیض کے ساتھ راولپنڈی اور مری کی پہاڑیوں میں پھرایا جاتا رہا کہ اس کانٹے کو راہ سے ہٹا کر سرخرو ہو سکیں۔ لیکن جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ دشمن ان کی آنکھوں کے سامنے مٹ گئے لیکن حضرت علامہ مشرقیؒ اپنی طبعی عمر پوری کر کے گئے۔

راولپنڈی کے ایام اسیری میں ایک متعصب امریکی مصنف کی اسلام کے متعلق ایک تصنیف آپ کو ملی۔ اسلام کے متعلق اس کے اعتراضات کے جواب میں انہوں نے "تکملہ" کی دو جلدوں میں علمی اور منطقی طور پر ثابت کر دیا کہ "قرآن وہ نایاب اور بے بہا، وہ مکمل اور

Marfat.com

عالم انگیز آسمانی کتاب ہے کہ دنیا کی سب آسمانی اور زمینی کتابیں اس کے پاسنگ کے برابر بھی نہیں ہو سکتیں"۔ انہوں نے قرآن حکیم کو نوع انسانی کی طرف سچا پیغام ثابت کر دیا۔ قرآن کی سورتوں کو حتیٰ الوسیع وہی ترتیب دینے کی کوشش کی جس ترتیب سے وہ نازل ہوئیں اور جس ترتیب سے رسولؐ خدا نے انہیں دنیا کے سامنے پیش کیا تھا اور جس سے خود مسلمانوں میں عزم اور یقین "وحی کے برحق" ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے اور قرن اول کے چند صد عرب مسلمانوں نے صرف بیس بائیس برس میں ہی غلبے کی اکثر منزلیں طے کر لی تھیں۔ اگر مذہب کو دکان نہ بنانے والے چند درد مند انسان غلبے کی نیت سے اس کردار کو پھر شروع کر دیں تو دنیا میں تو پھر وہی غلبہ حاصل کر سکتے ہیں۔ انہوں نے رسولؐ خدا کے کامیاب سعی و عمل اور نتیجہ خیز کامیابی کا مرقع پیش کر کے ثابت کر دیا ہے کہ خدا کا پیغام کیا عظیم الشان نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ:

"میں اگر چاہتا تو اس تاریخی داستان پر چھپے دار الفاظ اور مزید ار لسانی نمک مرچ لگا کر اس کو اپنی پہلی تصنیف "تذکرہ" کی طرح چٹخارے لے لے کر پڑھنے والی شے بنا دیتا لیکن تاریخی واقعات کو ایک زوال زدہ امت کی خوشی اور ظاہر پسندی کی خاطر مزیدار بنانا اور زوال زدہ قاری کی قوت فکر کو اس طرح کمزور اور اس کے جذبۂ عمل کو اور کالعدم اس طرح پر کر دینا صحافتی بد دیانتی ہے جس کو میں نے پسند نہیں کیا۔ ادھر قید کی روکھی پھیکی فرصت میں حقیقت کے سنجیدہ پن کو بھڑک دار لباس پہنا کر اس کو مصنوعی اور تکلیف زدہ بنا دینا میرے نزدیک وہ اوچھا پن تھا جو صرف زوال یافتہ قوم کے خواب آور قلم کاروں کو سجتا ہے۔ میں نے واقعات کو تاریخی سادگی کے لباس میں بلا تکلف پیش کر کے قاری کو موقع دیا ہے کہ وہ ان واقعات کو پڑھ کر کسی نتیجہ خیز عمل کی طرف آئے یا کتاب کو ختم کر کے اپنی راہ لے اور جمود میں دم دیدے (تکملہ دوم۔ ص ۴۔ ۵ اصل)

انہوں نے نہایت صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے فرمایا کہ "قید کے ایام میں تکملہ کے تاریخی حصہ کے ۳۵ دنوں کی معمولی محنت سے تیار ہونے کا واقعہ بھی ایک یادگار واقعہ تھا جس کی سرگزشت میں نے اس جلد کے آخری حصہ میں تاریخ وار دے دی ہے اس تاریخی حصہ میں بعض جگہ اختلافات ہیں جو میرے علم میں نہیں اور مورخوں کی غلط نویسی کی وجہ سے میں ان کو دور نہیں کر سکا یہ اس لئے کہ طباعت کی مشکلات اور بالخصوص کتابت کے انتہائی طور پر ناقص ہونے کی وجہ سے مجھے اس آخری عمر میں ایسی بد صورت کتاب کو حتیٰ الوسع قابل برداشت طور پر پیش کرنے میں شدید ترین جسمانی اور دماغی محنت برداشت کرنی پڑی اور میں اگر تاریخی نقائص کو بھی درست کرتا تو شاید عمر بھی وفا نہ کرتی۔ بہر نوع جہاں جہاں کچھ اختلافات نظر آتے ہیں ان کو مورخین کی مختلف روایات سمجھ کر کتاب کا مطالعہ کیا جائے اور میری اس کوتاہی سے درگزر کیا جائے۔" (تکملہ دوم ص ۶ اصل)

اپنی اس تصنیف تکملہ کو پیش کرنے کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ "آخر میں میں اس امر کے اظہار میں کچھ جھجک محسوس نہیں کرتا کہ قرن اول والے اور روئے زمین پر ایک دفعہ پھر غالب آجانے والے مسلمان پیدا کرنا میری اس تصنیف کا پہلا اور آخری مقصد ہے اسی لئے میں نے رسولؐ خدا کے زمانے کے واقعات اور وحی کو یکجا کر دیا ہے تاکہ وحی کو واقعات کی روشنی میں دیکھ کر سمجھا جائے کہ غلبہ کیونکر حاصل ہوا۔ آج اس ایٹم بم کے زمانے میں کند تلواروں اور پیٹ پر پتھر باندھنے کے ہتھیاروں سے غلبہ حاصل کرنے کی امید رکھنا باؤلا پن ہے لیکن لوہے کے ہتھیاروں کے ساتھ ساتھ ایمان اور یقین، عزم اور ارادہ، اتحاد اور ولولے کے ہتھیار ہمیشہ سے بدرجہا زیادہ کارآمد رہے ہیں جن کے ذریعے سے کمزور لازماً ابھرتا رہا ہے اور کچھ عجب نہیں کہ آج بھی مسلمانوں کا کوئی گروہ کسی جگہ پوری تیاری کے ساتھ ساتھ ان "دل اور جگر کے ہتھیاروں" سے ہی ابھرے اور دنیا کو پھر حیران کر دے۔" (ایضاً ص ۶)

حضرت علامہ مشرقیؒ نے جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت واضح کرتے ہوئے مسلمانوں کو بتایا کہ "گوشت پوست کی اس دنیا میں غالب آنا

92269

Marfat.com

صرف خون سے کھیل ہے جو قوم جس وقت تک یہ کھیل کھیلتی رہی غالب ہے۔ شکست اور زوال اس وقت آتے ہیں جب قومیں اس سبق کو بھول جاتی ہیں" (تکملہ اول ص 16اصل)۔ اپنی اس تصنیف کی جلد دوم کے آخر میں انہوں نے مسلمان کو بتایا ہے کہ جس کردار و عمل کے مسلمان، رسول اپنی زندگی میں پیدا کر گئے وہی مسلمان ہے۔ سکون اور زوال کے اس دور میں رسول خدا کا نام انگلیوں پر چومنے والے مسلمان کو انہوں نے حضور نبی کریمؐ کے موجودہ مقام سے روشناس کرایا جس کو پڑھ کر یا سن کر بڑے بڑے دینی عالموں نے دانتوں میں انگلیاں داب لیں۔ عصر حاضر کے مغرب زدہ مسلمان کو ختم المرسل تاجدار مدینہ محمد عربی علیہ الصلوۃ والسلام کا قاب قوسین کے بعد او ادنی کا موجودہ مقام واضح کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

"ہاں! ایسے عظیم انسان کے متعلق یہ پست نگاہی کہ وہ دنیا سے چل بسے اور ان کی دی ہوئی تعلیم تقویم پارینہ بن کر رہ گئی بڑی تنگ نظری ہے! چودہ سو برس کی انسانی تاریخ بزبان حال ثابت کر رہی ہے کہ خدائے عالمیان کا یہ قاصد فی الحقیقت ختم رسل تھا کیونکہ ان کے بعد کسی فرد بشر کو جرأت نہ ہو سکی کہ نبوت کا دعویٰ کرے۔ ایسے خاتم النبیین اور متمم حجت خدا شخص کے متعلق اسکی دنیاوی زندگی کے بعد یہ تخیل کہ وہ بھی اور مرنے والوں کی طرح مر گیا صریح بدگمانی ہے۔ یقین اور علم اگر کسی طرف منطقی طور پر رہنمائی کر سکتے ہیں تو وہ یہ ہے کہ یہ بندہ خدا اپنی زندگی کے تمام طوفانوں سے گزر کر دو کمان سے بھی قریب تر ہو چکا ہے اور فکان قاب قوسین کے مرتبے کے بعد او ادنی کی منزل پر بیٹھا تماشا دیکھ رہا ہے کہ بنی نوع انسان نے اس کے لائے ہوئے قرآن پر کیا عمل کیا؟ اور ابھی اس پر عمل کرنے میں کیا کسر باقی ہے!؟"

(تکملہ دوم ص ۴۳۰)

مذکورہ سطور کے ذریعے نقیب فطرت حضرت الحاج علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی علیہ الرحمتہ نے عصر حاضر کے مسلمانوں کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلانے کی کوشش کی ہے کہ وہ مغربی مداریوں کی فریب کاریوں سے بچنے کے لئے اپنے عظیم ہادی و رہبر ﷺ کی تعلیمات اور موجودہ مقام کو سمجھے اور اگر اس کا یقین اور ایمان پختہ ہے تو ان کے نقوش پا پر چلتے ہوئے دین اسلام کو روئے زمین پر پھر غالب کرنے کی تیاری کرے۔ انہوں نے اپنی اس مایہ ناز تصنیف میں حضورؐ کی مکی اور مدنی زندگی میں جدوجہد کے نقوش اجاگر کر دیئے ہیں جس پر چلنے سے قوم روحانی اور اخلاقی طور پر بلند ہو سکتی ہے اپنی عظمت گم گشتہ ایک بار پھر حاصل کر سکتی ہے اور اپنی بگڑی کو پھر سنوار سکتی ہے۔!

حضرت علامہ مشرقیؒ کی اپنی زندگی اللہ کے دین کو غالب کر دینے کے لئے عملی جدوجہد کرتے ہوئے گزری اسی لئے ان کی تحریروں میں بھی یہ تڑپ اور ولولہ بدرجہ اتم موجود ہے۔ انہوں نے رنگ و نسل، زبان و وطن کے تمام بتوں کو پاش پاش کر کے انسانیت کی بلند ترین اقدار پر ایک نئی دنیا تعمیر کرنے کے لئے اپنی تمام علمی، تحقیقی، تخلیقی اور فنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی کوشش کی ہے جس میں وہ کامیاب رہے ہیں۔ علم اور عمل کی آویزش نے ان کے خیالات میں نکھار پیدا کر دیا ہے اور انہوں نے قرآن حکیم کی تعلیمات کی روشنی میں ختم المرسلینؐ کی سیرت طیبہ کو جس انداز میں تکملہ کی دو جلدوں میں پیش کیا ہے وہ ناقابل فراموش ہے۔ ان کے تحت الشعور میں کوئی تضاد نظر نہیں آتا۔ انہوں نے ثابت کر دیا ہے کہ رسول خدا کی دی ہوئی علمی سچائیاں وہ عالم آرا اور آسمانی سچائیاں ہیں کہ مغرب کی علمی دنیا ہنوز ان سے فی الجملہ بے بہرہ ہے۔ اگر عصر حاضر کا مسلمان نظری اور اجتہادی فتنوں کی قیامت سے نکل کر فاطر زمین و آسمان کے اس آخری پیغام کو اپنا لے جو خاتم الانبیاءؑ لائے تھے اور اس آفتاب علم و عمل کے نقش قدم پر چل پڑے تو دنیا میں غلبہ و تمکن پھر اس کا مقدر قرار پا سکتا ہے اور بقول حضرت علامہ المشرقیؒ "ضعیف الخلق انسان کی سچائی اور دیانت کو پرکھنے کا یہی معیار سچا ہے کہ تن سے جان نکلتے وقت اس کا یقین متزلزل نہ ہو، وہ خاک و

Marfat.com

آب اور باد و آتش کی اس دنیا کو ہی اپنے وجود کا منتہا نہ سمجھے بلکہ اس کے سامنے اپنی آخرت اور اپنے انجام کی روشن تصویر موجود ہو، اپنے خالق کے موجود اور متمکن ہونے کا صحیح نقشہ اس کو اس دنیا سے بے نیازی سے جانے پر آمادہ کرے، وہ اپنی روح کی خاطر زمین و آسمان کی روح سے دو بدو ملاقات حقیقت بالذات یقین کرے، اس کی زبان پر الرفیق الا علیٰ کے الفاظ اس امر کے متحقق ہوں کہ موت کے بعد ایک رفاقت اس بلند ہستی سے ان نیک کردار انسانوں کو ضروری اور لازمی ہے جو اس دنیا میں کچھ کر گئے، جنہوں نے خاکی زندگی کا عزیز وقت حتی الوسیع ضائع نہ کیا۔ جو بے خبر اور بے علم انسان کو پتہ کی کچھ بات بتا کر گئے اور مطمئن ہو گئے کہ جو بتایا وہ انسان کی دنیاوی بہتری کے لئے تھا۔ بے عمل اور بد کردار انسان کو موت ایک ڈراؤنی چیز نظر آتی ہے، کل یوم ھو فی شان کے الٰہی اخلاق والے انسان کو ہرگز نہیں!" (تکملہ دوم ص ۴۲۔۴۲۹)

تکملہ کا نقش ثانی دنیائے علم کے بے پناہ اصرار پر دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے کیا عجب ہے کہ مسلمانوں کا کوئی گروہ اسوہ رسولؐ پر چل کر اللہ کے دین کو ادیان عالم (اقوام عالم) پر ایک بار پھر غالب کر دینے کے نصب العین کی تکمیل کے لئے اٹھے اور کرہ ارض کو کفر و باطل سے پاک کر کے اللہ کے نور سے جگمگا دے۔ اللہ تعالیٰ ملک و ملت اور عالم اسلام کا حامی و ناصر ہو۔

مورخہ: 16 نومبر 2000ء

حمید الدین احمد المشرقی
(قائد خاکسار تحریک)

خاکسار تحریک کا اعلان حق!

غلبہ اسلام ہمارا نصب العین ہے
اسوۂ رسولؐ ہمارا ضابطہ حیات ہے
طبقاتی انتخاب ہماری سیاست ہے
محلہ وار نظام ہماری حکومت ہے
آزادی کشمیر تک اعلان جہاد ہے
مستحکم معیشت کا حل معاشی آزادی ہے
تسخیر کائنات واحد حقیقت ہے

قرآن ہمارا دستور العمل ہے
خدمت خلق ہمارا کام ہے
مضبوط پاکستان ہماری ضرورت ہے
غریب کی حکومت ہماری منزل ہے
غلامانہ زندگی سے نجات میں حیات ہے
مسائل کا واحد حل نفاذ اسلام ہے
لقائے رب مقصد حیات ہے

انجینئر حمید الدین احمد المشرقی
(قائد خاکسار تحریک)

مورخہ: 19 مارچ 2001ء

Marfat.com

فہرست مضامین "تکملہ" (جلد اوّل)

اِس فہرست میں کتاب کی جلی اور خفی سرخیوں میں کوئی تمیز نہیں کی گئی۔ اِس لحاظ سے تمام سرخیوں کی اہمیت یکساں ہے اور قاری کے سامنے کی زندگی کے تاریخی احوال کے ساتھ ساتھ وحی کے نزول کا تطابق اُن احوال سے اِس طرح پر کیا گیا ہے کہ بعثت نبیؐ کا عظیم الشان واقعہ دنیا کے سامنے مربوط طور پر پیش کیا جائے اور ذہن پر قرآن کے برحق ہونے کا گہرا نقش پیدا ہو جائے۔

مضمون	صفحہ
تمہید	۳
باب (۱)	۷
زوالِ اسلام کا بنیادی باعث اوّلاً مسلمان کا محمدؐ عربی کے سچے	
ہونے پر نا محسوس عدم یقین۔ پھر قرآن کے سچے ہونے بلکہ خدا کے	
ہونے کا دل میں انکار، ابتدائی حالات اور واقعات، نبوت کی طرف	
عروج، پہلی وحی اور وحی کی ماہیت، قرآن کی موجودہ غیر فطری ترتیب۔	
چھوٹی عمر میں تحصیلِ علم اور پختہ فہمی کے نادر موقعے۔	۸
کامل غور و خوض سے نبوت کی طرف عروج۔	۸
کائنات فطرت کی پہلی حقیقت کا اعلان۔	۹
رسولؐ کے "ان پڑھ" ہونے کی خطرناک غلطی۔	۱۰
وحی قلب پر حقیقت کا نزول ہے حقیقت مصدق فطرت ہے، اور رسولؐ کے قلب سلیم پر القا ہے	۱۲
باب (۲)	۱۵
خانگی زندگی کے حالات۔ رسولؐ کے اولاد و ازدواج کا جائزہ،	
قبائلی اتحاد کے لئے نادر تجاویز۔	
حضرت عائشہ کی ابتدائی پاکیزہ زندگی۔	۱۷
ہم عصر دشمنوں نے کم از کم شہوت پرستی کا الزام رسولؐ پر نہ لگایا	۲۲
باب (۳)	۲۴
رسولؐ کی جنسی، جسمانی اور ذہنی صحت کے متعلق مسلمان کے دل میں قطعی	
لگر نا محسوس شکوک کا ازالہ۔ قرآن کے متعلق رسولؐ کی "خوش فہمی"	
کا شک منطقی طور پر غلط ہے۔	
باب (۴)	۲۶
رسولؐ کا دیا ہوا پیغام کوئی "مذہب" نہ تھا بلکہ عالم آرا اور عالمگیر حرکت	
کا اجرا تھا۔ اس کا مقصد بنی نوع انسان کو متحد کر کے غالب کرنا تھا	
اور بعد ازاں مقصد پیدائش کائنات کو حاصل کرنا تھا۔	
اسلام کو عالم آرا حرکت ثابت کرنے کے بغیر قرآن کا پیغام خدا ثابت کرنا محال ہے	۲۷
قرآن کی موجودہ ترتیب علی الحساب اور بے معنی ہے۔	۲۷
مغربی تہذیب کی خانہ بر انداز تعلیم اور اس کے ذریعہ سے دین اسلام کی بیخ کنی	۲۸
باب (۵)	۳۲
فضائے آسمانی میں منہ سے منکر خدا روس کا مصنوعی سیاروں کے بھیجنے کا	
حیرت انگیز عمل۔ قولی عقیدوں کی مذہبی دنیا میں اس کے متعلق عقیدہ کش	
ہیجان۔ صحیفۂ فطرت کی تسخیر کی کامیاب کوشش روس کی "خدادانی	
بلکہ خدا دوستی" کا قطعی ثبوت ہے۔	
کارخانۂ فطرت صرف عمل کو قبول کرتا ہے، قول کچھ شے نہیں !!	۳۷
خدا کا صحیح تصور ہی بے پناہ عمل اور عالمی غلبے کا نصب العین پیدا کر سکتا ہے	۳۹
عالمی غلبے کا نصب العین انسانی تاریخ میں اسلام نے پہلی بار پیش کیا	۳۹
دوسری قوموں کے قرآن کو اپنا لینے کے متعلق قرآن میں دو تنبیہیں۔	۴۱
عالمی غلبے کو اپنانے والی دو زمانۂ حال کی قومیں اور ان کے آپس میں ٹکراؤ کا احتمال	۴۲
باب (۶)	۴۴
دنیا کے عالموں (فطرت دانوں اور سائنس دانوں) کے نام میرا تاریخی مکتوب	
مکتوب کی بنیاد قرآنی حقائق پر ہے۔ انسان کی خدا سے ملاقات کا نصب العین	
قرآن جیسی تصنیف کا انسان سے پیدا نہ ہو سکنے کا دعویٰ بھی انہی حقائق کی	
وجہ سے ہے۔	
میرے اس تاریخی مقالے کی اشاعت کی وجہ سے علمی دنیا میں بے مثال ہیجان	۴۷
قرنِ اوّل اور اس کے بعد سب اسلامی تقدم قرآن کے سچے ہونے پر کامل	۴۸
یقین کی وجہ سے تھا۔	
باب (۷)	۵۰
قرآن کی پریشان ترتیبی کے علاوہ "فتنۂ کتابت" زوال اسلام کا	
ذمہ دار ہے۔ رسولِ خدا جس طرح کا مومن بنا کر گئے وہی	

Marfat.com

ممکن ہو سکتا ہے۔ خدا کا صحیح تصور کیا ہے؟ ملاقات خدا کے لئے صحیح جدوجہد۔ تحریک اسلام کا پھر احیاء کیونکر ہو سکتا ہے؟

خدا کے موجود ہونے کا یقین کیونکر انسان پر لازم ہے۔ ۵۲

خدا کے صحیح تصور کے متعلق قرآن کی توضیحی تشریحات۔ ۵۲

نظامِ کائنات کا مستحکم اور پُر امن ہونا خدا کے ہونے کی قطعی دلیل ہے ۵۳

انسان کا محض بے بس پیدا ہونا کسی غالب طاقت کے موجود ہونے کی مسکت دلیل ہے۔ انسان کا خدا تک ارتقا۔ ۵۴

باب (۸) ۶۰

پچھلی تمام تصریحات اور ملاحظات کے بعد قرآن اور رسولؐ کے متعلق آخری نتیجے۔ عالمی غلبہ کے نصب العین کو پھر پکڑنے کے لئے آج کا مسلمان کیا کرے؟ مٹھی بھر مسلمان پھر قرنِ اوّل کے مسلمان بن کر دنیا پر چھا سکتے ہیں۔ کسی نئے قائد کی ضرورت نہیں۔

باب (۹) ۶۴

قرآن کی ترتیب نزول کے دو جدول۔ مختلف مؤرخوں کا ترتیب نزول کے بارے میں شدید اختلاف۔ ہر دو جدول کی بنا غیر تاریخی ہے

جرمن مستشرق نولڈکے کا نسبتاً صحیح تر جدول۔ ۶۶

باب (۱۰) ۶۹

پہلی وحی سورۃ العلق (۹۶) میں پچھلی چودہ آیتوں کا شامل کر لینا صریحاً غلط ہے۔ یہ آیتیں ۴ نبوی میں نازل ہوئیں۔ پہلی وحی کے وقت رسولِ خداؐ کے خانگی حالات۔ حضرت ابوبکرؓ کی فوری شمولیت، بنو قریش کا شجرۂ نسب۔ آیہ المدثر کا نزول۔

بعثت کے بعد ابتدائی خانگی حالات، ابوبکرؓ کی شمولیت اور تین سال میں صرف چالیس افراد کا مسلمان ہونا۔ ۷۱

باب (۱۱) ۷۷

۵ اور ۶ نبوی میں مخالفت کی انتہا۔ ۴ نبوی کی ۴۸ سورتوں کے علاوہ ۲۱ مزید سورتوں کی وحی۔ ۵ نبوی میں حبشہ کی طرف ہجرت کی تیاریاں۔ کفار مکہ میں اس تیاری پر شدید غصہ، حمزہ اور عمرؓ کے اسلام لانے کے واقعے۔ قرآن پر غور اور تدبر کی تاکیدوں کی لِم کیا تھی؟

دردناک ایذاؤں کی تفصیل اور مٹھی بھر مسلمانوں کی بے بسی۔ ۷۸

حبشہ کی طرف ہجرت کے حکم کی مصلحتیں۔ ۷۹

حضرت حمزہ کا دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا واقعہ۔ ۸۰

حضرت عمرؓ کا اسلام لانے کا عظیم الشان واقعہ۔ ۸۰

۶ نبوی کے اخیر تک ۶۹ سورتوں کا نزول اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے اور اس میں کامل تدبر کرنے کی مکرر تاکیدیں۔ ۸۱

قرآن کائناتی علمی حقائق کا بیکراں دفتر ہے۔ ۸۴

باب (۱۲) ۸۵

۱ سے ۴ نبوی کی پہلی نازل شدہ ۴۸ سورتوں کی تشریح اور کائناتی علمی حقائق کا انکشاف۔ پہلی تیرہ سورتوں کی اخلاقی تعلیم کے حیران کن نتائج۔ فاطرِ فطرت سے انسان کی ملاقات بنی نوع انسان کا ارتقا، صحیفۂ فطرت کے واحد حقیقت ہونے کا اعلان۔

نبوت کے پہلے سوا تین سال میں مذکورہ صدر تیرہ سورتوں کی تعلیم کے حیران کن نتائج۔ ۹۲

سورۃ القدر (۹۷) کی علمی تشریح۔ ۹۵

سورۃ الطارق (۸۶) میں پہلی ہیجان انگیز عالم آرا کائناتی حقیقت کا اعلان۔ ۹۶

انسان منی کے ناپاک قطرے کی گندی پیدائش سے کسی پاکیزہ پیدائش کی طرف لوٹ جانے پر قادر ہے۔ ۹۶

سورۃ عبس (۸۰) میں زمین کی مٹی سے نباتات کے اُگنے کے حیران کن منظر کی تعلیم۔ ۱۰۰

سورۃ القلم (۶۸) میں رسولؐ کے کافروں کے آگے نرم نہ پڑ جانے اور اُن کے بالآخر ہلاک ہو جانے کی تعلیم۔ ۱۰۱

سورۃ المزمل (۷۳) میں دیر تک خدا کے حضور میں کھڑا رہنے کی سختی سے ممانعت۔ ۱۰۳

سورۃ النجم (۵۳) میں نبیؐ کے بلند ترین مقام کا جائزہ اور حیرت انگیز علمی اور کائناتی انکشافات۔ ۱۰۷

سورۃ النجم (۵۳) کے زہرہ گداز اور حیرت انگیز انکشافات۔ ۱۱۰

سورۃ الانشقاق (۸۴) میں قرآن عظیم کا اعلان کہ انسان کی خدا سے ملاقات ہو کر رہے گی اور کیونکر ہو گی!!

انسان کا ایک پیدائش سے بلند تر پیدائش کی طرف رجوع ۱۱۱

سورۃ الفجر (۸۹) میں تین انتہائی طور پر عظیم الشان قوموں کے بعد نوع انسان کو تین عظیم الشان سبق۔ ۱۱۴

قوموں کو زندہ کرنے کے تین عظیم الشان سبق۔ ۱۱۶

سورۃ القیامۃ (۷۵) میں تلقین کہ قرآن عظیم صرف اس کے حکموں پر پورا عمل کرنے سے ہی واضح ہو سکتا ہے۔ ۱۱۶

Marfat.com

سورۃ التطفیف (۸۳) میں تعلیم کہ تجارت میں پوری دیانت داری کرنے سے ہی قوم زندہ اور مضبوط رہ سکتی ہے۔	۱۱۷
یتیم اور مسکین سے عمدہ سلوک کی تاکید	۱۱۷
سورۃ الذٰریٰت (۵۱) میں کفار مکہ کی بالآخر شکست کا اعلان اور پہلی اقوام کی ہلاکت کا ذکر۔	۱۱۷
صحیفۂ فطرت کی پیدائش پر فخر، جن و انس کی خدا کی غلامی کا اعلان نیز ایک حیرت انگیز علمی حقیقت کا اعلان۔	۱۱۹
سورۃ الطور (۵۲) میں دوسری دفعہ کفار کی عورتوں پر بعد از جنگ قبضہ کرنے کی کنائۃً ترغیب۔	۱۲۰
سورۃ الواقعہ (۵۶) میں قرآن حکیم کے نادر الوجود اور قابل قدر ہونے کا اعلان۔	۱۲۱
سورۃ المعارج (۷۰) میں زندہ قوم کے کردار کی حیات انگیز تعلیم۔	۱۲۲
سورۃ الرحمٰن (۵۵) میں صحیفۂ فطرت کو سامنے رکھ کر عظیم الشان حقائق کا اعلان۔	۱۲۳
سورۃ الرحمٰن (۵۵) میں صحیفۂ فطرت کے کمال نظم ونسق سے سبق حاصل کرنے کی تلقین اور دیگر حقائق۔	۱۲۴
باقی پانچ مختصر سورتوں کی اخلاقی تعلیم اور مسلمانوں کو عرب توہمات سے الگ تھلگ رہنے کی تلقین۔	۱۲۵
جن کا لفظ قرآن میں انسانی قائدین کے گروہ کے لئے استعمال ہوا ہے، اس کا قطعی ثبوت۔	۱۲۶
سورۃ الفاتحہ (۱) کے الفاظ کا صحیح ترجمہ	۱۲۶
سورۃ الفاتحہ (۱) کا مقصد مسلمانوں کے سامنے بادشاہت اور غلبے کا نصب العین پیش کرنا تھا۔	۱۲۷
پچھلی سورتوں کی عظیم الشان تعلیم کا خلاصہ۔ "نماز" کے "قوموں" قعدوں اور سجدوں کی توجیہ۔	۱۲۸
سورۃ الفاتحہ کے نزول کے بعد مسلمانوں کی بلند حوصلگی اور حبشہ کی طرف ہجرت کی تیاری۔	۱۲۸
باب (۱۳)	
سنہ ۵ اور سنہ ۶ نبوی کی نازل شدہ ۲۱ سورتوں کی تشریح	۱۳۰
کردار کی بلندی، عزائم کی پختگی اور کامل اتحاد و اخوت کی وجہ سے مٹھی بھر مسلمانوں میں ہجرت کی تیاریاں، قرآن کا الصراط المستقیم ارتقائے انسان، صحیفۂ فطرت کے واحد حقیقت ہونے کا اعلان۔	
سورۃ الصّٰفّٰت (۳۷) میں قطعی ثبوت کہ قرآن کا الصراط المستقیم غلبہ اور بادشاہت ہے۔	۱۳۱
سورۃ نوح (۷۱) میں اعلان کہ خدا کے قانون پر ملازموں والا عمل اور اطاعت امیر بادشاہت زمین دیتا ہے۔	۱۳۲
انسان کا بلند تر مخلوق کی طرف ارتقاء۔	۱۳۲
انسان کے ادنیٰ حیوانوں سے ارتقاء کی تشریح۔	۱۳۳
انسان کا بلند ترین مخلوق کی طرف ارتقاء۔	۱۳۳
سورۃ الدھر (۷۶) میں حیات افروز اعلان کہ انسان خدا کی طرح سمیع اور بصیر ہو سکتا ہے، زندہ قوم کا کردار و اخلاق۔	۱۳۴
سورۃ الدخان (۴۴) میں پہلی بار اعلان کہ صحیفۂ فطرت واحد حقیقت ہے۔	۱۳۵
سورۃ قٓ (۵۱)، طٰہٰ (۲۰) اور الشعرا (۲۶) کے مطالب کی تشریح۔	۱۳۷
سب اشیائے فطرت اپنی اپنی راہ پر لگی ہیں۔	۱۳۸
سورۃ الشعرا (۲۶) میں اعلان کہ قوموں کی زندگی کا راز فاتقوا اللہ واطیعون (یعنی اطاعت قانون خدا اور اطاعت امیر میں ہے)۔	۱۴۱
شعرا کے پیچھے صرف گمراہ لوگ لگتے ہیں، ان کا مستقل نصب العین نہیں، اور جو وہ کہتے ہیں کرتے نہیں!	۱۴۴
سورۃ الشعرا کی حیات انگیز تعلیم کا خلاصہ۔	۱۴۴
نبوت کے پہلے پانچ سالوں کی ساٹھ سورتوں کی وحی کے بعد دین اسلام کفار سے شکست کھانے کے مرحلے سے گزر چکا تھا۔	۱۴۵
صحیفۂ فطرت کے واحد حقیقت ہونے کا زیادہ واضح اعلان	۱۴۶
۱۴۰ برس پہلے صحیفۂ فطرت کے واحد حقیقت ہونے کا اعلان بے مثال اعلان ہے۔	۱۴۶
سورۃ مریم (۱۹) میں بعض بظاہر خلاف فطرت واقعات	۱۴۷

Marfat.com

کی توجیہ۔
سورۂ صٓ (۳۸) میں انبیاؑ کے علمی کارناموں کی حیرت انگیز مدح و تحسین۔ ۱۴۸
قرآن بڑی برکت دینے والی کتاب ہے۔ ۱۵۰
انبیاء کے علمی کارناموں کا مزید ذکر۔ ۱۵۰
صحیفۂ فطرت کو مسخر کر کے قوم کو مضبوط کرنے والے اشخاص ہی صالح العمل ہیں۔ ۱۵۱
قرآن کا عمل صالح فطرت پر چلنا ہی تھا۔ ۱۵۱
سورۂ یٰسٓ (۳۶) میں سورج کے ایک عارضی مرکز کی طرف حرکت کا حیرت انگیز علمی انکشاف، نیز مُردہ زمین کے معجزے۔ ۱۵۳
زمین سے نباتات کے اُگنے کا حیران کن منظر۔ ۱۵۲
قرآن شعر ہرگز نہیں! ۱۵۴
انسان کی گندی پیدائش کی طرف اعادہ۔ نبوت کے پہلے پانچ سوا پانچ سالوں میں ہی دینِ اسلام کی بنیادیں پختہ ہو گئیں! ۱۵۵
چھ سال میں ساٹھ سورتوں کی تعلیم کیا تھی جس نے مسلمانوں کو دنیا میں غالب کرنے کی ابتداء کر دی تھی! ۱۵۶
مسلمان کی موجودہ مجلسیں اور اُن میں ہائے وائے۔ ۱۵۶
نبیؐ نے قرنِ اول کے مسلمان کس کردار اور اخلاق کے مالک بنائے؟ ۱۵۷
نبیؐ کے قرنِ اول کے مسلمان کن بلند عزائم، بلند تعلیم اور بلند حقائق کے مالک تھے؟ ۱۵۷
نبیؐ کی سچائی پر یقین ہی مسلمانوں کو غالب کرتا رہا۔ ۱۵۸
نبیؐ کی بے لوث ذاتی زندگی نے قرنِ اول کے بے مثال مسلمان پیدا کیے۔ ۱۵۹
باب (۱۴) ۱۶
سنہ نبوی کی ۹ سورتوں اور سنہ نبوی سے ۱۳ سنہ نبوی کی ۲۱ بقایا مکی سورتوں کی تشریح۔
مخالفت کا انتہائی زور اور سنہ نبوی سے رسولؐ کا شعب ابی طالب میں تین سال تک قیام اور محاصرہ۔
سنہ نبوی میں ابو طالب اور حضرت خدیجہ کی وفات۔ رسولؐ کا مدینہ کی طرف ہجرت کا اہتمام۔
آخری تیس مکی سورتوں کے عالم انگیز کائناتی حقائق اور بلند اخلاقی تعلیم۔
حضرت عمر اور حضرت حمزہ کے اسلام لانے سے اہلِ مکہ میں ہیجان
شعب ابو طالب میں رسولؐ کی رہائش، کفارِ مکہ کا محاصرہ اور معاہدہ۔ ۱۶۱
حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہ کی وفات۔ مدینہ کے قبائل میں تبلیغ۔ ۱۶۲
رسولؐ کی طائف کی طرف ہجرت اور نخلہ میں ناکام واپسی۔ ۱۶۳
سنہ نبوی میں پانچ نمازوں کے حکم کا اعلان۔ ۱۶۴
قبیلہ اوس کا ایمان لانا۔ بیعت عقبہ اُولیٰ اور بیعت عقبہ ثانیہ کے عظیم الشان واقعے۔ ۱۶۵
۱۴ سنہ نبوی میں مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم۔ رسولؐ کے قتل کی کفارِ مکہ میں سازشیں۔ ۱۶۶
قرآن پاک میں ایک ہی مضمون کو بار بار دہرانے کی ضرورت کیوں تھی؟ ۱۶۶
قرآن علمائے دہر کے لیے کیوں قابلِ توجہ کتاب ہے؟ ۱۶۷
بقایا تیس مکی سورتوں کی تشریح کا آغاز۔ ۱۶۰
سورۂ الجنّ (۷۲) کی نفع مند تعلیم کے نتائج۔ ۱۷۱
سورۂ الملک (۶۷) کے عظیم الشان حقائق کا اعلان ۱۷۲
بنی نوعِ انسان کو سمع، بصر اور ذہن کی عظیم الشان نعمتوں کا عطیہ۔ ۱۷۳
سورۂ المومنون (۲۳) کے عالم آرا حقائق، انسانی سمع و بصر کی ابتداء، انسانی امت کی وحدت۔ ۱۷۲
انسان کی پیدائش کی کیفیت اور آئندہ ارتقاء۔ ۱۷۴
انسانی سمع و بصر اور فواد کی ابتداء۔ ۱۷۶
اگر خدا ایک سے زیادہ ہوتے تو وہ ایک دوسرے پر چڑھائی کر کے سب کو فنا کر دیتے! ۱۷۶

Marfat.com

تمام بنی نوع انسان ایک اُمت ہیں۔ ۱۷۷
سورۃ انبیاء (۲۱) میں چار عظیم الشان علمی اور کائناتی حقائق کا اعلان۔ ۱۷۸
خدا کے ایک ہونے کی قطعی دلیل۔ ۱۷۸
زمین و آسمان پیدائش سے پہلے یکجا تھے، تمام زندہ اشیاء کی تخلیق ایک ہی پانی سے ہوئی! ۱۷۸
"تمام بنی نوع انسان ایک اُمت ہیں" کا اعادہ۔ ۱۷۹
وراثت زمین صرف "صالحین" کے لئے ہے۔ ۱۷۹
سورۃ الفرقان (۲۵) میں جہاد کی طرف خفیف اشارہ۔ ۱۸۰
"خدا کے بندوں" کی تعریف۔ ۱۸۰
سورۃ بنی اسرائیل (۱۷) میں رسولؐ کو سمیع اور بصیر کا عظیم الشان القاب۔ ۱۸۰
قوموں کو ابدالآباد تک غالب اور متمکن فی الارض رکھنے کے لئے قرآن عظیم کی دس عظیم الشان الٰہی حکمتیں! ۱۸۱
علم کی عالم آراء تعریف۔ ۱۸۲
دس الٰہی حکمتوں کا خلاصہ۔ ۱۸۳
علم کی بے مثال، ذہن انگیز اور حقیقت کُش تعریف۔ ۱۸۳
انسان سے برتر مخلوق کائنات میں موجود ہے۔ ۱۸۴
راہِ راست اسی دنیا میں ہے۔ ۱۸۴
قرآن کا مطالعہ فجر کے وقت اور رات کی خاموشیوں میں ہو۔ ۱۸۴
"الروح" کے متعلق تشریح اور قرآن کا اُچک لیا جانا۔ ۱۸۵
جن و انس مل کر بھی قرآن جیسی تصنیف پیدا نہیں کر سکتے۔ ۱۸۵
صاحبِ علم لوگ قرآن کی حقیقتوں کے سامنے لڑکھڑا کر سجدے کرتے ہیں۔ ۱۸۶
سورۃ النمل (۲۷) میں انبیاؑ کے علمی مقام کی مزید تشریح علم اور حکم کا توام ہونا۔ ۱۸۷
حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے "علم" کی قرآنی تشریح۔ ۱۸۸
انبیاء کے "عملِ صالح" کے بالمقابل آج کل کے عملِ صالح کے تخیل کا مقابلہ۔ ۱۸۹
بے عمل اور بدکردار قوموں کا قرآن کو بالآخر چھوڑ دینے کی پیشگوئی۔ ۱۹۰
سورۃ النمل (۲۷) میں ایک عظیم الشان علمی طبقات الارضی حقیقت کا اعلان۔ ۱۹۱
پہاڑ بادلوں کی طرح "چل" رہے ہیں۔ ۱۹۲
علمِ طبقات الارض کی رُو سے پہاڑوں اور صفحۂ زمین پر مسلسل انقلابات کی سرگزشت۔ ۱۹۲
زمین کے طبقات الارض فطرت کی وہ روشن کتاب ہے جس کے اوراق میں زمین کی پیدائش کی پوری تاریخ لکھی ہے۔ ۱۹۲
سورۃ الکہف قرآن کی مشکل ترین سورت ہے۔ ۱۹۳
زمین کی ہر شئے اس کو آراستہ کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہے ۱۹۴
زمین کے خالی ہونے کے بعد خدا سے ملاقات کا وقت آئے گا ۱۹۵
کلماتِ ربّ لامتناہی ہیں، وہ صحیفۂ فطرت کی آیات ہیں اور اُن کی دریافت کا نتیجہ ملاقاتِ خدا ہے۔ ۱۹۵

باب (۱۵) ۱۹۶

سنہ سے سنہ ۱۳ نبوی کی ۲۱ بقایا کی سورتوں کے حیات افزا اور عالم انگیز حقائق۔

وحی کی وضاحت کے لئے کفارِ مکہ کی ایذا دہی کے احوال کا اعادہ۔ قید شعب ابوطالب کے دوران کی پہلی دس سورتوں کی تشریح ملاقاتِ ربّ کی ممکنات۔ تمکن فی الارض کے لازمات۔ مقصد پیدائش کائنات۔ صحیفۂ فطرت کی آیات کی اہمیت۔ فطرت مصدرِ حقیقت ہے۔ مسئلہ رزق اور مسئلہ کشمکش حیات، حضرت یوسف کا بے مثال کردار مسئلہ انتخاب طبعی۔
دین اسلام کے سولہ اوّلین کے نام۔ ۱۹۷
کفارِ مکہ کی ایذائیں۔ ۱۹۸
شاہِ حبش کی طرف کفارِ مکہ کے وفد کی ناکامی۔ ۱۹۸
کفارِ مکہ کی مخالفت کا انتہائی زور۔ ۱۹۹
طائف کی ناکام تبلیغ کے بعد مدینہ کے وفود میں تبلیغ۔ ۲۰۰
مدینہ کے بارہ سرداروں کی تقرری۔ ۲۰۱
پہلی دس وحی شدہ سورتوں کی تشریح کا آغاز۔ ۲۰۱

سورۃ السجدہ (۳۲) کے عالم انگیز حقائق کی تشریح اور اُن کا ناقابلِ رد ترجمہ۔	۲۰۲
سورۃ السجدہ (۳۲) میں عالم آراء اور ذہن انگیز کائناتی حقائق اور ملاقاتِ خدا کے ممکنات کے متعلق پُرمعنی اشارے۔	۲۰۷
سورۃ السجدہ (۳۲) میں لقاءِ رب اور کائنات کی فتح کا دن (یوم الفتح)	۲۰۸
سورۃ حٰمٓ السجدہ (۴۱) کی حیات افزا تعلیم کا خلاصہ	۲۱۵
سورۃ الجاثیہ (۴۵) میں پہلی بار لفظ "آیات" کا مظاہر فطرت کے معنوں میں استعمال اور عالم آراء کائناتی حقائق کا اعلان۔	۲۱۵
تمام کائنات انسان کی تسخیر کے لئے پیدا کی گئی ہے اور بطور انعام کے ہے اور یہی مقصد پیدائش کائنات ہے!	۲۱۶
سورۃ الجاثیہ (۴۵) کا مربوط اور ناقابلِ رد ترجمہ۔	۲۱۶
صحیفۂ فطرت کی آیات کو "آیات اللہ" کا عظیم الشان القاب۔	۲۱۷
کائنات کی ہر شے انسان کے لئے ہے۔	۲۱۸
سورۃ النحل (۱۶) کے عظیم الشان سبق اور پہلی دفعہ دو بار ہجرت بلکہ کفارِ مکہ کے خلاف مستقل مزاجی سے جہاد کے احکام۔	۲۲۴
سورۃ النحل (۱۶) کے رکوع وار مطالب۔	۲۲۵
قرآن میں از خود تدبر کا پہلا حکم۔	۲۲۶
اغنیاء کی غرباء میں مال کی برابری کی تقسیم	۲۲۶
قرآن میں ہر شے کی تفصیل ہے۔	۲۲۷
بنی نوع انسان ایک اُمت ہیں۔	۲۲۷
سورۃ النحل (۱۶) کی تعلیم کا خلاصہ	۲۲۸
سورۃ الروم (۳۰) میں دینِ فطرت کی حقیقت کی تعریف اور دولت کی برابری کی تقسیم	۲۲۹
صحیفۂ فطرت برحق ہے، کائناتِ فطرت ایک مقررہ وقت تک ہے۔	۲۲۹
دولت کو برابر تقسیم کرنے کا دوبارہ حکم	۲۳۰
دینِ فطرت کی تعریف۔	۲۳۱
دینِ فطرت غریب اور امیر میں فرق نہیں کرتا۔	۲۳۱
دینِ قیم کیا ہے۔	۲۳۲
دینِ اسلام کے عالم آراء اور دنیا گیر بالآخر ہو جانے کا یقینی ثبوت۔	۲۳۳
سورۃ ھود (۱۱) کے عظیم الشان اور عالم آراء حقائق، ایک آیت میں پورے قانونِ فطرت کا ملخص	۲۳۵
سورۃ ھود (۱۱) میں حیرت انگیز علمی حقائق کا اعلان	۲۳۵
مسئلہ ارتقائے انواع اور مسئلہ کشمکشِ حیات، مسئلہ بقائے اصلح و مسئلہ حفظِ نفس، علم طبقات الارض اور علم اعضاء الحیوان کے دقیق مسئلوں کی طرف اشارے۔	۲۳۶
فطرت کی حیوانی انواع میں مسئلہ تلاشِ رزق۔	۲۳۶
نوعی ارتقاء کے باعث تلاشِ رزق کا مسئلہ حفظِ نفس کا مسئلہ بنا گیا۔	۲۳۷
سورۃ ھود (۱۱) کی آیت نفسِ واحدہ کو سمجھنے کے لئے سورۃ انعام (۶) کی طرف رجوع۔	۲۳۸
مستقر اور مستودع کے لفظی معانی۔	۲۳۹
آیہ وما من دابۃ کے حیرت انگیز طور پر دقیق اور قابلِ غور معانی۔	۲۳۹
آیہ وما من دابۃ کے علمی معانی کی مزید تشریح	۲۳۹
آیہ وما من دابۃ کے متذکرہ صدر صحیح معانی کی حیرت انگیز تائید۔	۲۴۱
قرآن اس نے "گھڑا" نہیں جا سکتا کہ خدا کے علم کو لے کر نازل ہوا ہے۔	۲۴۱
سورۃ ھود (۱۱) کی وہ عظیم الشان آیتیں جن میں بنی نوع انسان کو ہلاک کرنے کی دھمکی دی گئی ہے۔	۲۴۲
سورۃ ابراہیم (۱۴) میں مسلمانوں کے ارضِ مکہ پر عنقریب قبضہ کر لینے کی پیشگوئی	۲۴۳
سورۃ یوسف (۱۲) میں انسان کو اخلاقی طور پر نکوکار بنانے کی بے مثال ترغیب۔	۲۴۴

فرعون کے دربار کی بے مثال اخلاقی گراوٹ۔	۲۴۴
حضرت یوسفؑ کے بلند کردار کا بے مثال قصہ انسان کو بلند ترین اخلاق کا مالک ہونے کا دائمی سبق دیتا رہے گا۔	۲۴۵
سورہ المومن (۴۰) میں کفار مکہ کو مزید دھمکیاں۔	۲۴۶
سورۃ القصص (۲۸) میں مسئلہ انتخاب طبیعی کی عظیم الشان حقیقت کا انکشاف۔	۲۴۷
مسئلہ انتخاب طبیعی اور سورۃ القصص (۲۸) کی دیگر تصریحات۔	۲۴۹
بے اندازہ دولت جمع کرنا فساد فی الارض کی ایک صورت ہے۔	۲۵۰
باب (۱۶)	۲۵۱
سنہ ۱۱ سے سنہ ۱۲ نبوی کے آخری تین سالوں کی مکی زندگی میں بقایا ۱۱ سورتوں کا نزول۔	
حیرت ناک علمی حقائق اور عالم آرا کائناتی مسئلوں کا اعلان۔	
تمام دین کی بنیاد ایک ہے۔ انسانی جسم پر خدا کا مکمل غلبہ۔	
سورۃ الزمر (۳۹) میں عظیم الشان کائناتی اور علمی حقائق کا انکشاف۔	۲۵۲
کارخانۂ قدرت ایک مقررہ میعاد تک ہے۔	۲۵۲
انسان اپنے سلسلۂ تخلیق کو ماں کے پیٹ میں دہراتا ہے۔	۲۵۲
ہر متنفس صرف اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔	۲۵۲
قرآن کی صداقت کو پاکر اہل علم لوگوں کے جسم کانپ اٹھتے ہیں۔	۲۵۴
نیند اور موت اور بسط و قبض رزق کے متعلق تصریحات	۲۵۴
سورۃ العنکبوت (۲۹) میں پہلی دفعہ مسلمانانِ مکہ میں "منافقین" کے موجود ہونے کا اعلان۔	۲۵۵
ملاقات رب ایک وقت مقررہ تک ہے اور یہ صرف حواس سمع و بصر و علم سے حاصل ہو سکتی ہے۔	۲۵۶
روئے زمین پر حیوانی النزاع کی ابتدا اور اس کا ظہور۔	۲۵۷
پانچویں دفعہ اظہار کہ صحیفۂ فطرت واحد حقیقت ہے۔	۲۵۷
پہلی دفعہ الصلوٰۃ کو قائم کرنے کا حکم۔	۲۵۷
صاحب علم لوگوں کے سینوں میں قرآن روشن حقیقت ہے!	۲۵۸
سورۃ لقمان (۳۱) میں مزید عظیم الشان حقائق کا اعلان!	۲۵۸
الصلوٰۃ اور الزکوٰۃ کے قیام کا ذکر۔	۲۵۸
کائنات فطرت پر فخر۔	۲۵۸
زندہ قوموں کا اخلاق۔	۲۵۸
کلمات اللہ کا لامتناہی ہونا۔	۲۵۹
سورۃ الشوریٰ (۴۲) میں عظیم الشان انکشاف کہ تمام ادیان نبوی کی بنیاد ایک ہے۔	۲۵۹
بنی نوع انسان ایک امت ہیں (۲)۔	۲۵۹
تمام ادیان عالم کی بنیاد ایک ہے اور اس میں تفرقہ پیدا کرنا بغاوت خدا ہے۔	۲۵۹
رسولؐ کو حکم کہ اسی مشترک دین کی طرف بنی نوع انسان کو دعوت دے۔	۲۶۰
غالب آنے والی جماعت کس کردار و اخلاق کی مالک ہونی چاہیئے۔	۲۶۱
اسلام میں جمہوریت کی داغ بیل۔	۲۶۲
سورۃ یونس (۱۰) میں پہلی سورتوں کی عظیم الشان کائناتی اور علمی حقیقتوں کا اعادہ۔	۲۶۲
سورۃ السبا (۳۴) میں قطعی اعلان کہ لوہے کو نرم کرنا وغیرہ پہاڑوں پرندوں کو مسخر کرنا نبوی عمل تھا۔	۲۶۲
صحیفۂ فطرت ہی کتاب مبین ہے۔	۲۶۲
صاحب علم کے نزدیک قرآن حقیقت ہے۔	۲۶۳
انبیاء کا عمل صالح صحیفۂ فطرت کی صحیح قدردانی، اس کی تسخیر اور اشیائے فطرت سے طلب عمل ہے۔	۲۶۴
سورۃ فاطر (۳۵) میں ملٰئکۃ کی حقیقت کا اعلان اور دیگر عظیم الشان علمی حقائق۔	۲۶۶
کارخانۂ فطرت ایک مقررہ مدت تک ہے۔	۲۶۶
سلسلۂ کائنات ایک مقررہ مدت تک ہے۔	۲۶۷

Marfat.com

صرف عالمانِ فطرت خدا سے ڈرتے ہیں۔	۲۶۷
سورۃ الاعراف (۷) میں حیرت انگیز وضاحت کہ اسلام کا حرام اور حلال کیا ہے۔	۲۶۸
انسانو! خدا کے حضور میں سج سجا کر جایا کرو۔ تمام دنیاوی نعمتیں صرف مومنوں کے لئے وقف ہیں۔	۲۶۹
مسلمان قوم کا انفرادی اخلاق۔	۲۶۹
سورۃ الاعراف (۷) میں حضرت موسیٰ اور فرعون کے واقعات۔	۲۷۰
حضرت موسیٰ کو تجلی رب۔	۲۷۱
رسولؐ کی طرف سے پہلا اعلان کہ میں تمام بنی نوع انسان کی طرف بھیجا گیا ہوں۔	۲۷۱
رسولؐ عربی کے تمام بنی نوع انسان کی طرف رسول ہونے کی کیا دلیل ہے	۲۷۱
سورۃ الاحقاف (۴۶) میں حیرت انگیز مضبوطی سے منکرین خدا سے دو مطالبے اور صحیفۂ فطرت کے واحد حقیقت ہونے کا آٹھویں بار اعلان۔	۲۷۲
سورۃ الانعام (۶) میں مزید عظیم الشان کائناتی اور علمی حقائق کا اعلان۔	۲۷۲
انسانی جسم پر غلبہ خدا، حیوانی امتوں سے انسان کو سبق، کتب حکم اور نبوۃ کی تشریح، "نفس واحدۃ" سے انسان کی تخلیق، ملت ابراہیم کی تشریح، مسلمان کا اصل حلال و حرام۔	۲۷۴
جنّت اور انہار اس دنیا میں ہیں! اس کا قطعی ثبوت!	۲۷۴
انسان کے جسم پر خدا کا مکمل طور پر غلبہ ہے!	۲۷۵
خدا کی کتب کو جاننے والے اس کو ہر زبان میں اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں!	۲۷۵
ادنیٰ حیوانی امتوں کی زندگی اور موت کی روئداد انسان کی اپنی امت کے لئے مستقل سبق ہے۔	۲۷۶
قرآن میں خدا نے کسی اہم بات کو نہیں چھوڑا۔	۲۷۶
قرآن کا صراطِ مستقیم کیا ہے۔	۲۷۶
امتوں کی ہلاکت کا باعث قساوت قلب (دلوں کی سختی) ہے!	۲۷۷
امتوں کو ہلاکت سے بچانے میں رسولؐ کی بےبسی اور نائب دانی۔	۲۷۸
خدا انسان پر مکمل طور پر غالب ہی نہیں بلکہ اس پر اس کے چوکیدار مقرر ہیں	۲۷۹
کارخانۂ فطرت کے واحد حقیقت ہونے کا پھر اعلان اور خدا کی اس پر پوری حکومت۔	۲۸۰
کیف نبوت کے رنگ میں حضرت ابراہیم کا اپنے باپ آزر سے خطاب	۲۸۰
حضرت ابراہیم کی کمال بصیرت اور ان کا نبوت کی طرف عروج	۲۸۱
نری ما ملکوت السمٰوات والارض کا مفہوم۔	۲۸۱
الکتٰب الحکم اور النبوۃ کے عطیے اور ان کی حقیقت۔	۲۸۲
قرآن انتہائی بابرکت کتاب ہے اور مصدق فطرت ہے۔	۲۸۴
فاطر زمین و آسمان کی ماہیت کا اظہار کہ وہ بیج اور گٹھلی کو خود پھاڑ کر درخت کو پیدا کرنے والا ہے۔	۲۸۴
قرآن بنی نوع انسان کے لئے آخری حکم ہے۔ خدا کے ناقابل بدل کلمات اس پر ختم ہو چکے ہیں۔	۲۸۶
بتوں کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانوروں کو کھانے کی ممانعت قرآن کا صراطِ مستقیم!	۲۸۷
سوّر کے گوشت کی رسمی حرمت کے بعد قرآن کی پکار کہ آؤ میں بتاؤں کہ اصل حرام کیا ہے؟	۲۸۸
آخری مکی سورت سورۃ الرعد (۱۳) میں انسان کی پروردگار عالمین سے برابری کی ملاقات کا ہیجان خیز اعلان، لعلکم بلقاء ربکم توقنون کے الفاظ سے مساویانہ ملاقات کا نظریہ، فطرت کے مزید حیران کن مظاہر، کفار کے اعتراضات کا جواب۔	۲۸۹
انتہائی لائق غور و خوض آیت جس کو "مفصل" کا خطاب دیا گیا ہے۔	۲۸۹
انسان کی فاطر زمین و آسمان سے برابری کی ملاقات کب ہو سکتی ہے	۲۹۰
سورۃ الرعد (۱۳) کے دو عظیم الشان اور حیرت انگیز نکات	۲۹۱
برق خوف کے لئے ہی نہیں بلکہ طمع کے لئے بھی پیدا کی گئی ہے۔	۲۹۲
اولوالالباب کی قرآنی تعریف اور مسلمان کا ذاتی اخلاق کیا ہو؟	۲۹۳
احکام خدا موقع اور زمانے کے مطابق نازل ہوتے ہیں۔	۲۹۴
باب (۱۷)	۲۹۵
مکی وحی کا عالم انگیز اور جہاں افروز پیغام رسولؐ کے زمانہ میں صرف دو سو افراد نے سنا۔	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
ان احکام کا خلاصہ جن پر پورا عمل کرکے صرف دو سو افراد پورے عرب پر غالب آگئے۔	
قرآن کے احکام اور مذہبوں کی غیر مانند جماعت کو مادی اور جسمانی طور پر مضبوط کرنے والے احکام تھے۔	
نوے مکی سورتوں کے اجتماعی اور انفرادی احکام کے خلاصے۔ مکی وحی کے وہ احکام جن پر مضبوط عمل نے دین اسلام کو غالب کر دیا!	۲۹۶
قرآن حکیم کا ہر حکم جماعت کو جسمانی طور پر مضبوط کرنے کا حکم تھا۔	۲۹۹
آج کا مسلمان بھی غالب ہو سکتا ہے۔	۳۰۰
قرآن کریم کے کائناتی حقائق بنی نوع انسان کے لئے لازوال مصادر رستی و عمل ہیں۔ انہی معنوں میں قرآن ذکرٌ للعٰلمین ہے	۳۰۰
انتہائی دقیق کائناتی مسئلوں کو شروع کی مکی وحیوں میں پیش کرنے کی توجیہہ یہ سب مسئلے ابھی تک انسان کی علمی توجہ کے محتاج ہیں۔	۳۰۰
انتہائی دقیق کائناتی مسئلوں اور علمی حقائق کو بروئے کار لانے کے لئے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی عظیم جد و جہد۔	۳۰۱
مسلمان اس وقت ساکن ہوگئے جب ان مسائل اور حقائق کی لِم نظروں سے نہاں ہوگئی!	۳۰۱
مکی وحی کی علمی قدر و قیمت کو سمجھنے کے لئے رسولؐ کے خانگی حالات کو پیش نظر رکھ کر ان کی بلندیٔ نظر کو دیکھنا بھی ضروری ہے۔	۳۰۲
دُکھ اور ایذا رسی کے ماحول میں مٹھی بھر مسلمانوں کو ان بلند مضامین پر غور کرانے سے مقصد کیا تھا؟	
مکی وحی کا تمام تر انداز جمالی ہے۔	۳۰۳
مکی وحی علمی نقطۂ نظر سے قرآن حکیم کا سب سے اہم اور نادر الوجود حصہ ہے	۳۰۴
ذہنی غلبہ حاصل کرنے کے لئے امت کا کیا اجتماعی اخلاق ہونا لازمی ہے؟	
۹۰ مکی سورتوں کی تعلیم کا مختصر	۳۰۷

فہرست مضامین
"تکملہ" (جلد اول)

تفریق

توحید سے دل ہوتے ہیں، بندوں کے نیک
تفریق کے در پر تو کبھی سر کو نہ ٹیک
جو فرقے ہیں قوم کے گویا بت ہیں
رب ایک تو ہو کام بھی اک قوم بھی ایک

(حضرت علامہ مشرقیؒ)

Marfat.com

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (۵/۱)

میں نے آج تمہارے دستور العمل کو تمہاری دنیاوی بہتری کیلئے مکمل کر دیا ہے اور میں نے تم پر جو نعمت جو کسی ممکن طریقے سے عطا کر سکتا تھا پوری کر دی ہے میں نے تمہارے لئے اسلام بطور دستور العمل پسند کیا ہے۔ (القرآن)

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہید

دینِ اسلام کے زوال کے بعد سے کئی قرنوں سے دُنیا کے اُن مسلمانوں کے دلوں میں جو اسلام کی ابتدائی تاریخ سے واقف ہیں اور اِس کے دنیا پر غلبے کی شوکت کی یاد حسرت سے کرتے ہیں، از خود یہ سوال پیدا ہوتا رہتا ہے کہ کیا مسلمانوں کے پھر اُبھرنے کی کوئی صورت باقی ہے یا یہ عظیم الشان جماعت زمانے کی دستبرد سے لاچار ہو کر بالآخر نہ ہونے کے برابر ہو جائے گی۔ قوموں یا جماعتوں کا رُوئے زمین پر سے مٹ جانا ہمیشہ سے اٹل رہا ہے اور فطرت کا قانون بہر عنوان یہ ہے کہ نا اہل اور غیر صالح قوم کے لئے اِس زمین پر قطعاً کوئی جگہ نہیں۔ نا اہلیت اور غیر صالحیت کی تعریف بھی ہمیشہ سے ہر وجُود کے متعلق یہ رہی ہے کہ وہ وجود اُس وقت نا اہل ہو جاتا ہے، جب اُس کے اندر محرک کا زور ماند پڑ جائے۔

دینِ اسلام کا محرک بالذات پہلے دن سے ایک شخصؐ کے سچا ہونے پر یقین تھا۔ اُس محمدؐ عربی عَلَیہِ الصلوٰۃ والسّلام کو کارخانۂ فطرت پر غور کرنے کے بعد پختہ عمر میں سُوجھی کہ انسانی جماعت کو فطرت کی راہ پر چلا کر اُس کو توانا کیا جائے۔ اِس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اُس نے قرآن کی صُورت میں ایک پیغام تیئس برس تک دیا۔ پہلے تیرہ برس میں صرف چند صد لوگوں نے اِس پیغام کے سچ ہونے پر یقین کیا اور چونکہ اِس پیغام سے عرب میں ایک نیا جسم وجود میں آ رہا تھا جو پہلے وجُودوں سے کمزور تھا، ماحول نے فطرت کے قانون کے مطابق مزاحمت کی اور یہ چند صد لوگ بھی تیرہ برس تک مسلسل دُکھ میں رہے۔ اِن چند لوگوں کا اِس مدّت تک جمے رہنا اُس یقین کے باعث تھا جو اُنہوں نے اِس مدعی کی ذات کے سچا ہونے پر کیا تھا، اگرچہ اِن چند صد میں سے بھی غالباً بہت ہی تھوڑی تعداد ہوگی جو اِس پیغام کے سچ ہونے کے متعلق وہی یقین رکھتی ہوگی جو رسولؐ عربی کے ذہن میں منطقی طور پر آخر دم تک رہا۔

اگلے دس برس میں جب مخالفت کھُلے طور پر ہو گئی اور کفارِ مکہ سے جنگ کی نوبت آئی۔ رسولؐ کی تجویز و تدبیر اِس مخالفت کا کامیاب طور پر مقابلہ کرتی گئی۔ کامیابی کی وجہ سے مخالفت کم ہوتی گئی اور مخالف لوگ جوق در جوق اِس حرکت میں شامل ہوتے حتیٰ کہ تمام عرب اِس کی لپیٹ میں آ گیا۔ پھر جوں جوں اِس زور سے مزید کامیابیاں ہوتی گئیں، رسولؐ کے بعد رسولؐ کی بجائے قرآن کے سچا ہونے پر یقین وبا کی طرح پھیلتا گیا۔ الغرض جب تک رسولؐ زندہ تھے، یقین کی نوعیت ابتدا میں اُن کی شخصیت کے سچا ہونے پر یقین، پھر رفتہ رفتہ اُن کی تجویز و تدبیر کے صحیح ہونے پر یقین، پھر کامیاب ہوتے جانے کے باعث اُن کے سچے ہونے پر رفتہ رفتہ

Marfat.com

مزید یقین کی تھی۔ لیکن رسولؐ کے بعد چونکہ شخصیت موجود نہ رہی تھی اور ان کی چلائی ہوئی حرکت پہلے زور کے باعث اور زور پکڑتی گئی۔ مسلمان کا یقین قرآن کے سچے ہونے کے متعلق فروغ پاتا گیا اور اسی یقین کے باعث مسلمان قرآن پر عمل کرتے گئے اور رسولؐ کی تجویز و تدبیر نہ ہونے کے باوجود قرآن پر عمل کرنا ہی اُن کو غالب کرتا رہا۔ الغرض قرنِ اول میں مسلمان کا ایمان 'امنوا باللہ' کے علاوہ 'امنوا بالرسول' پر بھی تھا۔ رسولؐ کے بعد 'امنوا بالقرآن' پر ہو گیا!

شخصیت کے موجود نہ رہنے کے باعث جماعت کی زندگی کا محرک ایک شخص کے وجود کی بجائے ایک لکھی ہوئی کتاب میں تبدیل ہو گیا تھا لیکن رسولؐ کی تجویز و تدبیر کے سچے ہونے کا یقین اِس محرک میں سے کم ہو گیا کیونکہ وہ تجویز و تدبیر رسولؐ کے بعد اُن لوگوں کی تھی جو خود محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ تھے۔ یہ کمی کسی طرح بھی پوری نہ ہو سکتی تھی تاہم صرف قرآن کے سچے ہونے پر یقین ہی مسلمانوں کو کئی قرنوں تک غالب کرتا رہا۔

اِس بناء پر آج جب کہ رسولؐ موجود نہیں اور قرآن کے سچے ہونے پر یقین رفتہ رفتہ کم ہوتا گیا ہے اور مسلمان قرآن پر عمل کرنے سے روز بروز گریز کرتے گئے ہیں بلکہ پہلا زور نہ ہونے کے باعث بھی جماعت کا یہ بڑا محرک اور کمزور ہو گیا ہے، مسلمان کی حالت کا وہ ہو جانا جو آج کل ہے لازمی اور طبعی ہے اور کارخانۂ فطرت کے قانون کے مطابق ایسی جماعت کا ایک نہ ایک دن زمانہ کے ہاتھ سے مٹ جانا یا نہ ہونے کے برابر ہو جانا کچھ تعجب خیز نہیں۔

ان بناؤں پر اور ان حالات میں مسلمان کے پھر اُبھرنے کی کوئی صورت اگر باقی ہے تو یہ ہے کہ آج کل کے ترقی یافتہ زمانے میں جب کہ شخصیت کا اثر انسان پر اتنا نہیں رہا اور سچائی کا زور یہاں تک زیادہ ہو گیا ہے کہ وہی لوگ جو کسی زمانے میں ریل یا ٹیلی فون کے ایجاد ہونے کے وقت اِس کے شدید مخالف تھے اور ان کو کسی بھوت یا جن یا شیطان کا کام سمجھتے تھے، آج کل ان کو سچا سمجھ کر ریل پر چڑھتے ہیں اور ٹیلیفون سے کام لیتے ہیں، قرآن کو لازمی طور پر بنی نوع انسان کی طرف سچا پیغام ثابت کر دیا جائے اور مسلمان بلکہ ہر انسان کے دل میں اِس کے سچ ہونے کے متعلق ادنیٰ شک باقی نہ رہے!

یہ کام ہے جس کو کرنے کا مَیں نے اِس کتاب میں بیڑا اُٹھایا ہے۔ قرآن کے سچ ہونے کے بارے میں میرے دیئے ہوئے ثبوت نظری، اعتقادی یا مذہبی نہیں، علمی اور منطقی ہیں۔ چودہ سو برس پہلے کے زمانے کی کتاب ہونے کے باعث میرے قرآن کے حق الوسع لفظی ترجمے اگرچہ بعض اوقات قرآن کو خزینۂ علم و خبر ثابت کرنے میں رکاوٹ معلوم دیتے ہیں لیکن قرآن کے ایک عالم انگیز اور عالم آرا کتاب ہونے کے باعث اِس کا اسلوبِ بیان اس قدر بے نیازانہ طور پر حکمانہ اور جاہل کی زبان میں "بے ربط" اور "پریشان" نظر آتا ہے کہ اہلِ نظر کے لئے یہی "پریشانی" اور "بے ڈھنگی" اس کے کتابِ خدا ہونے کا قطعی ثبوت ہے۔ الغرض اگر میری اِس تصنیف کے

قرآن سے اخذ کئے ہوئے حقائق کو مجموعی نقطۂ نظر سے اور بلند افق سے دیکھا گیا تو ہر سلیم الفہم شخص کو ماننے کے سوا چارہ نہ رہے گا کہ قرآن وہ نایاب اور بے بہا وہ محکم اور عالم انگیز آسمانی کتاب ہے کہ دنیا کی سب آسمانی اور زمینی کتابیں اس کے پاسنگ کے برابر نہیں ہو سکتیں۔

لیکن قرآن کے پیغام کو صحیح نظر سے دیکھنے کے لئے انسان کا پہلا انصاف اور پہلا سلوک جو اس آسمانی کتاب سے ہونا چاہیئے، یہ ہے کہ قرآن کا مطالعہ بعینہٖ اور بشخصہٖ نہ صرف اُس ترتیب سے ہو جس ترتیب سے رسولؐ نے اس کو دنیا کے سامنے پیش کیا بلکہ اُن حالات کی روشنی میں ہو جو حالات رسولؐ کو تیئیس برس کی مدت میں کفارِ مکہ کی مخالفت یا اور موانعات کے باعث پیش ہوتے رہے۔ اس مطلب کو حاصل کرنے کے لئے قرآن کی سورتوں کو حتی الوسع وُہی ترتیب پھر دینا لازمی ہے جس ترتیب سے وہ نازل ہوتی تھیں اور ساتھ ہی ساتھ اُس ماحول کی حتی الوسع صحیح سرگزشت کو پیشِ نظر رکھنا بھی اُسی قدر لازمی اور ضروری ہے۔ مَیں نے ان دونوں رعایتوں کو اس تصنیف میں پیشِ نظر رکھ کر روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ پچھلے چودہ سو برس میں مسلمانوں نے قرآن کو جس طرح پر اور جس انداز سے سمجھا ہے اور اُس کی تشریح کی "مذہبی دُھن" میں جو اٹکل پچو اور بے معنی باتیں پیش کر کے دنیا کو قرآن جیسی عظیم الشان کتاب سے بیزار کر گئے ہیں۔ وُہ انداز غلط اور گمراہ کُن تھا اور اسی وجہ سے خود مسلمانوں میں وہ عزم اور یقین جو قرنِ اوّل میں چند صد مسلمانوں کے دل میں وحی کے برحق ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے، آج مفسرین قرآن کی خود رائی اور غلط بینی کے باعث دلوں سے محو ہو گئے ہیں۔ آج قرآن کا مطالعہ اکنافِ عالم میں صرف "مقدس"، "مذہبی" اور ناقابلِ فہم کتاب کے طور پر ہو رہا ہے اور فاطرِ زمین و آسمان کے بنی نوع انسان کی طرف پیغام کی غرض و غایت کلیّۃً نظروں سے نہاں ہو گئی ہے۔

مکی اور مدنی اکثر سورتوں میں تخصیص اگرچہ مسلمانوں نے علی الحساب کی ہے اور صرف دو چار جگہ اختلاف ہے لیکن شانِ نزول کے اعتبار سے ان کی ترتیب غیر تاریخی بلکہ اکثر اوقات غیر منطقی بھی ہے۔ جس ترتیب کو مَیں نے اختیار کیا ہے اُس میں یہ نقائص حتی الوسع نہیں۔

بہر نوع چودھویں صدی کے اس زوال کے زمانے میں اگر مسلمان کو یہ عُذر ہے کہ اُس کو معلوم نہیں رہا کہ قرنِ اوّل کے چند صد عرب کن حکموں پر عمل کر کے اور کس کردار کے مالک ہو کر بیس بائیس برس میں ہی غلبے کی اکثر منزلیں طے کر گئے تھے تو میرا یقین ہے کہ یہ تصنیف اس عُذر کا پُورا جواب ہے۔ اس اتمامِ حُجت کے بعد مذہب کو دُکان نہ بنانے والے چند دردمند انسانوں کی ضرورت ہے جو غلبے کی نیت سے اس کردار کو پھر شروع کر دیں۔ ہر عمل میں اور ہر آن غلبے کی نیت کو کمزور نہ ہونے دیں اور غالب آنے والی جماعت کو روز بروز بڑھانے کی جدوجہد مسلسل رہے۔ گزشتہ پرست کی اس دنیا میں غالب آنا صرف

Marfat.com

خون سے کھیل ہے۔ جو قوم جس وقت تک یہ کھیل کھیلتی رہے، غالب ہے۔ شکست اور زوال اس وقت آتے ہیں جب قومیں اس سبق کو بھول جاتی ہیں! اللہ بس دما بقی ہوس۔

اس تصنیف کی دو جلدیں ہیں اور دونوں بیک وقت شائع ہو رہی ہیں۔ تاریخی حصہ ۱۳ر دسمبر ۱۹۵۷ء سے ۱۱ر جنوری ۱۹۵۸ء تک کے ۲۵ دنوں میں قید میں لکھا گیا۔ اکثر قرآنی حصہ ۸ر اکتوبر ۱۹۵۹ء سے ۳ر مئی ۱۹۶۰ء تک کے دوران کتابت میں غالباً ۵۰ دنوں میں ختم ہو چکا تھا۔

۴ر مئی ۱۹۶۰ء

عنایت اللہ خان المشرقی

عشق کا انتخاب دیکھ کوشش رائیگاں نہ دیکھ

● حضرت علامہ مشرقیؒ اس پختہ عزم اور عقیدے کے ساتھ عمر بھر جدوجہد کرتے رہے کہ اگر ہم مسلمان ہیں تو پھر غلامی ہمارا مقدر نہیں ہو سکتی۔

● مسلمانوں کی آزادی اور سربلندی علامہ مشرقیؒ مرحوم کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد تھا۔

● حضرت علامہ مشرقیؒ خلوص کے پیکر، جرات زندانہ کے مالک، بلند ہمت اور عزم و استقلال کی ایک مضبوط چٹان تھے۔

● آپ نے اپنے نصب العین کی تکمیل کے لئے برطانوی سامراج سے ٹکر لی اور اپنے وقت کی اس جابر ترین سلطنت کو بتایا کہ جب مسلمان اپنی بات پر اڑ جاتا ہے تو وہ پہاڑوں کے دل دہلا اور سمندر کے سینے چیر دیتا ہے۔

● ہماری نگاہ ان مقاصد پر ہونی چاہیے جو شہرہ آفاق انسان لے کر اٹھا تھا اور اس کی اس تحریک پر ہونی چاہئے جس نے قوم سے ایک پیسہ وصول کئے بغیر خدا اور اس کے دین پر کٹ مرنے والے لاکھوں دیوانے اور سرفروش پیدا کئے۔

● مورخ نے جب پچھلی پون صدی کے واقعات پر قلم اٹھایا تو وہ حضرت علامہ مشرقیؒ کی تنظیمی صلاحیتوں کو اور خاکسار تحریک کے نوجوانوں کی سرفروشانہ جراتوں کو خراج تحسین ادا کئے بغیر آگے نہیں بڑھے گا۔

● علامہ مشرقیؒ نے بتایا کہ حقائق کو کس طرح بے باکانہ اور تلوار کی دھار پر پیش کرنا پڑتا ہے۔

● ضروری نہیں کہ ہر تحریک کو کامیابی نصیب ہو۔ کامیابی بسا اوقات ناکارہ انسانوں کو بھی ملت کا سرتاج بنا دیتی ہے اور وہ کرگس ہو کر بھی ضیغم کہلانے لگتے ہیں۔

● حضرت علامہ مشرقیؒ بے نظیر تنظیمی قابلیت کے انسان تھے قدرت نے اپنی گوناگوں صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ اگر وہ کامیاب ہو جاتے تو آج مسلمانوں کی سیاست ملی کا نقشہ ہی اور ہوتا۔

تیری نظر کے سامنے چاند بھی چکور بھی
عشق کا انتخاب دیکھ کوشش رائیگاں نہ دیکھ

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱)

زوالِ اسلام کا بُنیادی باعث

اوّلاً مسلمان کا محمدؐ عربی کے سچے ہونے پر نامحسوس عدمِ یقین

پھر قرآن کے سچ ہونے بلکہ خدا کے ہونے کا دل میں انکار رہے!

ابتدائی حالات اور واقعات، نبوّت کی طرف عروج

پہلی وحی اور وحی کی ماہیت۔ قرآن کی موجودہ غیر فطری ترتیب!

شارعِ دینِ اسلام، رسولِ خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بروز دوشنبہ ۹ ربیع الاوّل (یا بقول بعضے ۱۲ ربیع الاوّل) مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو مکّہ میں قریش کے ایک انتہائی معزز گھرانے میں، جن کے دو قبیلے بنو ہاشم اور بنو عبد شمس تھے، پیدا ہوئے۔ اُن کے دادا عبدالمطلب سردارِ مکّہ تھے جن کے پانچ بیٹے ابوطالب، حمزہ، عبداللہ، عباس اور ابولہب تھے۔ رسولِ خدا صلعم عبداللہ کے بیٹے تھے اور اُن کی والدہ بی بی آمنہ تھیں۔ عبداللہ سترہ برس کے نہایت خوبصورت نوجوان تھے جب اُن کا نکاح آمنہ سے ہُوا اور رسول صلعم اُن کی واحد اولاد تھے۔ بی بی آمنہ نے دو ماہ تک رسولِ خدا کو اپنا دودھ پلایا کہ عبداللہ فوت ہو گئے۔ اِس اندوہناک حادثہ سے بی بی آمنہ کا دودھ سُوکھ گیا اور کچھ دیر تک ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے دُودھ پلایا۔ پھر حمزہ کی بیوی ہالہ کا دودھ پینا شروع کیا ہی تھا کہ یہ یتیم بچہ بی بی حلیمہ کے سپُرد اُجرت پر کیا گیا جو بنو سعد کے قبیلہ کی ایک گڈرین تھیں۔ بی بی آمنہ کو جو ترکہ عبداللہ کی وفات پر ملا وہ صرف پانچ اونٹ، چند بکریاں اور ایک حبشی لونڈی برکت تھا۔ عبدالمطلب نے رسول صلعم کی پیدائش پر بڑی خوشی منائی۔

بی بی حلیمہ کا بیان ہے کہ رسول صلعم نو ماہ کے تھے کہ صاف صاف بولنے لگ پڑے۔ دُودھ کی میعاد ختم ہونے پر بچے کو ماں کے ہاں واپس کر دیا گیا اور وہ چار برس ماں کے پاس رہا۔ چھ برس کی عمر میں بی بی آمنہ بچے کو ساتھ لے کر اپنے ماموں سے جو بنو نجار کے قبیلے سے تھے، ملنے کے لئے مدینہ گئیں لیکن واپسی پر ابوا میں اچانک بیمار ہو کر انتقال کر گئیں جہاں اُن کی قبر ہے۔ اِس کے بعد بچہ حبشی لونڈی برکت کی تحویل

Marfat.com

میں چندے رہا پھر دادا عبدالمطلب کے سپرد کر دیا گیا جہاں وہ دو سال رہا جب کہ عبدالمطلب ۸۲ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ عبدالمطلب نے وفات سے پہلے رسول صلعم کو اپنے بڑے بیٹے ابوطالب کے سپرد کر دیا تھا جو اُس وقت خانۂ کعبہ کے محافظ تھے۔

چھوٹی عمر میں تحصیل علم اور پختہ فہمی کے نادر موقعے

عبدالمطلب کی وفات کے بعد بنو ہاشم کے اقتدار کو نقصان پہنچا اور حرب ابن اُمیہ بن عبد شمس رئیس مکہ قرار پائے۔ سقایہ (یعنی حاجیوں کو پانی پلانے کا منصب) البتہ بنو ہاشم میں رہا۔ ابوطالب تجارت کے سلسلے میں اکثر شام جاتے تھے۔ جب رسول صلعم بارہ برس کے تھے تو وہ ابوطالب کے ساتھ شوقیہ طور پر شام گئے لیکن رستہ میں بحیرہ راہب نے لڑکے کے چہرے پر کچھ آثار دیکھ کر اُن کو واپس مکہ جانے کا مشورہ دیا تاکہ یہودیوں سے کوئی گزند نہ پہنچے اور ابوطالب رستے میں ہی اپنا مال تجارت بیچ کر واپس مکہ روانہ ہوئے۔ پندرہ برس کی عمر میں تھے کہ ایام حج میں حدود حرم کے اندر بنو ہوازن اور بنو قیس کی جنگ قریش اور بنو کنانہ کے درمیان چھڑ گئی جو حرب فجار کے نام سے مشہور ہے۔ اسی جنگ میں رسول صلعم اپنے چچاؤں کو تیر تیار کر کے دیتے تھے۔ سولہ سال کی عمر میں وہ زبیر کے ساتھ یمن گئے پھر چند سال گلہ بانی بھی کی اور بکریاں بھی چرائیں۔ شام کے علاوہ دُوسرے سواحل کی طرف جو قافلے مال تجارت لے کر جاتے رسول صلعم ان کے ساتھ بھی جاتے۔ الغرض چھوٹی عمر میں ہی رسولؐ نے کافی سفر کئے اور دنیا کا کافی حصہ دیکھا۔ اُدھر مکہ میں لوگوں کی امانتیں دیانتداری سے رکھنے کے باعث وہ **امین** کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ ذرا اور بڑے ہونے پر قطیبہ کے ساتھ جو ایک مالدار تاجر عورت حضرت خدیجہ کا بھتیجا تھا، رسول صلعم نے کئی تجارتی سفر شام، بصرہ اور جرش کی طرف کئے اور کئی برسوں تک تجارت میں ان کی دیانتداری نے حضرت خدیجہ کو جن کا دُوسرا خاوند ایک ماہ پہلے انتقال کر گیا تھا بہت متاثر کیا۔ اس حادثہ کے بعد حضرت خدیجہ نے جن کی عمر اُس وقت چالیس برس کی تھی اپنے غلام میسرہ کے ذریعے سے رسول صلعم کو جو اُس وقت پچیس برس کے تھے اپنے لواحقین کی ناخوشی کے باوجود نکاح کا پیغام بھیجا جو رسولؐ نے منظور کر لیا۔ ابوطالب اس نکاح سے خاص طور پر خوش ہوئے اور اس میں شریک ہوئے۔ پینتیس برس کی عمر تھی کہ خانہ کعبہ کی ازسرنو تعمیر کے سلسلے میں جس کی عمارت پر چھت بھی نہ تھی اور جو صرف قدِ آدم بلند تھی بلکہ ایک حصے میں آگ لگنے کی وجہ سے خراب ہو گئی تھی رسول صلعم نے حکمت عملی سے حجر اسود کو چادر کے چار کونوں سے اُٹھوا کر پھر اپنی جگہ پر رکھوا دیا تاکہ مختلف قبیلوں میں جن میں سے ہر ایک خود رکھنا چاہتا تھا، نزاع پیدا نہ ہو۔ اس ترکیب سے اُن کی دانشمندی اور صلح پسندی کی شہرت بھی ہو گئی۔

کامل غور و خوض سے نبوت کی طرف عروج

حضرت خدیجہ سے ازدواج کے باعث رسولِ خدا کی مالی حالت بہت کچھ بہتر ہو گئی تھی۔ اُدھر تجارتی سفروں نے جو بارہ

Marfat.com

برس کی عُمر سے ہو رہے تھے اُن کا تجربہ اور مشاہدہ وسیع کر کے اُن کی طبیعت مختلف طرح کے غور و فکر کی طرف مائل کی اور صرف تجارت اُن کا مطمح نظر نہ رہا۔ چالیس برس کی عمر ہونے تک حضرت خدیجہ کی عمر بھی پچپن کے قریب ہو رہی تھی اور ازدواجی تعلقات بھی پختہ ہو چکے تھے۔ اِس لئے یہ آسودہ حال خاتون رفتہ رفتہ اپنے خاوند کے خیالات اور رُجحانات میں ڈھلتی گئیں۔ رسول صلعم دنیا کے مختلف حصوں کو دیکھ کر روز بروز خدا اور کائنات پر غور و فکر کرنے کے عادی ہو گئے اور اپنا بڑا وقت علیحدگی میں اور بعدازاں غارِ حرا میں کاٹتے۔ چالیس برس کے بعد اُن کی رُوحانی زندگی کو غارِ حرا کی خلوتوں نے اور جلا دی اور اوّل اوّل اِس انہماک کے باعث اُن کو مختلف قسم کے سچّے خواب آنے لگے۔ پھر رفتہ رفتہ اُن کو محسوس ہونے لگا کہ مختلف طرح کی آوازیں اُن کو سنائی دے رہی ہیں۔ چالیس برس چھ ماہ اور چند دن گزارنے پر غارِ حرا میں اُن کو ایک مجسم شکل نظر آئی جو حضرت جبرائیلؑ کی تھی اور جس نے اُن کے سینے کو زور سے دبا کر کہا کہ "پڑھ"۔ یہ الفاظ سورۂ علق کے تھے جو رسولؐ نے پڑھے اور سخت خوف زدہ ہو کر اِس کا ذکر گھر آ کر حضرت خدیجہ سے کیا۔ حضرت خدیجہ نے اُن کو تسلّی دی اور مزید تسلّی کے لئے اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو عیسائی تھا۔ ورقہ کی تائید سے رسولِؐ خدا کو کچھ حوصلہ ہُوا اور اپنی نبوّت کا احساس ہونے لگا۔ رسولِؐ خدا اب ایک نئے عالم میں تھے جس نے اُن کی پہلی چالیس برس کی زندگی کا باوا آدم ہی بدل دیا۔ ورقہ بن نوفل نے اُن کے رسولِ خدا ہونے کا اقرار صاف لفظوں میں کیا۔

کائنات فطرت کی پہلی حقیقت کا اعلان

چالیس برس کی عُمر تک عام طور پر انسان کی سمجھ پُختگی کی ایک حد تک پہنچ جاتی ہے لیکن ایک ایسے شخص کے متعلق جس کے ساتھ یہ واقعۂ عظمیٰ ہُوا اور جس کو نبوّت (یعنی کامل طور پر باخبر ہونے) کے درجے تک سرفراز کرنا اور پھر اس سے اصلاحِ انسانی کا کام لیا مقصود ہو، فطرت کا تقاضا یہی ہو سکتا تھا کہ اِس کو چالیس برس تک اُس علمؔ اور نبأ کے حاصل کرنے کے موقعے نہایت فراغت اور فراخی سے مہیا کرے۔ چنانچہ ان مختصر احوال سے جو اُوپر درج کئے گئے ظاہر ہے کہ رسولِؐ خدا کی عمر کے کم از کم ۲۸ برس تجارت کے سلسلے میں سیر و سیاحت (*)

(*) سُورۂ بنی اسرائیل (۱۷) کے شروع میں ہے: سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝ : (۱/۱۷) (ترجمہ) پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے (محمدؐ) کو ایک رات مسجدِ حرام (خانۂ کعبہ) سے مسجدِ اقصیٰ (بیت المقدس) کی طرف لے گیا۔ جس کے گرد و نواح کو ہم نے (آسودگی، خوشحالی، سرسبزی اور شادابی کی) برکت دی تھی۔ یہ اِس لئے کہ ہم اس کو اپنی بعض نشانیاں (یعنی صحیفۂ فطرت کے اسرار) آنکھوں سے دکھلا دیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ بندۂ خدا (محمدؐ) بڑا ہی سُننے والا اور بڑی ہی گہری نظر سے دیکھنے والا ہے) (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

ہیں گئے۔ جن میں پندرہ برس کافی آسودگی اور فارغ البالی کے تھے۔ یہ سفر لامحالہ پیدل یا اونٹ کی کمر پر تھے اور ان سفروں میں بھی دنیا کو دیکھ بھال کر اُن کی سمجھ اتنی پختہ ہو گئی تھی کہ وہ بالآخر کائنات فطرت کی ماہیت، انسانوں کے احوال و افعال اور اُس قانون کو سمجھنے کی طرف مائل ہوئے جو اس دنیا میں جاری و ساری ہے۔ ذہن کی اس کیفیت نے چالیس برس کے مشاہدے اور تجربے کے بعد اُن کو غارِ حرا کی خلوت پر مجبور کیا اور اُن کو دُھن پیدا ہوئی کہ وہ اُس علم کے ذریعے سے جو اُن میں اپنی آنکھ اور کان (سمع و بصر) کے استعمال کے باعث راسخ ہو چکا تھا بنی نوع انسان کی گمراہ مخلوق کو فطرت اور خدا کے قانون سے آگاہ کرے۔ اس دُھن کے ہیجان میں پھر کچھ مدت بعد اُن کو حضرت جبرئیل نظر آئے جنہوں نے اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۞ کے الفاظ سے ذہن میں یہ بٹھایا کہ خدا اور فطرت کی نشانیوں کو سمع اور بصر سے حاصل کر کے معرض تحریر (القلم) میں لاؤ کیونکہ قلم ہی ایسی چیز ہے جس نے انسان کو وہ کچھ سکھلایا جس کا علم اُس کو اس سے پہلے نہ تھا۔

رسولؐ کے اَن پڑھ ہونے کی خطرناک غلطی!

یہاں ایک عظیم الشان اور خطرناک غلطی کہ جو مسلمانوں نے قرآن میں رسولؐ کے متعلق اُمّی کا لفظ غلط طور پر سمجھ کر از روئے عقیدت و محبت دنیا میں پھیلائی کہ وہ اَن پڑھ تھے، دُور کرنا ضروری ہے۔ ایک تاجر کے متعلق جس نے ۲۰ برس تک ہزاروں بلکہ لاکھوں روپیہ کا مال مختلف شہروں میں فروخت کیا ہو اور جو مال لیتے وقت اور مالک کو نفع و نقصان کا حساب دیتے وقت طرفین کو مطمئن کرتا ہو، یہ خیال کرنا کہ وہ اَن پڑھ تھا، قطعاً خلاف قیاس اور غلط ہے۔ غالب گمان یہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص معمولی حساب دانی اور اشیائے تجارت کے نرخوں کا ماہر یقیناً تھا بلکہ مختلف ملکوں کی زبانوں سے کافی طور پر واقف اور اُن کے باشندوں کی عادات و اطوار کو خوب جانتا تھا۔ وہ ہر ملک کے سوداگروں سے گھُل مل کر اپنے تجارتی مال کی نکاسی کی دریافت پورے طور پر کرتا ہوگا۔ اپنا روزانہ حساب مکمل طور پر رکھ کر اپنے نفع و نقصان

(بقیہ تحت المتن)

اس آیت سے واضح ہے کہ رسولؐ کے دوران سفر میں ہی جو وہ تجارت کے سلسلے میں کیا کرتے تھے انہیں صحیفۂ فطرت کو بصیرت سے دیکھنے اور اس کے اسرار ڈھونڈنے کا موقع ملا اور یہ موقع عرب کے ریتلے اور بنجر ملک میں جہاں خوشحالی کی صورت ہی نہ تھی اتنا نہ ہو سکتا تھا۔ رسولِ خداؐ کو سمیع اور بصیر کہنا اور ایک دوسرے موقع پر انسان کی تمام نوع کے متعلق نَجْعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ۞ ۲۹ (سورۂ دہر) (یعنی ہم نے بنی نوع انسان میں یہ خاصیت رکھ دی کہ وہ بڑا ہی سننے والا اور بڑی ہی گہری نظر سے دیکھنے والا ہو جائے) کے الفاظ کہنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ علم اور نباء کے حاصل کرنے کی توقع خدائے عزوجل کو صرف انسان سے ہے اس سے کمتر مخلوق سے نہیں اور نبی وہ غیر معمولی انسان تھے (بلکہ محمدؐ وہ کامل انسان تھا) جن کو یہ بصیرت بدرجہ اتم عطا ہوئی تھی۔ فتدبر۔

Marfat.com

کا پُورا اندازہ لگاتا ہوگا۔ رسول صلعم کے ساتھ کسی منشی کے ہر وقت موجود ہونے کی کوئی اطلاع کہیں سے نہیں ملی: اُدھر یہ بھی قرینِ قیاس معلوم نہیں ہوتا بلکہ وحی کے شایانِ شان ہی نہیں کہ وُہ وحی پہلا حکم رسولؐ کو اِقْرَاْ (یعنی پڑھ) کا دے اور رسولؐ پڑھ ہی نہ سکے۔ الغرض رسولؐ کے متعلق یہ بے ہُودہ عقیدت کہ وہ جاہل تھے، بے بنیاد ہے اور ان کی صریح توہین ہے۔ پہلا پیغام جو رسولؐ کو حضرت جبرئیل نے دیا، حسب ذیل تھا:-

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ(x) ۝ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ : (۹۶)

(اے محمدؐ! (اپنے سال ہا سال کے غور و خوض) کے مرحلوں کے بعد جن میں تیرے ذہن کی یہ کیفیت ہوئی ہے کہ تو خالقِ زمین و آسمان کی طرف سے پیغامِ حق کا اُمیدوار ہے) تو اپنے اُس بے مثال پروردگار کا نام لے کر (اس پیغام کو) پڑھ (جو تجھے دیا جا رہا ہے) (اور وہ پیغام یہ ہے کہ) اُس پروردگار (عظیم) نے انسان (جیسی باہوش مخلوق) کو قطرۂ منی کے (خُوردبینی) جراثیم کے ذریعے پیدا کیا۔ ہاں۔ ہاں پڑھ اور یہ سمجھ کر کہ تیرا پروردگار سب سے بڑھ کر لائقِ عزت ہے جس نے قلم کے ذریعے (انسان کے اُس) علم کو (جو وہ سمع اور بصر سے حاصل کرتا ہے) (نسلِ انسانی کو ترقی کے مدارج تک پہنچانے کے لئے) سکھلایا (اور) انسان کو (ان اشیائے فطرت کا) علم دیا جن کو وہ (اُس سے پہلے) جانتا پہچانتا نہ تھا۔

حیرت ہے کہ رسولؐ کی سب سے پہلی وحی ان الفاظ میں ہو اور ایسے ماحول میں جہاں مکہ کی سرزمین میں ہزاروں بلکہ لاکھوں میں سے ایک شخص بھی قلم کی خوبیوں سے واقف نہ ہو بلکہ لکھنے پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہ ہُوا ہو، ایک شخص قوم کو پہلا سبق قلم کا دے اور وہ سبق اس قدر بلند ہو کہ عرب کی اَن پڑھ مخلوق اُس کی عظمت کا اندازہ بھی لگا نہ سکے۔ ایسے بلند سبق کا اثر، جس کی عظمت کا اندازہ آج بیسویں صدی کی بے پناہ طور پر ترقی یافتہ مخلوق بھی پُورے طور پر لگا نہیں سکتی، اہلِ عرب پر کیا اثر ہو سکتا تھا، نہیں بلکہ ایسے شخص کے مُنہ سے ان نا سہل الفہم الفاظ کا نکلنا جو اگر وہ وحی کے مکر سے دُنیا کو اپنی طرف متوجہ کر کے اپنے پیرو ہی پیدا کرنا چاہتا تھا، انتہائی طور پر باعثِ حیرت و استعجاب ہے۔ ایک فریبی اور مکار شخص سے جو دنیا کو دھوکہ دینا چاہتا تھا یہی توقع ہو سکتی تھی کہ وہ اپنا پیغام اور پہلی وحی ایسے الفاظ میں شائع کرتا جس میں اہلِ عرب جیسی جاہل اور اَن پڑھ قوم کے سامنے خدا کی طرف سے اُس کی ذاتی فضیلت اور بزرگی بیان کی جاتی۔ لوگوں کو علی الحساب یہ ترغیب دی جاتی کہ اس شخص کو اپنا رہنما مانو، اس کو خدا کا بھیجا ہُوا پیغامبر یقین کرو۔ وہ تم سب میں سے افضل اور خدا کے نزدیک سب

(x) عَلَق کے صحیح معنی وہ جرثوم (یعنی خوردبینی کیڑا) ہے جس کے ماں کے رحم میں جانے سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ عَلَق کے معنی مضغۂ گوشت لینا لغو ہے۔

Marfat.com

سے زیادہ لائق عزت ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ایک سلیم الذہن شخص اس پہلی وحی سے ایک ہی نتیجے پر پہنچ سکتا ہے۔ وہ یہ کہ غارِ حرا کی خلوتوں میں پہلی سوچ جو اس عظیم الشان شخص کے ذہن میں سال ہا سال کے غور و فکر کے بعد آئی، یہ تھی کہ انسان کے پاس قلم ایک بہترین ہتھیار ہے جس کے ذریعے سے وہ انسان کی نوع کو علم سے مالا مال کر سکتا ہے۔(x) اُدھر انسان جیسی مکمل اور اشرف الخلق مخلوق کا منی کے خوردبینی جرثوم سے پیدا ہو کر صاحبِ سمع اور صاحبِ بصر ہو جانا آنکھ، کان، دماغ، دل اور جگر جیسے اعضائے شریفہ کا اس جرثوم کے ذریعے سے خود بخود بن جانا وہ حیرت انگیز خالقیت ہے جو انسان کو خود بخود خالق کی کمال قدرت کی طرف مائل کرتی ہے۔ حضرت خدیجہ کو جو واحد انسان اس پیغام کے سننے والی اس وقت تھی، ایسے الڑکھے اور بادی النظر میں ناقابلِ فہم پیغام سنانے کی کیا ضرورت تھی۔ رسولؐ اگر وہ مکر کرنے والا رسول ہوتا، سوچتا کہ میرے اس پیغام دینے سے میری بیوی پر جو میری رگ رگ سے واقف اور مجھے اندر تک جانتی ہے، بلکہ ایک معمولی قابلیت کی عورت ہو کر اس نے غالباً ایسے دقیق مضمونوں پر غور ہی نہ کیا ہو گا، اس پیغام کے دینے سے کیا اثر ہو گا اور وہ اس کی کیا حمایت حاصل کر سکے گا۔ لیکن رسولؐ چونکہ ان سوچوں سے بے نیاز اور بالاتر رسولؐ تھا، اُس نے بے دھڑک اور بے خدشہ اُسی دریافت کا اعلان جبرئیل کی وساطت سے کیا جو اُس کے تمام عمر کے غور و فکر کا نتیجہ تھی اور جو اُس کے نزدیک دنیا کی سب سے بڑی اور سب سے پہلی سچائی تھی جس کا اعلان ضروری تھا۔ یہ تمام واقعات جو لامحالہ رسولؐ کے حضرت خدیجہ سے پے در پے کئی صحبتوں میں اپنی دگرگوں حالت کے ہوتے جانے کے متعلق ذکر کرنے سے حضرت خدیجہ کو اپنے خاوند کے متعلق فکرمند کرتے ہوں گے، اس فکر کے بعد کے واقعات ہیں جن کو رسولؐ نے کمال بے نیازی اور پیمبری شان سے نباہا۔ رسولؐ کو کسی مکر و فریب یا تصنع سے اپنی بیوی کو اپنا حامی بنا لینے کی کیا حاجت تھی۔ وہ بلکہ زبانِ حال سے اپنی بیوی کو دعوت دے رہا تھا کہ خدیجہ بھی اس پیغام پر غور و خوض کرے جو جبرئیل نے اُس کو چالیس برس سات ماہ کے غور و فکر کے بعد دیا ہے!

کیا ایسی عظمت اور شان والا شخص جھوٹا ہو سکتا ہے!!

وحی قلب پر حقیقت کا نزول ہے، حقیقت مصدقِ فطرت ہے اور رسولؐ کے قلبِ سلیم پر القا ہے؟

اس پیغام کے بعد کہتے ہیں کہ ۱ سنہ نبوی سے ۳ سنہ نبوی کے اخیر یعنی تین سال تک رسول صلعم کو کوئی اور پیغام نہ پہنچا۔ یہ مدت اس قدر لمبی تھی کہ کوئی معمولی شخص اس التزار اور تعویق کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ اس مدت میں انتظار کرتے کرتے لڑکھڑا جاتا اور اپنے پہلے پیغام کو بھی بے حقیقت اور اپنے نفس کا وہم سمجھ کر اس تمام معاملہ کو ختم سمجھتا یا وہ اگر دھوکا باز ہوتا تو اس مدت میں اور پیغام اپنی طرف سے گھڑ لیتا۔ مگر رسولؐ اس تمام مدت میں اگرچہ بے چین تھے لیکن اپنے پہلے پیغام کو حقیقت اور اپنے سمع اور بصر کی شہادت سمجھ کر

(x) سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس طرح پر سوچنے والا شخص خود "اَن پڑھ" رہ سکتا ہے؟ (تدبّر)

Marfat.com

غارِ حرا کی خلوتوں میں لگے رہے اور قانونِ خدا کو مزید غور و فکر سے دیکھا۔ وہ غارِ حرا کے اندر کوئی آج کل کے گوشہ نشین یا "زاہد" نہ تھے کہ تسبیحیں پھیرتے یا خدا کا نام رٹتے۔ تسبیح انہوں نے ساری عمر ہاتھ میں نہ لی۔ وہ اِن خلوتوں میں صرف خدا اور اُس کے قانون کو سمجھنے کے لیے جاتے۔ اپنی پچھلی عمر کے مشاہدے اور تجربے سے جو چیز اخذ ہوتی اُس پر بار بار غور کرتے اور کائنات کے اِس حیران کُن ہنگامہ کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے۔

بعد میں جب ۵ سنہ اور ۶ سنہ نبوی تک وحی کا ایک معتدبہ حصّہ نازل ہو چکا، قرآن میں وحی کے متعلق حسبِ ذیل تشریح ہوتی کہ لوگ اِس کی حقیقت کو سمجھ جائیں اور کوئی مافوق الفطرت تخیّل اُن کے ذہن میں آ کر عدم یقین نہ پیدا کر سکے:۔

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ۝ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ۝ : (۲۶/۱۱)

اور بے شک یہ قرآن دنیا جہان کی مختلف مخلوقات کے پروردگار کا اتارا ہوا ہے۔ جبرئیل اِس کو تیرے ذہن پر تاکہ تو (انسان کو آنے والے عذاب سے) ڈرانے والوں میں سے ہو جائے، صاف اور واضح عربی زبان میں لے کر اترا ہے اور بے شک یہ پیغام (انسان کو) پہلی آسمانی کتابوں میں بھی دیا گیا تھا۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ : (۲/۱۲)

اے محمدؐ! کہہ دو کہ کون ہے جو جبرئیل کے پیغام بر ہونے (اور اس کے ذریعے سے تمہارے رسولِ خدا بن جانے) کا مخالف ہے کیونکہ درحقیقت اُس نے خدا کے حکم سے قرآن کے پیغام کو تیرے ذہن پر اتارا ہے اور وہ پیغام اِس کائناتِ فطرت کی تصدیق کرتا ہے جو اس کے سامنے ہے اور اس پر یقین کرنیوالوں کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہے۔

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ۝ : (۶۹/۲)

بے شک یہ قرآن ایک نہایت قابلِ عزت پیغامبر کا قول ہے اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں (جیسا کہ تم سمجھ رہے ہو) اِس کا بہت ہی تھوڑا حصّہ ہے جس کو تم مان رہے ہو اور نہ وہ کسی جادوگر کا قول ہے (جیسا کہ تم تہمت لگاتے ہو) بہت ہی تھوڑا حصّہ ہے جس سے تم عبرت پکڑتے ہو۔

اِن آیتوں سے واضح ہے کہ رسولؐ جو کچھ لایا اُس کے قلب پر کمال غور و فکر کے بعد وارد ہوا۔ عرب کے نزدیک قلب ہی انسان کا وہ عضوِ شریف ہے جس سے تفقہ (یعنی سوجھ بوجھ) پیدا ہوتی ہے۔ "رسولِ کریم" کے الفاظ سے مُراد جبرئیل لینا اور یہ کہنا کہ قرآن جبرئیل کے الفاظ

Marfat.com

تھے اور محمدؐ کے الفاظ نہ تھے، صریحاً غلط ہے کیونکہ جبرئیل کو کسی نے شاعر اور کاہن ہونے کا طعنہ نہ دیا تھا بلکہ یہ القاب عرب نے محمد صلعم کے لئے گھڑے تھے (دیکھو اُوپر کی آیات ۶۹/۲) علیٰ ہذا القیاس۔ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ کے الفاظ سے یہ مُراد لینا کہ قرآن پہلے صحیفوں کی تصدیق کرتا ہے' غلط ہے کیونکہ اوّلاً پہلے صحیفے تو محرّف ہو چکے تھے۔ ایسے ناقص صحیفوں کی تصدیق قرآن کو کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ ثانیاً بَیْنَ یَدَیْہِ کے معنے "سامنے" کے ہیں" پہلے وقتوں کے" نہیں ہو سکتے۔

یہ تینوں موقعے جن میں وحی کی ماہیت کی تشریح کی گئی ہے۔ سورۃ الحاقہ (۶۹) ۴ سنہ نبوی' سورۃ الشعرا (۲۶) ۵ سنہ نبوی' اور سورۃ البقرہ (۲) ۱ سنہ ہجری کے ہیں' پہلے موقعہ پر ہی واضح کر دیا کہ قرآن کریم رسولؐ کا قول ہے کسی شاعر کا نہیں۔ دوسرے اور تیسرے موقع پر زیادہ تشریح کر دی کہ رسول صلعم کے قلب (ذہن) پر جبرئیل نے خدا کی طرف سے اُتارا۔ فتدبّر۔

کشمیر کے لئے پوری ملت کیوں کر تیار ہو سکتی ہے۔

مسلمانو! جو لوگ ہمیں یہ کہتے ہیں اور جو امت یا ملت اس وقت چیخ چیخ کر یہ کہہ رہی ہے کہ ہم سب کشمیر جا کر اپنی جانیں دینے کے لیے تیار ہیں وہ مجھے بتلائیں کہ اس کا ثبوت کیا ہے کہ پوری ملت تیار ہے۔ کیا وہ ملت تیار سمجھی جا سکتی ہے جس میں بھائی سے بھائی' ہمسایہ سے ہمسایہ' مسلمان سے مسلمان' ایک سے ایک جدا ہو' جو اپنی بہوؤں' بہنوں' بیٹیوں کو لاکھوں کی تعداد میں ہندو کے ہاتھ میں چھوڑ کر ترپن سال تک خاموش بیٹھی ہو اور کشمیر کے بارے میں تو خیر کم از کم آوازیں تو آ رہی ہیں لیکن ان معصوم اور بے زبان عورتوں کے بارے میں جو وہاں ترپن سال سے ہندو کے مظالم جھیل کر اور اپنے عزیزوں کی بے وفائی پر صبر شکر کر کے بیٹھی ہیں ادنیٰ سی آواز بلند نہ ہو۔ مجھے بتاؤ کیا کشمیر کی تیاری کی نشانیاں یہ ہیں کہ ایک ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کاٹ کاٹ کر کھا رہا ہو۔ تمام دن جھوٹ' فریب' دغا بازی' جھوٹی قسموں' لوٹ مار' زنا کاری' شراب' سینما بازی میں گرفتار ہو۔ کیا وہ ملت کشمیر تو خیر ادنیٰ سی جھونپڑی بھی فتح کر سکتی ہے جس کے کسی فرد کے ادنیٰ قول پر اعتبار نہ ہو' جو ایک منٹ میں وعدہ کر کے دوسرے منٹ میں اس وعدے سے مکر جائے؟ تمہارے پاس بتاؤ کیا گارنٹی اس امر کی ہے کہ وہ چند لوگ جو چیخ کر کہتے ہیں کہ ہاں کشمیر چلو' کشمیر چلو' وعدوں میں پکے ہیں؟

حضرت علامہ مشرقیؒ

مورخہ: ۲۳' ۲۴' ۲۵ ستمبر ۱۹۵۵ء۔ جہانگیر پارک کراچی

(۲)

خانگی زندگی کے حالات

رسولؐ کے اولاد و ازدواج کا جائزہ۔ قبائلی اتحاد کے لیئے نادر تجاویز کا اجرا

استحکام ملّت کے نصب العین کا سب سفلی خواہشات پر غلبہ

لیکن پیشتر اس کے کہ اُس پیغام کی ماہیت، اُس دین کی حقیقت اور اُس حرکت کی نوعیت کو سمجھا جائے جو اس عظیم الشان شخص نے جو بالآخر دنیا کا غالبًا سب سے بڑا مصلح اعمال عملی طور پر ثابت ہُوا پیش کی جائے۔ رسول صلعم کی خانگی زندگی کے متعلق بعض حالات کو تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت اِس لئے ہے کہ اُن کے ذاتی اخلاق و اعمال، ان کی شخصی نیتوں اور اِرادوں، اُن کے اپنے کردار و افعال یا ان کی ذہنی اور جسمانی صحت کے متعلق جو شکوک و شبہات پچھلے کئی سو برس سے دوست دشمن کے ذہن میں پیدا ہوتے رہے ہیں اور جن شبہات نے رفتہ رفتہ اور نامحسوس طور پر خود مسلمانوں میں اُن کی دی ہوئی اصلی تعلیم اور پیدا کی ہوئی عملی حرکت کو ختم کر کے دینِ اسلام کو اَور مذہبوں کی طرح رسموں اور رواجوں کا مجموعہ بنا کر بے اثر کر دیا ہے، ان کا واقعات کی روشنی میں جائزہ لیا جائے اور اگر ممکن ہو تو ان کو صاف کر دیا جائے۔

سب سے پہلا خانگی واقعہ رسول صلعم کی حضرت خدیجہ سے شادی تھی جو پچیس برس کی عمر میں چالیس برس کی ایک بیوہ عورت سے جو کافی مالدار تھیں، حضرت خدیجہ کی اپنی خواہش سے اور اُن کے عزیزوں اور رشتہ داروں کی ناپسندیدگی سے ہوئی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ طاہرہ کے والد خویلد مکّہ کے ایک مشہور تاجر تھے۔ اُن کا پہلا خاوند ابو ہالہ تمیمی تھا۔ ان سے ایک لڑکا ہُوا جس کا نام ہند تھا جو بعد میں مسلمان ہُوا اور بالآخر حضرت علی کی طرف سے جنگِ جمل میں شہید ہوا۔ دوسرا نکاح عتیق مخزومی سے ہُوا اور اس کے انتقال کے صرف ایک ماہ بعد حضرت خدیجہ نے رسول صلعم سے نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ مخزومی سے غالبًا کوئی اولاد حضرت خدیجہ کی نہیں ہوئی۔ رسول صلعم سے نکاح کے تین برس بعد ایک لڑکا قاسم پیدا ہُوا اور وہ صرف دو برس(*) زندہ رہا۔ نکاح کے پانچ برس بعد (یعنی جب کہ رسولؐ تیس برس کے اور خدیجۃ الکبریٰ پینتالیس برس کی تھیں) پہلی لڑکی زینب پیدا ہوئی۔ ابھی یہ لڑکی یقینًا دس برس کی عمر کی نہ تھی کہ رسول صلعم نے اُس کا نکاح ابو العاص بن ربیع بن عبدشمس سے جو مکہ

(*) یا بعض کے نزدیک صرف اٹھارہ ماہ زندہ رہا۔

Marfat.com

کا ایک تاجر تھا، کردیا۔ ابوالعاص کی والدہ ہالہ حضرت خدیجہ کی ہمشیرہ تھی اور یقیناً یہ واقعہ حضرت خدیجہ کی اپنی خواہش سے اور بعثت (یعنی اعلان نبوت) سے پہلے کا تھا ورنہ رسولؐ اپنی بیٹی کبھی ابوالعاص سے نہ بیاہتے جو اسلام کا منکر رہا اور پندرہ برس بعد غزوۂ بدر میں ان کے خلاف جنگ کرکے قید ہوا۔ اس واقعہ سے یہ بھی ضرور مترشح ہوتا ہے کہ رسولِ خدا کو ابوالعاص کی آئندہ دشمنی کا کوئی غیبی علم اس وقت بھی نہ ہوا جب، کہ وہ زینب کی تقریباً دس برس اور اپنی تقریباً چالیس برس کی عمر میں غارِ حرا میں اکثر خلوت کیا کرتے تھے۔ اگر یہ علم ہوتا تو وہ اپنی پہلی اور نہایت نوعمر بیٹی کا نکاح ہرگز ابوالعاص سے نہ کرتے۔ دوئم یہ کہ عرب کی گرم سرزمین میں بچیوں کا نکاح نو دس برس کی نہایت چھوٹی عمر میں کردینا جو اور قوموں کے نزدیک نہایت بُرا سمجھا جاتا ہے، معیوب نہ تھا بلکہ غارِ حرا کی خلوتوں میں جو ان دنوں میں رسولِ صلعم کی واحد مصروفیت تھی، ان کو خدا کی طرف سے بھی کوئی ممانعت اس چھوٹی عمر میں بیاہ کرنے کی نہ ہوئی تھی۔ رسولؐ کی دوسری بیٹی رقیہ حضرت خدیجہ سے نکاح کے آٹھ سال بعد (یعنی جب رسولؐ تینتیس[۳۳] برس کے اور خدیجہ اڑتالیس[۴۸] برس کی تھیں) پیدا ہوئی اور بمشکل چھ سات برس کی ہوگی جب اس کو بعثت سے پہلے حضرت عثمان کے نکاح میں دے دیا گیا۔ بعثت کے وقت پہلے اسلام لانے والے حضرت خدیجہ، پھر ابوطالب کے بیٹے حضرت علی تھے (جو اس وقت بمشکل چودہ برس کے تھے اور جن کے نان و نفقہ کی ذمہ داری رسولِ خدا نے اپنے چچا عباس کی اجازت سے علی کے والد اور اپنے چچا ابوطالب سے لی تھی)۔ پھر آزاد کردہ غلام اور بعد میں متبنّیٰ زید بن حارث تھے اور شاید کچھ دن بعد ہی حضرت ابوبکر صدیق جو دوستوں میں سے تھے اسلام لائے لیکن حضرت عثمان جو رقیہ کے خاوند تھے، ان اوّلین میں سے نہ تھے۔ وہ شاید کچھ دیر بعد اسلام لائے ہوں لیکن تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا کہ رسول صلعم نے رقیہ کا نکاح حضرت عثمان سے، بعثت کے بعد کیا، جب کہ وہ اسلام لے آتے تھے۔

(بعض مورخین کا یہ کہنا کہ رقیہ کی منگنی ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوئی تھی اور ابھی رخصتانہ نہ ہوا تھا کہ اعلانِ نبوت کے بعد ابولہب نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ رقیہ کو طلاق دے دو، بہت غیر اغلب معلوم ہوتا ہے بلکہ غلط ہے۔ یہ بھی غلط ہے کہ بعثت سے پہلے رقیہ یا اُمِ کلثوم ابولہب کے بیٹے کے عقد میں آگئی تھیں اور عتبہ کے گھر میں رہیں۔ اُمِ کلثوم کی عُمر بعثت کے وقت صرف تین سال اور چند ماہ تھی۔)

رسولِ خدا کی تیسری بیٹی اُمِ کلثوم حضرت خدیجہ سے نکاح کے بارہ سال بعد پیدا ہوئی جب کہ رسولؐ کی عمر ۳۷ برس اور حضرت خدیجہ کی عُمر باون[۵۲] برس کی تھی۔ اس بڑی عمر میں ماں کا اولاد پیدا کرنا بھی غیر معمولی اور تعجب خیز معلوم دیتا ہے لیکن عرب کی سرزمین میں شاید ایسا نہ ہو۔ بعثت کے وقت اُمِ کلثوم کی عمر تین سال کچھ ماہ تھی۔ رسولؐ اعلانِ نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ میں رہے اور رقیہ کی بائیس سال کی عُمر میں ۲ سنہ ھجری میں انتقال کے بعد اُمِ کلثوم کا نکاح رسولِ خدا نے ۳ سنہ ھجری میں (جب کہ اُس کی عمر انیس برس ہوگی) حضرت عثمان ہی سے کردیا۔

اُمِ کلثوم حضرت عثمان کی زوجیت میں صرف چھ سال رہیں اور انتقال کے وقت اُن کی عمر پچیس چھبیس برس ہوگی۔ رسول صلعم کی چوتھی لڑکی حضرت فاطمہ اُن کے حضرت خدیجہ سے نکاح کے سولہ برس بعد (یعنی اعلانِ نبوت کے چند ماہ بعد) جب کہ رسولؐ کی عُمر ساڑھے چالیس برس اور حضرت خدیجہ کی عمر ساڑھے چھپن کی تھی، پیدا ہوئیں۔ یہ بات اور بھی تعجب خیز معلوم دیتی ہے اور رسولِ خدا کی جسمانی صحت کی بھی دلیل ہوسکتی ہے

Marfat.com

حضرت علی کی شادی حضرت فاطمہ کے ساتھ سنہ ۲ ہجری میں ہوئی۔ اُس وقت وہ چودہ ۱۴ برس کی تھیں اور حضرت علی انتیس تیس برس کے تھے۔ حضرت امام حسن، اُن کے لڑکے سنہ ۲ ہجری میں پیدا ہوئے۔ حضرت فاطمہ سنہ ۱۲ ہجری میں انتقال کر گئیں جب کہ اُن کی عمر بمشکل پچیس برس کی تھی۔

حضرت عائشہ کی انتہائی پاکیزہ زندگی

اِن تعجب خیز اولادوں کے بعد جو حضرت خدیجہ کی اتنی بڑی عمروں میں ہوئیں، رسول صلعم کی باقی بارہ بیبیوں میں سے (بجز ماریہ قبطیہ کے بطن سے ایک لڑکے ابراہیم کے) کسی اولاد کا نہ ہونا اور بھی تعجب خیز ہے اور غالباً اِس امر کی دلیل ہے کہ اِن شادیوں سے مقصد شہوت یا اولاد کا پیدا کرنا نہ تھا۔ حضرت ابراہیم سنہ ۸ ہجری میں پیدا ہوئے جب کہ رسولؐ قریباً اکسٹھ برس کے تھے۔ ابراہیم صرف پندرہ یا سترہ مہینے زندہ رہا۔ بالخصوص حضرت عائشہ کے بطن سے کسی اولاد کا نہ ہونا جن کی عمر رخصتانہ کے وقت صرف دس سال سنہ ۱ ہجری میں تھی، تعجب خیز ہے۔ حضرت عائشہ رسولِ خداؐ کے ساتھ کم و بیش ۹ برس رہیں اور حضرت خدیجہ کے بعد حضرت عائشہ سے اُن کی محبت بھی اشدّ طور پر مشہور رہی۔

چودہ برس سے تریسٹھ برس کی عمر تک حضرت عائشہ کے بطن سے کسی اولاد کا نہ ہونا درآنحالیکہ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے ابراہیم اُس وقت پیدا ہوا جب رسولؐ کی عمر اکسٹھ برس کی تھی، تخیّل کو زیادہ اِس طرف منتقل کرتا ہے کہ رسول صلعم کی حضرت عائشہ سے غیر معمولی محبت میں جنسی شہوت کا عنصر بہت کم تھا بلکہ حضرت عائشہ کی بالعموم علمی، اجتہادی اور مذہبی زندگی اور رسولِ خداؐ کے بعد ۴۷ برس تک اُن کا مجرّد رہنا نہ صرف اُس بہتان کو غلط ثابت کرتا ہے جو نوعمری میں مدینہ کے منافقوں نے اُن پر لگایا تھا بلکہ اِس کا روشن ثبوت ہے کہ رسولؐ کی حضرت عائشہ بنت ابوبکر سے سب بیویوں سے زیادہ محبت اُن کی علمی قابلیت کی وجہ سے تھی۔ ۶۵ برس کی عمر میں حضرت عائشہ نے سنہ ۵۷ ہجری میں انتقال کیا اور رسولؐ خدا کی تعلیم کی تبلیغ جس قدر اُنہوں نے کی، کسی اور عورت بلکہ مرد نے نہیں کی۔ نفسانیت اُن میں اِس قدر کم تھی کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے ایک لاکھ درہم اُن کی خدمت میں روانہ کئے، اُنہوں نے سب خیرات کر دیئے! رسول صلعم کا دس برس کی عمر میں اُن سے بیاہ، دشمن تو خیر، آج کل کے مسلمانوں کی نگاہوں میں بھی کھٹکتا ہے (بلکہ نامحسوس طور پر رسولِ خداؐ کے دین سے عملی طور پر گریز کرنے کا ایک بہانہ ہے) لیکن جس رسولؐ نے اپنی سات برس کی بیٹی کو حضرت عثمان کے ساتھ اور نو دس برس کی بیٹی کو ابوالعاص کے ساتھ بیاہ دیا ہو اور کسی اہل عرب نے اُن پر نکتہ چینی نہ کی ہو، اُن پر دس برس کی عائشہ کو اپنے نکاح میں لینے سے کیا جرم عائد ہو سکتا ہے؟

علاوہ ازیں حضرت ابوبکر جیسے طاقت ور دوست کو اُن کی بیٹی کو بیاہ کر تمام عمر کے لئے رفیق ایسے وقت میں بنا لیا جب کہ مکّہ والے چودہ برس سے ان کو دردناک ایذائیں دے رہے تھے اور وہ ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے، وہ صحیح قدم تھا کہ اِس سے زیادہ صحیح قدم اُٹھایا نہیں جا سکتا تھا۔ یہ محض اتفاق تھا کہ حضرت ابوبکر کی بیٹی اُس وقت صرف چھ یا سات برس کی تھی، لیکن اگر اُن کی کوئی قابلِ شادی بیٹی پچاس برس کی ہوتی تو وہ ضرور اس کو بیاہ لیتے۔ انہوں نے اِسی لئے ہجرت سے دو تین برس پہلے یہ رشتہ بھانپ لیا اور رخصتانہ دس برس کی

Marfat.com

عمر میں ہوا۔

حضرت خدیجہ کے انتقال کے فوراً بعد اور حضرت عائشہ کی آمد سے چار برس پہلے پچاس برس کی عمر میں ۱۰ نبوی میں رسولؐ نے دوسرا نکاح سودہ بنت زمعہ زوجہ سکران بن عمرو کے ساتھ کیا۔ سودہ کی عمر بھی پچاس برس تھی۔ سکران نے حبشہ کی طرف ہجرت کے دوران میں انتقال کیا۔ حبشہ کی طرف ہجرت میں جو ۵ نبوی میں ہوئی ۱۱ مردوں کے ساتھ چار عورتیں اپنے اپنے خاوندوں کے ساتھ ہجرت کر گئیں۔ ان میں سے ایک رسول صلعم کی اپنی بیٹی رقیہ حضرت عثمان کے ساتھ گئیں۔ مہاجرین حبشہ کی رسولِ خداؐ کے دل میں قدر اور محبت اس قدر تھی کہ رقیہ کی وفات کے بعد رسولؐ نے اپنی تیسری بیٹی اُمّ کلثوم کا نکاح بھی حضرت عثمان سے باندھا۔ مسلمانوں کی یہ ہجرت مکّہ والوں کی سخت ترین ایذا دہی اور مہاجرین کے شدید ترین ابتلا کے بعد واقع ہوئی تھی۔ حضرت عثمان کو اُن کے چچا نے کئی دفعہ رسیوں سے جکڑ کر مارا کہ وہ دینِ اسلام سے باز آئیں۔ مشہور حبشی موذن حضرت بلال کے آقا امیہ بن خلف نے اُن کے سینے پر بڑے بڑے پتھر رکھ کر اور تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر سزائیں دیں۔ ان حالات میں رسولؐ کے دل میں حضرت سودہ کی جتنی قدر ہوگی، اُس کا اندازہ اسی بات سے ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں ۱۰ نبوی میں حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد رسولؐ بالکل تنہا رہ چکے تھے کیونکہ زینب، رقیہ اور اُمّ کلثوم سب بیاہی جا چکی تھیں اور حضرت فاطمہ ابھی آٹھ نو برس کی تھیں اور گھر بالکل اکیلا رہ گیا تھا۔ حضرت عائشہ سے منگنی کرنے کا سوال ایک سال بعد پیدا ہوا اور چار سال بعد بھی عائشہ گھر سنبھالنے کے قابل نہ تھیں۔ حضرت سودہ رسولِ خداؐ کے ساتھ تیرہ برس رہیں۔ اُن کی نہ پہلے کوئی اولاد تھی، نہ رسولؐ سے ہوئی اور وہ ۲۲ ہجری میں ۷۵ برس کی عمر میں انتقال کر گئیں اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حضرت سودہ سے نکاح کے چار سال بعد یعنی ۱ ہجری میں رسول صلعم کی تیسری شادی حضرت عائشہ سے ہوئی جیسا کہ گزر چکا ہے۔ ان کی عمر اُس وقت دس سال تھی اور وہ گڑیا کھیلا کرتی تھیں۔ وہ ۹ ہجری میں پیدا ہوئی تھیں۔ حضرت خولہ بنت حکم نے جو حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی تھیں یہ رشتہ کرایا۔ انہوں نے رسولؐ سے پوچھا۔ انہوں نے فوراً منظور کر لیا اور حضرت عائشہ کی والدہ اُمّ رومان کے پاس آئیں اور کہا کہ میں رسول صلعم کی طرف سے منگنی کا پیغام لے کر آئی ہوں۔ حضرت ابوبکر نے بھی منظور کر لیا اور نکاح کر دیا۔ ۵۷ ہجری میں چھیاسٹھ برس کی عمر میں انتقال کیا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ جنگ بدر میں اسلامی جھنڈا آپ ہی کی اوڑھنی سے بنایا گیا اور آپ ہی کی وجہ سے تیمم کا حکم نازل ہوا۔

رسول صلعم کی چوتھی شادی ۳ ہجری میں حضرت عمر کی لڑکی حفصہ سے ہوئی۔ اُن کے پہلے خاوند خُنیس بن حذافہ تھے جو حفصہ کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کر گئے تھے لیکن حضرت عمر اُس وقت اسلام نہ لائے تھے۔ خنیس ۲ ہجری میں غزوۂ بدر میں شہید ہوئے۔ حفصہ بعثت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئی تھیں اور رسولؐ سے نکاح کے وقت اُن کی عمر اکیس بائیس سال تھی۔ خنیس کی شہادت کے بعد حضرت عمر کی بیٹی کی جو قدر و قیمت رسولؐ کے دل میں ہو سکتی تھی، ظاہر ہے۔ رسولؐ نے حفصہ سے نکاح کرنے کے ارادہ کا اظہار حضرت ابوبکر سے کیا۔ جن کی اپنی لڑکی حضرت عائشہ

Marfat.com

ایک دو سال پہلے اُن کے نکاح میں آچکی تھیں۔ اِس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں کسی کی لڑکی پر سوکن کا لانا لڑکی والے کو ناگوار نہ گزرتا تھا، نہ بہت سی شادیاں کر لینا عرب میں معیوب تھا۔ حضرت عمرؓ نے حفصہؓ کے بیوہ ہو جانے پر حضرت عثمانؓ کو شادی کے لئے کہا لیکن وہ ٹال گئے۔ اُن کو اِس رشتہ کے رَد کرنے پر غصہ آیا تو رسولؐ سے شکایت کی۔ رسولؐ نے کہا، حفصہ کو عثمان سے بہتر خاوند ملے گا اور عثمان کو حفصہ سے بہتر بیوی ملے گی۔ چنانچہ خود حفصہ سے نکاح کر لیا اور اپنی بیٹی عثمان کو دے دی۔ بہر نوع ابوبکر، عثمان اور علی سے خانگی رشتے کر کے حضرت عمر کو چھوڑ دینا جن کے اِسلام لانے پر ہی درحقیقت اِسلام اُبھرا تھا، کسی طرح رسول صلعم کو درست معلوم نہ دیتا تھا اور اِس کی تکمیل اس طرح ہو گی۔ حضرت حفصہ ایک روایت کے مطابق ۵۹ سال کی عمر میں ۴۱ھ ہجری میں اور دوسری روایت کے مطابق ۶۳ برس کی عمر میں ۴۵ھ ہجری میں انتقال کر گئیں اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

پانچویں شادی رسول صلعم نے زینب بنت خزیمہ سے ۳ھ ہجری میں کی۔ ان کا پہلا خاوند طفیل بن حارث تھا۔ پھر نکاح عبیدہ بن حارث سے ہوا جو دونوں زینب کے چچا زاد بھائی تھے۔ تیسرا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا جو غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی کوئی اولاد نہ تھی۔ یہ خاتون صرف دو تین ماہ ہی رسولِ خدا کے نکاح میں رہیں اور ۳۰ برس کی عمر میں انتقال کیا۔

چھٹا نکاح رسول صلعم نے ۴ھ ہجری میں اُمِ سلمہ کے ساتھ جن کا اصل نام ھند تھا اور جو اُمیہ بن عبد شمس (یعنی بنو ہاشم کے رقیب قبیلہ) کی بیٹی تھیں، کیا۔ اُن کے پہلے شوہر ابوسلمہ نے (جو رسولِ خدا کے رضاعی بھائی بھی تھے) اُمِ سلمہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور اوّلین اسلام میں سے تھے۔ حبشہ سے تقریباً بیس سال کے بعد واپسی پر دونوں نے مدینہ کی طرف رُخ کیا تو قریش مکہ نے اُمِ سلمہ اور اُن کے بچے سلمہ کو روک لیا۔ اُمِ سلمہ اپنے خاوند کے فراق میں ایک سال تک روتی رہیں تو بالآخر قریش نے انہیں جانے دیا۔ ابوسلمہ غزوۂ اُحد میں ۳ھ ہجری میں شہید ہوئے۔ اُمِ سلمہ اُس وقت حاملہ تھیں۔ وضع حمل اور عدت گزرنے کے بعد ۴ھ ہجری میں رسولِ خدا نے اِس مجاہدہ سے، جو پہلی بیبیوں میں سے تھیں جنہوں نے مدینہ کو ہجرت کی تھی، نکاح کیا۔ اُس وقت اُن کی عمر ۲۸ سال تھی۔ اُمِ سلمہ، حضرت عائشہ کو چھوڑ کر سب بیبیوں میں سے زیادہ عالم اور دانش مند تھیں۔ اُنہوں نے سب ازواج کے بعد بیاسی برس کی عمر میں ۶۲ھ ہجری میں انتقال کیا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

ساتواں نکاح رسولؐ نے اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش سے ۵ھ ہجری میں کیا۔ یہ اس سے پہلے رسولؐ کے آزاد کردہ غلام اور بعد میں متبنیٰ زید بن حارث کی بیوی تھیں۔ زید بن حارث کی رسولؐ کے ساتھ خانگی رفاقت اور اُن کے مجاہدانہ کارنامے تاریخ کے اوراق پر اس قدر ثبت ہیں کہ اُن کو رسولِ خدا کے چار سب سے بڑے رفیقوں یعنی حضرات ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کے ہم دوش قرار دیا جا سکتا ہے۔ زید کا ذکر قرآن میں بھی اسی نکاح کے سلسلے میں ہے اور بہتوں کے لئے باعثِ تعجب ہے۔ زاد المعاد اور تاریخ ابن ہشام وغیرہ میں زید کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے کہ وہ شام کے باشندے تھے۔ قریش کے لوگ یورپ اور شام میں تجارت کے سلسلے میں واپسی پر صدہا مسافر اور غریب لوگ جبراً پکڑ کر

Marfat.com

لے آتے تھے اور مکہ میں فروخت کر دیتے تھے۔ حضرت خدیجہ کے رشتہ دار بھی چنانچہ زید بن حارث کو پکڑ کر لائے۔ حضرت خدیجہ نے زید کو رسولؐ کے نام ھبہ کر دیا اور رسولؐ نے اُن کو آزاد کر دیا۔ زید کا والد حارث برسوں تک اپنے بیٹے کا ماتم نوحوں (×) میں کرتا رہا۔ بالآخر تلاش کرتے کرتے رسولؐ کے پاس پہنچا اور اپنے بیٹے کو واپس لے جانا چاہا۔ رسولِ خداؐ راضی تھے مگر زید نے جانے سے انکار کر دیا۔ اس انکار سے رسولِ خداؐ اس قدر خوش ہوئے کہ انہوں نے زید کو اپنا بیٹا بنا لینے کا اعلان کر دیا اور اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش کی شادی اُس سے خود تجویز کی جب کہ وہ کنواری اور انتہائی خوبصورت تھیں۔ رسول صلعم سے اُن کی شادی ۵ھ ہجری میں ہوئی اور وہ اُس وقت پینتیس[۳۵] برس کی تھیں۔ اُس وقت تک عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم نہ تھا جو ۶ھ ہجری میں ہُوا۔ اس لئے یہ انتہائی طور پر لغو تہمت ہے کہ رسولِ خداؐ نے اپنی پھوپھی زاد بہن کو ۳۵ برس تک دیکھا نہ تھا اور ایک دن اُن کو اچانک دیکھ کر تلملا اُٹھے اور زید اُن کے اشتیاق کو دیکھ کر اپنی بیوی کو طلاق دینے پر مجبور ہوئے۔ رسول صلعم سے خدیجہ کے نکاح کے وقت زینب صرف دو برس کی تھیں اور زید بن حارث کا زینب سے نکاح حضرت خدیجہ

(×) زید کے باپ حارث کا ایک نوحہ حسب ذیل ہے:۔

بکیتُ علی زید و لم ادرِ ما فعل — احیٌّ فیرجیٰ اَم اتیٰ دونہ الاجل

فواللہ ما ادری و انی لسائلٌ — اغالکُ بعدی السہل اَم غالکُ الجبل

و یالیت شعری ھل لکُ الدھر رجعۃ — فحسبی لی الدنیا رجوعکُ لی بجل

تذکرنیہ الشمس عند طلوعھا — وتعرض ذکراہ اذا غربھا افل

وان ھبّت الارواح ھیّجن ذکرہٗ — فیا طُول ما حُزنی علیہ وما وجل

ساعمل نصّ العیس فی الارض جاھداً — ولا اسأم التطواف ان تسأم الابل

حیاتیَ اَو تاتیَ علیّ مَنیتی — فکل امرئ فانٍ وان غرّہ الاَمَل

ترجمہ: مَیں زید پر رو رہا ہوں مجھے معلوم نہیں اُس کا کیا انجام ہُوا۔ آیا وہ زندہ ہے کہ اُمید کی جائے یا موت اُس کو آگئی ہے۔ بخدا مجھے معلوم نہیں کیونکہ مَیں سوالی ہُوں کہ تو کسی صحرا و میدان میں ہلاک ہُوا ہے یا پہاڑ میں۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تُو کبھی عمر بھر لوٹ کر آئے گا۔ اگر تُو واپس لوٹ کر آجائے تو بس دُنیا میں میری مُراد پُوری ہو گئی۔ طلوعِ آفتاب مجھے اُس کی یاد تازہ کرتا ہے۔ پھر غروبِ آفتاب کے وقت بھی مجھے یاد آتا ہے۔ ہَوا کے چلنے سے اُس کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ ایک طویل مدت سے اُس کے غم میں تڑپ رہا ہُوں۔ مَیں اُس کی تلاش میں سُرخ و سفید اُونٹوں کو رُوئے زمین پر دوڑا دُوں گا۔ میرے اُونٹ اُس کو تلاش کرتے کرتے تھک جائیں گے لیکن مَیں نہ تھکوں گا۔ اب مَیں اپنی زندگی اُس کی تلاش کے لئے وقف کرتا ہُوں، حتیٰ کہ مجھے مَوت آجائے۔ ہر شخص فنا ہونے والا ہے اگرچہ وہ بڑی بڑی اُمیدوں کے خواب دیکھ رہا ہو۔

Marfat.com

کے ۱۰ نبوی میں انتقال سے پہلے ہی ہوا ہوگا۔ اگر حضرت خدیجہ کے پاس خاطر سے ہی وہ اس سے نکاح نہ کر سکتے تھے تو خدیجہ کے بعد وہ فوراً اس ستائیس برس کی خاتون سے نکاح کر سکتے تھے۔ آٹھ برس مزید تک کیوں انتظار کیا؟ الغرض یہ کہانی انتہائی طور پر شر انگیز ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ خاتون قریش کے مغرور اور معزز قبیلہ کی تھیں اور اُن کا شاہ کے ایک غلام سے نکاح اُس کے لئے تمام دوران نکاح میں سوہانِ رُوح رہا۔ اِس کا نتیجہ زید سے دائمی ناچاقی کی صورت میں نمودار ہوا اور چونکہ یہ "گناہ" رسول صلعم کے ہاتھوں سرزد ہوا تھا، اِس کا خمیازہ تشفی بخش طور پر یہی ہو سکتا تھا کہ خود رسولؐ اُن سے نکاح کر لے اور چونکہ زینب مُنہ بولے بیٹے کی بیوی تھی یہ رشتہ باعثِ طعن بھی ہو سکتا تھا اس لئے جب رسول صلعم کو وحی سے اجازت ملی، عیب جیبوں کے مُنہ بند ہو گئے۔ زینب تمام عمر اِس بات پر فخر کرتی رہیں کہ رسولِ خدا سے اُن کی شادی وحی کے ذریعہ سے ہوئی۔ یہی بات اِس شادی کے حق بجانب ہونے کا ثبوت ہے اور زید کا نام بھی قرآن میں اسی اُلجھن کے باعث اور بدنامی سے بچانے کے لئے آیا۔

آٹھواں نکاح رسولِ خدا کا ریحانہ بنت سمعون سے ۵ ہجری میں ہوا جو بنو قریظہ کے ایک نہایت مالدار اور معتمد یہودی کی بیٹی تھیں اور جو سعد بن معاذ رئیس قبیلہ اوس کے فیصلہ کے بعد کہ بنو قریظہ کے سب مرد قتل کر دیئے جائیں، قید ہو کر آئی تھیں۔ بنو قریظہ کی غداری نے غزوۂ خندق کے موقع پر مسلمانانِ مدینہ کو انتہائی خطرے میں ڈال دیا تھا اور قریش کے کفار بنو غطفان کے ساتھ مل کر چوبیس ہزار کی تعداد میں مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اور بنو قریظہ کے ساتھ جو مدینے میں رہتے تھے، مل کر ساز باز کی تھی۔

نواں نکاح رسول صلعم کا جویریہ سے ہوا جن کا باپ المصطلق کا سردار حارث بن ضرار تھا۔ ان کا پہلا خاوند مسافع بن صفوان تھا۔ غزوہ بنی المصطلق میں جو ۵ ہجری میں ہوا، جویریہ قید ہو کر آئیں اور ایک صحابی ثابت بن قیس کے قبضے میں تھیں۔ انہوں نے تاوان لگا کر چھوڑنا چاہا تو رسولؐ نے تاوان ادا کر کے اپنے نکاح میں لے لیا۔ ان کی عمر اس وقت بیس سال تھی۔ ان سے کوئی اولاد نہ تھی۔ ۶۵ سال کی عمر میں ۵۰ ہجری میں انتقال ہوا۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ظاہر ہے کہ یہ خاتون خاص طور پر خوش شکل نہ تھیں ورنہ ثابت بن قیس اُن کو تاوان لگا کر چھوڑنا کبھی قبول نہ کرتے۔ رسولؐ نے قبیلے کو اپنے ہاتھ میں لینے کی وجہ سے یہ نکاح کیا۔

دسواں نکاح رسولِ خدا نے اُمِ حبیبہ بنت ابوسفیان سے کیا۔ ان کا اصلی نام رملہ تھا۔ پہلا شوہر عبید اللہ بن جحش تھا اور دونوں نے ۵ ہجری میں حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ اُن کی بیٹی حبیبہ حبشہ میں ہی پیدا ہوئی تھی۔ عبید اللہ شراب بہت پیتا تھا۔ وہیں مرتد ہوا اور عیسائی ہو گیا۔ اِس بنا پر اُمِ حبیبہ نے اُس سے ازدواجی تعلقات منقطع کر لئے۔ کچھ مدت بعد رسول صلعم کی طرف سے عمرو بن اُمیہ نکاح کا پیغام لے کر نجاشی فرمانروائے حبشہ کے پاس پہنچے۔ نجاشی نے جو اُس وقت تک خفیہ طور پر مسلمان ہو چکے تھے، خود نکاح پڑھا۔ رملہ کی عمر نکاح کے وقت ۳۶ برس تھی۔ ابوسفیان رسول صلعم کا سب سے بڑا دشمن برسوں تک رہا اور اُس کی بیٹی سے نکاح اُس وقت کرنا جب کہ وہ رسولِ خدا کے دین کی بیخ اکھیڑنے کے درپے تھے، ایک بڑی سیاسی تدبیر تھی۔ یہ وہ بی بی ہیں جنہوں نے اپنے باپ ابوسفیان کو اپنے بستر پر بیٹھنے سے منع کیا اور کہا کہ

Marfat.com

جب تک وہ مسلمان نہ ہوں گے اس بستر پہ نہیں بیٹھ سکتے جس پر رسولؐ بیٹھتے ہیں۔ یہ واقعہ سنہ ہجری میں ہوا اور ابو سفیان اگلے سال اسلام لائے۔ اُم حبیبہ نے ۷۰ برس کی عمر میں ۴۴ سنہ ہجری میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

گیارھواں نکاح رسول صلعم نے صفیہ بنت حیی بن الاخطب رئیس یہود سے کیا۔ صفیہ کا پہلا خاوند سلام بن مشکم اور دُوسرا کنانہ بن ابی الحقیق تھا۔ کنانہ جنگِ خیبر میں قتل ہوا تھا اور صفیہ قیدیوں کے ساتھ آئی تھیں۔ وحیہ کلبی نے رسولؐ سے ایک لونڈی کی درخواست کی اور انہوں نے صفیہ کو اُن کے لئے پسند کیا مگر صحابہ نے کہا کہ بنو نضیر اور بنو قریظہ کی رئیسہ صرف آپ کے لائق ہو سکتی ہے۔ انہوں نے اس کو آزاد کر کے خود نکاح کر لیا۔ صفیہ کی عمر اُس وقت سترہ سال تھی۔ سنہ ہجری میں نکاح ہوا۔ ساٹھ برس کی عمر میں انتقال کے بعد سنہ ۵۰ ہجری میں جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

رسول صلعم کی بارھویں بیوی ماریہ قبطیہ تھیں جن کو مقوقس شاہِ مصر و اسکندریہ نے سنہ ہجری میں بطور تحفہ بھیجا تھا۔ اُن کے بطن سے سنہ ہجری میں ایک لڑکا ابراہیم پیدا ہوا جو پندرہ یا سترہ ماہ کے بعد سنہ ہجری میں انتقال کر گیا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ماریہ سے رسول صلعم کے ازدواجی تعلقات خفیہ تھے اور وہ اُن سے باقی ازواج کے علم کے بغیر ملتے تھے اور ماریہ کے بیٹے کی وجہ سے ہی ازواجِ رسولؐ میں فساد سنہ ۹ ہجری میں ہوا تھا۔ یہ قیاس صریحاً غلط ہے کیونکہ فساد تو ایک سال پہلے سنہ ہجری میں پیدا ہونا چاہیئے تھا۔ دراصل فساد کی وجہ اور تھی جس کا ذکر آگے آئے گا۔

تیرھواں اور آخری نکاح رسول صلعم نے میمونہ بنت حارث سے کیا۔ ان کا پہلا خاوند مسعود بن عمرو الثقفی تھا۔ پھر ابُورہم سے شادی ہوئی۔ اُس کے مرنے کے بعد سنہ ہجری میں جب رسول صلعم نے عمرہ کیا تو اُن کے چچا حضرت عباس نے میمونہ سے شادی کرنے کی تحریک کی۔ اس وقت اُن کی عمر اکاون برس تھی اور مقصد خالد بن ولید کو جو اسلام کا بڑا دشمن اور میمونہ کا سگا بھتیجا تھا، کسی طرح اسلام میں داخل کرنا تھا۔ اس کی تفصیل آگے چل کر اپنے موقع پر آئے گی۔ میمونہ نے ۹۵ برس کی عمر میں سنہ ۵۱ ہجری میں اسرف میں انتقال کیا۔ شادی بھی اسرف میں ہوئی تھی اور وہیں دفن ہوئیں۔

ہم عصر دشمنوں نے کم از کم شہوت پرستی کا الزام رسولؐ پر نہ لگایا!

رسول صلعم کے اِن حیران کُن خانگی حالات کو سرسری نظر سے دیکھ کر ضرور تعجب ہوتا ہے کہ پچاس برس کی عمر تک جس شخص نے پُورے پچیس برس، چالیس برس سے پینسٹھ برس کی بیوہ بیوی پر جو دو خاوند پہلے کر چکی ہو، قناعت کی ہو اور اس تمام دَور میں اُس پر ایک دفعہ بھی شہوت پسندی اور زن پرستی کا الزام نہ لگا ہو، اس شخص کو اپنی سترہ سال کی بقایا عمر میں بارہ عورتوں سے پے در پے نکاح کرنے سے کیا غرض تھی۔ ان عورتوں میں صرف ایک کنواری اور نہایت کم عمر تھی۔ ایک کے پہلے تین خاوند تھے، ایک کے دو، باقی سب غالباً ماریہ قبطیہ کے سوا بیوہ تھیں۔

Marfat.com

دو کی عمر پچاس سال یا زیادہ تھی۔ باقیوں کی عمریں اکیس، تیس، چوبیس، پینتیس، بیس، چھتیس، سترہ تھیں۔ سوائے دو کے باقی سب پہلے خاوندوں سے بھی بے اولاد تھیں اور رسول صلعم سے نکاح کے بعد بھی بے اولاد رہیں۔ یہ منظر یقیناً شہوت کی شدت یا زن پرستی کا نظر نہیں آتا اگرچہ رسولؐ نے علانیہ طور پر یہ بھی کہا کہ مجھے عورت اور خوشبو سے محبت ہے۔ اگر یہ ہوتا تو یقیناً عرب دشمنوں بالخصوص منافقوں کا سب سے بڑا الزام یہ ہوتا کہ محمدؐ نے دینِ اسلام کا ڈھونگ عورتوں کو اپنے گرد جمع کرنے کے لئے رچایا ہے۔ لیکن عرب مخالفوں نے کاہن، ساحر، مجنون، مفتون، پریشان خیال، ڈھکوسلے مارنے والا وغیرہ کے خطاب رسولؐ کو ضرور دیئے لیکن اُن کا خیال اِس الزام کی طرف منتقل نہ ہو سکا۔ اِس تصریح کے بعد جو ناقابلِ رد ہے، رسولِ خداؐ کی اوپر کی خانگی تصویر کا مطالعہ کسی اور نقطۂ نظر سے کرنے پر انسان مجبور ہو جاتا ہے اور وہ صاحبِ نظر سے مخفی نہیں رہ سکتا کہ اِس بھان متی کا کنبہ جوڑنے سے رسولؐ کا مدعا اہم لوگوں اور معتدد قبائل کی حوصلہ افزائیاں اور جاں نثار اشخاص پیدا کر کے دینِ اسلام کی تحریک کو غالب کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔

سلامتی کا راستہ

خاکسار تحریک کی آواز سنو! اور سمجھنے کی کوشش کرو!

خاکسار تحریک یہ ہے کہ محلہ وار جماعتیں پیدا کرو۔ دس آدمیوں کو ایک قطار میں کھڑا کر کے حکم ماننے کا سلیقہ سکھاؤ۔ ان کو پابندی وقت کا درس دو، خود اس محلے کے سردار بنو۔ ان میں ایک آواز پر جمع ہو جانے کی حس پیدا کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی تعریف انما ھوا السمع و الطاعۃ کی تھی یعنی اسلام صرف حکم سننا اور اس کی تکمیل کرنا ہے اس لئے مسلمان میں پھر یہ خیال پیدا کر دو کہ جمع ہو کر صرف مارچ کرنا بھی اسلام ہے کیونکہ قوت کا اندازہ لگتا ہے۔

☆ سردار کے حکم پر دس قدم چلنا اسلام ہے۔

☆ سردی اور گرمی کی تپش میں میلوں مارچ کرنا اسلام ہے۔

☆ ماں، باپ، بھائی، بہن اور زن و فرزند جاہ و دولت سب کی محبتوں کو چھوڑ کر اور سب بتوں کو توڑ کر بے غرض اکٹھے ہو جانا اسلام ہے۔

☆ برسوں اور مہینوں تک ایک ہی حکم کو مانتے رہنا اور نرا مارچ کرتے رہنا اسلام ہے۔

یہ سب اس لئے کہ یہ سب عمل قوم کو طاقتور کرتے ہیں۔ اس کی جنگی قوت پیدا کرتے ہیں۔

(حضرت علامہ المشرقیؒ)

Marfat.com

(۳)

رسولؐ کی جنسی جسمانی اور ذہنی صحت کے متعلق

مسلمان کے دل میں قطعی مگر نا محسوس شکوک کا ازالہ!

قرآن کے متعلق رسولؐ کی "خوش فہمی" کا شک منطقی طور پر غلط ہے!

دُوسرا مسئلہ جو اسی قدر اہم ہے کہ رسول صلعم کو جس خاص طریقہ سے وحی نازل ہوتی تھی، اس کے متعلق شکوک ہیں کہ ان کی صحت جسمانی درست نہ تھی یا کم از کم اُن کو کوئی ذہنی یا دماغی بیماری تھی جو عود کر آتی تھی اور وہ اس کو "وحی" سے تعبیر کرتے تھے۔ پچیس برس تک کی ایک بیوی حضرت خدیجہ سے مسلسل پانچ یا چھ بچوں کا تندرست پیدا ہونا اور تمام عمر تندرست رہنا اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ ہر طرح صحت مند تھے بلکہ انہیں کوئی جنسی یا مردانہ بیماری بھی نہ تھی۔ اُن کی اپنی اکسٹھ برس کی عُمر میں ماریہ کے بطن سے لڑکے کا پیدا ہونا کم از کم ان کی جنسی تندرستی کا مزید ثبوت ہے۔ دماغی بیماری اگر ان میں ہوتی تو یہ عظیم الشان شخص اس کمال تدبر، حوصلہ اور استقامت سے اپنے تمام دشمنوں پر مکمل فتح حاصل نہ کر سکتا تھا۔ ایک عالمگیر اور انتہائی طور پر سلجھا ہوا قانون پیش نہ کر سکتا۔ اپنی تیئس برس کی جانکاہ اور زہرہ گداز زندگی میں کئی دفعہ بیمار اور کئی دفعہ بے ہوش ہوتا۔ برخلاف اس کے رسولؐ کی تمام زندگی میں ان کو سوائے مرض الموت کے کسی ایک دفعہ بھی بیمار نہیں سنا گیا اور اگر وہ وحی کے دوران میں "بیمار" نظر آتے تو اُن کے فدائی اُن کی بیماری کی ایک ایک تفصیل قلمبند کرتے۔ سب غزوں میں جن میں وہ بذات خود شریک تھے اور ان میں صدہا میل سفر کیا بلکہ مہینوں اور ہفتوں تک میدان جنگ میں رہے، کسی ایک دفعہ بھی اُن کو کسی نے بیمار نہیں پایا۔ مدینے کی بخار کی وبا میں جو مسلمان مہاجروں پر پہلے برس آئی صرف رسولؐ خدا ہی بخار سے بچے رہے۔ وہ انتہائی شخصی جوانمردی اور شجاعت جو اس مردِ خدا نے غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ خندق، غزوۂ حنین، غزوۂ تبوک وغیرہ کے نازک موقعوں پر دکھائی، عرب کی شدید ترین اعصاب کُش آب و ہوا (x) میں اس بہادر کی کامل دل جمعی، پوری صحت بدن، غیر معمولی اطمینان طلب اور تہور کے علاوہ انتہائی مضبوط اعصاب کے مالک ہونے کی زندہ مثال ہے۔ جو نتیجہ

(x) مصنف کھلا اقرار کرتا ہے کہ وہ ۲۸ راگست ۱۹۵۲ء سے ۱۲ ستمبر تک مکہ اور مدینہ میں حج کی غرض سے رہا لیکن باوجود سخت جان ہونے کے ان ٹھنڈے مہینوں کی گرمی بھی برداشت نہ کر سکا اور بیمار ہوا۔

اِن جستہ جستہ واقعات اور خانگی حالات سے جو اُوپر بیان کیے گئے ہیں، یقینی طور پر مترشح ہوتا ہے کہ عرب کا یہ انتہائی طور پر غیر معمولی شخص اور پچاس برس کی عمر کے بعد بارہ عورتوں کا خاوند انتہائی طور پر ضبطِ نفس کا مالک، انتہائی طور پر صحیح دماغ، انتہائی طور پر صحت مند انتہائی طور پر شجاع، انتہائی طور پر صاحب تدبیر اور مردِ میدان تھا جس کی اِن خاصیتوں کے حامل دنیا میں بہت کم اشخاص گزرے ہیں۔

تیسرا شک جو رسول صلعم کے متعلق غیر مسلموں کے علاوہ چنگے بھلے عقیدت مندوں یا آج کل کے مغرب زدہ مسلمانوں کو اپنی بے عملی اور تن آسانی کے لمحوں میں نامحسوس طور پر وارد ہوتا ہے یہ ہے کہ رسول صلعم کا دعویٰ کہ قرآن خدا کی طرف سے نازل ہُوا تھا، غلط ہے یا کم از کم مبالغہ ہے۔ اُن کے دل کی گہرائیوں میں یہ ہے کہ غالباً یہ رسُولؐ کی "خوش فہمی" تھی کہ انہوں نے ایسا سمجھ لیا۔ غالب امر یہ ہے کہ اُنہوں نے قرآن خود تصنیف کیا۔ مسُلمانوں یا غیر مسُلموں کی طرف سے اِس شک کی تغلیط قطعی طور پر اِس امر سے ہوتی ہے کہ قرآن کا اسلوب بیان، اُس کی عبارت آرائی کا طریقہ، اُس کی پُرزور زبان اور کسی حقیقت یا واقعہ کو ظاہر کرنے کا نہج، اس کے الفاظ کی شوکت اور بیان کا وقار رسولِ خدا کی کسی بیان کی ہُوئی حدیث سے قطعاً نہیں ملتا۔ جس شخص نے قرآن اور حدیث دونوں دیکھے ہوں، دونوں کی عبارتوں کو قطعی طور پر پہچان سکتا ہے۔ ایک ہی مصنف سے یہ ناممکن ہے کہ وہ اپنے روزمرّہ کلام اور لکھی ہوئی تصنیف یا تقریر اور تحریر میں اِس قدر بیّن تفاوت مدۃ العمر قائم رکھ سکے۔ رسولِ خدا کے رائج خطبے بھی اِس امر کی تائید کرتے ہیں کہ اُن کی تقریروں کا انداز قرآن کے طریقِ بیان سے قطعی طور پر مختلف ہے۔

Marfat.com

(۴)

رسولؐ کا دیا ہوا پیغام کوئی مذہب نہ تھا بلکہ عالم آرا اور عالمگیر حرکت کا اجراء تھا!

اس کا مقصد بنی نوع انسان کو متحد کر کے غالب کرنا اور بعد ازاں مقصد پیدائش کائنات کو حاصل کرنا تھا!

ان تیرہ بیویوں میں سے جن کا ذکر اوپر گزرا، ہر ایک کے متعلق نہ معلوم رسول صلعم کے ذہن میں کیا تجویزیں تھیں جن کی وجہ سے انہوں نے ان کو اپنا رفیق حیات بنایا، کس حوصلے، پامردی اور قوت ارادی سے اتنی عورتوں کے جھگڑے کو اپنی خانگی زندگی کے نئے وبال اور دنیا کا بڑا جنجال نہ سمجھا یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو صحیح افق نظر سے وہی شخص دیکھ سکتا ہے جو اولوالعزم ہو۔ معمولی انسان ایسی تدبیر کو یکسر غلط اور نقصان دہ قرار دے گا اور کبھی اس کی طرف اقدام کی جرأت نہ کر سکے گا۔ لیکن جیسا کہ آگے چل کر واضح ہو گا سرزمین عرب میں نبیؐ کی وہ تحریک جو اس نے پیدا کی اور جس کو اس کے پیرو چودہ سو برس سے بودھوں، یہودیوں، عیسائیوں وغیرہ کی طرح ایک "مذہب" سمجھ کر اور مدت سے رسموں اور رواجوں، داڑھیوں اور استنجاؤں، تسبیحوں اور وردوں، نمازوں اور مصلاؤں کے چکر میں ڈال کر اس حرکت کی روح کو ختم کر چکے ہیں اور دنیا و مافیہا کو خیرباد کہہ کر اخروی جنت کے خوابوں میں لگے ہیں، وہ تحریک تھی جس کا مقصد تو خیر، اس کے ڈھانچے کا خواب و خیال تک بھی اس کے پیروؤں میں قرنوں سے نہیں رہا۔ اس حرکت اور نہضت کا صحیح اور اصلی خاکہ اسی وقت ذہن میں آ سکتا ہے، نہیں بلکہ قرآن عظیم جو اس نبیؐ کا دعویٰ ہے کہ خدا نے بھیجا صحیح طور پر اور قلبی یقین کے ساتھ اس وقت تک خدا فرستادہ سمجھا نہیں جا سکتا جب تک کہ نبیؐ کی تیئیس برس میں پیدا کردہ حرکت کے تمام واقعات تاریخ وار قلمبند کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی لائی ہوئی وحی کے ٹکڑوں کو بھی ان واقعات کے ساتھ رکھ کر یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ قرآن اور نبیوں کی کتابوں کی طرح کوئی مذہب یا الگ جماعت پیدا کرنے کے لئے نہیں آیا تھا بلکہ اس کا مقصد جان و مال پر کھیل جانے والی ایک ایسی ناقابل شکست تنظیم پیدا کرنا تھا جو روئے زمین کی باقی سب جماعتوں اور دینوں پر مکمل غلبہ حاصل کر کے سب انبیا کے ناموں پر پہلے پیدا ہوئے ہوئے تفرقے مٹا دے اور تمام بنی نوع انسان کو بلا تفریق رنگ و مذہب اس عظیم الشان، اس ہوش ربا اور روح افزا، اس ولولہ انگیز اور حیات افروز مقصد کے لئے متحد العمل اور سرفروش کر دے جس مقصد کے لئے فاطر السموات والارض نے اس لامحدود کائنات کو پیدا کیا تھا۔ قرآن، چونکہ تاریخ ثابت کرتی ہے کہ وہ بنی نوع انسان کو خدا کا آخری پیغام اس وقت تھا جب کہ انسان

ادنیٰ حیوانوں اور ادنیٰ قسم کی تہذیبوں سے ارتقا کر کے بہ حیثیت مجموعی کافی طور پر متمدن اور مہذب ہو چکا تھا، نیز چونکہ قرآن کا بنی نوع انسان سے خطاب بھی اور آسمانی صحیفوں کی حیثیت مانند براہ راست خدا کی طرف سے اور صیغۂ متکلم میں تھا، اس لئے ایسے آخری پیغام میں لازم تھا کہ خدا انسان پر واضح کرتا کہ میں نے فطرت کے اس عظیم الشان کارخانے کو کس مقصد کے لئے پیدا کیا اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انسان کے کیا فرائض ہیں جو اس پر لازم آتے ہیں۔

اسلام کو عالم آرا حرکت ثابت کرنے کے بغیر قرآن کا پیغامِ خدا ثابت کرنا محال ہے!

الغرض نبیؐ کی قرنِ اوّل میں چلائی ہوئی تحریک جو تیئس برس تک نبیؐ نے خود چلائی اور ان کے بعد کئی قرنوں تک عالمگیر بن جانے کی کوشش میں نبیؐ کے پیدا کئے ہوئے عظیم الشان انسانوں نے چلائی، کوئی "مذہب" بنانے والی، یا محمدی جماعت پیدا کرنے والی، یا یہودیوں اور عیسائیوں اور بودھوں وغیرہ کی طرح دینی گروہ قائم کرنے والی تحریک نہ تھی جس کے چکر میں مسلمان آج خود پھنس کر اس کو ایک مذہب بنائے بیٹھا ہے اور اس "مذہب" کو آسمان سے آسان تر بنانے میں مشغول ہو کر جنت کے خوابوں میں مگن ہے بلکہ وہ خلاقِ ارض و سما کی طرف سے صرف عرب نہیں، بلکہ انسان کی پوری نوع کو اپنی لپیٹ میں لینے کی ایک تحریک تھی تاکہ اس پوری نوع سے خدا مقصدِ پیدائش کائنات تک پہنچنے کا کام لے۔ جب تک دو اور دو چار کی طرح رسول صلعم کے لائے ہوئے پیغام یعنی قرآن کو اس کے اصلی رنگ میں لا کر یہ ثابت نہ کر دیا جائے، نہ رسولؐ کو سچا نبی ثابت کیا جا سکتا ہے اور نہ قرآن کے خدا کا پیغام ہونے کے بارے میں کوئی قطعی یقین پیدا ہو سکتا ہے۔

قرآن کی موجودہ ترتیب علی الحساب اور بے منطق و معنی ہے!

لیکن قرآن اپنی اس موجودہ ترتیب میں جو قطعی طور پر علی الحساب اور بے منطق ہے، ایک نہایت پریشان دفتر نظر آتا ہے جس کا کوئی سرا کسی دوسرے سرے سے نہیں ملتا۔ جس کی کائنات خیالات پریشان سے زیادہ معلوم نہیں دیتی، جس میں تکلیف دہ انتشار اور پریشان کن اعادات ہیں جو ذہن پر ناگوار گزرتے ہیں۔ جس میں ایک ہی مضمون کو تکلیف دہ طور پر بار بار دہرانے کی منطق نظر نہیں آتی۔ جس کی ہر سورت سیاق و سباق اور احوالِ وقت سے الگ ہو کر تبرکاً پڑھی جاتی ہے اور پتہ نہیں لگتا کہ کن حالات کے ماتحت نازل ہوئی تھی اور کس ضرورت کے ماتحت کس واقعے کو دہرایا گیا، جس میں ربط نہیں، دلیل نہیں، صغریٰ کبریٰ نہیں، تجویز و تدبیر نہیں، کوئی چونکا دینے والا پیغام نہیں، کچھ وہ نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ رسولِ خدا نے کیونکر ایسے سرفروش اور جانباز انسان پیدا کر لئے جو کفارِ عرب کو پچھاڑ کر رہے۔ وہ کچھ نہیں جو قیامت تک دنیا کو دم بخود کر دے اور خدا کے پیغام کو سمجھنے اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے انسان کو گرما گرم کر دے! میرے نزدیک اور ہر سلیم الذہن انسان کے نزدیک یہ خدا کے پیغام کے ساتھ بڑی بے انصافی ہے کہ جس ترکیب و ترتیب سے وہ انسان کے پاس آ کر دنیا کو تہ و بالا

Marfat.com

کرنیوالی جماعت قرنوں اور صدیوں تک پیدا کر جائے، اُس ترتیب و ترکیب کو برقرار نہ رکھا جائے، نظرانداز کر دیا جائے بلکہ اُس کا نام و نشان مٹا دیا جائے اور جب اُس تہ و بالا کر دینے والی جماعت کا ماحول دنیا سے ختم ہو جائے تو آنے والے لوگوں کو وہ وحی گڈمڈ کر کے علی الحساب پڑھنے کے لئے دے دی جائے کہ جاؤ اس پہیلیاں کو حل کرتے پھرو کہ عرب کے رسولؐ نے کیونکر وہ ایمان والے لوگ پیدا کر دئیے تھے۔

ادھر قرآن کے بارے میں یہ دقت ہے تو اُدھر قرآن کو لانے والے رسولؐ کے بارے میں یہ بات بار بار تعجب خیز معلوم دیتی ہے کہ اس شخص نے پچیس برس تک صرف ایک بیوی سے گزران کرنے کے بعد تیرہ برس کے اندر اندر بارہ عورتوں کو گھر میں ڈالا۔ تعجب خیز معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک کے ساتھ جس کی عمر صرف دس برس تھی، شادی کی۔ تعجب خیز معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اپنی دس برس سے کم عمر کی بیٹی کی شادی ایک تاجر ابوالعاص سے کر دی جو بعد میں اُس کی نبوت کا بڑا دشمن دیر تک رہا۔ ممکن ہے کہ اُس دشمنی کا باعث ہی یہ رشتہ ہوا ہو اور ابوالعاص کو چڑ ہو گئی ہو کہ کیوں ایسے شخص کو نبی مانوں جس کی لڑکی میرے قابو میں ہے۔ ان سب سے تعجب خیز یہ کہ عمر کے آخری تیرہ برس میں ان بارہ بیویوں کے یکجا ہونے سے کوئی بڑی اُلجھن یا بڑے خانگی جھگڑے گھر میں پیدا نہیں ہوئے جو نبیؐ کی زندگی کو اجیرن کر دیتے۔ نبیؐ کے گھر میں اگرچہ بیویوں کی دو پارٹیوں کا ذکر حدیث میں ہے اور لکھا ہے کہ ایک گروہ میں عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ اور دوسرے گروہ میں باقی سات بیگمیں تھیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جس خوف و ادب سے ایک گروہ اپنی شکایتیں نبیؐ کے حضور میں گزارتا اور جس رعب و وقار سے نبی صلعم اُن کی شکایتوں کا مختصر سا جواب دے کر اُن کو چپ کرا دیتے، اُس عظیم الشان شخص کی انتظامی قابلیت اور معاملہ فہمی کی عجیب مثال ہے۔ کامل غور و خوض کے بعد اگر کوئی شخص کسی تسلی بخش نتیجے پر پہنچ سکتا ہے تو یہ ہے کہ جو حالات رسول صلعم کو پیش آئے تھے ایسے تھے کہ اس طرح کا اقدام کرنے کے بغیر چارہ نہ تھا۔ ہم عصر عرب جو رسولؐ خدا کو سچے طور پر خدا کی طرف سے آیا ہوا نبی سمجھنے کے بعد انتہائی بے سروسامانی اور بے بسی میں اسلام کو سربلند کر رہے تھے اس اقدام کو پورے طور پر سمجھتے تھے اور اُن پر بدگمانی نہ کرتے تھے اور آج اگر کوئی مسلمان اسلام کے لئے سوئی چبھونے کے لئے تیار نہیں ہوتا اور رسولؐ کا نام آنے پر صرف انگلیاں چوم لیتا ہے تو اس کی وجہ اسی قسم کی بدگمانیاں ہیں جو نبیؐ کی ذات اور اُس کے دین پر نامحسوس طور پر کی جا رہی ہیں؛

مغربی تہذیب کی خانہ برانداز تعلیم اور اُس کے ذریعے دین اسلام کی بیخ کنی:

لیکن قرآن اور رسولؐ کے سچ ہونے کا یقین ہونا تو الگ رہا، مغربی تہذیب کے اِس خانہ برانداز زمانے میں جب کہ دو سو برس سے محکوم مشرق نے فرنگی سے خوف زدہ اور مرعوب ہو کر اُس کی ہر برائی کو نقل کرنے کی کوشش کی اور اس تندہی سے کی کہ مجھے شک سا پڑتا ہے کہ قرآن میں یہودی قوم کو ایک جگہ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ کے حکم میں (یعنی پھر وہ لوگ جب اپنے اخلاق

Marfat.com

اعمال کی سب نیکیاں کھو بیٹھے تو ہم نے اُن کو حکم دیا کہ ذلیل بندر بن جاؤ)۔ بندر کے لفظ کے ساتھ خاسئین کی صفت لگانا شاید اسی نقالی کی ذلیل صفت کو نمایاں کرنے کے لئے تھا اور یہود بھی محکوم ہو کر اسی طرح کے ذلیل حیوان ہو گئے ہوں گے کہ وہ اپنے حاکموں کی ہر بُرائی کی نقل کرتے ہوں گے۔ اِس نقالی نے بالخصوص پاکستان کے کچھ حرف پڑھے ہوئے مسلمانوں میں قرآن اور رسول صلعم سے علیحدگی کی شدت اِس قدر ہو گئی ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ قرآن کو پُرانا ڈھکوسلا اور رسولؐ کو ایک جاہل اور بدّو قوم کا پُرانا اَن پڑھ سردار سمجھ کر اُن کو نظرانداز کرتے ہیں بلکہ سرے سے خُدا کی ہستی سے اس لئے منکر ہیں کہ انگریز کے مُنہ سے اُنہوں نے خدا کے ہونے کا اقرار نہیں سُنا! پچھلے دو سَو برس سے مسلمانوں کو دینِ اسلام سے برگشتہ کرنے اور ایمان کی عملی قوتوں کو ساکن کرنے میں انگریز کے طلسم کی یہ قوت سب سے زیادہ کارفرما رہی ہے حتیٰ کہ اب قریباً سب اسلامی ممالک مغرب کی تہذیب کے جادُو کا شکار ہو چکے ہیں۔ ان حالات میں اگر مسلمان نے خدا کے ہونے کا ہی قلبی انکار کر دیا تو قرآن اور رسولؐ کا وجود کہاں باقی رہ سکتا ہے؟ ابھی دو ہفتے نہیں ہوئے (×) کہ پاکستان کی ایک عدالت میں پولیس کی طرف سے ایک مقدمہ کسی نابکار مسلمان تاجر کے خلاف پیش ہُوا کہ اس کی دُکان سے مادر زاد ننگی عورتوں کی مختلف اطراف سے لی ہوئی تصویروں کی تیرہ کتابیں نکلیں جن کو یہ تاجر پاکستان کے نوجوانوں میں بیچ کر فحاشی کا مرتکب ہُوا، لہٰذا اِس کو سزا دی جائے۔ اس عدالت کا قاضی بھی کوئی مغرب زدہ بدمعاش ہو گا جس نے اِس گندگی کو اُچھالنے اور پاکستان کے طُول و عرض میں زن پرستی کو اور رائج کرنے کے لیے "گواہ" طلب کئے کہ آیا ان مادر زاد ننگی تصویروں کو فروخت کرنا فحش ہونے کی تعریف میں آسکتا ہے یا نہیں! اِس مقدمہ میں ایک گواہ پیش ہُوا جو پاکستان کے سب سے بڑے تعلیمی کالج کا سب سے بڑا منتظم یعنی پرنسپل تھا۔ اس پرنسپل کا نام یعنی "دین کا چراغ" بھی اتفاق سے ایسا عجمی عربی (××) تھا کہ اِس نام نے اس کی گواہی پر چار چاند لگا دیئے۔ عدالت نے تصویریں دکھا کر اس پروفیسر کو جو غالباً ریاضی کا پروفیسر تھا، پوچھا کہ آیا یہ تصویریں ان عوام الناس کو جن کی طبیعت بداخلاقی اور بدمعاشی کی طرف مائل ہو، زن پرستی اور بدکرداری کی طرف راغب کر سکتی ہیں؟ اس "دین کے چراغ" نے جو دو حروف انگریزی اور ریاضی کے پڑھا ہُوا تھا اس خیال سے کہ پاکستان کا تعلیم یافتہ طبقہ اس کو ایک بڑا عظیم الشان پروفیسر اور ارسطو اور افلاطون جیسا بڑا فلسفی سمجھے گا، اپنے کمالِ خُبثِ ذہن سے فوراً جواب دیا کہ اِس کے خیال میں یہ تصویریں فحش نہیں! اس کے واسطے اِس سوال کا جواب دینا مشکل ہے کہ آیا مادر زاد ننگی عورت کی تصویر جو آرٹ (ہُنر) کے طور پر پیش کی گئی ہو، اوسط پاکستانی کی حسِ شرافت کے نقیض ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یہ عکسی تصویریں جو عدالت میں پیش ہیں "آرٹ" کے مایۂ ناز کام ہیں جن سے دُنیا میں خوبصورتی پیدا ہوتی ہے اور بدصورتی کو شکست ہوتی ہے! عدالت نے پھر بدمعاشی کا اور ڈھنڈورا پیٹنے

(×) یہ تحریر ۲۵ جنوری ۱۹۵۸ء کو لکھی گئی۔

(××) چراغ الدین کی ترکیب غلط ہے کیونکہ چراغ فارسی ہے اور دین عربی۔

Marfat.com

کے لئے نہایت بے حیائی سے اِس پروفیسر کو پوچھا کہ آیا وہ ایسی تصویر کو جس میں ایک مرد ایک عورت کے ساتھ مباشرت کے فعل میں لگا ہو "آرٹ" کا ایک ایسا مایہ ناز کام خیال کرتا ہے جسے فحش قرار نہیں دیا جا سکتا؟ اِس دینِ اسلام کے نُور نے کہا کہ یہ ہو سکتا ہے کہ "آرٹسٹ" (یعنی اِس ہنر کو تصویر کے لباس میں لانے والا شخص) مباشرت کے فعل کو اِس طریقے سے پیش کرنے میں کامیاب ہو جائے کہ وہ "آرٹ" کہلائے اگرچہ عوام کی زبان اس کو فحش ہی کہے! عدالت نے پھر اس پروفیسر کو دُکھ دینے کے لئے برجستہ سوال کیا کہ آیا تم اس کو پسند کرتے ہو کہ یہ تصویریں اپنے شاگردوں کو دکھلاؤ۔ پروفیسر نے جواب دیا کہ یہ تو ایک علمی مسئلہ ہے جس کے بارے میں مشاہدہ کرنے کے بعد ہی اعداد وشمار معلوم ہو سکتے ہیں کہ ایسی تصویروں سے کتنے شاگردوں نے اچھا اور کتنوں نے بُرا اثر لیا؟ اور یہ معاملہ بڑا وقت چاہتا ہے۔ عدالت نے پھر اِس بدطینت پروفیسر سے پوچھا کہ آیا وہ جانتا ہے کہ قرآن اس کے متعلق کیا کہتا ہے؟ اُس نے نہایت فخر اور بے اعتنائی سے جواب دیا کہ اُسے معلوم نہیں کہ مقدس قرآن ان تصویروں کی نمائش کو ممنوع قرار دیتا ہے یا نہیں!

مجھے اِس ناگوار حکایت کے بیان کرنے سے یہ مقصود ہے کہ اِس مُلک میں جس کو دُنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کہا جاتا ہے' اس کے سب سے بڑے کالج کے سب سے بڑے اُستاد کا ذہن کس قدر گندگی اور ذلت سے بھرا ہے اور وہ صرف اِس لئے کہ وہ مغربی تہذیب سے مرعوب ہے اور اُس کی تقلید کرنا باعث فخر سمجھتا ہے۔ ان حالات میں سمجھ میں آسکتا ہے کہ مسلمان رسولؐ اور قرآن کے بارے میں کدھر کو جا رہا ہے اور دس سال کے اندر یہاں کے نابکار، بدکردار اور بے علم و بے ہنر حاکموں نے پاکستان کو ذلت اور کمزوری کے کس گہرے گڑھے میں ڈال دیا ہے۔ اس رُجحان کے ہوتے ہوئے مُسلمانوں میں تیرہ سو ستر برس کے بعد قرآن اور رسولؐ تو خیر، خود خدا کے موجود ہونے پر کس طرح اِس یقین کا ہزارواں حصہ بھی پیدا ہو سکتا ہے جو قرنِ اوّل کے مُٹھی بھر مُسلمانوں کو دُنیا کے عظیم ترین حصے کی سلطنت دے گیا تھا اور جب خدا پر یقین ہی نہ رہا ہو تو قرآن اور رسولؐ پر یقین رکھنے کا تصور بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔

مغرب کے عظیم الشان ممالک تو کم وبیش تین سو برس سے اپنے کام میں لگے ہیں۔ وہ خُدا کا کام کر کے دھڑا دھڑ خدا کے ہاں سے انعام پا رہے ہیں یہ سب اس لئے کہ اُن کو خدا کا "ماننا" آج کل کے مسلمانوں کی طرح عقیدتاً ماننا نہیں بلکہ خدا کی بناتی ہوئی فطرت کو عملاً اور انتہائی سنجیدگی سے ایک عظیم الشان کارنامہ تسلیم کر لیتا ہے۔ وہ اس خدا کی بناتی ہوئی فطرت کو برحق اور "واحد حقیقت" سمجھ کر بے پناہ ولولے سے اُس کی ایک ایک چیز کو دریافت کرنے میں لگے ہیں اور اِس خدا کے عملاً ماننے کی وجہ سے خُدا کے ہاں سے بے حساب اُجرتیں لے رہے ہیں۔ مسلمان ذلیل بندر ہے جو صرف اُن کی بُرائیوں کی نقل بندر کی طرح کر رہا ہے۔ بندر کی طرح اُن کے لباس کی نقل کرتا ہے، بندر کی طرح اُن کی زبان بولتا ہے، بندر کی طرح اُن کی طرزِ رہائش اختیار کرتا ہے' بندر کی طرح اپنے گلے میں نکٹائی کا پھندا لگاتا ہے۔ سیاہ چہرہ ہو کر بندر کی طرح "صاحب لوگوں" کی چھجے دار ٹوپی پہنتا ہے' بندر کی طرح اپنی عورتوں کو بے پردہ کرتا ہے، بندر کی طرح ناچ کرتا ہے، شراب پیتا ہے اور انگریز اس شخص کے ایمان کی انتہائی کمزوری اور اِس کی مضحکہ انگیز نقالی کو دیکھ کر مسکراتا (×) اور فخر کرتا ہے

(×) میں نے ارمغانِ حکیم میں لکھا تھا:- عزت ہے طیش میں غیرت سے اور انگریز ہنستا ہے ؛ فرنگی وضع تیری ننگِ تہذیب و شرافت ہے۔

Marfat.com

کہ ہم نے کم از کم اسلام کے طلسم کو توڑ دیا! انگریز اور عیسائی دنیا فرنگی کے اِس دو سو برس کے کارنامے سے جو ایک قطرۂ خون بہائے بغیر سرانجام ہوا اور جس میں مسلمان کو کوئی ترغیب بھی دینی نہیں پڑی، بلکہ جو اِس قدر سہولت اور رضامندی سے ہوا کہ انگریز کو اِس گناہ کا مجرم بھی قرار نہیں دیا جا سکتا، اِس لئے خوش ہے کہ دنیا کو چھ سو برس کی صلیبی جنگوں سے نجات ملی، یورپ پر مسلمانوں کے قبضے کا آئے دن کا غم ختم ہوا۔ خدا کو ایک ماننے کا ہوّا جو تین خدا ماننے والے عیسائی کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے نیچی کر کے اُس کی دنیا میں عیسائیت کی تبلیغ کرنے کے حوصلے پست کر دیتا تھا اُس ترکیب سے اِس قدر جلد ناپید ہوا کہ اب مسلمان خود اپنی مرضی سے خدا کو ایک کی جگہ صفر مان رہا ہے۔ فرنگی خوش ہے کہ انگریز اور مغربی قوموں کے دو سو برس کے اِستعمار نے دینِ اسلام کا حُلیہ بگاڑ کر رکھ دیا، خوش ہے کہ مغرب کی دنیا پر حکومت کرنے کے ارمان کا سب سے بڑا سدِّ راہ خود بخود اسلام کو اِس طرح پر چھوڑ بیٹھا کہ اُس سے صدہا برس کی تلوار کی لڑائیاں اس کو اِس قدر مغلوب اور مقہور نہ کر سکیں جس قدر کہ اُس "پُر امن تداخل" بلکہ فرنگی کی استغنائی شان کے خاموش تجرّد نے اس کو ختم کیا۔ آج مسلمان کے لئے ماتم کا وقت ہے کہ وہ روئے کہ اُس کی سب کبریائی جو صرف اُس کو ایک خدا کے ہونے کے یقین سے پیدا ہوئی تھی اُس کے اپنے ہاتھوں مٹ چکی ہے۔ اُس کے پاس کوئی حیات آفرین نصب العین نہیں رہا۔ اُس کا بڑے سے بڑا اُستاد قرآن نہ جاننے کو فخر سمجھتا ہے، اس کی سب سے بڑی مملکت کا صدر کوٹ پتلون اور بھجے دار ٹوپی پہنتا ہے۔ اُس کے بڑے سے بڑے عالم اور مولوی سُنّی اور شیعہ یا دیوبندی اور بریلوی کی بحث میں لگے ہیں۔ اُس کا بڑے سے بڑا ہیرو اور بطل ڈاکٹر اقبال شاعر وہ لفظی اور قولی مومن بلکہ اُس کے اپنے قول کے مطابق وہ "گفتار کا غازی" ہے کہ ہر شعر اور مصرعے میں قرآن اور رسولؐ کے عاشق ہونے کا دعوے تو کرتا ہے لیکن اُس نے عرب جا کر مکہ اور مدینہ کو دیکھنے کی ذلّت گوارا نہیں کی۔ وہ نماز کو بے سرود اور امام کو بے حضور کہہ کر مسلمانوں کو رہی سہی نماز سے اور رہے سہے امام سے ہٹانا چاہتا ہے تاکہ اپنے بے نماز ہونے کا بہانہ ہاتھ آ جائے۔ وہ بطل چونکہ دینِ اسلام کی الف بے سے واقف نہیں اب مسلمانوں کو خودی کا لغو سبق دے کر زندہ کرنا چاہتا ہے جو صرف ایک شاعرانہ تخیل، اُس کی انتہائی بے مائگی کا مظہر اور زندہ قوموں بلکہ دینِ اسلام کے تخیل کے منافی قطعی طور پر ہے۔

الاصلاح

اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ

میں تو تمام طاقت اصلاح اور اتحاد میں صرف کرنیکا ارادہ کر چکا ہوں

ہفتہ وار جریدہ

لاہور

Marfat.com

(۵)

فضائے آسمانی میں منکرِ خدا روس کا

مصنوعی سیاروں کے بھیجنے کا حیرت انگیز عمل

قولی عقیدوں کی مذہبی دنیا میں اس کے متعلق عقیدہ کش ہیجان!

صحیفۂ فطرت کی تسخیر کی کامیاب کوشش روس کی خدا دانی بلکہ خدا دوستی کا قطعی ثبوت ہے!

لیکن مغربی فرنگی کی دو سو برس کی عیارانہ چال سے قطع نظر جس کا اثر نہ جانے کب اور کیونکر زائل ہوگا۔ ایٹم بم اور مصنوعی چاندوں (x) (سپٹ نک) کے نئے خانہ برانداز اور عقیدہ کش زمانے میں جبکہ روس کا "مشرقی فرنگی" خدا کے لفظ کا علانیہ منکر چالیس برس تک ہو کر اور زمین کے گرداگرد ایک چھوڑ دو مصنوعی سیارے کروڑ در کروڑ انسانوں کی ان آنکھوں کے سامنے چھوڑ کر، دنیا کو "مذہب" کے فریب سے بدظن کرنے

(x) "سپٹنک نمبر۱" وہ مصنوعی سیارہ تھا جو روس نے ۴؍اکتوبر ۱۹۵۷ء کو فضائے آسمانی میں کامیاب طور پر چھوڑ کر دنیا کی انسانی مخلوق کو محوِ حیرت کر دیا۔ اس سیارہ کا وزن ۱۸۴ پونڈ یعنی قریباً ۹۲ سیر یعنی دو من بارہ سیر تھا۔ فضائے آسمانی میں ۵۶۰ میل کی بلندی تک سیدھا جا کر یہ سیارہ زمین کے گرداگرد گردش کر رہا ہے اور نہ جانے کب تک گردش کرتا رہے۔ ۳؍نومبر کو روس نے ۱۱۲۰ پونڈ وزن کا دوسرا سیارہ "سپٹنک نمبر۲" ایک ہزار میل کی بلندی تک لے جا کر زمین کے گرد گردش کرنے کے لئے چھوڑا۔ ۶؍دسمبر ۱۹۵۷ء کو امریکہ نے روس سے مقابلہ کسی حد تک کرنے کے لئے ایک چھوٹا سا چھ انچ قطر والا راکٹ آزمائش کے طور پر چھوڑا لیکن وہ راکٹ پھٹ کر فضا میں فنا ہو گیا اور تمام امریکہ میں اداسی چھا گئی۔ ۲۰؍دسمبر کو یہ مایوسی اس حد تک پہنچی کہ اس عظیم الشان سلطنت نے اپنے خفیہ کاغذات میں اس امر کا اعلان کیا کہ ان علمی شکستوں کے باعث امریکہ صرف دوسرے درجہ کی طاقت بن کر رہ جائے گا۔ جو سیارے اس وقت تک زمین کے گرد چلائے گئے ہیں حسب ذیل ہیں:-

	وزن	تاریخ	بلندی		وزن	تاریخ	بلندی
روسی سیارے سپٹنک نمبر۱	۱۸۴ پونڈ	۴؍اکتوبر ۱۹۵۷ء	۵۶۰ میل	امریکی سیارے ایکسپلورر نمبر۱	۳۱ پونڈ	۳۱؍جنوری ۱۹۵۸ء	۱۵۸۷ میل
" سپٹنک نمبر۲	۱۱۲۰ پونڈ	۳؍نومبر ۱۹۵۷ء	۱۰۰۰ میل	" ایکسپلورر نمبر۳	۳۱ پونڈ	۲۶؍مارچ ۱۹۵۸ء	۱۷۴۱ میل

(باقی اگلے صفحہ پر)

کا طاقت ور کھیل کھیل رہا ہے اور خود فطرت اور فاطر السموات والارض کے بنائے ہوئے قانون کو دنیا کی تمام قوتوں سے زیادہ مضبوط پکڑ کر خدائی اصطلاح میں یہ ثابت کر رہا ہے کہ وہ سب سے بڑا خدا کا بندہ اور صالح العمل ہے۔ قرآن کو زبانی طور پر ماننے والے لیکن دل سے اِس کے منکر مسلمان' یا دینِ اسلام کی رُوح کو نہ سمجھ کر منکرِ خدا رُوس کے کارناموں کو انگشت بدنداں دیکھنے والے مسلمان اگر سرے سے کھُلے بندوں خدا کا انکار کر دیں تو کچھ دُور نہیں۔ اِس وقت تمام دُنیا کے گوشے گوشے سے رُوس کے اِن حیرت انگیز اور دیدہ کشا کارناموں سے مذہب، خدا، آخرت، قیامت وغیرہ کے عقیدوں کے متعلق ایک ایسا ہیجان برپا ہے کہ اس کی مثال انسان کی پچھلی ہزارہا سالہ تاریخ میں موجود نہیں۔ کیمونزم کے اِس کئی برس پہلے کے اعلان نے کہ "مذہب ایک افیون ہے" کیمونزم کے موجودہ کارناموں کی روشنی میں مذہب کے فی الواقعہ افیون ہونے کو اِس طرح پر خود بخود صحیح ثابت کر دیا ہے کہ اس کے لئے اب کسی ترغیب یا تبلیغ کی ضرورت نہیں رہی۔ برلن کی ۱۶ر دسمبر ۱۹۵۷ء

بقیہ تحت المتن:-

روسی سیارے سپٹنک نمبر۳	۲۹۲۵ پونڈ	۱۵ر مئی ۱۹۵۸ء	۱۱۶۵ میل	امریکی سیارے	ایکسپلورر نمبر۴	۳۸ پونڈ	۲۶ر جولائی ۱۹۵۸ء	۱۲۸۶ میل
				"	وین گارڈ	۳۱ پونڈ	۷ر مارچ ۱۹۵۸ء	۲۵۰۰ میل
				"	پائنیر راکٹ		۱۱ر اکتوبر ۱۹۵۸ء	۹۱۲۰ میل

زمین کے گرد اِن رُوسی سیاروں کی گردشیں گرینچ ٹائم کے تین بجے صبح تک حسب ذیل تھیں:-

	۱۶ر دسمبر ۱۹۵۷ء تک	۲۷ر دسمبر ۱۹۵۷ء تک	۲۹ر دسمبر ۱۹۵۷ء تک
سپٹنک نمبر(۱)	۱۰۶۹ گردشیں	۱۲۷۲ گردشیں	۱۲۸۸ گردشیں
سپٹنک نمبر(۲)	۶۰۲ "	۷۵۸ "	۷۷۲ "

اِن سیاروں کے علاوہ جو صراحی (یعنی گیند کی طرح پھینکے ہوئے تیر) امریکہ اور رُوس نے پھینکے، حسب ذیل ہیں:-

سوویٹ ایرم صراحی	۱۲۰۰ میل	جولانگاہ	رُوسی
جوپیٹر صراحی (تھور)	۱۳۰۰ میل	"	امریکی
اٹلس	۳۰۰۰ میل	"	"
سوویٹ وھیکل	۱۰۰۰ میل	"	رُوسی
سوویٹ آئی سی بی ایم	۳۵۰۰ میل	"	"
سنوراییل ٹسٹ راکٹ	۶۰۰۰ میل	"	امریکی
فارسائیڈ راکٹ	۴۰۰۰ میل	بلندی	"

کی خبر حسب ذیل ہے جو ۸ر دسمبر کے روزنامہ "وقت" سے لی گئی ہے:-

برلن ۶ر دسمبر۔ "مشرقی جرمنی کے کمیونسٹ اخبار "نیوز ڈیوش لینڈ" نے اِس ہفتہ ماسکو کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے لکھا ہے کہ مصنوعی سیارہ چھوڑنے کے رُوسی تجربے نے اِس الحادی نظریئے کو درست ثابت کر دیا ہے کہ خدا کا کوئی وجود نہیں۔ مشرقی جرمنی کی کمیونسٹ پارٹی کے اِس ترجمان نے لکھا ہے کہ دہریّت کی تبلیغ و ترقی کے لئے روسی سیارے بے اندازہ نظریاتی اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ یہ عوام پر ثابت کرتے ہیں کہ کرۂ ارض کے گرد کی فضا خدا کی محکوم اور تابع نہیں۔ ماسکو نے اکتوبر میں خدا سے رُوسی سیارے کا موازنہ کرتے ہوئے دہریّت کے مبلغوں کو ہدایات جاری کی تھیں جو "ہری کار یلیکا" میں شائع ہوئی تھیں۔ اخبار نے لکھا ہے کہ "دہریّت کے پروپگنڈے کے لئے مصنوعی سیارے کی زبردست اہمیت پر زور دیا جانا چاہیئے کیونکہ اب قادر مطلق کے متعلق مذہبی اختراعات پر یقین کرنا ناممکن ہو گیا ہے۔" ادھر انگلستان کے مشہور مصنف جان رسکن یا ٹامس کارلائل نے (اس وقت ٹھیک طور پر یاد نہیں کہ ان دونوں میں سے کون تھا) خدا کے ہونے کے متعلق ایک نہایت اطمینان دہ موقف نظر انسان کے لئے اِس طرح پر وضع کیا تھا:-

"انسان کے لئے خدا کے ہونے کے بارے میں مصلحت آمیز مقام یہی ہے کہ وہ خدا کا وجود مانے۔ کیونکہ اگر خدا درحقیقت نہیں ہے تو انسان کو اس عقیدے کے رکھنے سے کوئی نقصان نہیں ہوا۔ لیکن اگر آگے چل کر خدا درحقیقت نکل آیا تو انسان اُس کی گرفت سے صاف بچ جائے گا اور وہ فائدے ہی فائدے میں رہے گا۔"

عیسائی مذہب کے سچ ہونے یا مسیحؑ کے ابن اللہ ہونے پر عیسائیوں کا یقین تو بڑی مدت سے متزلزل ہو چکا تھا لیکن یورپ اور مغرب نے مذہبی واہیات کو چھوڑ کر خدا کے اٹل قانون اور صحیفۂ فطرت سے پورے طور پر تمسک کے باعث حیرت انگیز ترقی کی اور جیسا کہ تذکرہ میں تینتیس برس پہلے میں واضح کر چکا ہوں "خدا کا زبانی اقرار یا انکار خدا کی نگاہوں میں کچھ شے نہیں بلکہ اصل شے خدا کے قانون یا اُس کے احکام سے عملاً انکار ہے اور فاطرِ زمین و آسمان اِس قدر اوچھا اور تھُڑ دلا نہیں کہ کسی قوم کو اُس کے زبانی انکار پر سزا دے۔ اِتنی چھوٹی بات تو ایک شہر کا چھوٹا سا حاکم بھی نہیں کرتا۔ خدا بے نیازانہ طور پر ہر اُس قوم کو پُوری جزا دے رہا ہے جو اُس کے قانون پر عامل ہے۔" ان حالات میں عیسائی ملکوں کے لئے رُوس کا یہ حیرت انگیز تقدم صرف مہمیز کا کام دے گا اور وہ اِس ماندگی یا شکست سے نکلنے کی سرتوڑ کوشش کریں گے۔ لیکن مسلمان کے لئے جس کا اوڑھنا بچھونا ہی کئی صدیوں سے چند زبانی عقائد ہیں اور جو قانونِ خدا سے قطعی طور پر بے علم ہو کر بے عمل اور بے بہرہ رہنا اُس کے مذہب کا جزو بن چکا ہے بلکہ دنیا کو مضبوطی سے پکڑنے کا کھیل جو کسی زمانے میں اُس کو قانونِ خدا پر عمل کرنے کے باعث میسر ہوا تھا، مدتیں ہوئیں ہارا جا چکا ہے۔ منکرین خدا روسیوں کے یہ آسمانی مظاہرے مسلمان کے ان لفظی عقیدوں کو بھی بُری طرح متزلزل کر دیں گے اور چونکہ اُس کے پاس اپنی دنیا بنانے کی کوئی شے باقی نہیں رہی، وہ اِس آخری جوڑ کے ٹوٹ جانے سے ہلاکت کے گڑھے میں اور جلد گر جائے گا۔ اِس بنا پر میں چاہتا ہوں کہ عقیدہ یا خوش اعتقادی یا مذہب کی پیدا کی ہوئی خوش فہمی کو بالائے طاق رکھ کر رسُول صلعم اور قرآن کے متعلق تمام ذہنی شکوک کو قرآن کا اصلی

Marfat.com

اور بنیادی قانون واضح کر کے اور قانون کے ساتھ ساتھ بنی نوع انسان کو صحیفۂ فطرت کے متعلق ذہنی تعلیم کا قانون ترتیب وار اور تاریخ وار بیان کر کے، نیز رسول صلعم کا نبوت کے اعلان کے بعد ہر فعل اور عمل اِسی منطقی طریقے سے تاریخ وار اور ترتیب وار صحیح ثابت کر کے ایک بار پھر وہ محکم یقین مسلمانوں کے دل میں پھر پیدا کر دُوں جس کے باعث ہزاروں اور لاکھوں انسانوں نے صدیوں اور قرنوں تک اپنی پُوری جانیں اور مال راہِ خدا میں دے دینے کا ڈرامہ دکھلایا تھا اور جس ڈرامے کا کھیلنا آج ہر زندہ قوم حتیٰ کہ رُوس کی مُنہ سے مُنکرِ خدا قوم کا شیوہ ہے اور یہ شیوہ ابدالآباد تک ہر زندہ قوم کا حتماً اور لازماً رہے گا۔

آج اگر مسلمان کے دل میں قرآن، رسولؐ بلکہ خدا کے بارے میں وہ قرونِ اولیٰ والا جانوں اور مالوں کو میدانِ جنگ میں بے دھڑک پیش کرنے والا یقین پیدا نہیں ہوتا اور مسلمان لفظی درود پڑھ پڑھ کر، چہروں کو افسوسناک بنا بنا کر، ڈاڑھیوں ڈھیلوں اور تسبیحوں کے مکر بنا بنا کر، یا مذہبی فرقہ بندیوں کی بدمعاشیوں میں "حُبِ رسُولؐ" کے مکر سے ایک دُوسرے پر کیچڑ اُچھال اُچھال کر، یا اسلام کے نام پر فیشن ایبل جلسے کرا کر اور دکانیں بنا بنا کر اس دین کو کمال بے حیائی سے اور اپنے نفس کو صریح دھوکہ دے دے کر تباہ کر رہا ہے تو اس کی وجہ صاف یہ ہے کہ (رسولؐ خدا کی چلائی ہوئی تحریک سے ناواقف ہو جانے کے علاوہ) اس کو رسولؐ کے سچے ہونے کے متعلق خطرناک مگر نامحسوس شکوک دل کی گہرائیوں کے اندر ہیں جن کو اُوپر بظاہر کرنا تو درکنار وہ خود بھی محسوس نہیں کرتا، اور چونکہ موجودہ ترتیب دئے ہوئے قرآن کو پڑھ کر پریشانیٔ ذہن پیدا ہوتی ہے اور علی الحساب اور بے سیاق وسباق حدیثوں کی طرف توجّہ کر کے یہ پریشانی شاید اور زیادہ بڑھ جاتی ہے، اس لئے اس کو رسولؐ اور قرآن کے سچ ہونے کے متعلق وہ خلش باقی نہیں رہی جو جانوں اور مالوں کی قربانی پیدا کر سکے۔

قرونِ اولیٰ میں اور بالخصوص ان غزوات میں جو مدینے کی ہجرت کے پہلے دس برس میں ہوئے، مٹھی بھر مسلمانوں نے دشمن کے جمِ غفیر پر فتحیں حاصل اس لئے کیں کہ اُن کو رسُولؐ کے برحق اور مامور خدا ہونے پر مکمّل یقین تھا، نہیں بلکہ رسولؐ کے کہنے ہی کی وجہ سے یقین تھا کہ خدا بھی ضرور موجود ہے، جنّت اور دوزخ ضرور ہیں! قرآن میں جو وحی رسولؐ کی طرف سے حسبِ حال اور عین اُس وقت کے ماحول کے مطابق پہنچتی تھی مسلمان کو اس وحی کے منجانب خدا ہونے پر پورا اطمینان تھا۔ چونکہ وحی کا وہ حصّہ جو بروقت نازل ہوتا تھا اُن حالات کے مطابق ہوتا تھا جو ہو رہے تھے، مسلمان یقین کرتے تھے کہ یہ خدا خود بول رہا ہے اور اس کا وجود یقینی ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ چونکہ رسولؐ سے کوئی فعل ایسا سرزد نہیں ہُوا جس سے ثابت ہوتا ہو کہ وہ جھُوٹ بولتا ہے، اس لئے اس کا یہ کہنا کہ یہ پیغام مجھے خدا سے آیا ہے صحیح ہے اور اگر مالک زمین و آسمان کی طرف سے یہ وحی آئی ہے اور اتنے بڑے بادشاہ نے ہم عاجز انسانوں کو پیغام دینا گوارا کیا ہے تو ایک بے بس اور بے کس انسان کا اپنے مال اور اپنی جان کو اس پر نثار کر دینا کونسی بڑی بات ہے۔ ذہن کی یہ کیفیت تھی جس نے اسلام کو چشم زدن میں غالب کر دیا تھا اور جب تک رسولؐ اور قرآن پر پورا یقین رہا مسلمان کا دین قرنوں تک وہی رہا جو رسُولؐ کی چلائی ہوئی تحریک کے پیشِ نظر تھا۔ اس تحریک کی روانی اور شدّت کو دیکھ کر انسان حیران و ششدر رہ جاتا ہے اور اُسے سمجھ نہیں آتا کہ اس کی محرک کیا شے تھی۔ نہ کسی دوسرے مذہب میں اس طرح کی غلبہ آور تحریک کی کوئی مثال

Marfat.com

ملتی ہے جس سے وہ اِس قوت کا اندازہ کرے جو اُس کو حرکت دیتی تھی۔

اب اگر یہ "دین" کچھ کا کچھ بن کر رہ گیا ہے تو محمدؐ کو اِس دین سے کوئی غرض اور کوئی واسطہ نہیں۔ یہ اِنسان کی اپنی مکاری، اپنے عدم یقین رسولؐ کے متعلق اپنی بداعتمادی، اُس کے برحق ہونے کے متعلق اپنے شکوک بلکہ قرآن کے متعلق اپنی ناسمجھی اور پریشان بینی کا نتیجہ ہے۔ پھر جب رسولؐ اور قرآن دونوں یقین کی سطح سے گر گئے ہوں تو خدا کہاں دلوں میں قائم رہ سکتا ہے؟

بڑی آسانی جو خدا کے ہونے کے متعلق قرنِ اوّل کے مسلمانوں کے پاس تھی، یہ تھی کہ خُدا کے موجود ہونے کا سچا گواہ رسولؐ (۶۰) اُن کے پاس موجود تھا۔ جب رسولؐ کے سچے ہونے کے متعلق دلوں میں نامحسوس شک گزرنے لگے اور نفس کے بتوں نے دلوں پر حاوی ہونے کی راہ نکالی تو خدا کہاں موجود رہ سکتا تھا۔ پھر مسلمانوں نے دین کا بھرم قائم رکھنے اور اپنے آپ کو شرمندگی سے بچانے کے لئے دینِ اسلام کی زندہ تحریک

---

(۶۰) سورۂ احزاب میں جو مدنی سورت ہے، رسولؐ کے متعلق ہے: یَآ اَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۙ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا ۝ : (۳۳/۶) (ترجمہ) اَے حقیقت میں انتہائی خبر و نبار کے مالک شخص (اَلنَّبِیُّ)! تو نے اپنی حیرت انگیز تجویز و تدبیر سے جو تمہیں نبوت تک پہنچنے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے اور اُس حیران کُن اثر سے جو مدینہ کے مٹھی بھر مسلمانوں کے دلوں پر تم نے چند برسوں کے اندر پیدا کر دیا ہے، ثابت کر دیا ہے کہ) بے شک ہم نے تجھ کو (خدا کے فی الحقیقت موجود ہونے کا سچا اور کامیاب گواہ بنا کر بھیجا اور فی الحقیقت کامیاب طور پر قوم کو غلبۂ دین اور فتح مندی کی خوشخبری دینے والا، کامیاب طور پر قوم کو شکست اور محکومیت کے عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا (نہیں بلکہ صیحح معنوں میں) لوگوں کو اللہ کی طرف اُس کے حکم سے (جو تمہارے دل پر کالنقش فی الحجر ہے) بلانے والا (اور بلا کر اُن میں انتہائی جان و مال کی قربانی پیدا کرنے والا) (نہیں بلکہ) روشن چراغ بنا کر بھیجا (جو لوگوں کو گمراہی، کاہلی اور شکست کی ظلمتوں سے نکال کر فتح و ظفر کی روشنیوں کی طرف لے جا رہا ہے اور تو مسلمانوں کو (اب) خوشخبری دیدے کہ فی الحقیقت اُن کو خدا کی طرف سے بہت بڑا انعام ملنے والا ہے)۔ سورۂ احزاب کی مدنی سورت ۵ھ میں اس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ دینِ اسلام سے کفار کا ٹکراؤ عین شباب پر تھا اور خارجی اور داخلی اُلجھنوں کے باوجود اِسلام مظفر و منصور ہونے کی علامتیں صاف طور پر ظاہر کر رہا تھا۔ اِس حساب سے جو ترجمہ اُوپر کیا گیا اُن حالات کے مطابق ہے جو مدینہ میں اُس وقت ہو رہے تھے اور تمام سورت سے اِن امور کی تائید ہوتی ہے۔ رسولؐ کے قرنِ اوّل کے مسلمانوں کے سامنے خدا ہونے کے زندہ گواہ ہونے کا ذکر سورۂ حج (۲۲) اور سورۂ بقرہ (۲) میں اِن الفاظ میں ہے: لِیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۝ (۲۲/۷۸) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا: (۲/۱۴۳) یہ دونوں سورتیں بھی مدنی ہیں اور کہا گیا ہے کہ تم مدینہ کے مٹھی بھر مومن اپنے بے پناہ عمل سے تمام دنیا پر خدا ہونے کے گواہ بننے والے ہو کیونکہ رسولؐ تم کو خدا کے ہونے کی گواہی اپنی سچائی سے دے رہا ہے۔

Marfat.com

کو رفتہ رفتہ سکون اور بے عملی میں بدلنے کی کوشش کی اور وہ کچھ بن گئے جو آج کل ہیں۔ ان حالات میں انقلاب ذہن اور عمل پھر پیدا کرنے کے لئے پہلا کام رسولؐ کو بے عیب، بے نفس، کامل طور پر سچا اور اُس کی گواہی کو کہ خدا یقیناً ہے اور اُس نے یقیناً یہ الفاظ جو قرآن میں لکھے ہیں، براہِ راست اُس کے قلب پر نازل کئے اور وحی کئے، ثابت کرنا ہے۔ اگر رسولؐ پھر سچا ثابت نہیں ہو سکتا تو پھر قرآن بھی کچھ شے نہیں، خدا بھی کچھ موجود نہیں کیونکہ خدا ہونے کی گواہی وہ کامل طور پر سچا انسان دے سکتا ہے جس نے خُدا سے براہِ راست کچھ لیا ہو یا پایا ہو۔ خدا کے ہونے کا اور کوئی براہِ راست عقلی یا نقلی ثبوت صحیفۂ فطرت کی مکمل تسخیر کے بعد اُس کی گوشہ گوشہ میں تلاش اور اُس سے انسان کی براہِ راست ملاقات کے بغیر ناممکن ہے!!

کارخانۂ فطرت صرف عمل کو قبول کرتا ہے، قول کچھ شے نہیں!!

کمیونزم کا لفظی عقیدہ کہ "خدا موجود نہیں" کچھ معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ اُن کا خدا یا صحیفۂ فطرت کے قانون کو مضبوط پکڑ کر دُنیا میں حیرت انگیز ترقی کر جانا ہی (جس سے امریکہ جیسی متقدم قوم بوکھلا اُٹھی ہے) اِس امر کی دلیل ہے کہ رُوس نے خدا کی بنائی ہوئی فطرت کو پکڑ کر فی الحقیقت خدا کو تسلیم کر لیا ہے کر رہا ہے۔ اُسی کی بنائی ہوئی فطرت واحد حقیقت اور اُسی کا نافذ شدہ قانون واجب العمل ہے بلکہ اِس کے سوا چارہ نہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رُوس والوں نے خدا کا لفظی انکار کرنے کے بعد جنّوں یا بھُوتوں یا کسی اور فرضی شے کو کیوں نہ پکڑا؟ صحیفۂ فطرت کی حقیقت کو کیوں پکڑا، جس کا بنانے والا' انسان کہتا ہے کہ خُدا ہے! اگر کمیونزم والے صحیفۂ فطرت کو پکڑ کر یہ حیرت انگیز سائنسی ایجادیں نہ کرتے جو اُنہوں نے کیں، اگر وہ اپنی قوم کا واحد نقطۂ نظر پچھلے چالیس[*] برس سے یہ اختیار نہ کرتے کہ ہمیں صحیفۂ فطرت کے مطالعہ کرنے والے سائنس دانوں کو لاکھوں کی تعداد میں پیدا کر کے صحیفۂ فطرت کو مسخر کرنا ہے تو وہ سب سے بڑے منکرِ خدا ہوتے۔ فطرت کی تسخیر کو اپنا اہم ترین نصب العین بنانا ہی فی الحقیقت فاطرِ زمین و آسمان کو اپنانا اور عملاً قبول کرنا ہے۔ امریکہ اور یورپ کے عیسائیوں کا خدا ماننے کا رنگ چونکہ اعتقادی اور مذہبی تھا، وہ اِنہی عقیدوں میں مگن رہ کر فطرت سے شغف کی وہ شدت نہ پیدا کر سکے جو کمیونسٹوں نے پیدا کی اور اِسی لئے حال میں خبر آئی ہے کہ امریکہ کی سائنس یعنی علم فطرت میں پسماندگی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جہاں رُوس میں کم از کم ایک لاکھ بڑے بڑے سائنس دان اِس وقت اپنے دار العملوں میں فطرت کی دریافت میں لگے ہیں، وہاں امریکہ میں پُورے آٹھ سو سائنس دان بھی موجود نہیں!! چونتیس برس پہلے جب کہ کمیونزم کا صرف دھندلا سا نشان تھا میں نے تذکرہ میں بطورِ قاعدہ کلیہ واضح کر دیا تھا کہ لفظی عقیدہ کچھ شے نہیں۔ خدا بے نیازانہ طور پر ہر اُس قوم کو اُبھر دیتا ہے جو اُس کے بتائے ہوئے قانون پر عامل اور اُس کی بنائی ہوئی فطرت سے طلب عمل کرتا ہے۔ ایک چھوٹے سے ضلع کا حاکم بھی اُس شخص کو سزا

(*) کمیونزم ۱۹۱۷ء میں شروع ہوا تھا۔

Marfat.com

نہیں دیتا جو اس حاکم کے نافذ شدہ قانون کا پابند ہو خواہ وہ شخص منہ سے اس حاکم کو گالیاں ہی دیتا رہے۔ یہ کارخانۂ فطرت اِس قدر بیکراں، اِس قدر ہوشربا، اِس قدر بے نیاز اور اِس قدر عظیم الشان ہے کہ انسانوں کی پوری دوار ب آبادی بھی فطرت کے سامنے مکھی اور مچھر سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی پھر اگر انسانوں کا کوئی حصہ منہ کی بکواس کر کے مالک زمین و آسمان کو کچھ کہے تو اتنا بے پناہ طور پر عظیم مالک اس بکواس کی طرف کیا توجہ دے سکتا ہے؟

قرآن حکیم میں وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (۶/۱۱، ۲۲/۱۰، ۳۹/۷)(*) کے الفاظ میں یعنی انسان نے خدا کا اندازہ ہی نہیں لگایا جیسا کہ اُس کا اندازہ لگانے کا حق تھا، فی الحقیقت مُسلمانوں کو تنبیہ تھی کہ وہ خدا کا ذہنی تصور کہیں یہ نہ بنا لیں کہ وہ ایک بہت ہی بڑا حاکم ہے جس کی شکل انسانی ہے، اُس کے ہاتھ اور پاؤں انسان کی طرح ہیں، وہ انسان کی آنکھوں کی طرح بڑی بڑی آنکھوں سے دیکھتا ہے، بڑے بڑے کانوں سے سُنتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح قرآن نے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ: (۷/۱۴ الانعام) کے الفاظ، یعنی خدا کو انسان کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، کہہ کر اس تخیل کو مزید جھٹلایا کہ خدا کی کوئی انسانی شکل و صورت ہے۔ اسی طرح آخرت اور قیامت کے تصور کے متعلق قرآن کی تنبیہ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ (۲۲/۴، ۳۳/۸) یعنی اے پیغمبر! کہہ دے کہ قیامت کا علم (یعنی اُس کی تصویر کہ وہ کیا اور کس طرح کی ہوگی) تو صرف خدا کے پاس ہے، کے لفظوں میں تھی۔ جس سے مقصد یہ تھا کہ انسان قیامت کے متعلق اپنے ذہن میں وہ تصور نہ بنا لے جو انسانی عدالتوں کے متعلق رکھتا ہے۔ حدیث میں جنت اور دوزخ کا تصور بھی لا عینٌ رأت لا اذنٌ سمعت ولا خطر علی قلب البشر (یعنی اُن کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سُنا اور نہ اس کا تصور ہی کسی انسانی ذہن پر گزر سکتا ہے) کے لفظوں میں اِس غرض کے لیے واضح کیا تھا کہ انسان اپنے ذہن میں ان کی تصویریں انسانی جزا و سزا کے محکموں کی طرح نہ بنائے۔ علیٰ ہٰذا القیاس قرآن کے الفاظ عرش، ملائکہ کرسی کے متعلق بھی انسان کو چاہیے تھا کہ وہ خدا کے عرش کو انسان کا بنایا ہوا تخت سلطنت' یا فرشتوں کو کسی بادشاہ کے گرد اگرد کے پہرہ دار اور خدا کی کرسی کو کسی انسانی بادشاہ کی نہایت خوبصورت سُنہری کرسی نہ سمجھتا بلکہ اُن کی حقیقت بھی اسی طرح سمجھتا جس طرح کہ خدا اور قیامت اور جنت اور دوزخ کے متعلق اس کو تنبیہ کی گئی تھی لیکن مسلمان نے ان سب قرآنی اصطلاحوں کی ذہنی تصویریں اُن کی مُلّائی تشریحوں سے متاثر ہو کر اس قدر مجسم اور مشخص کر دیں کہ اس کے دل میں خدا کا تصور ایک بہت بڑے اور عظیم الشان انسان سے زیادہ نہ رہ سکا۔ یہ وجہ تھی جس کے باعث خدا کی قدر و منزلت مسلمانوں کے دلوں میں دیر تک نہ رہ سکی ورنہ اگر وہ صحیفۂ کائنات کو بچشم خود دیکھتے رہتے جیسا کہ اولین نے قرنوں تک کیا تھا تو خدا کی عظمت اُن کے دلوں میں روز بروز زیادہ ہوتی جاتی۔ خدا دَر اصل مسلمانوں کے خدا کا غلط اندازہ لگانے سے اوجھل ہوا۔ ورنہ آج جوں جوں کائنات دریافت ہوتی جا رہی ہے، خدا کی بے پناہ عظمت اور کیفیت کا

(*) خدا نے قرآن میں تین بار اِس بات پر زور دیا ہے کہ انسان نے خدا کا پورا اندازہ ہرگز نہیں لگایا۔ فتدبّر

Marfat.com

صحیح اندازہ لگایا جا رہا ہے۔

خُدا کا صحیح تصوّر ہی بے پناہ عمل اور عالمی غلبے کا نصبُ العین پیدا کر سکتا ہے!

خُدا کے بیّن طور پر محسوس اور موجود ہونے کا ثبوت (رسول صلعم کی شخصی گواہی سے قطع نظر کر کے) آئندہ اوراق میں ایک اور نقطۂ نظر سے آ رہا ہے جو علمی ہے لیکن مسلمان کو اگر اُسے رسول صلعم کی تیرہ سَو ستر برس پہلے کی پیدا کی ہُوئی جان و مال کو قربان کرنے والی تحریک کو پھر زندہ کر کے محمدؐ کا سچا پیرو پھر بننا ہے تو رسولؐ اور قرآن کے پھر سچے ثابت ہو جانے کے بعد بھی خدا کے موجودہ انسانی تصور سے الگ ہو کر سوچنا پڑے گا کہ وہ کیا ہے، کس طرح اُس کا وجود کائناتِ فطرت کے گوشے گوشے پر حاوی ہے، وہ کس طرح سُنتا اور دیکھتا ہے، اس کا انسانی کانوں اور آنکھوں کے بغیر سُننا اور دیکھنا کروڑوں اور اربوں میل دُور کیونکر حاوی ہے، وہ کیا وجود ہے جو ہر جگہ اور کائنات کے ہر ذرّے ذرّے میں کارفرما ہے اور پھر اُس غیر انسانی وجُود کی وہ ہیبت اور اس کا وہ خوف کیونکر ہمارے دلوں میں پیدا ہو سکتے ہیں جو اس کے قرآن میں دیئے ہوئے حکموں پر جان و مال کی قربانی پیدا کر سکیں۔ رسولِؐ خدا نے کبھی دعویٰ نہ کیا تھا کہ اُس نے خدا کو دیکھا ہے لیکن یہ کہ خدا موجود ہے، اس کی دندناتی ہوتی گواہی دی، یہ کہ فلاں وحی اُس کو خدا کی طرف سے آئی، اس کا دھڑلے سے اعلان کیا۔ اسی اعلان پر سچا یقین کر کے مسلمانوں میں خدا کے احکام کی پُوری تعمیل کرنے کے ولولے پیدا ہو گئے تھے، اسی کی عظمت اور ہیبت کا صحیح اندازہ کر کے مٹھی بھر انسانوں نے ہزاروں اور لاکھوں کفار پر فتحیں حاصل کی تھیں۔ اُس وقت چونکہ نبیؐ کا لایا ہُوا اسلام کوئی مذہب نہ تھا بلکہ ایک حرکت تھی جس کا منشا هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ: (۹/۶۱) کے الفاظ میں یہ تھا کہ وہ حرکت تمام بنی نوعِ انسان پر غالب آ کر اور اُس کو انبیاء کے نام پر پیدا ہوتی سب تفریقوں سے ہٹا کر ایک کر دے تاکہ کائنات کی پیدائش کا مقصد پُورا ہو سکے۔ اس لئے ہر مسلمان کو اُس عالمی غلبہ کے حاصل کرنے کی سچّی دُھن تھی اور وہ اِس دُھن کو پورا کرنے کے لئے کسی بڑی سے بڑی جانی اور مالی قربانی سے دریغ نہ کرتا تھا۔ جب خدا کی عظمت نگاہوں سے اوجھل ہو گئی اور قرآن اور رسولؐ کے سچّے ہونے بلکہ سرے سے خدا کے موجود ہونے کے متعلق دلوں میں شکوک پیدا ہوئے تو یہ حرکت اور مذہبوں کی طرح ایک مذہب بن کر رہ گئی۔ اسی بدترین گناہ کی پاداش میں مسلمان آج سُرعت سے رُو بہ زوال ہے اور صفحۂ زمین پر سے مٹایا جا رہا ہے!

عالمی غلبہ کا نصبُ العین انسانی تاریخ میں اسلام نے پہلی بار پیدا کیا!

عالمی غلبہ کا نصب العین جو قرآن نے لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ (۹/۶۱) کے الفاظ میں پیش کیا تھا، اُس کی بناء

Marfat.com

اِس نظری حقیقت پر تھی کہ تمام بنی نوعِ اِنسان اُسی طرح(*) ایک اُمّت ہیں جس طرح پر کہ فطرت کی کوئی حیوانی نوع ایک اُمت ہے جو اپنی نوع کے افراد کے مابین خلاف وجدال پیدا نہیں کرتی۔ قرآن کا پیغام یہ تھا کہ اِنسان نے جو اختلافات مذہب، رنگ، نسل وغیرہ کے بہانے سے آپس میں پیدا کر لئے ہیں وہ خدا کی مشیّت اور منشا کے خلاف ہیں۔ اِنسان کو پیدا ہی اِس لئے کیا گیا تھا کہ وہ امّتِ واحدہ بن کر رہے۔ صرف رحمتِ خدا ہی بکھرے ہوئے اِنسان کو متحد کر سکتی ہے اور اگر یہ نہ ہُوا تو خدا کا یہ قول پُورا ہو کر رہے گا کہ میں تمام جنّ و انس کو جہنم سے بھر دُوں گا۔ قرآن کا یہ پیغام حسبِ ذیل الفاظ میں تھا:۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۝ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝ (۱۱/۱۱)

اور اگر خدا اپنی مرضی کے مطابق کرتا تو ضرور بنی نوعِ اِنسان کو ایک اُمت بنا دیتا لیکن اِنسان (اپنی مرضی کے مالک ہو کر) اختلاف

(*) سورۂ انعام(۶) میں جو مکّی زندگی کے آخری دور میں نازل ہوئی جبکہ دینِ اسلام کفار کی ایذا دہی کے باعث مصائب میں گھرا ہُوا تھا، حسبِ ذیل حیرت انگیز پیغام بنی نوعِ اِنسان کو موصول ہُوا:۔

وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم ۚ مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ ۗ مَن يَشَإِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ وَمَن يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ (۶/۴) ترجمہ: اور زمین میں کوئی جانور ایسا نہیں، نہ کوئی پرندہ ہے جو اپنے دو پروں سے اڑتا ہے۔ مگر یہ کہ یہ سب انواع و اجناس تمہاری ہی طرح کی اُمتیں ہیں (جو کشمکشِ حیات اور جہد البقا کے مخمصوں میں اُسی طرح کہ تم لگے ہوئے ہیں۔ انہی کے احوال کا مطالعہ کر کے تم اپنے لئے راہِ عمل وضع کر سکتے ہو اور اگر تم ہماری اس رہنمائی کی قدر و قیمت کو نہ سمجھ سکے تو اس نتیجہ پر پہنچنا پڑے گا کہ) ہم نے اِس قرآن میں (تم کو قانونِ فطرت سے خبردار کرنے کے لئے) کوئی چھوٹی موٹی شے بھی نہیں چھوڑی (جو تمہارے لئے ضروری ہو) اس خبر دہی کے بعد تم اپنے پروردگار کے حضور میں (اپنے اعمال کی جواب دہی کے لئے اور اجر پانے یا سزا کھانے کے لئے) پیش کر دیئے جاؤ گے اور جن لوگوں نے ہماری (ان صحیفۂ فطرت سے اخذ کی ہوئی) آیتوں اور اشاروں کو (جو ہم تمہاری بہتری کے لئے تم پر واضح کر رہے ہیں) جھوٹ سمجھا (یا اُن کو مہمل سمجھ کر اُن سے بے پرواہی اختیار کی) تو وہ گونگے اور بہرے ہیں جو اندھیرے میں بھٹک رہے ہیں۔ خدا جس کو مناسب سمجھتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو مناسب سمجھتا ہے سیدھے راستے پر لے جاتا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ دقیق مضمون رسولِ صلعم کے قلب پر اُس وقت نازل ہُوا جبکہ مصائب کے طوفان میں رسولؐ کی چھوٹی سی جماعت کو اِس پر غور کرنے کا کوئی موقع ہی نہ تھا۔ حیرانی پر حیرانی یہ ہے کہ آج کا ترقی یافتہ اِنسان بھی اس ارشادِ الٰہی کے مفہوم کو پُورے طور پر سمجھنے سے قاصر ہے اور ابھی دنیا کے سائنس دانوں کو انسانوں کے لئے سچا دستور العمل اور صراطِ مستقیم وضع کرنے میں خدا جانے کتنی صدیاں درکار ہوں۔ فتدبّر۔

Marfat.com

کرتے ہی رہتے ہیں۔ اِلاّ وہ لوگ جن پر خدا کی رحمت ہو اور خدا نے تو اِنسان کو اُمتِ واحدہ بننے کے لئے ہی پیدا کیا تھا (لیکن اگر یہ نہ ہُوا تو) تیرے خدا کا قول پُورا ہو کر رہے گا کہ میں ضرور جہنّم کو تمام جِنّ و اِنس سے بھر کر رہُوں گا۔

اِس حقیقت کی بنا پر قرآن کا دعویٰ تھا کہ رسولؐ کو ہدایت اور سچّا دین دے کر صرف اِسی واحد غرض(*) کے لئے بھیجا گیا کہ وہ رسولؐ رُوئے زمین کے تمام دینوں، مختلف راستوں، علیحدہ علیحدہ مذہبوں اور مسلکوں کو جو مختلف انبیاء کو علیحدہ علیحدہ گروہوں کے رہنما ماننے کی وجہ سے یا رنگ و نسل وغیرہ کے اختلاف کے باعث پیدا ہو گئے ہیں، یکسر مٹا کر بنی نوعِ اِنسان کو ایک اُمتِ واحدہ بنا دے خواہ یہ بات خُدا کے قانون کے مُنکروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو!

الغرض یہ وہ عظیم الشان اور چونکا دینے والا نصب العین تھا جس کو حاصل کرنے کا دعویٰ انسان کی پیدائش کے ہزاروں سال بعد رسول صلعم نے بنی نوعِ اِنسان کی تاریخ میں پہلی بار کیا اور اِس کو حاصل کرنے کے لئے اپنی عمر کے تیئیس برس صرف کر دیئے۔ مٹھی بھر مسلمانوں کی جمعیت جس کے ساتھ رسول صلعم نے بعثت کے چودھویں سال مدینہ کی طرف ہجرت کی، اِس نصب العین کی علمبردار تھی اور بظاہر یہ امر ازبس مضحکہ خیز معلوم ہوتا تھا کہ کیونکر یہ کم و بیش ایک سَو انسانوں کی جماعت اِس عظیم مقصد کو حاصل کر کے دُنیا میں سُرخرُو ہو سکے گی، لیکن یہ اِسی کمال ایمان و یقین کا کرشمہ ہے کہ رسولؐ نے اپنی زندگی میں ہی اور صرف دس برس کے اندر اندر عالمی غلبہ کے امکانات اِنہی چند صد یا چند ہزار افراد کی قوتِ ایمانی سے اِس قدر روشن کر دیئے کہ تاریخ میں اِس کی مثال نہیں ملتی۔ غزوۂ تبوک میں جو ۹ھ ہجری میں ہُوا، رسول صلعم کے ساتھیوں کی تعداد صرف ۱۲ ہزار تھی اور مقابلے کی رومی فوج ایک لاکھ سے زیادہ تھی لیکن جب رسولؐ کی ہستی کی اِس مُہم کے بعد مدینہ میں داخل ہوئے تو مالِ غنیمت کی مقدار اِس قدر تھی کہ گھنٹوں تک اُس کا جلوس مدینہ کے بازاروں سے گزرتا رہا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے دوران میں اِنہی مسلمانوں نے بائیس لاکھ مربع میل زمین پر قبضہ کیا اور چھتیس ہزار قلعے اور شہر بارہ برس کی مدت میں فتح کئے۔ اِس عالمی غلبے کا سلسلہ رسولؐ کے بعد قرنوں اور صدیوں تک قائم رہا حتیٰ کہ ایک سَو برس کے اندر اندر مسلمان ایک طرف فرانس کے میدانوں اور دُوسری طرف انڈونیشیا اور چین کی زمینوں تک پہنچ گئے تھے۔ یہ سب قرآن، خدا اور رسولؐ کو سچّا سمجھنے کے کرشمے تھے لیکن جب اُن کی سچّائی کے بارے میں ذہنی شکوک پیدا ہونے لگے، عالمی غلبے کا نصب العین نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور دینِ اسلام کی چلتی ہوئی گاڑی تھمتے تھمتے تھم گئی!

دُوسری قوموں کے قرآن کو اپنا لینے کے متعلق قرآن میں دو تنبیہیں!

اِس المناک صورتِ حال کے متعلق قرآن میں دو جگہ تنبیہیں ہیں جن کا مضمون قرآن پر غور کرنے والوں کو محوِ حیرت اِس لئے کر دیتا ہے

(*) قرآن کے طُول و عرض میں لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کے سوا رسولؐ کے آنے کی کوئی اور غرض نہیں بتلائی گئی۔

Marfat.com

کہ ان میں رسولؐ کی زمین پر آنے والے واقعات کے متعلق بالغ نظری بدرجۂ اتم موجود ہے۔ مذکورہ صدر تشریح سے عیاں ہے کہ رسولِ خدا کے ذہن پر قرآن کی وحی تمام روئے زمین پر غلبہ حاصل کرنے اور بنی نوعِ انسان کو اُمتِ واحدہ بنانے کی وحی تھی اور یہی رسولِ خدا کو خدا کی طرف سے بھیجے جانے کی واحد غرض تھی۔ تیئس برس کی مدت تک یہی ایک ولولہ رسولِ خدا کے ہر فعل میں کارفرما رہا اور یہ اِس قدر عظیم الشان کام تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے اِس کام کی تکمیل اگر صدیوں میں بھی ہو جاتی تو کچھ کم عظیم الشان کارنامہ نہ ہوتا۔ اِس بنا پر قرآن نے حسبِ ذیل الفاظ میں دو تنبیہیں دیں:۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۙ (۹/۱۵)

اور ضرور اگر ہم نے مناسب سمجھا تو یقینی طور پر اِس وحی کو جو ہم نے تم پر کی ہے (تمہاری قوم سے) اُچک لے جائیں گے۔ پھر اُس وقت تو اپنے لئے ہم پر کوئی سفارشی یا حمایتی نہ پائے گا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَاۗءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ○ (۶/۱۰)

یہی وہ لوگ تھے جن کو ہم نے (صحیفۂ فطرت کے عالم آرا قانون یعنی) الکتٰب (کا علم) دیا، پھر (صحیفۂ فطرت کے علم کے زور پر چلائی ہوئی) حکومت دی، پھر (وہ قوم علم اور حکم کے زور پر تمام کی تمام) نبوت (یعنی کمال باخبری میں شرابور کر) دی (گئی) تو اگر یہ (تمہاری قوم یا اُمت ان علمیات کی قدر نہ کرکے) اِس وحی سے منکر ہو گئے تو ہم بھی ضرور اس وحی کو کسی ایسی قوم کے سپرد کر دیں گے جو اس سے منکر نہ ہوں گے۔

ان تنبیہوں سے صاف اخذ ہوتا ہے کہ اگر عالمی غلبہ کا نصب العین مسلمانوں نے آنے والے اوقات میں چھوڑ دیا تو ان کا اِس دنیا میں کوئی وارث نہ رہے گا اور یہی نصب العین دُوسری صاحبِ علم، حاکم اور باخبر قومیں اختیار کر لیں گی اور اُس کو اپنی زندگی کا دائمی دستور العمل بنا لیں گی۔

عالمی غلبے کو اپنانے والی دو[۲] زمانۂ حال کی قومیں اور اُن کے آپس[۳] میں ٹکراؤ کا احتمال!

تیرہ سو ستتر برس کے بعد اسی عالمی غلبے کے نصب العین کو اپنانے والی اور بنی نوعِ انسان کو ایک اُمتِ واحدہ بنانے والی دو قومیں امریکہ اور رُوس بالآخر ظاہر ہوئی ہیں جو آپس میں ہولناک طور پر ایک دوسرے سے ٹکرانے کو اِس لئے ہیں کہ ثابت کر دیں کہ اُن میں سے کس کا ایمان اس قرآنی وحی پر زیادہ مضبوط ہے۔ رُوئے زمین ان دونوں قوموں کے سعی و عمل سے ایک اُمت بن سکے یا نہ بن سکے، یہ سوال دُوسرا ہے لیکن جو عظیم الشان عمل پچھلے چالیس برس میں ان دونوں قوموں نے کیا ہے اور جس طرح صحیفۂ فطرت کو مسخر کرکے انہوں نے بے پناہ قوت حاصل کی ہے اِس امر کی آئینہ دار ہے کہ مسلمانوں کا قرآن مسلمانوں سے اُچک لیا گیا اور خالقِ زمین و آسمان نے وہی قرآن فی الحقیقت امریکہ اور رُوس کے سپرد کر دیا۔

Marfat.com

عالمی غلبے کے دعویدار قرنِ اوّل میں اور اُس کے بعد کئی سو برس تک صرف مُسلمان تھے۔ اب ایک کی بجائے دو قومیں رُوس اور امریکہ ہیں لیکن دونوں اپنے نصب العین کے اعتبار سے نوزائیدہ ہیں اور کیا عجب ہے کہ اُن کے آسمانوں پر سیارے چلانے کی مُہمّیں بالآخر تیسری عالمی جنگ کے ذریعے سے اِن دونوں قوموں کے آپس میں لڑ مر کر ختم ہو جانے کی تمہید ہی نہ ہوں لیکن دینِ اسلام کی تحریک اِن نوزائیدہ قوموں کی فنا سے بدرجہا پختہ تر اور قائم تر تحریک تھی جو قرنوں تک بڑے جاہ و جلال سے قائم رہی اور جس کی حدّت کا بڑا عنصر رسولِ خدا اور اُس کی لائی ہوئی وحی کی سچائی پر مکمل یقین تھا۔ اِس بنا پر نیز چونکہ اِن دونوں قوموں کے افراد میں صحیفۂ فطرت سے شغف کا کوئی رُوحانی یا نفسیاتی محرک موجود نہیں اور دونوں کے سامنے کائنات کی پیدائش کا کوئی مقصد اِس لئے موجود نہیں کہ اُن کا لگاؤ فاطر السمٰوٰت والارض سے نہیں، اِس لئے یقینی امر ہے کہ اِس ٹکراؤ میں دونوں ہلاک ہو جائیں۔ وہ وقت دینِ اسلام کے لئے پھر ایک عظیم الشان عروج کا وقت ہوگا، بشرطیکہ مسلمانوں نے خدا اور قرآن سے وُہی لگاؤ پیدا کر لیا جو قرنِ اوّل میں تھا اور عالمی غلبے کے لئے ایک دفعہ پھر ہر مسلمان اپنی پُوری جان اور پُورا مال لے کر اُسی طرح حاضر ہو گیا جس طرح کہ رسولِ خدا صلعم نے اپنی زندگی میں کر دکھایا تھا۔ دینِ اسلام کو زندہ کرنے کا یہ وہ نادر موقع ہے جو بنی نوعِ انسان کو اب تک میسّر نہ ہُوا تھا اور لازم ہے کہ اِس کی تیاری مُسلمان ابھی سے کرلے۔

اس سلسلے میں پیدائش کائنات کے آخری مقصد کی توضیح اور خدا کے موجود ہونے کی علمی اور قطعی دلیل کی وضاحت کے لئے حسب ذیل ملاحظات پر انتہائی غور کرنا لازمی ہے۔

بکھرے ہوئے مسلمان کو نہ سننے والا خدا سنے !!!

آیئے! پھر ان بکھیڑوں سے آزاد، پچھلے گناہوں سے پاک اور اگلی نیکیوں کا ارادہ کر کے اپنے "اتحاد، اخوت اور قوت" کا بھرپور مظاہرہ کریں تاکہ ہماری آزادی کے دشمن، ہمارے اتحاد کے دشمن، ہمارے دین کے دشمن، ہماری سلامتی و یکجہتی کے دشمن، ہمارے کردار کے دشمن اور ہماری معیشت کے دشمن، ہمارے بنیادی حقوق غصب کرنے کی جرات نہ کر سکیں۔ اب زیادہ مت سوچئے! اپنے گلی محلوں میں منظم ہونا شروع ہو جایئے۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو ------ اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے ---
فتح قریب ہے

باب الاشاعت خاکسار تحریک ○ ۳۴۔ ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور۔ ۵۴۶۰۰

Marfat.com

(۶)

دُنیا کے عالموں (یعنی فطرت دانوں اور سائنسدانوں) کے نام

میرا تاریخی مکتوب

مکتوب کی بنیاد قرآنی حقائق پر ہے، انسان کی خدا سے ملاقات کا نصب العین

قرآن جیسی تصنیف کا انسان سے پیدا نہ ہوسکنے کا دعویٰ بھی انہی حقائق کی وجہ سے ہے!

مَیں نے جون ۱۹۵۱ء میں یعنی آج سے سات برس(×) پہلے جب کہ کمیونزم والوں کو آسمانوں پر مصنوعی سیاروں کے اُڑانے کا پورا خیال بھی شاید نہ آیا ہو "مسئلہ انسانی" (ہیومن پرابلم) پر ایک لمبا مقالہ لکھ کر یورپ اور امریکہ کے مقتدر سائنس والوں کے نام بھیجا۔ اس مقالہ کا تمام ماخذ قرآن حکیم تھا اور اس کا لُبِّ لباب بعد میں "حدیث القرآن" کے نام سے ۱۹۵۵ء میں شائع کیا گیا تھا۔ مَیں نے یہ مقالہ قرآن یا اسلام کا حوالہ دیئے بغیر اور صرف یورپ میں اپنے علمی امتیازات کے زور پر بھیجا اور دعویٰ کیا کہ صحیفۂ فطرت کی تخلیق کا واحد مقصد یہ ہے کہ اشرف المخلوقات انسان جو اپنے سمع و بصر اور عقل کی وجہ سے اشرف الخلق ہے، اُس کو کامل طور پر مسخر کرے ورنہ کروڑوں برس سے کروڑ در کروڑ ستاروں اور سیاروں کی ہولناک ویرانیاں جو آسمانی فضا میں ہیں، فطرت کو ایک بے معنی اور فضول شے قرار دیتی ہیں۔ پھر لکھا کہ چونکہ انسانی اعضا سر دست اس قطع کے نہیں کہ انسان اُن کو لے کر کسی قریب سے قریب سماوی سیارے یا کُرّے تک بھی پہنچ سکے اور نہ انسانی مشینوں نے ابھی تک وہ تیز رفتاری حاصل کی ہے کہ وہ انسان کو چشم زدن میں کسی قریب ترین کُرّے تک لے جا سکیں، اس لئے اس ساز و سامان کے ساتھ جو انسان کے پاس اس وقت ہے فطرت کی تسخیر محال ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان نے جو طاقت اس وقت تک حاصل کی ہے وہ صرف بے جان مادہ کی خاصیتوں کو دریافت کر کے حاصل کی ہے۔ زندگی کی ماہیت کو سمجھنے کی طرف اس کا خیال ابھی تک نہیں دوڑا بلکہ اُس نے زندہ شے کے بنیادی تعمیری عنصر یعنی خلیے کے مکین کو بھی ابھی تک دریافت نہیں کیا کہ وہ کن اشیا سے مرکب ہے جس کی وجہ سے اس خلیہ میں زندگی ہے۔ میرا دعوےٰ تھا کہ جب تک انسان کسی زندہ شے کا خالق بن کر خدا کا مماثل نہیں بنتا

(×) تصنیف کا یہ حصہ ۲۱ر دسمبر ۱۹۵۷ء کو لکھا گیا تھا۔

اس سے تسخیرِ فطرت کی توقع محال ہے۔ دوئم یہ کہ انسان نے بے جان اشیا کی ماہیت یا خصائص کے دریافت کرنے کی بنیاد نصب العینی شرائط و احوال اور ان کی پیمائش و مساحت کی بنیاد بھی نصب العینی آلات یعنی نقطہ، خطِ مستقیم اور دائرہ پر رکھی ہے۔ جن تینوں آلات کا وجود فطرت میں نہیں۔ جیومیٹری یعنی علمِ پیمائش کی تمام بنیاد ان غیر فطری آلات پر ہونے کے باعث انسان بے جان مادہ کے خصائص کی دریافت سے صرف مشینیں ہی بنا سکا ہے جو نقطہ، خطِ مستقیم اور دائروں پر مبنی ہیں اور انہی تین چیزوں پر گھومتی یا چلتی ہیں لیکن ان کی کوئی مماثلت اور مشابہت فطرت کی کسی زندہ شے سے نہیں۔ سوئم میں نے کہا ہے کہ سرمایہ یا مزدور انسانی ترقی کا بنیادی باعث نہیں بلکہ ترقی کا باعث وہ ایجادات ہیں جو صحیفۂ فطرت کے عالم روزِ اوّل سے کرتے آئے ہیں اور جب تک یہ ایجادات موجود نہ ہوں سرمایہ اور مزدور دونوں بیکار ہیں۔ اس بنا پر روئے زمین کی حکومت ان سیاست دانوں کے ہاتھ میں نہیں ہونی چاہیے جنہوں نے روزِ اوّل سے بنی نوعِ انسان کو مذہب، رنگ، نسل، وطن وغیرہ وغیرہ کی بنیاد پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو لامتناہی جنگوں میں آپس میں لڑایا ہے، درآں حالیکہ فطرت کی کسی نوع کے افراد اپنی نوع کے افراد کے ساتھ مقاتلے نہیں کرتے۔ ان بناؤں پر روئے زمین پر حکمران ہونے کا اہل صرف عالمِ فطرت یعنی سائنسدان اور موجد ہے جس کے بل بوتے پر روئے زمین کی تمام تر رونق اور قوت ہے۔ سرمایہ دار حکومت کا اہل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا سرمایہ ایجاد کے موجود ہونے کے بغیر بیکار ہے، نہ مزدور جس کے بازو اس وقت تک بیکار ہیں جب تک کہ سائنسدان اس کو اپنی ایجاد تیار کرنے کی ترکیب نہ سمجھائے۔ چہارم میں نے کہا کہ عالمِ فطرت کی قیادت ہی بنی نوعِ انسان کو ان کی آئے دن کی جنگوں سے نجات دلا سکتی ہے جن میں وہ ہزارہا سالوں سے گرفتار ہے۔ اسی کی حکومت گورے اور کالے، غریب اور امیر، مسلمان اور عیسائی کے امتیاز یا جغرافیائی، نسلی اور تمدنی اختلافات کو مٹا سکتی ہے کیونکہ عالمِ فطرت صرف صحیفۂ فطرت کی واحد حقیقت کا قائل ہے، کسی اور نظریئے یا نصب العین کی سچائی کا قائل نہیں۔ اسی عالمِ فطرت کی حکومت تسخیرِ فطرت کے اہم ترین نصب العین کو سامنے رکھ کر اور روئے زمین کے انسانوں کی توجہ ان ادنیٰ نصب العینوں سے ہٹا کر تسخیرِ فطرت کے شریف ترین نصب العین کی طرف لگا سکتی ہے۔ پنجم میں نے کہا کہ مغربی طرز کی جمہوریت دنیا کا سب سے بڑا فریب ہے جس کا نتیجہ ہر ملک میں سرمایہ دار کی حکومت کا قیام اور پھر سرمایہ کی حکومت کی وجہ سے بنی نوعِ انسان کو آئے دن کی ہولناک جنگوں میں مبتلا کرنا ہے۔ اگر مغربی جمہوریت سے فی الحقیقت عوام کی حکومت مراد ہوتی تو عوام الناس غریب چونکہ ہر ملک میں اسّی فی صدی سے بھی زیادہ ہیں، اسی ممبریاں غریب کی، پندرہ ممبریاں متوسط الحال کی اور صرف پانچ ممبریاں سرمایہ دار کی ہوتیں اور کسی ملک میں سرمایہ دار کی حکومت کا تصور بھی نہ ہو سکتا تھا۔ اب اس عذابِ عظیم سے دنیا کو نجات دینے کی واحد ترکیب یہ ہے کہ ہر ملک میں آبادی کو تین حصوں غریب، متوسط اور سرمایہ دار میں تقسیم کر کے ان کے برابر تعداد کے الگ تھلگ حلقے مقرر کر دیئے جائیں۔ ادھر چونکہ عالمِ فطرت (جو اس وقت سرمایہ دار کے ایک غلام کے طور پر کام کر رہا ہے) قدرتی طور پر غریب کے حلقے میں آتا ہے، عوام کا اس کو اپنا نمائندہ منتخب کرنا تھوڑی سی تبلیغ و تلقین سے ہو سکتا ہے اور دنیا کے ہر ملک میں اس کی حکومت آسانی سے قائم ہو سکتی ہے۔ ششم سائنس دان کی دنیا پر حکومت تمام بنی نوعِ انسان کو

Marfat.com

برباد کُن مشغلوں سے ہٹا کر صحیفۂ فطرت کی تسخیر کی طرف یکسر متوجہ کر دے گی اور اس ترکیب سے ایجادات انتہائی تیزی سے شروع ہو جائیں گی بلکہ انسانی آبادی کی بے پناہ کثرت سے جو انسانی صحت کے متعلق نئی نئی ایجادات معلوم ہونے کے باعث واقع ہو گی اور بطور نتیجہ وسائل زمین کے اس طرح پر جلد از جلد ختم ہوتے جانے سے کشمکش حیات جس قدر زیادہ اور شدید ہو گی اُسی قدر انسان کو زمین سے باہر کی زمینوں کی طرف مجبوراً رُخ کرنا پڑے گا۔ پھر اس تگ و دو میں جو کرۂ ارض سے باہر کی زمینوں پر قبضہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہو گی۔ انسان اپنی بنائی ہوئی مشینوں یا اور ذرائع سے جو اُس وقت تک پیدا ہو چکے ہوں گے، ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں آسمان کی طرف رُخ کرتا جائے گا۔ ہزاروں اور لاکھوں انسان اس عظیم الشان کوشش میں ضرور ہلاک ہوں گے لیکن کشمکش حیات کی شدت کے باعث باہر کی نوآبادیات میں بسنے کے قابل بن جانے کے لئے اُس کے اعضا میں لامحالہ انقلاب اور ارتقا پیدا ہونا شروع ہو جائے گا۔ مثلاً ٹانگیں یا ہاتھ یا اور ایسے انسانی اعضاء جو مشینی تگ و دو یا اور ذرائع کی وجہ سے بیکار ہو چکے ہوں گے، رفتہ رفتہ ختم ہوتے جائیں گے حتیٰ کہ جنسی شہوت بھی (جو فضائی تجربوں سے ثابت ہوا ہے کہ زمین سے اُوپر چار میل کی اونچائی پر ہی ختم ہو جاتی ہے) ختم ہو جائے گی اور انسان کی جنسی تفریق بالآخر معدوم ہو کر رہے گی۔ مرد اور عورت کا امتیاز ختم ہو جانے کے بعد انسان اپنا سلسلۂ توالد و تناسل پھر اُسی طرح قائم کرے گا جس طرح کہ ادنیٰ ترین حیوانوں میں آفرینش حیات کے ابتدائی زمانوں میں تھا اور اُس کا تمام کائنات پر چھا جانے کا ولولہ یہ گوارا نہ کر سکے گا کہ وہ نو ماہ کے تکلیف دہ انتظار کے بعد پیدا ہو۔ پھر اس کی پیدائش ابتدائی حیوانی خلیے کی طرح یک لخت دو حصوں پھر چار، پھر آٹھ حصوں میں تقسیم ہو جانے سے ہو گی حتیٰ کہ وہ اس کثرت توالد سے تمام کائنات پر حاوی ہونے کی کوشش کرے گا اور یہ کوشش اُس کے قادرِ کُل اور حاوی کُل ہونے کی ابتدا ہو گی۔ الغرض تسخیر فطرت کی اس عظیم انسانی جد وجہد میں جس کہ ارب در ارب میلوں کی دوریاں تک چشم زدن میں پہنچنے اور پُوری کائنات پر حاوی ہونے کے لئے اپنے گوشت پوست کے سب اعضاء کو خیر باد کہنا پڑے گا۔ کچھ عجب نہیں کہ ارتقا یافتہ انسان صرف رُوح ہی رُوح بن کر رہ جائے۔ اور اس رُوحانی حالت میں وہ رفتہ رفتہ اس خلاقِ عظیم کا مماثل بنتا جائے جو اس کائنات کا باعث اوّل ہے۔ ہفتم انسانی ارتقا کی اس حالت میں کہ اس کی نسل تمام کائنات کے گوشے گوشے پر حاوی ہو گی اور انسان اپنے سمع و بصر اور ذہن کے ذریعے سے تمام کرہ ہائے آسمانی پر قابض ہو گا، وہ اس کا اہل ہو گا کہ فاطرِ زمین و آسمان اس سے مساویانہ حیثیت سے ملاقات کرے۔ انسان کی اپنے رب سے یہ ملاقات جس کو قرآن میں لقائے رب کے نام سے موسوم کیا گیا ہے فی الحقیقت تخلیق کائنات کے مقصد کی تکمیل کے طور پر ہو گی۔ بالآخر اس روز کہ فاطر السموات والارض کروڑوں اور اربوں برس کے ارتقاء اور لاکھوں اور کروڑوں برس کی انسانی جد وجہد کے بعد سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ (۳۹: ۷۳) (یعنی تم پر سلام ہو تم نے جو کچھ کیا عمدہ کیا) کے الفاظ سے ہاتھ سے ہاتھ ملا کر انسان کا خیر مقدم کرے گا۔ وُہ دہشت ناک، عبرت انگیز اور ہیجان خیز ملاقات ہو گی کہ اس کی عظمت اور ہیبت سے زمین و آسمان کا یہ کروڑوں برس پہلے کا بنایا ہوا کارخانہ ریزہ ریزہ ہو کر فنا ہو جائے گا۔ اس وقت بارگاہِ الٰہی کے وہ ملائک جو اُس کے عرش کو کروڑوں برس سے تھامے ہوئے تھے، بزبانِ حال پکار اُٹھیں گے کہ کائنات کی تخلیق کا مقصد پورا ہو چکا! وہ انسان جس کو قرآن نے نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي (۱۵: ۲۹) (یعنی میں نے انسان میں اپنی رُوح پھونک دی) کا مصداق قرار دیا تھا، اپنی

نجات و نجاح کی آخری منزل تک پہنچ چکا! فطرت کا یہ عظیم الشان کارخانہ اُسی کے امتحان و ابتلا کے لئے پیدا کیا گیا تھا، وہ اِس امتحان میں پُورا اُترا: کروڑوں اور اربوں برس کا یہ دہشت انگیز تجربہ کہ بے شعور اور بے سمع و بصر خورد بینی حیوانوں سے ارتقا کیا ہُوا انسان آیا اَلْاَوَّلُ اور اَلْاٰخِرُ، اَلظَّاهِرُ اور اَلْبَاطِنُ اَلْعَزِیْزُ اَلْجَبَّارُ اَلْمُتَکَبِّرُ خدا تک پہنچ سکتا ہے، کامیاب ہو چکا! اب یہ دونوں رُو میں آپس میں مل کر ابد الآباد تک ایک ہو چکی ہیں۔ اِس لئے اب صحیفۂ فطرت کے وُجود کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی!!

میرے اِس تاریخی مقالے کی اشاعت کی وجہ سے علمی دُنیا میں بے مثال ہیجان!

میرے اِس تاریخی مقالے نے جو اِس وقت تک دس ہزار سائنس دانوں سے زیادہ کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہے جو تہلکہ علمی دنیا کے اندر دو تین سال کے اندر مچا دیا ہے، ایسا ہے کہ اِس کے نتائج ہر جگہ واضح طور پر مترتب ہو رہے ہیں۔ علمی دنیا میں ایک ذہنی اور کرداری ہیجان فی الحقیقت برپا ہو چکا ہے۔ یورپ کی سرمایہ دار حکومتیں اس حقیقت کو جو مَیں نے پیش کی ہے فی الحقیقت کیمونزم سے کئی درجہ بڑھ کر عظیم خطرہ اپنی حکومتوں کے لئے سمجھ رہی ہیں اور مسلسل کوشش میں ہیں کہ اِس خط کی اشاعت کو روک دیا جائے۔ مذہب کا عظیم الشان فریب جس کے بل پر دنیا ہزاروں برس سے آئے دن کے مقاتلوں میں لگی ہے اور کوئی تدبیر اِس جہنم سے عہدہ برآ ہونے کی نظر نہ آتی تھی۔ میرے اِس دعوے سے کہ خدا کا پیغام ایک بنی نوع انسان کی طرف ایک لاکھ پیغمبروں کی وساطت سے دیا ہُوا بھی ایک ہی ہو سکتا تھا، باطل ہو چکا ہے۔ بڑے بڑے عظیم الشان پروفیسر جنہوں نے انتہائی ولولے اور یقین سے مجھے اِس خط کے شائع کرنے پر مبارک بادیں بھیجی ہیں، تخلیقِ کائنات کے مقصد کو پا کر آمادۂ عمل ہو گئے ہیں۔ پچھلے چند سالوں سے کیمونسٹوں کی سائنسی برتری نے میرے اِس ملاحظے کو کہ سائنس دانوں کی حکومت قائم کرنے سے دنیا کی بیشتر آبادی صحیفۂ فطرت کو دریافت کرنے کی طرف تیزی سے مائل ہوگی، صحیح ثابت کر دیا ہے اور امریکہ میں سائنس کی جگہ سرمایہ کی حکومت نے ہی اس کو میدانِ سائنس میں زک دی ہے۔ مذہب کے متعلق مَیں نے جو موقف اِس مقالے میں اختیار کیا ہے یہ ہے کہ تمام مذاہب اِس وقت مسخ شدہ صورت میں ہیں اور ان کو یکسر خیر باد کہہ دینا انسان کی آئندہ بہتری کے لئے لازمی امر ہے۔ انسان اپنی مجموعی احمقیت کی وجہ سے ابھی تک اِس ابتدائی حقیقت تک بھی نہیں پہنچا کہ ایک بنی نوع انسان کو ایک خدا کی طرف سے ایک ہی پیغام مل سکتا تھا اِس لئے مذاہب عالم وہ کچھ بن جانا جو وہ آج کل ہیں قطعاً غیر فطری ہے۔ انسان کا خدا کی طرف سے دیا ہُوا "مذہب" صرف دینِ فطرت ہے اور اِس کے سوا کسی دوسرے لائحۂ عمل کو اختیار کرنا انسان کی ہلاکت کا باعث ہوگا۔ انسان ایک اُمت اُسی طرح پر ہیں جس طرح کہ ہر حیوانی نوع ایک اُمت ہے اور چونکہ کسی حیوانی نوع کے افراد آپس میں ایک دُوسرے سے برسرِ پیکار نہیں ہوتے اِس لئے انسان کا آپس میں جنگ و جدال کرنا غیر فطری ہے!

اِس مقالہ کا استدلال ہمہ تن قرآن کی بتائی ہوئی حقیقتوں پر مبنی ہے اور یہی حقیقتیں جو قرآن نے مختلف سُورتوں میں جستہ جستہ آشکارا

Marfat.com

کی ہیں، دراصل بنی نوع انسان کی طرف قرآن کا پیغام ہے۔ یہی وہ عظیم الشان صداقتیں ہیں جو قرآن کی تیئس برس کی وحی میں رسول صلعم پر آشکارا ہوئیں اور اسی نقطۂ نظر سے قرآن کا یہ دعویٰ کہ تم اس طرح کی کوئی دس سورتیں ہی گھڑی ہوئی لے آؤ،[1] قطعی طور پر قابلِ فہم ہو جاتا ہے۔ قرآن کا دعویٰ کہ اس سے پہاڑ لرز جاتے ہیں، بھی اسی حقیقت کا مظہر ہے کہ اس کتاب کے اندر وہ سچائیاں بیان کر دی گئی ہیں جو انسان کی آخری فلاح و نجات کے لئے کار آمد ہیں اور وہ اس قدر بلند سچائیاں ہیں کہ انسان ان کو اسی وقت سمجھ سکے گا جب اس میں فطرت کو سمجھنے کا شعور پیدا ہو گا!

قرآن کا دعوے کہ جن و انس کا کوئی طائفہ مل کر بھی اس کی دس آیتوں کے برابر نہیں بنا سکتا، اس وجہ سے ہے کہ قرآن نے کہہ دیا ہے کہ وہ خدا کے علم کو ساتھ لے کر اترا ہے (فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰہِ: (۱۱/۲)) دوسری جگہ کہا کہ اس قرآن کو اس نے اتارا جو زمین و آسمان کا بھید جانتا ہے۔ قُلْ اَنْزَلَہُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: (۲۵/۱)۔ اسی نقطۂ نظر سے قرآن کو "ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ" (۱۲/۱۱، ۲۳/۵) کہا۔ یعنی تمام کائنات کے لئے نصیحت ہے۔ ایک جگہ سورۂ یوسف میں اس کو تَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (۱۲/۱۲)[2]۔ اور دوسری جگہ سورۂ النحل میں تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ: (۱۴/۱۲) کہا ہے۔ یعنی اس میں ہر شے کی تفصیل ہے جس سے ہر سلیم الذہن شخص سمجھ سکتا ہے کہ اتنے بڑے دعوے کے حامل ہونے سے مراد سوائے اس کے نہیں کہ دنیا میں جو شے انسان کے لئے سب سے زیادہ اہم ہو سکتی ہے اس کا مل قرآن میں موجود ہے۔ ایک جگہ اسی قرآن کو فَصَّلْنٰہُ عَلٰی عِلْمٍ: (۸/۹) کہا۔ یعنی جو کچھ اس میں تفصیل دی ہے، وہ از روئے علم دی گئی ہے۔ دوسری جگہ بَعْدَ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ[3]: (۱۳/۵) یعنی اس علم کے بعد جو تیرے پاس آیا ہے، کہہ کر تمام قرآن کو یقینی علم کا نام دیا ہے۔

قرنِ اوّل اور اس کے بعد سب اسلامی تقدم قرآن کے سچے ہونے پر کامل یقین کی وجہ سے تھا!

قرآن کے ان تمام دعاوی کو جو قریباً سب کے سب مکہ میں نازل شدہ وحی کے دوران میں کئے گئے جب کہ رسول صلعم چاروں طرف کی شدید ترین مخالفت میں محض ایک بیکس اور بے بس انسان تھے، اگر متذکرہ صدر مقالے کے ماحول میں دیکھا جائے اور جائزہ لیا جائے کہ قرآن نے کیا کیا عظیم الشان حقیقتیں بنی نوع انسان پر واضح کیں تو لامحالہ اس نتیجے پر پہنچنا پڑتا ہے کہ ان مٹھی بھر مسلمانوں میں جو رسولِ خدا کے ساتھ مکہ میں تھے، کس قدر بے پناہ یقین قرآن کے سچ ہونے کے متعلق تھا کہ بالآخر انہی مسلمانوں نے مدینہ جا کر دینِ اسلام کے عالمی غلبہ کی بنیاد اپنی

---

[1] فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِہٖ مُفْتَرَیٰتٍ (۱۱/۲) کی طرف اشارہ ہے یعنی تم بھی اسی طرح کی گھڑی ہوئی دس سورتیں ہی لے آؤ، نیز دیکھو (۱۰/۴)، (۱۷/۹۸)، (۱۰/۶)۔

[2] نیز دیکھو (۸/۱۶) [3] اس کے لئے نیز دیکھو (۲۶/۲)، (۲/۳)، (۱۰/۱۱)، (۲/۴۵)۔

جانوں اور مالوں کو قربان کر کے ڈالی اور بالآخر اُس کو اس عروج پر پہنچا دیا کہ مسلمان قرنوں اور صدیوں تک مظفر و منصور رہ ہو کر اس عالمی غلبہ کو وسیع تر کرتے رہے۔ قرآن کے سچ ہونے کے متعلق یہی بے پناہ یقین تھا جس کی وجہ سے عذاب اور ثواب، جنت اور دوزخ اور پرانی قوموں عاد اور ثمود وغیرہ کی ہلاکت کے قصوں کے متعلق بار بار دُہرائی ہوئی آیتیں جو آج کل کے مسلمانوں کے ذہن کو پریشان کر کے اُن کو قرآن سے برگشتہ کرتی رہتی ہیں، قرنِ اول کے کمزور ایمان والے مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کر کے اُن میں وہ عدیم المثال اور محیر العقول بہادریاں اور ولولے پیدا کرتی تھیں جن کی مثال تاریخ میں موجود نہیں۔ قرآن کے متن کا ایک کافی بڑا حصہ اس قطع کی آیتوں پر مشتمل ہے اور چونکہ آج کل کا رسمی مسلمان، اولاً قرآن کو بے یقینی اور شک کی نظر سے دیکھتا ہے، ثانیاً اس کو معلوم نہیں رہا کہ یہ آیتیں کس ماحول اور کس ضرورت کے ماتحت بار بار نازل ہوتی تھیں۔ ثالثاً وہ ان بلند ترین سچائیوں کو جو قرآن میں بطور "علم" اور "زمین و آسمان کے بھید" اور "تمام کائنات کے لئے نصیحت" اور "ہر شے کی تفصیل" کے طور پر پیش کی گئی ہیں، علی الحساب پڑھ کر اور ناقابلِ فہم سمجھ کر اُن سے گزر جاتا ہے، اس لئے وہ قرآن سے کوئی مستقل اثر نہیں لیتا بلکہ ان آیتوں سے حرکت قبول کرنا تو درکنار، وہ اور بدظن ہو جاتا ہے۔ آج ہر رسمی مسلمان کی قرآن سے اس قدر بدظنی ہے کہ وہ عذاب و ثواب اور جنت اور دوزخ اور پرانی قوموں کی ہلاکت کی سزائیں قرآن میں بار بار پڑھ کر اس زعم میں رہتا ہے کہ یہ سب کی سب عرب کے منافق مسلمانوں اور کافروں کے بارے میں نازل ہوتی تھیں، ان کا اطلاق آج کل کے ننانوے فیصدی رسمی مسلمانوں پر نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو دائرہ اسلام میں داخل ہو کر پکے مسلمان بن چکے ہیں اور اسی لئے قرآن قابلِ توجہ نہیں رہا کیونکہ اس میں ثواب و عذاب کے ایک ہی مضمون کو بار بار دُہرایا گیا ہے اور اس میں کوئی شے ایسی نہیں جو ذہن میں انگیخت اور دلوں میں ہیجان پیدا کر سکے!

Marfat.com

(۷)

قرآن کی پریشان ترتیبی کے علاوہ

"فتنہ کتابت" زوالِ اسلام کا ذمہ دار ہے؟

رسولِ خدا جس طرح کا مومن بنا کر گئے وہی مومن ہو سکتا ہے خدا کا صحیح تصور کیا ہے؟

ملاقاتِ خدا کے لئے صحیح جدوجہد تحریکِ اسلام کا پھر احیا کیونکر ہو سکتا ہے؟

لیکن میری دانست میں رسولِ خدا صلعم کی قرنِ اول میں چلائی ہوئی تحریک کے بالآخر اور مذہبوں کی طرح صرف ایک پُرسکون اور شخصی مذہب بنا دینے کا مُجرم مسلمان کا مولوی یا اس کا اپنا نفس یا بڑی مدت کا گزر جانا ہی نہیں بلکہ اس کا زیادہ تر باعث تحریک کے رفتہ رفتہ مدھم ہو جانے کے بعد وہ رنگ ہے جس رنگ میں کہ اسلام عام اور سکون زدہ مسلمانوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ جوں جوں اسلام کی چلتی ہوئی گاڑی تھمتی گئی اور آگے چلانے کی ہمت لوگوں میں نہ رہی۔ مسلمانوں نے دینِ اسلام کو سمجھنے کے لئے قرنِ اول کا ماحول پھر چلانے کی بجائے کتابوں، مکتبوں، تفسیروں، تلاوتوں اور درس و تدریسِ قرآن کو اپنی شمع راہ بنا لیا۔ اس فتنۂ کتابت نے نہ صرف دینِ اسلام کی اصلی تصویر مسخ کر دی بلکہ قرآن کو اور مذہبی کتابوں کی طرح صرف تلاوت کرنے اور چوم کر بالائے طاق رکھنے والی شے بنا دیا۔ اُدھر سب سے بڑا ظلم جو قرآن کے ساتھ ہوا یہ تھا کہ جس ترتیب سے وحی اتری تھی (یا بالفاظ دیگر جس طریقے اور تدبر سے مختلف اوقات میں اور طرح طرح کی ہدایتیں اور دھمکیاں یا ترغیبیں دے کر خدا نے عرب کے شدید ترین منافقوں(×) اور کافروں کو دنیا کے سب سے بڑے خدا کے جاں نثار بنایا تھا، اس ترتیب کو قطعی طور پر نظر انداز کر کے قرآن کی سورتیں گڈ مڈ اس طرح کر دیں کہ اُن کا کوئی سیاق و سباق نہ رہا۔ کسی کو خبر نہ رہی کہ وہ کیا ماحول تھا جس کی وجہ سے خدا کی طرف سے اس پیغام کا آنا یا عذاب و ثواب اور جنت اور دوزخ کے ذکر کو دُہرانا لازم ہو گیا تھا۔ وحی کا رسولِ خدا پر نازل ہونا بذاتِ خود اتنا اہم واقعہ تھا کہ اس کی ایک ایک سورت اور آیت کے متعلق اوقات اور واقعات پورے طور پر ضبطِ تحریر میں آنے چاہئیں تھے۔ آج مختلف سورتوں اور آیتوں کے وقتِ نزول کے متعلق (بلکہ بعض سورتوں کے مکی یا مدنی ہونے کے متعلق

(×) اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّ نِفَاقًا: (۹) کی طرف اشارہ ہے۔

Marfat.com

بھی) اِس قدر تفاوت ہے کہ حالات کی تہ تک پہنچنے کا متلاشی اِنسان پریشان ہو ہو جاتا ہے۔ مہینوں کا تعیّن تو درکنار، کئی اہم واقعات کے سِن وقوع میں ہی اختلاف ہے۔ اِن حالات میں دینِ اسلام کی رسولؐ کے ہاتھوں چلائی ہوئی تحریک کا دِماغوں سے اوجھل ہو جانا لازمی امر تھا اور جب تک وہ واقعات چودہ سو سال کے بعد پھر اُسی تسلسل اور تواتر سے دُہرا کر قرآن اور رسولؐ پر پھر وہی سچا یقین پیدا نہ کر دیا جائے بلکہ اِعلانِ عام نہ کر دیا جائے کہ دینِ اسلام صرف وہی اِسلام ہے جس پر رسولِ خدا اپنی تیئیس برس کی نبوّت کے آخری دَم تک عمل پیرا رہے اور نہ اِسلام کو سوائے اس ڈھانچے کے جس میں رسولِ خدا نے اُسے ڈھالا تھا کسی اور شکل میں بدلا جا سکتا ہے، شکست خوردہ اور ماندہ اُمت کی قسمت کس طرح بدلی جا سکتی ہے؟

یہ امر تاریخ سے ثابت ہے کہ رسولِ خدا انتقال کے چند روز پہلے تک کفّار سے جہاد بالسیف کی مُہم میں پا بہ رکاب رہے۔ مدینہ کی دس برس کی جنگی زندگی میں اُنہوں نے ایک لمحے کے لیے کسی دوسرے اسلام کی تلقین نہ کی۔ مکّہ کی تیرہ برس کی نبوّت کے دوران میں وہ ایک لمحہ کے لئے کفّار کو شکست دینے والے مسلمان پیدا کرنے سے غافل نہ رہے۔ اِس بنا پر کوئی شخص جو اُس اِسلام پر عمل پیرا نہیں، نہ مسلمان کہا جا سکتا ہے، نہ وہ سکون و اطمینان کی زندگی جو مُسلمانوں نے اُن کے بعد اختیار کی، دینِ اسلام کہی جا سکتی ہے، نہ ایمان کا کوئی اور مفہوم سوائے اس ایمان کے جو قرنِ اوّل کے تیئیس برس کے مسلمانوں میں تھا، لیا جا سکتا ہے۔ نہ قرآن کی جزائیں اور جنّت کا مومنوں کو ملنا سوائے اُس قطع کے مومنوں کے جو قرنِ اوّل میں تھے کسی اور قطع کے مسلمانوں پر عائد ہو سکتا ہے۔ یہ صرف اِس لیے کہ رسولِ صلعم نے آخر دم تک کسی اور قطع کا اِسلام سکھلایا ہی نہ تھا بلکہ اُسی وضع اور قطع کے اِسلام کو جو اُنہوں نے سکھلایا تھا اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (۵/۳ المائدہ)[x] کی آخری وحی پیش کر کے مکمل کر دیا اور اس پر اپنی مُہر لگا دی۔ اب جب اِس "مکمل" اسلام کے بعد کسی ترمیم کی گنجائش ہی باقی نہ رہی تو اِسلام کی کوئی اور تعریف کیونکر ہو سکتی ہے؟

قرآن کی سُورتوں اور آیتوں کو علی الحساب جمع کر دینے کا ظُلم اور سب سے زیادہ یہ اُن کے نازل ہونے کے ماحول و احوال کو ضبطِ تحریر میں نہ لانے کا ظلم قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرف سے ایک بڑا تعجب خیز واقعہ اِس لئے ہے کہ انہوں نے رسولِ خدا کی نبوی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے واقعہ کو نہایت محنت اور دِقت سے قلمبند کیا تھا۔ حیرت ہے کہ رسولؐ کے اِن شیدائیوں نے نزولِ وحی کے اہم ترین واقعات کو کیونکر نظر انداز کر دیا اور کیونکر اِس کو رسولؐ کی نبوی زندگی کا اہم جزو نہ سمجھا۔ اب بہر نوع جس گھاٹے میں مسلمان اِس وجہ سے ہیں، اُس کی تلافی اِس طرح ہو سکتی ہے کہ قرآن کو دوبارہ حتی الامکان اُسی ترتیب سے پھر پیش کیا جائے جس ترتیب سے کہ وہ نازل ہوا تھا اور پھر اُس ترتیب سے پیش کرتے کے ضمن میں ہی قرآن کی اُس تعلیم کو واضح کر دیا جائے جس تعلیم نے قرنِ اوّل کے وہ عدیم المثال ایمان والے لوگ

(x) سُورہ المائدہ آخری سُورت ہے جو سنہ ۱۰ ھجری میں مدینہ میں نازل ہوئی تھی۔

Marfat.com

پیدا کئے جنہوں نے بالآخر رُوئے زمین کی کایا پلٹ کر رکھ دی:

خُدا کے موجُود ہونے کا یقین کیونکر انسان پر لازم ہے ؟

لیکن قرآن، خدا اور رسولؐ کی سچائی کے متعلق اِن تمام تفسیریحوں اور تشریحوں کے بعد جو میں نے متذکرہ صدر ملاحظات میں مختلف نقاط نظر سے کی ہیں، آج کل کے متقدم اور متنوّر اور ایٹم بم اور مصنوعی سیّاروں کے زمانے میں جب کہ رُوس جیسے منکرِ خدا مُلک نے اعتقادی طور پر خدا کے وجود سے اِنکار کرنے کے باوجود موجُودہ تقدّم اور تنوّر حاصل کیا ہے، سوال باقی رہ جاتا ہے کہ مسلمانوں میں آج قرنِ اوّل کے عالمی غلبہ کی حِس اور اُس غلبہ کو حاصل کرنے کے لئے جان و مال کی بے پناہ قربانی کا جذبہ پھر پیدا کرنے کے لئے قرآن کی عالم آراء علمی سچائیاں ہی اگر اُس کو سچا ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں تو خدا کے وجُود پر یقین کر کے جان و مال قربان کرنے کا عمل پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے، بالخصوص جب کہ رُوس نے علمی سچائیوں کو اپنا کر ہی بے پناہ عمل پیدا کر لیا ہے۔ اِس سوال کا جواب بھی کافی اور شافی طور پر خود قرآن کے اندر موجود ہے بلکہ خدا کے یقینی طور پر موجود ہونے کی علمی گواہی، رسولِ خداؐ کی شخصی گواہی سے قطع نظر کر کے بھی، اس قدر روشن اور بیّن ہے کہ دُنیا کی بڑی سے بڑی متقدم اور متنوّر قوم اُس گواہی سے اِنکار نہیں کر سکتی:

خُدا کے صحیح تصوّر کے متعلق قرآن کی توصیفی تشریحات:

سب سے پہلے جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے قرآن نے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ : (۶/۱۲ الانعام) اور وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (۶/۱۱، ۲۲/۱۰، ۳۹/۷) کے الفاظ کہہ کر اِنسان کو خدا کے متعلق یہ تخیّل دیا کہ خدا کا تصوّر کہ انسانی آنکھیں اُس کو دیکھ سکتی ہیں، قطعی طور پر غلط ہے، نیز جس طرح کے بڑے اندازے کا تصوّر کہ خدا ایک عظیم الشان اِنسان ہے، بڑے بڑے کانوں سے سُنتا اور بڑی بڑی آنکھوں سے دیکھتا ہے یا بڑے سے بڑے انسانوں کی طرح غیظ و غضب میں آتا ہے، بے اندازہ رحم کرتا ہے، بے پناہ طور پر انعام دیتا ہے وغیرہ وغیرہ، اِنسان نے خدا کے متعلق کر لیا ہے، وہ اندازہ اُس حق کے مطابق ہرگز نہیں جو خدا کو پہنچتا ہے۔ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (۲/۲۴، البقرۃ) کے الفاظ کہہ کر قرآن نے صاف یہ تخیّل دیا کہ خدا کے تحت سلطنت کی کُرسی آسمانوں اور زمین تک پھیلی ہوئی ہے اور وہ ہر جگہ براجمان ہے۔ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (۱۱۲/۱) کے الفاظ کہہ کر قرآن نے یہ تصوّر دیا کہ خدا زمین کے ایک کونے سے لے کر آسمان کی کروڑوں اور اربوں میل کی دُوریوں تک صرف ایک وجُود ہے جو ہر جگہ موجود ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (۴۲/۲ الشوریٰ) کے الفاظ سے مقصود یہ ذہن پیدا کرنا تھا کہ کسی زمینی یا آسمانی شے کی مثال دے کر خدا کا تصوّر پیدا کرنا محال ہے۔ هُوَ الْاَوَّلُ : (۵۷/۱ الحدید) کے الفاظ سے یہ یقین دلانا پیشِ نظر تھا کہ جہاں تک اِنسان کا تصوّر وقت کے ہونے کے متعلق جاتا ہے، خدا اُس وقت سے پہلے بھی موجُود تھا۔ وَالْاٰخِرُ : (۵۷/۱ الحدید) کے الفاظ کہہ کر ذہن کو اِس سوچ پر آمادہ کیا

Marfat.com

کہ جہاں تک انسان تصور کر سکتا ہے کہ وقت باقی رہے گا، خدا اُس کے بعد بھی موجود رہے گا۔ لَمْ یُوْلَدْ (۱۱۲/۳) کے الفاظ میں خدا کی تعریف کرنے سے یہ مقصد تھا کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ خدا کسی دوسری شے سے نکلا ہو۔ لَمْ یَلِدْ (۱۱۲/۳) کہنے سے یہ مراد تھی کہ یہ امر حیطۂ خیال میں بھی نہیں آسکتا کہ اُس کے وجود سے کوئی دُوسری شے پیدا ہوئی ہو۔ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ط: (۲/۲۵۵) کے الفاظ سے اس تصور کو پیدا کرنا مطلوب تھا کہ انسانی سوچ میں یہ آہی نہیں سکتا کہ خدا بوڑھا ہوتا جاتا ہو یا تھکاوٹ سے اُس کو نیند آگئی ہو۔ کیونکہ بوڑھے ہو جانے یا تھک جانے کی خاصیتیں صرف آدمی اور گوشت پوست کی اشیاء میں ہوتی ہیں۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ: (۶/۱۸، ۶/۶۱) کے الفاظ سے مطلب انسان کے دل کے اندر یہ دائمی دہشت اور خوف پیدا کرنا تھا کہ خدا وہ غالب اور طاقت ور ہستی ہے کہ روئے زمین کے چار سو کروڑ انسان جن میں سے ہر ایک اپنے زعم میں تیس مار خان بنا ہوا ہے اُس کی طاقت کے سامنے اس قدر بے بس ہیں کہ اُن کی موت اور حیات پورے طور پر خدا کے قابو میں ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ الغرض یہ کہ قرآن نے خدا کے متعلق تمام انسانی تصورات کو قطعی طور پر باطل قرار دیا اور پیش نظر یہ تھا کہ انسان ایسی نادر الوجود شخصیت کے موجود ہونے پر مکمل یقین کر کے کائنات عالم کے اِس بیکراں کارخانے کی پیدائش کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے عالمی غلبہ کے نصب العین کی طرف رجُوع کرے اور پھر اس نصب العین کو حاصل کرنے کے لئے پُورے طور پر جان و مال کی قربانی کرتا جائے۔

نظامِ کائنات کا مُستحکم اور پُرامن ہونا خُدا کے ہونے کی قطعی دلیل ہے!

خدا کے قطعی طور پر موجود ہونے کی گواہی دینے کے لئے قرآن نے خود صحیفۂ فطرت کو پیش کر کے وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۙ: (۵۵ الرحمٰن/۷) کی دلیل پیش کی کہ بچشمِ خود دیکھ لو کہ آسمان کے اندر کروڑوں اور اربوں ستارے اور سیّارے اپنے اپنے چکروں میں چل کر كُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (: ۲۱/۳۳، ۳۶/۴۰) کا عمل ادا کر رہے ہیں لیکن کیا یہ امر حیرت انگیز نہیں کہ ان کروڑوں کی چال کے اندر ایک میزان اور ایک تول موجود ہے جس کے باعث ہر ستارہ دوسرے ستارے سے نہیں ٹکراتا۔ اگر یہ کائنات کسی خالق کے بغیر ہوتی تو یہ تول ہرگز قائم نہ رہ سکتا تھا۔ خدا کے واحد اور لاشریک ہونے کے متعلق یہ دندان شکن اور مسکت دلیل دی گئی کہ اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا ہوتا تو یہ کارخانہ کبھی کا بگڑ کر تہس نہس ہو گیا ہوتا۔ لَوْ كَانَ فِيْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (: ۲۱/۲۲ الانبیا) اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۙ: (۵۵/۵) کے الفاظ کہہ کر پھر یہی تخیّل دیا کہ سورج اور چاند کا ایک مقررہ حساب کے مطابق چلنا اس کی دلیل ہے کہ کوئی حساب جاننے والا ان کو حرکت دے رہا ہے۔ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ؛ (۲۰/۵۰ طٰہٰ) کے الفاظ میں بھی یہی دلیل تھی کہ ہر شے کا ایک مقررہ قاعدہ اور معیّن طرزِ عمل ہے اور اس سے ثابت ہے کہ ان لاتعداد اور بے شمار اشیاء کو اپنے اپنے قاعدے پر چلانے والا کوئی ذی شعور وجود ضرور ہے جو سب کو بہ حیثیتِ مجموعی ہدایت دے رہا ہے۔ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: (۱۳/۱۵) اور وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: (۱۶/۴۹) میں پھر وہی دلیل ہے کہ سب ذی حیات اور غیر ذی حیات اشیاء کسی ایک حکم کے تابع ہیں جو ان کا ناظمِ اعلیٰ ہے

Marfat.com

اور اِس نظام میں کوئی دُوسری طاقت مُخل ہوتی نظر نہیں آتی: الغرض یہ سب دلائل جو خدا کے وجُود کو عالم آرا، بیکراں، غیر مرئی اور غیر انسانی ثابت کرنے میں قطعی اور آخری ہیں، ایسے ہیں کہ اُن سے خدا کے موجود ہونے سے کسی کو انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ لیکن اِن منطقی دلائل سے اور آگے بڑھ کر خود انسان کے ڈھانچے کے اندر خدا کے ہونے کی ایک ایسی دلیل موجود ہے جس سے انسان خواہ وہ لفظی اور اعتقادی طور پر بڑے سے بڑا منکرِ خدا ہو کسی عنوان سے انکار نہیں کر سکتا۔ وہ دلیل حسب ذیل ہے اور انتہائی غور و فکر کے بغیر سمجھ میں نہیں آ سکتی۔

انسان کا محض بے بس پیدا ہونا کسی غالب طاقت کے موجود ہونے کی مسکت دلیل ہے! انسان کا خدا تک ارتقا

مَیں نے اِس خط میں جو دُنیا کے سائنسدانوں کو لکھا اور جس کا ذکر اُوپر ہُوا، اُن کی توجہ اِس امر کی طرف دلائی کہ انسان باقی تمام زندہ مخلوق کے مقابلے میں سب سے زیادہ صحیح معنوں میں زندہ اس لئے ہے کہ وہ اُس اکساہٹ کے، جو زندگی سے پیدا ہوتی ہے، اوجِ کمال پر ہے اور اس اُکساہٹ کا کمال اِس میں اِس لئے ہے کہ وہ ادنیٰ حیوانوں کے بالمقابل اپنے زندہ ہونے سے زیادہ باخبر ہے۔ وہ زیادہ باخبر اِس لئے ہے کہ باقی زندہ مخلوق کو فطرت نے نہ اس طرح کی سوچ اور سمجھ والی آنکھیں دی ہیں جن سے وہ دیکھ سکیں، نہ اِس طرح کے سمجھ والے کان دیئے ہیں جن سے وہ سُن سکیں، نہ اِس طرح کا ذہن دیا ہے جس سے وہ سمجھ سکیں۔ یہی وہ تین اعضا ہیں جن کے باعث انسان میں زندہ ہونے کا احساس سب سے زیادہ ہے اور جن کی وجہ سے انسان باقی تمام مخلوق سے ممتاز، طاقتور بلکہ اپنی مرضی کرنے میں سب سے زیادہ بااختیار ہے۔ اِسی سمجھ کی وجہ سے وہ قانونِ فطرت سے بغاوت کرتا ہے بلکہ خدا کا بھی دل سے مُنکر ہوتا رہتا ہے۔ اِس تمام امتیاز اور خصوصی برتری کے باوجود جو انسان کو دی گئی ہے فطرت نے کمال تدبّر اور تفہّم سے انسان کے جسم کو اُس کے اپنے قابو میں قطعاً نہیں رکھا باوجودیکہ جسم ہی وہ شے ہے جس سے انسان بنا ہے۔ مثال کے طور پر انسان کے بدن پر زخم ہوتا ہے تو وہ زخم خود بخود اور اُس کی مرضی اور خواہش کے بغیر درُست ہوتا جاتا ہے یا خراب تر ہوتا جاتا ہے۔ وہ اپنے بال کاٹتا ہے لیکن بال اُس کی مرضی کے بغیر خود بخود اُگ جاتے ہیں اور وہ محسوس نہیں کرتا کہ کیونکر اور کس اُکساہٹ سے اُگے ہیں۔ وہ کھانا کھاتا ہے اور وہ کھانا خود بخود اور اُس کی مرضی کے بغیر یا اپنی طرف سے کسی اُکساہٹ کے باوجود ہضم ہو جاتا ہے یا بدہضمی پیدا کر دیتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ماں کے پیٹ میں بچہ خود بخود اور ماں کی مرضی کے بغیر لڑکا یا لڑکی بن جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے جسم کی تمام مشین اِس کے حیطۂ اختیار سے اِس قدر باہر بلکہ الگ تھلگ ہے کہ وہ اپنی مرضی کے بغیر بیمار ہو جاتا ہے یا تندرست ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ یہ بھی محسوس نہیں کرتا کہ وہ آنکھوں کے ذریعے سے کس اُکساہٹ سے دیکھتا یا کانوں کے ذریعے سے کس مرضی یا خواہش سے سنتا ہے۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ وہ خود ایک الگ شَے ہے اور اُس کے جسم کے تمام حصّے الگ شَے ہیں جو اُس کے اختیار میں نہ ہونے کے باعث درُست یا غلط ہوتے رہتے ہیں اور کسی اور کی مرضی سے کام کرتے ہیں یا کام چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ وہ تمام کے تمام اس کے جسم کے اندر ہیں اور اِس کے وجود کا لاینفک حصّہ اِس قدر ہیں کہ اس کے جسم کو اُن سے علیحدہ کر دو تو وہ خود نہیں رہتا۔ فطرت کی باغی، خود مختار اور

Marfat.com

متمرد انسان کے بارے میں یہ تجویز انتہائی طور پر حیرت انگیز ہے اور بڑے سے بڑے کافر انسان کو اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ وہ اپنی طاقت اور شان و شوکت کے غرور میں بڑے سے بڑا فرعون بھی بن جائے لیکن اُس کا چھوٹا سا جسم جس سے وہ خود بنا ہے، اُس کے اپنے اختیار میں نہیں۔ اسی وجہ سے وہ اپنی انتہائی درماندگی میں محسوس کرتا ہے کہ کوئی دُوسری طاقت ہے جو اُس کے جسم کو چلا رہی ہے یا اُس کے اعضاء کو روک رہی یا خراب کر رہی ہے۔ یہی طاقت لامحالہ خدا ہے جس نے اُس کو پُورے طور پر اپنی مرضی کا مالک بنا کر بھی اُس کے تمام جسم کو پورے طور پر اپنے قابُو میں کر رکھا ہے۔

اس طاقت کو اگر انسان توجہ کرے تو محسوس کر سکتا ہے بلکہ اکثر محسوس کرتا رہتا ہے۔ اگر یہ طاقت اشرف الخلق انسان میں اس شدت سے کارفرما ہے تو لامحالہ ادنیٰ حیوانوں بلکہ نباتات اور جمادات اور کائنات کے گوشے گوشے میں اسی طرح پورے طور پر حاوی اور غالب ہے جس طرح پر کہ انسان کے جسم پر ہے اور اس کے ایک ایک ذرّے کا فعل اور عمل اُس کے دستِ قدرت میں ہے۔ مذہبی اصطلاح میں اسی کو خدا کا ہر جگہ "حاضر و ناظر ہونا" کہتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب تک خدا ہر جگہ حاضر و ناظر نہ ہو، فطرت کا یہ عظیم الشان کارخانہ ایک پل کیونکر چل سکتا ہے؟

قرآن نے وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ : (۶/۲ ، ۶/۸) کے معنی خیز الفاظ میں خدا کی "اپنے بندوں پر" اِس قہاریت کو بیان کیا ہے اور اشارہ کر دیا ہے کہ اس کا انسان کے جسم پر غلبہ مکمل ہے جس قہر سے وہ کسی حال میں چھوٹ نہیں سکتا۔ خُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا : (۴/۲) کے الفاظ سے بھی کہ انسان انتہائی طور پر کمزور پیدا کیا گیا ہے، انسان کی یہی بیچارگی ظاہر ہوتی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى : (۶/۱۲) کے الفاظ میں کہ اللہ وہ ہے جو گٹھلی اور بیج کو زمین کے اندر جا کر پھاڑتا ہے اور اس سے درخت کی پیدائش شروع کرتا ہے، یہ اشارہ ہے کہ خدا کی طاقت نباتات کے اندر بھی کارفرما ہے۔ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ : (۳/۱) کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ ماں کے پیٹ کے اندر بچّہ کو شکل دینا بھی اسی خدا کے باعث سے ہے، اسی طرح يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۝ : (۳۵/۲) کے الفاظ میں قرآن نے واضح کر دیا ہے کہ اے بنی نوعِ انسان! تم سب اللہ کے انتہائی طور پر محتاج ہو اور خدا تو تم سب سے بے نیاز اور سزاوارِ حمد (یہاں تک) ہے کہ اگر وہ مناسب سمجھے تو تم سب کو اُچک کر لے جائے اور تمہاری جگہ ایک نئی پیدائش کو لا کر زمین پر مسلط کر دے۔

الغرض اِس تمام تصریح کے بعد جو مَیں نے خدا کے وجود کو ثابت کرنے کے لئے مختلف نقاطِ نظر سے کی ہے، یہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ اِس کائناتِ فطرت میں خدا موجود ہے اور وہ ایک لامحدود وجود ہے جس کا انسانی تصوّر قطعی طور پر غلط اور گمراہ کُن ہے اور انسان کو چارہ نہیں کہ خدا کو تسلیم کئے بغیر اس دنیا میں چل سکے۔ اس حق الیقین کے طور پر خدا ثابت ہو جانے کے بعد انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ خدا کے احکام سے مکر و فریب کر کے مذہب کی صورت کو نہ بگاڑے، مختلف مذاہب کو رسمی اور رواجی رنگ دے کر بنی نوع انسان کے اندر اختلاف

Marfat.com

پیدا نہ کرے۔ پیغمبروں کے نام پر جو ایک خدا کی طرف سے ایک ہی پیغام ایک بنی نوع انسان کے نام لاسکتے تھے اور جو پیغام سرتاپا ایک اور نیک ہو جانے ہی کا ہو سکتا تھا، ضد پیدا کر کے بنی نوع انسان کے ایک طبقے کو دُوسرے طبقے سے نہ لڑائے بلکہ تمام بنی نوع انسان کو ایک اُمت سمجھ کر تسخیرِ فطرت کا واحد نصب العین اپنے سامنے رکھے تاکہ جب فطرت مکمل طور پر تسخیر ہو جائے تو لقائے رب یعنی مساویانہ حیثیت سے خدا سے آخری ملاقات کا وہ منظر پیدا ہو جو پیدائش کا واحد مقصد ہے اور جس مقصد کے حاصل ہونے اور انسان کی رُوح کے خُدا کی رُوح میں ضم ہو جانے کے بعد کائناتِ فطرت کے موجود رہنے کی وجہ باقی نہیں رہتی اور جو اِس عظیم الشان "ڈرامے" کا "آخری ڈراپ سین" ہے جو کروڑوں اور اربوں برس پہلے شروع ہوا تھا!!!

وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ : (۱۵/۲ ، ۲۸/۵) کے الفاظ (یعنی میں نے انسان کے اندر اپنی رُوح پھونک دی) کہہ کر قرآن نے واشگاف الفاظ میں اعلان کر دیا کہ انسان وہ مخلوق ہے جس میں ایک نہ ایک دن وہ تمام خاصیتیں پیدا ہو کر رہیں گی جو خدا میں ہیں۔ اسی طرح انسان کی پیدائش کے متعلق قرآن نے حیران کُن الفاظ میں تین مرحلے حسبِ ذیل الفاظ میں بیان کئے:-

هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْئًا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْهِ (x) فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ۝ : (۱/۲) (سُورۃ الدھر)

کیا انسان پر اِس زمانے کے دوران میں وہ وقت نہیں آیا تھا جب کہ وہ کوئی قابلِ ذکر شے ہی نہ تھا۔ پھر ہم نے (اس ناقابلِ ذکر شے سے ارتقاء کراتے کراتے) بالتحقیق اُس کو ملے جلے نُطفے سے پیدا کیا تاکہ اُس کو امتحان[۲] میں ڈال کر دیکھیں (کہ وہ کیا کرتا ہے)۔ پھر ہم (اور آگے چل کر) اُس کو (اپنی طرح) بڑا سُننے والا اور بڑا دیکھنے والا بنا کر رہیں گے (لفظاً یہ کہ اُس کو بنا دیا ہے، گویا یہ درجہ اُس کو مزید ارتقاء کے بعد حاصل ہوگا)۔

اِن الفاظ سے غیر مشکوک طور پر ظاہر ہے کہ انسان اپنی پیدائش کی ابتدائی حالتوں میں صرف ایک خُوردبینی خلیہ تھا جو کیچڑ یا دلدل میں رہا کرتا تھا (جیساکہ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ کے الفاظ سے ظاہر ہے جو قرآن میں دُوسری جگہ پر[۵] ہیں)۔ پھر کروڑوں برس کے ارتقاء کے بعد اس کی پیدائش مرد اور عورت کے ملے جُلے نُطفے سے اِس لئے کی کہ اُس کو آنکھ، کان اور ذہن دے کر آزمائیں۔ (نَبْتَلِیْهِ) کہ وہ خدا کی بنائی ہوئی فطرت سے کیا سلُوک کرتا ہے اور اُس کو کتنا سمجھتا ہے۔ پھر اب اُس میں یہ اہلیت رکھی گئی ہے کہ وہ میری طرح (یعنی خدا کی طرح) بڑا سننے والا اور بڑا دیکھنے والا بن جائے! گویا اس آزمائش اور ابتلاء کے بعد کسی آئندہ زمانے میں انسان کو وہ ارتقاء نصیب ہوگا کہ وہ اِسی سمع و بصر کی وجہ سے خدا کا مماثل بن کر رہے گا[بڑ]۔ یہ امتحان صحیفۂ فطرت کو کامل طور پر مسخر کر کے خدائی اوصاف حاصل کرنے

(x) دیکھو صفحہ ۵۸ (۲) ۵۵/۱ میں دیکھو (بڑ) "جیساکہ انجیل میں ہے"

Marfat.com

کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسی حقیقت کو قرآن نے دوسری جگہ اِن الفاظ میں ظاہر کیا ہے جو اِن سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہیں اور قطعی طور پر ثابت کرتے ہیں کہ قرآن خدا کا کلام ہے کیونکہ انسان کا کلام چودہ سو برس پہلے اس قدر علم و دانش سے پُر نہ ہو سکتا تھا:-

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۙ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۙ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۙ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۙ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝: (۸۴)

تو (خبردار ہو جاؤ کہ) میں (اُس سُرخی کی شہادت دے کر کہتا ہوں) (جو دن کے اختتام پر) شفق کی (صورت میں نمودار ہوتی ہے) اور (پھر اس سُرخی کے بعد) رات کی شہادت دیتا ہوں اور اُن سب اشیاء کی) جن پر وہ چھا جاتی ہے اور چاند کی شہادت دیتا ہوں جب وہ (آہستہ آہستہ ایک دھاری سے بڑھ کر پُورا چاند بن جاتا ہے کہ تم (انسان) ضرور ایک درجہ (پیدائش) سے دُوسرے درجہ (پیدائش) تک (اسی طرح) چڑھتے جاؤ گے (جس طرح کہ زوالِ آفتاب کے بعد شفق، شفق کے بعد رات اور رات کے بعد چودھویں رات کا پُورا چاند نمودار ہوتا ہے اور روشنی کمال کو پہنچ جاتی ہے) تو کیا ہو گیا ہے ان لوگوں کو کہ وہ (انسان کے اِس حیرت انگیز ارتقاء پر) ایمان نہیں لاتے اور جب اُن کو قرآن عظیم کی یہ حوصلہ افزا حقیقتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ سجدے میں نہیں جاتے (یعنی حیرانی میں قرآن کی حیرت انگیز طور پر کہی ہوئی باتوں کو سُن کر لڑکھڑا کر سجدے میں نہیں گر پڑتے۔)

بنی نوعِ انسان کا یہ ابتلا و امتحان جس کا ذکر قرآن نے متذکرہ صدر آیات میں کیا ہے صحیفۂ فطرت کو کامل طور پر مسخر کر کے خدائی اوصاف کو حاصل کرنے اور نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ کا مصداق بننے کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ سمع و بصر کے مکمل استعمال سے جب انسان کو یہ درجہ حاصل ہو گیا جس کے لئے کمیونسٹوں اور امریکنوں نے (کیا عجب ہے کہ میرے تذکرے، یا سائنسدانوں کے نام میرے خط، یا حدیث القرآن، یا خود قرآن کی متذکرہ صدر بلند حقائق سے پُر آیات سے اشارے حاصل کر کے) ابھی سے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے ہیں تو فاطر السموٰت والارض وہ رحمان و رحیم خدا ہے کہ ایسے مکمل طور پر سمیع و بصیر انسان سے جو اُس نے خود لاکھوں اور کروڑوں برس کے ارتقاء کے بعد پیدا کیا تھا، دُوبدُو ملاقات کرنے کی خواہش کرے گا تاکہ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ (: ۳۹) کے الفاظ سے (یعنی تم پر سلام ہو کہ تم نے جو کچھ کیا بہت اچھا کیا) ہزاروں بلکہ لاکھوں برس کی اُس بے پناہ کوشش اور مسلسل جہاد کا خیر مقدم کرے جو بنی نوعِ انسان نے اُس سے مُلاقی ہونے کے بارے میں کی۔ قرآن نے نہایت معنی خیز الفاظ میں اس ملاقاتِ ربّ کی طرف حسبِ ذیل اشارہ کیا ہے جس سے یقین ہو جاتا ہے کہ خدا سے ملاقات صرف صحیفۂ فطرت کو کامل طور پر مسخر کرنے اور مکمل طور پر صاحبِ سمع اور صاحبِ علم بننے سے ہی ہو سکتی ہے:-

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا (x) لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ

(x) يَرْجُوْا یعنی اُمید رکھنے کے لفظ سے ظاہر ہے کہ اِس مُلاقات کا شوق انتہائی ہونا چاہیے۔ فتدبّر۔

Marfat.com

لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ○ : (۲۹/۱)

جو شخص خدا سے ملاقات کرنے کی اُمید رکھتا ہے وہ اِس حقیقت کو مدِّ نظر رکھے کہ خدا کی (اِس ملاقات کے بارے میں مقرر کی ہوئی) مدت ضرور ختم ہونے والی ہے اور وہ خدا مکمل طور پر صاحب سمع اور اِنتہائی طور پر صاحب علم ہے (اِس لئے لامحالہ وہ صرف اِنتہائی طور پر صاحب علم و سمع انسان سے ملاقات کرنا گوارا کرے گا) اور (یاد رکھو کہ) جس نے (اِس ملاقات کا اہل بننے کے لئے صاحب سمع و علم بننے کی بے پناہ) کوشش کی تو وہ در اصل اپنے ذاتی فائدے کے لئے ہی کوشش کر رہا ہے (کیونکہ اِنسان کا اِس عظیم الشان مرتبے تک پہنچنا ہی اس کو خدائے عظیم کا مماثل اور اِنتہائی اقتدار کا اہل بنا کر رہے گا) ورنہ خدائے زمین و آسمان تو تمام کائنات سے بے نیاز ہے (اور اُس کو اپنا ذاتی کوئی فائدہ مدِّ نظر نہیں)۔

دُوسری جگہ اِس جہاد کی حقیقت کو واضح تر الفاظ میں اِس طرح بیان کیا ہے :-

اَوَ لَمْ یَتَفَکَّرُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ۫ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ○ : (۳۰/۱)

کیا بنی نوعِ اِنسان نے اِس کارخانۂ قدرت میں ہوتے ہوئے اپنے نفسوں کے اندر غور نہیں کیا کہ خدا نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے پیدا ہی نہیں کیا مگر یہ کہ اُن کا وجود حقیقت پر مبنی ہے اور یہ کہ یہ کائنات مقرّرہ مدت تک قائم ہے (جس کے اندر اندر اِنسان کا اِس حقیقت کو تلاش کرنا لازمی امر ہے) لیکن (باوجود اِس حقیقتِ ثابتہ کے روشن ہونے کے) اکثر اِنسان ہیں جو اپنے رب سے ملاقات کرنے کے بارے میں منکر ہیں (اور اس کو ممکن یا ضروری نہیں سمجھتے)۔

لاکھوں اور کروڑوں برس کی عظیم الشان جد و جہد کے بعد بنی نوعِ اِنسان کی خاطر آسمان و زمین سے یہ عظیم الشان ملاقات لامحالہ کائنات کا سب سے بڑا واقعہ ہوگا اور کیا عجب ہے کہ اِس ملاقات کے وحشت ناک دھکے سے زمین و آسمان لرز اُٹھیں بلکہ جس طرح پر کہ قرآن نے حضرت موسیٰؑ کے کوہِ طور پر تجلّی کے واقعے کو حسبِ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے :-

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ○ : (۷/۱۷)

پھر جب پروردگارِ عالم نے اپنا جلوہ کوہِ طُور پر دکھلایا تو اِس پہاڑ کے پُرزے اُڑ گئے اور مُوسیٰ لڑکھڑا کر گر پڑا۔

کیا عجب ہے کہ اُسی طرح تمام کائنات اِس دھکے سے پُرزے پُرزے ہو کر فنا ہو جائے اور صاحبِ سمع و علم خُدا کے صاحبِ سمع و علم اِنسان سے وصال ہونے کے بعد عام اِعلان ہو جائے کہ اب یہ وصال واقع ہو چکا جو مقصدِ پیدائشِ کائنات روزِ اوّل سے تھا۔ اِس مقصد کے حاصل ہونے کے بعد اب کائنات کے باقی رہنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ خدا کو صرف اِنسان کا اِبتلا و اِمتحان (×) مقصود تھا اور وہ اپنے اِمتحان میں مکمل طور پر کامیاب و کامران ہو گیا۔

(×) دیکھو صفحہ ۵۶

خود رسولِ خدا نے کائنات کی پیدائش کے متعلق ایک مشہور اور انتہائی طور پر معنی خیز حدیث میں اشارہ کیا ہے جس سے فطرت کی عظیم الشان چیستان کا راز یکسر کھل جاتا ہے۔ مقصدِ پیدائشِ کائنات کے متعلق اس سے واضح تر اور مکمل تر الفاظ آج تک کسی انسان کے منہ سے نہیں نکلے اور جب تک دنیا قائم ہے کسی دوسرے انسان کی زبان سے اس سے زیادہ روشن تر اور اطمینان دہ الفاظ ہرگز نہ نکل سکیں گے۔ رسولؐ کا بیان ہے کہ خالقِ زمین و آسمان نے زمین و آسمان پیدا کرنے کی وجہ حسبِ ذیل الفاظ میں ظاہر کی:۔

کُنتُ کنزاً مخفیاً فاحببتُ ان اُعرف فخلقتُ خلقاً۔

میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، پھر میں نے ارادہ کیا کہ کائنات کے اس عظیم الشان کارخانے کو پیدا کر کے ظاہر ہو جاؤں۔ پھر ہم نے یہ لاانتہاہی فطرت پیدا کی (اور لاکھوں اور کروڑوں برس کے ارتقاء سے انسان کو پیدا کیا جو مجھ کو ثابت کر دے گا کہ میں موجود ہوں)۔

اس توجیہ پر غور کرنے کے بعد عیاں ہو جاتا ہے کہ کائنات کو پیدا کرنے کی وجہ خالق کے وجود کو عیاں کرنا تھا اور جب بنی نوع انسان لاکھوں اور کروڑوں برس کی جدوجہد کے بعد کائنات کے باعثِ اوّل سے ملاقی ہو گئی اور خدا عیاں طور پر ظاہر بلکہ ثابت ہو گیا تو پھر کائنات کے باقی رہنے کی ضرورت ختم ہو گئی اور اس کا فنا ہونا لازمی ہو گیا۔ وہی خدا جس نے انسان کو اس لئے پیدا کیا تھا کہ وہ "ظاہر" ہو جائے، خود اپنی مخلوق سے مل کر ایک ہو گیا تو اب خدا کو کیا ضرورت رہی کہ وہ کائنات کے اس تماشے اور ہنگامے کو برقرار رکھے۔ اسی بنا پر اَجَلِ مُسَمّیٰ[*] کے الفاظ ہیں جو متذکرہ صدر آیاتِ قرآنی میں اس شدومد سے آئے ہیں، یعنی یہ کہ یہ کارخانۂ قدرت ایک مقررہ مدت تک رہے گا اور اس کے بعد فنا کر دیا جائے گا۔

سرمایہ کے تمام شرانگیز اثرات کے خاتمہ کا واحد حل

سرمایہ کے تمام شر انگیز اثرات قلم کی ایک ادنیٰ جنبش سے ختم کئے جا سکتے ہیں وہ یہ کہ مساوی تعداد کے قرعہ اندازوں کے امیروں اور غریبوں کے کامل طور پر ایک دوسرے سے علیحدہ انتخابی حلقے ہر ملک میں قائم کر دیئے جائیں اور غریب اکثریت کو امیر اقلیت سے قطعی طور پر علیحدہ کر دیا جائے اس ترکیب سے مغربی طرز کی جمہوریت اپنی آج کل کی شیطانی سطح سے گر کر اصلی علمی، منطقی اور انسانی سطح پر آ جائے گی یعنی ان لوگوں کی فی الواقع حکومت قائم ہوگی جو تعداد میں سب سے زیادہ ہیں سرمایہ پھر دنیا میں اپنی مناسب جگہ پر آ جائے گا۔

(انسانی مسئلہ)

(*) دیکھو صفحہ ۵۷، ۵۸

Marfat.com

(۸)

پچھلی تمام تصریحات اور ملاحظات کے بعد

قرآن اور رسولؐ کے متعلق آخری نتیجے!

عالمی غلبے کے نصب العین کو پھر پکڑنے کے لئے آج کا مسلمان کیا کرے؟

مٹھی بھر مسلمان پھر قرنِ اوّل کے مسلمان بن کر دنیا پر چھا سکتے ہیں، کسی نئے قائد کی ضرورت نہیں!

اِن تمام تصریحات کے بعد جو میں نے خدا کے قطعی طور پر موجود ہونے، رسولؐ کے خدا کی طرف سے سچے پیغامبر ہونے اور قرآن کے قطعی طور پر خدا کی طرف سے وحی ہونے کے متعلق مختلف نقاطِ نظر سے پچھلے کئی ملاحظات میں کیں، رسمی مسلمان کے لئے آج کئی صدیوں کے بعد پھر سوچنے کا مقام ہے کہ وہ دینِ اسلام کے واحد نصب العین یعنی عالمی غلبہ کو پھر اپنا کر قرنِ اوّل والا وُہی ایمان و یقین پیدا کرے جس کے ذریعے سے رسولِ خدا کے زمانے کے چند مسلمانوں نے اپنی جان و مال کی قربانی سے غلبۂ اسلام کا حق صدیوں تک پیدا کر دیا تھا۔ جان و مال کی قربانی انسان میں صرف اُس وجود کی خاطر پیدا ہو سکتی ہے جس کے متعلق اُس کو یقین ہو کہ وہ سچا ہے اور اُس قربانی لینے کا اہل ہے۔ مسلمان اگر اِس وہم میں ہے کہ رسولِ خداؐ کی تیئس برس کی انتہائی دُکھ اور محنت سے چلائی ہوئی تحریک کو نفس کے مکر و فریب یا دل کے شیطانی شکوک سے فنا کر کے وہ مسلمان رہ سکتا ہے تو تسلّی سے اِس فریبِ نفس میں مبتلا رہے لیکن اگر اس کے پیشِ نظر حقیقت کو پہنچنا ہے تو حقیقت تک پہنچی ہوئی ہر قوم دنیا میں ہمیشہ سے غالب قوم رہی ہے اور جس تناسب سے اِس کا حقیقت تک پہنچنا ہوا ہے، اسی نسبت سے اس کو فطرت کی طرف سے قوّت اور غلبہ کی بخشش ارزانی رہی ہے۔ مسلمانوں کو اگر غلبہ قرونِ اولیٰ میں حاصل ہوا تھا تو پہلے پہل قرنِ اوّل میں رسولؐ پر مکمّل یقین کے بعد حاصل ہوا۔ بعد میں جب رسول صلعم اِس دنیا میں نہ رہے تو غلبہ کی ہوا خود بخود چاروں طرف پھیل گئی اور خدا، رسولؐ اور قرآن پر کامل یقین رکھ کر جان و مال کی قربانی کرنے والے خود بخود بڑھتے گئے بلکہ غلبہ کی حدود بڑھتی گئیں۔ جب یہ یقین کمزور ہو گیا عالمی غلبہ کا نصب العین نگاہوں سے اوجھل ہوتا گیا۔ اِس تصنیف میں جو ملاحظات اب تک مَیں نے خدا، رسولؐ اور قرآن کے متعلق کئے اُن میں میں نے ابتدائی طور پر ایمان و یقین کی اِن تینوں بنیادوں کو مضبوط کرنے کے واضح دلائل پیش کر دئیے ہیں۔ ان دلائل پر غور کرنے کے بعد جو نتائج واضح طور پر ذہن میں آتے ہیں، حسبِ ذیل ہیں:-

Marfat.com

(۱) قرآن اگر کسی فریب کار، خودغرض، جاہ پسند، دنیادار اور ادنیٰ نصب العین کو اپنانے والے شخص کی تصنیف ہوتا اور اس کا مقصد کسی مُلکی، مقامی یا جماعتی تحریک کو چلاکر اقتدار حاصل کرنا تھا تو اس میں اِس قدر بلند پایہ مضامین، اِس قدر عالمگیر سچائیاں، اِس قدر حقیقت تک پہنچانیوالے موضوع، اِس قدر گہری معلومات، اِس قدر عالم آرا صداقتیں ہرگز نہ ہوتیں بلکہ اِس کا زیادہ تر رُجحان اُن مقولات کی طرف ہوتا جو عرب کی قوم کو کسی ایک خاص قائد کے گرد اکٹھا جمع کر دینے کے محرک ہوتے۔ برخلاف اِس کے اُن تمام ملاحظات سے جو مختلف موضوعات کے ضمن میں قرآن سے کسی موضوع کی تصدیق یا تائید کی غرض سے پچھلے صفحات میں پیش کیے گئے، یہ مستنبط ہوتا ہے کہ قرآن کا تعلق تمام کائنات، تمام بنی نوع اِنسان اور عالم آرا حقائق سے ہے، کسی خاص گروہ یا جغرافیائی حدُود یا وقتی اور مقامی موضوعات سے ہرگز نہیں۔ یہ امُور بذاتِ خوُد اِس یقین کے مؤید ہیں کہ قرآن کو دنیا کے سامنے پیش کرنیوالا شخص کسی انتہائی بلند مقصد کو لے کر آیا تھا اور فریب کار اِنسان ہو نہیں سکتا۔

(۲) اِنہی موضوعات سے جو کسی حقیقت کی تائید و تصدیق کے ضمن میں قرآن سے لے کر پیش کیے گئے، یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کو دُنیا کے سامنے پیش کرنے والا شخص جسمانی لحاظ سے کامل طور پر صحت مند تھا اور کسی دماغی یا ذہنی بیماری میں مُبتلا نہ تھا۔

(۳) عالمی غلبہ حاصل کرنے، بنی نوع اِنسان کے اُمتِ واحدہ ہونے اور فاطر السمٰوٰت والارض سے بالآخر اِنسان کی ملاقات ہونے کے نصب العینوں سے جو قرآن نے پہلی دفعہ اِنسان کے سامنے پیش کیے، یہ مستنبط ہوتا ہے کہ قرآن کی تعلیم آج چودہ سو برس گزر جانے کے باوجُود اِس قدر حیران کُن طور پر بلند و بالا ہے کہ اِس وقت دُنیا کی بلند ترین اور مہذب ترین قوم کے سائنسدانوں کی نگاہیں بھی اِس تعلیم کے پاسنگ تک اب تک نہیں پہنچ سکیں اور وہ قومیں اب تک باہمی جنگ و جدال اور خسیس ترین مقاصد کے جنگل میں کسی باخبر اِنسان کی رہنمائی نہ ہونے کے باعث بُری طرح گرفتار ہیں۔

(۴) قرآن کو دنیا کے سامنے پیش کرنے والے محمدؐ کے متعلق مسلمان بالعموم فخریہ طور پر جاہلانہ ادّعا پیش کرتے ہیں کہ وُہ "اَن پڑھ" تھے، قرآن اُن کو حضرت جبرئیل طوطے کی طرح "پڑھا" دیتے تھے، یا اِس کے حقائق "پڑھا" دینے کے بعد اس کی تشریح "سکھلا" دیتے تھے، وغیرہ وغیرہ۔ اگر "پڑھنے" کے معنی حروف شناسی یا کسی لکھی ہوئی شے کو پڑھنا ہی ہے تو بھی تعجب ہے کہ ایک شخص جس نے اپنی عمر کے ۲۵ برس عرب اور شام کے ایک وسیع علاقے میں لاکھوں اور کروڑوں روپیہ کی کامیاب اور نفع مند تجارت میں گزارے ہوں اور دور دراز سفر کیے ہوں کیونکر "اَن پڑھ" رہ سکتا ہے۔ اِس سے قطع نظر قرآن میں وحی کے متعلق نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ (۲۶/۱۱) کے الفاظ ہیں۔ یعنی قرآن کو "رُوح امین" یعنی "جبرئیل" "تیرے قلب" یعنی ذہن پر لے کر اُترا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن رسول صلعم کے ذہن پر اُترا

اور اس کے وحی ہونے میں ذہن اور سمجھ کو بڑا دخل تھا۔ دوسری جگہ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (٦٩/٢)(×) کے الفاظ میں یعنی درحقیقت قرآن رسولِ کریمؐ کا قول ہے، کسی شاعر یا جادوگر کا قول نہیں۔ اس سے بھی واضح ہے کہ قرآن کے وحی ہونے میں رسولؐ کے اپنے مُنہ کے کہے ہوئے کو بھی بڑا دخل ہے۔ ان حالات میں رسولِ خدا کو "اَن پڑھ" سمجھنا مسلمانوں کی بڑی سے بڑی جہالت اور نادانی ہے ان سب باتوں کے باوجود قرآن میں وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۝ (٢٠/١٦) کے الفاظ میں۔ یعنی اے محمدؐ! تو قرآن (کے سمجھنے) میں پیشتر اس کے کہ اس کی وحی تم پر پوری نہ ہو جائے، جلدی نہ کر اور کہتا جا کہ اے میرے پروردگار! میرے علم میں زیادتی کر۔ جس سے ظاہر ہے کہ قلب پر نازل ہونے اور رسولؐ کا قول ہونے کے باوجود رسولِ خدا کو قرآن کی وحی کے پورے طور پر سمجھنے کے لئے زیادتی علم کی ضرورت تھی(٣)۔ ان سب اقوال کو پیشِ نظر رکھ کر رسولِ خدا کی وحی کے متعلق انتہائی دیانداری کا یقین ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اس کی کیفیت ظاہر کرنے میں دنیا کو کوئی فریب نہیں دیا، نہ خدا کے متعلق دعوے کیا کہ اس نے وحی براہِ راست بھیجی، نہ اپنے ذہن کو وحی سے قطعاً علیحدہ کر دیا، نہ وحی کو پورے طور پر ذہن میں آتی ہوئی بات کہا بلکہ وہ جو کچھ محسوس کرتے تھے، حرف بحرف بیان کر دیا۔

(۵) مسلمان کا خدا پر مکمل یقین ہی وہ بے مثال ہتھیار تھا جس کی وجہ سے قرنِ اول کے مٹھی بھر مسلمانوں نے بے مثال فتوحات حاصل کی تھیں اور خدا کے نہ ہونے کا یقین ہی آجکل کے مسلمانوں میں دینِ اسلام سے قلبی برگشتگی اور دین سے کد و فریب پیدا کرنے کا باعث ہے۔ یہی وجہ رسولؐ کو خدا کا سچا رسول نہ ماننے کی بھی ہے۔ ان حالات میں کہ رسولؐ کی شخصی شہادت خدا کے ہونے کے متعلق موجود نہیں، قرآن کے اقوال کو سامنے رکھ کر، انسانی جسم کی مکمل بے بسی کی وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ (٦/١٨) والی قرآنی دلیل جو میں نے سائنسدانانِ عالم کو پیش کی ہے، خدا کے ہونے کا مکمل اور ناقابلِ رد ثبوت ہے۔ پوری سمجھ اور پوری عقل والے انسان کے جسم پر اگر اس کا کوئی اختیار نہیں اور اس کی جان کسی دوسری غالب قوت کے قبضے میں ہے تو یہ لامحالہ اس امر کا ثبوت ہے کہ کوئی قاہر طاقت موجود ہے جس نے سرکش انسان کو مکمل طور پر اپنے قبضے میں کر رکھا ہے۔ اس قرآنی دلیل کے بعد انسان کے لئے گنجائش نہیں رہتی کہ وہ خدا کے وجود سے انکار کرے!

(۶) علمِ فطرت اور سائنس کی اس بے پناہ ترقی کے زمانے میں کہ مسلمان یورپ اور امریکہ کی زندہ اقوام سے ہزاروں بلکہ کروڑوں میل پیچھے رہ گیا ہے اور علم کے زور سے اس کے ترقی کرنے کے امکان باقی نہیں رہے۔ عالمی غلبے کا نصب العین مؤثر طور پر اسی صورت میں

(×) اس کے بعد ہے: وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ وَّلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ یعنی نہ وہ کسی شاعر یا جادوگر کا قول ہے۔

(٣) میرے نزدیک تو یہ بھی ہے کہ خدا رسولؐ کو کہتا ہے کہ ممکن ہے تو ایک بات کو آج یقینی سمجھ کر اپنے دل پر اتار لے لیکن جب تیرا علم اور زیادہ ہو جائے تو تو اس سے بھی زیادہ یقینی بات کہنے پر آمادہ ہو جائے۔

Marfat.com

حاصل ہو سکتا ہے کہ مسلمان میں خدا، رسولؐ اور قرآن پر مکمل یقین پھر پیدا ہو جائے اور ایک ایک مسلمان پھر ایک بار ہزاروں منکرین خدا پر دُنیاوی وسائل اور اسلحہ کی کمی کے باوجود اُسی طرح بھاری ہو جائے جیسا کہ قرونِ اولیٰ یا قرنِ اوّل میں تھا۔ اِس مقام کو حاصل کرنے کے بغیر عالمی غلبہ مسلمان کے لئے محال ہے۔ اِس تصنیف کا مقصد اسی یقین کو پھر پیدا کرنا ہے۔ تمہیدی طور پر اس پیش لفظ کو معرضِ تحریر میں لانے کے بعد رسولؐ کی زندگی کے حالات واضح کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن کی سُورتوں کی ترتیب وحی کے مطابق تشریح اس یقین کو کئی ہزار گُنا اور زیادہ کر دے گی تا کہ مسلمان پھر دُنیا میں غالب ہو سکے اور دینِ اسلام کی نبویؐ تحریک تیرہ سو پچھتر سال کے بعد پھر دُنیا میں رائج ہو۔

اِس مطلب کے حصُول کے لئے کسی نئے قائد کی ضرورت اِس لئے نہیں کہ جب ہر مسلمان قرنِ اوّل کا مسلمان بن گیا تو وہ ہر مُلک میں قرنِ اوّل کا نبویؐ سماں پیدا کر کے جہاد کے سامان خود پیدا کرے گا اور جب تک قرآن کی تیاری میں یہ سامان خود بخود پیدا نہ ہوئے، کوئی مسلمان قرنِ اوّل کا مُسلمان کہلانے کا اہل ہرگز نہ ہو سکے گا۔

مسلمان کو چاہئے کہ وہ اِن اسباب کو پیدا کرے ورنہ ساٹھ کروڑ انسانوں کی اِس اُمت کا آخرت میں ٹھکانا جہنم ہے اور اِس کا بالآخر اس روئے زمین سے مٹ جانا یقینی ہے۔

اللہ سے بڑا بننے کی آرزو نہیں ہے!

آپ نے قرآن میں پڑھا ہو گا کہ "جو لوگ اللہ کی آیتوں کو اس حالت میں چھپاتے ہیں کہ ہم نے اس کو کھلے طور پر عیاں کر دیا ہے وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں' خدا ان سے روز قیامت کو ہم کلام نہ ہو گا' ان کو آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے گا۔ "اللہ کی آیتوں کو چھپانا اور شکر میں لپٹی ہوئی گولیاں دنیا ایک ہی شئے ہے۔ اسلام کے زوال کے بعد جن لوگوں نے یہ چھپی ہوئی گولیاں دیں۔ دیکھ لو کہ انہوں نے قوم کی کیا گت بنائی اور ان کا از روئے قرآن کیا حشر ہو گا۔ میں دنیا سے بڑا بن جاؤں تو بن جاؤں' اللہ سے بڑا بننے کی آرزو نہیں رکھتا۔

(حضرت علامہ مشرقیؒ)

Marfat.com

(۹)

قرآن کی ترتیبِ نزُول کے دو (۲) جداول

مختلف مورّخوں کا ترتیبِ نزُول کے بارے میں شدید اختلاف؛ ہر دُو جداول کی بنا غیر تاریخی ہے

اِس تمہید کے بعد اَب مَیں رسُول صلعم کے باقی سوانحِ حیات اور قرآن کی بقایا سرگزشت کی طرف تاریخ وار اور علی الترتیب (دونوں موضوعوں کو متوازی خطوط پر چلا کر) رجوع کرتا ہُوں جس سے واضح ہو جائے گا کہ خدا کا پیغام بنی نوعِ انسان کی طرف کیا تھا اور اِس تعلیم سے کیونکر وہ ناقابلِ شکست مسلمان پیدا ہوئے جنہوں نے مٹھی بھر ہو کر عالمی غلبے کی بنیاد ڈالی۔

سب سے پہلے قرآن کی سُورتوں کو حتی الوسع وہی ترتیب دینا لازمی ہے جس ترتیب سے وہ رسُول صلعم پر نازل ہوتی تھیں۔ یہ جدول جو آگے آ رہے ہیں، تاریخِ نزول کے اعتبار سے قطعی اِس لئے نہیں کہ وحی کی ترتیب بھُولی جا چکی ہے اور مختلف مورّخ کئی جگہوں پر ایک دوسرے سے شدید اختلاف رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ یہ امر بھی یقینی نہیں رہا کہ فلاں سُورت ایک دفعہ اُتری یا کئی ٹکڑوں میں نازل ہُوئی اور بعد میں کئی وحیوں کو علی الحساب، یا حساب سے ایک سُورت میں جمع کر دیا گیا۔ بعض آیتوں کے متعلق یہ بھی مذکور ہے کہ رسُول صلعم نے خود ہدایت کی کہ فلاں آیت کو فلاں سُورت میں فلاں جگہ رکھ دیا جائے، لیکن اِس کا کوئی قطعی ثبوت موجُود نہیں۔ اِن جدولوں میں ہر سُورت کے ساتھ اِس کا حجم (یعنی یہ کہ وہ سُورت پُورے طور پر یکساں لکھائی کے بعد کتنی سطروں میں آتی ہے) بھی لکھ دیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ وہ سُورت کس قدر لمبی ہے ہر سُورت کے نزُول کا شمارہ دے کر اِس سُورت کا موجودہ شمارہ دے دیا ہے کہ قرآن میں اُس کو ڈھونڈنے میں آسانی ہو۔ پہلا جدول اُس ترتیب کا ہے جو مسلمانوں کے ہاں عام طور پر رائج ہے۔ اختلاف، سُورہ جات الرّعد (۱۳) الرّحمٰن (۵۵) الدّھر (۷۶) الفلق (۱۱۳) اور النّاس (۱۱۴) کے نزول کے بارے میں ہے جن کو بعض مفسر مکّی اور بعض مدنی سُورتیں کہتے ہیں۔ مَیں نے پہلی تین کو مدنی اور پچھلی دو کو مکّی قرار دیا ہے کہ اکثریت کا فیصلہ یہ تھا:۔

Marfat.com

شمار نزول	نمبر سورت	نام سورت	تعداد سطور	شمار نزول	نمبر سورت	نام سورت	تعداد سطور	شمار نزول	نمبر سورت	نام سورت	تعداد سطور	شمار نزول	نمبر سورت	نام سورت	تعداد سطور	شمار نزول	نمبر سورت	نام سورت	تعداد سطور	شمار نزول	نمبر سورت	نام سورت	تعداد سطور
		مکی سورتیں																					
۱	۹۶	العلق	۹	۲۰	۱۱۳	الفلق	۲¾	۳۹	۷	الاعراف	۲۷۵½	۵۸	۳۴	سبا	۱۰۶	۷۷	۶۷	الملک	۳۰	۹۶	۱۳	الرعد	۱۱۴
۲	۶۸	القلم	۴۵½	۲۱	۱۱۴	الناس	۳	۴۰	۷۲	الجن	۳۷¾	۵۹	۳۹	الزمر	۱۳۷	۷۸	۶۹	الحاقہ	۳۶½	۹۷	۵۵	الرحمٰن	۵۶
۳	۷۳	المزمل	۲۸½	۲۲	۱۱۲	الاخلاص	۱¾	۴۱	۳۶	یٰس	۹۲	۶۰	۴۰	المومن	۱۵۸	۷۹	۷۰	المعارج	۳۴½	۹۸	۷۶	الدھر	۳۶½
۴	۷۴	المدثر	۳۶½	۲۳	۵۳	النجم	۴۷	۴۲	۲۵	الفرقان	۱۲۰	۶۱	۴۱	حٰم السجدہ	۱۰۷	۸۰	۷۸	النبا	۲۱	۹۹	۶۵	الطلاق	۲۴¼
۵	۱	الفاتحہ	۵	۲۴	۸۰	عبس	۱۷½	۴۳	۳۵	الفاطر	۹۶½	۶۲	۴۲	الشوریٰ	۱۱۹	۸۱	۷۹	النٰزعٰت	۲۳¾	۱۰۰	۹۸	البینۃ	۱۱¾
۶	۱۱۱	اللھب	۳	۲۵	۹۷	القدر	۳¼	۴۴	۱۹	مریم	۱۲۳	۶۳	۴۳	الزخرف	۱۱۵	۸۲	۸۱	انفطار	۱۰	۱۰۱	۵۹	الحشر	۶۰¾
۷	۸۱	التکویر	۱۳½	۲۶	۹۱	الشمس	۸	۴۵	۲۰	طٰہٰ	۱۷۶	۶۴	۴۴	الدخان	۵۴	۸۳	۸۴	الانشقاق	۱۳½	۱۰۲	۲۴	النور	۱۷۵½
۸	۸۷	الاعلیٰ	۹	۲۷	۸۵	البروج	۱۳¾	۴۶	۵۶	الواقعہ	۶۴¾	۶۵	۴۵	الجاثیہ	۷۵½	۸۴	۳۰	الروم	۱۱۱	۱۰۳	۲۲	الحج	۱۸۵¾
۹	۹۲	اللیل	۱۰½	۲۸	۹۵	التین	۵	۴۷	۲۶	الشعراء	۱۸۰	۶۶	۴۶	الاحقاف	۸۷¾	۸۵	۲۹	العنکبوت	۱۳۳¾	۱۰۴	۶۳	المنافقون	۲۵½
۱۰	۸۹	الفجر	۱۸	۲۹	۱۰۶	القریش	۲½	۴۸	۲۷	النمل	۱۳۹	۶۷	۵۱	الذاریٰت	۵۱½	۸۶	۸۳	التطفیف	۲۲	۱۰۵	۵۸	المجادلہ	۶۰
																		مدنی سورتیں					
۱۱	۹۳	الضحیٰ	۵	۳۰	۱۰۱	القارعۃ	۵	۴۹	۲۸	القصص	۱۸۶½	۶۸	۸۸	الغاشیہ	۱۲	۸۷	۲	البقرہ	۸۲۱¾	۱۰۶	۴۹	الحجرات	۵۲½
۱۲	۹۴	الانشراح	۴	۳۱	۷۵	القیامۃ	۲۲¾	۵۰	۱۷	بنی اسرائیل	۲۰۱¾	۶۹	۱۸	الکہف	۲۱۱	۸۸	۸	الانفال	۱۴۹	۱۰۷	۶۶	التحریم	۴۰
۱۳	۱۰۳	العصر	۲	۳۲	۱۰۴	الھمزۃ	۴	۵۱	۱۰	یونس	۲۲۶	۷۰	۱۶	النحل	۲۶۳	۸۹	۳	آل عمران	۲۹۰½	۱۰۸	۶۴	التغابن	۳۶¼
۱۴	۱۰۰	العٰدیٰت	۵½	۳۳	۷۷	المرسلٰت	۱۱¼	۵۲	۱۱	ھود	۲۵۸	۷۱	۷۱	نوح	۳۲¼	۹۰	۳۳	الاحزاب	۱۹۹¾	۱۰۹	۶۱	الصف	۳۰½
۱۵	۱۰۸	الکوثر	۱½	۳۴	۵۰	قٓ	۵۱½	۵۳	۱۲	یوسف	۲۵۰	۷۲	۱۴	ابراہیم	۱۱۴	۹۱	۶۰	الممتحنہ	۴۸	۱۱۰	۶۲	الجمعۃ	۲۳¼
۱۹	۱۰۲	التکاثر	۴	۳۵	۹۰	البلد	۱۰¾	۵۴	۱۵	الحجر	۹۵½	۷۳	۲۱	الانبیا	۱۹۹½	۹۲	۴	النساء	۵۲۲¾	۱۱۱	۴۸	الفتح	۸۳½
۱۷	۱۰۷	الماعون	۴	۳۶	۸۶	الطارق	۸	۵۵	۶	الانعام	۳۰۴	۷۴	۲۳	المومنون	۱۳۷¾	۹۳	۹۹	الزلزال	۵	۱۱۲	۵	المائدہ	۳۸۹
۱۸	۱۰۹	الکافرون	۳	۳۷	۵۴	القمر	۴۸¾	۵۶	۳۷	الصٰفٰت	۱۳۲	۷۵	۳۲	السجدۃ	۵۰	۹۴	۵۷	الحدید	۸۱¾	۱۱۳	۹	التوبۃ	۳۶۵
۹	۱۰۵	الفیل	۳	۳۸	۳۸	صٓ	۹۳	۵۷	۳۱	لقمان	۴۲½	۷۶	۵۲	الطور	۴۳¾	۹۵	۴۷	محمد	۴۴½	۱۱۴	۱۱۰	نصر	۲¾

اِس جدول کی رُو سے مکّی سورتوں کی تعداد ۸۶ اور مدنی سورتوں کی تعداد ۲۸ ہے۔ مکّی سورتوں کا حجم قریباً ۶۴۴۹ سطر اور مدنی سورتوں کا حجم قریباً ۱۱۱۴ سطر ہے۔ مکّہ کے تیرہ برس میں وحی قریباً تین برس منقطع رہی اس لئے وحی کا نزول دونوں جگہ قریباً دس برس رہا۔ اس حساب سے مکّہ میں وحی کے نزول کی رفتار مدینہ کے بالمقابل ڈیڑھ گنا سے بھی زیادہ رہی۔ اِس سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ دشمنوں کا نبیؐ پر یہ الزام کہ وحی ایک بیماری تھی جو مرض الموت تک قائم رہی، قطعاً بے بنیاد ہے اور وحی کے نزول کی رفتار جوں جوں پیغام مکمل ہوتا گیا، کم ہوتی گئی۔

جرمن مستشرق نولڈکے کا

نسبتاً صحیح تر جدول

دُوسرا جدول جرمنی کے ایک مشہور مستشرق نولڈکے کا ہے جو اُس مصنف کے قرآن کی سورتوں پر داخلی غور وفکر اور خارجی احوال سے تطبیق کا نتیجہ ہے اور اِس لحاظ سے زیادہ مکمل ہے۔ اس نے مکّہ کی وحی کو تین حصّوں یعنی سنہ ۱ نبوی سے سنہ ۴ نبوی، سنہ ۵ نبوی سے سنہ ۶ نبوی اور سنہ ۷ نبوی سے سنہ ۱۳ نبوی میں تقسیم کیا ہے اور مدینہ کی وحی کو الگ کردیا ہے۔ اِس جدول کی رُو سے مکّی سورتوں کی تعداد ۹۰ اور مدنی سورتوں کی تعداد ۲۴ ہے اور سورہ جات الرّعد (۱۳) الرّحمٰن (۵۵) الدّھر (۷۶) اور الزلزال (۹۹) کو مکّی قرار دیا ہے۔ مکّی سورتوں کا حجم اِس جدول کی رُو سے قریباً ۶۵۶۷ سطر اور مدنی سورتوں کا قریباً ۲۸۰۱ سطر ہے۔ یہ جدول اگلے صفحہ پر درج ہے اور مقابلہ کے لئے پہلے جدول کی ترتیب نزول کو سورت وار لکھ دیا ہے تاکہ دونوں جدولوں کا اختلاف واضح ہوجائے دونوں جدولوں کے اختلاف پر بحث کرنا لاحاصل ہے اِس لئے کہ اختلاف انتہائی طور پر شدید ہے اور کسی ایک کے پاس اپنے جدول کی صحت کا تاریخی ثبوت موجود نہیں۔ نولڈکے نے معلوم ہوتا ہے اپنا جدول آیات کی داخلی شہادت پر تیار کیا ہے لیکن اگر غور سے اِس شہادت کو پرکھا جائے تو یہ بھی غیر یقینی معلوم دیتی ہے اور دراصل داخلی شہادت بھی ایک غیر مستقل شے ہے جس سے مستقل نتائج اخذ نہیں ہوسکتے۔ بہرنوع جیسا کہ آگے چل کر واضح ہوگا، نولڈکے کا جدول اِس لحاظ سے نسبتاً صحیح تر ضرور ہے کہ ایک سورت کے علمی حقائق کا ربط اگلی سورتوں کے علمی حقائق سے پورے طور پر واضح ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

نمبر نزول	نام سورۃ	نمبر سورۃ	[illegible]	تعداد سطور	نمبر نزول	نام سورۃ	نمبر سورۃ	[illegible]	تعداد سطور	نمبر نزول	نام سورۃ	نمبر سورۃ	[illegible]	تعداد سطور	نمبر نزول	نام سورۃ	نمبر سورۃ	[illegible]	تعداد سطور	نمبر نزول	نام سورۃ	نمبر سورۃ	[illegible]	تعداد سطور
مکی سورتیں ۱ نبوی سے ۴ نبوی تک					۲۴	القارعۃ	۱۰۱	۳۰	۵	۴۸	الفاتحہ	۱	۵	۵	۷ نبوی سے ۱۳ نبوی تک					۹۱	البقرہ	۲	۸۷	۸۲۱ ۳/۴
۱	العلق	۹۶	۱	۹	۲۵	الزلزال	۹۹	۹۳	۵	۵ نبوی سے ۶ نبوی تک					۷۰	السجدہ	۳۲	۷۵	۵۰	۹۲	البیّنۃ	۹۸	۱۰۰	۱۱ ۳/۴
۲	المدثر	۷۴	۴	۲۶ ۱/۲	۲۶	الانفطار	۸۱	۸۲	۱۰	۴۹	القمر	۵۴	۲۷	۴۸ ۳/۴	۷۱	حم السجدہ	۴۱	۹۱	۱۰۵	۹۳	التغابن	۶۴	۱۰۸	۳۶ ۱/۴
۳	اللھب	۱۱۱	۶	۳	۲۷	التکویر	۸۱	۷	۱۳ ۱/۲	۵۰	الصّٰفّٰت	۳۷	۵۶	۱۲۲	۷۲	الجاثیہ	۴۵	۶۵	۷۵ ۱/۲	۹۴	جمعہ	۶۲	۱۱۰	۲۲ ۱/۲
۴	القریش	۱۰۶	۲۹	۲ ۱/۲	۲۸	النجم	۵۳	۲۳	۴۷	۵۱	نوح	۷۱	۷۱	۳۲ ۱/۲	۷۳	النحل	۱۶	۷۰	۲۶۲	۹۵	انفال	۸	۸۸	۱۷۹
۵	الکوثر	۱۰۸	۱۵	۱ ۱/۲	۲۹	الانشقاق	۸۴	۸۳	۱۳ ۱/۲	۵۲	الدھر	۷۶	۹۸	۳۶ ۱/۲	۷۴	الروم	۳۰	۸۴	۱۱۱	۹۶	محمد	۴۷	۹۵	۷۷ ۱/۲
۶	الھمزہ	۱۰۴	۳۲	۴	۳۰	العدیٰت	۱۰۰	۱۴	۵ ۱/۲	۵۳	الدخان	۴۴	۱۳	۵۴	۷۵	ھود	۱۱	۵۲	۲۵۸	۹۷	آل عمران	۳	۸۹	۳۴۰ ۱/۴
۷	الماعون	۱۰۷	۱۷	۴	۳۱	النّٰزعٰت	۷۹	۸۱	۲۳ ۳/۴	۵۴	قٓ	۵۰	۳۴	۵۱ ۱/۱۲	۷۶	ابراھیم	۱۴	۴۲	۱۱۴	۹۸	الصّف	۶۱	۱۰۹	۳۰ ۱/۴
۸	التکاثر	۱۰۲	۱۶	۴	۳۲	المرسلٰت	۷۷	۳۳	۳۱ ۱/۴	۵۵	طٰہٰ	۲۰	۴۵	۱۷۶	۷۷	یوسف	۱۲	۵۳	۲۵۰	۹۹	حدید	۵۷	۹۴	۸۶ ۳/۴
۹	الفیل	۱۰۵	۱۹	۳	۳۳	النّبا	۷۸	۸۰	۲۱	۵۶	الشعراء	۲۶	۴۷	۱۸۰	۷۸	المؤمن	۴۰	۶۰	۱۵۸	۱۰۰	النّسا	۴	۹۲	۴۲۱ ۳/۴
۱۰	اللیل	۹۲	۹	۱۰ ۱/۴	۳۴	الغاشیہ	۸۸	۶۸	۱۲	۵۷	الحجر	۱۵	۵۴	۹۵ ۱/۴	۷۹	القصص	۲۸	۴۹	۱۸۶ ۱/۲	۱۰۱	الطلاق	۶۵	۹۹	۴۲ ۱/۴
۱۱	البلد	۹۰	۲۵	۱۰ ۳/۴	۳۵	الفجر	۸۹	۱۰	۱۸	۵۸	مریم	۱۹	۴۴	۱۲۲	۸۰	الزمر	۳۹	۵۹	۱۴۷	۱۰۲	الحشر	۵۹	۱۰۱	۶۰ ۳/۴
۱۲	الانشراح	۹۴	۱۲	۴	۳۶	القیٰمۃ	۷۵	۳۱	۲۳ ۳/۴	۵۹	صٓ	۳۸	۳۸	۹۳	۸۱	عنکبوت	۲۹	۸۵	۱۳۳ ۳/۴	۱۰۳	الاحزاب	۳۳	۹۰	۱۶۹ ۳/۴
۱۳	الضحیٰ	۹۳	۱۱	۵	۳۷	التطفیف	۸۳	۸۶	۳۲	۶۰	یٰسٓ	۳۶	۴۱	۹۲	۸۲	لقمان	۳۱	۵۷	۴۲ ۱/۲	۱۰۴	المنافقون	۶۳	۱۰۴	۲۵ ۱/۲
۱۴	القدر	۹۷	۲۵	۲ ۱/۴	۳۸	الحاقۃ	۶۹	۷۸	۳۹ ۱/۲	۶۱	الزخرف	۴۳	۶۳	+ ۱۱۵	۸۳	الشوریٰ	۴۲	۶۲	۱۱۹	۱۰۵	النور	۲۴	۱۰۲	۱۷۵ ۱/۴
۱۵	الطارق	۸۶	۳۶	۸	۳۹	الذّٰریٰت	۵۱	۶۷	۵۱ ۱/۲	۶۲	الجنّ	۷۲	۴۰	۲۷ ۳/۴	۸۴	یونس	۱۰	۵۱	۲۴۶	۱۰۶	المجادلہ	۵۸	۱۰۵	۶۰
۱۶	الشمس	۹۱	۲۶	۸	۴۰	الطور	۵۲	۷۶	۴۳ ۳/۴	۶۳	الملک	۶۷	۷۷	۴۶ ۳/۴	۸۵	سبا	۳۴	۵۸	۱۰۶	۱۰۷	الحج	۲۲	۱۰۳	۱۸۵ ۳/۴
۱۷	عبس	۸۰	۲۴	۱۷ ۱/۴	۴۱	الواقعہ	۵۰	۴۶	۴۴ ۱/۴	۶۴	المؤمنون	۲۳	۷۴	۱۱۷ ۳/۴	۸۶	فاطر	۳۵	۴۳	۹۹ ۱/۲	۱۰۸	الفتح	۴۸	۱۱۱	۸۳ ۱/۲
۱۸	القلم	۶۸	۲	۴۵ ۱/۲	۴۲	المعارج	۷۰	۷۹	۳۴ ۱/۴	۶۵	الانبیاء	۲۱	۷۳	۱۶۱ ۱/۲	۸۷	الاعراف	۷	۳۹	۲۷۵ ۱/۲	۱۰۹	التحریم	۶۶	۱۰۷	۴۰
۱۹	الاعلیٰ	۸۷	۸	۹	۴۳	الرحمٰن	۵۵	۹۷	۵۶	۶۶	فرقان	۲۵	۴۲	۱۲۰	۸۸	الاحقاف	۴۶	۶۶	۸۷ ۱/۴	۱۱۰	الممتحنہ	۶۰	۹۱	۴۸
۲۰	التین	۹۵	۲۸	۵	۴۴	الاخلاص	۱۱۲	۲۲	۱ ۳/۴	۶۷	بنی اسرائیل	۱۷	۵۰	۲۰۱ ۳/۴	۸۹	انعام	۶	۵۵	۳۰۳	۱۱۱	النصر	۱۱۰	۱۱۴	۲ ۳/۴
۲۱	العصر	۱۰۳	۱۳	۲	۴۵	الکٰفرون	۱۰۹	۱۸	۳	۶۸	النمل	۲۷	۴۸	۱۴۹	۹۰	الرعد	۱۳	۹۶	۱۱۴	۱۱۲	الحجرات	۴۹	۱۰۶	۲۶ ۱/۴
۲۲	البروج	۸۵	۲۷	۱۲ ۳/۴	۴۶	الفلق	۱۱۳	۲۰	۲ ۱/۴	۶۹	الکھف	۱۸	۶۹	۲۱۱	مدنی سورتیں					۱۱۳	توبہ	۹	۱۱۳	۳۲۷
۲۳	المزمل	۷۳	۳	۲۸ ۱/۲	۴۷	النّاس	۱۱۴	۲۱	۳						۱ھ سے ۱۰ھ تک					۱۱۴	المائدہ	۵	۸۲	۲۸۹

+ غالباً اوپر کی سورتیں سنہ نبوی کی ہیں

Marfat.com

ان جدولوں کے مطالعے سے جو باتیں اخذ ہوتی ہیں حسب ذیل ہیں :۔ سورۃ العلق کے نزول کے بعد تین برس تک وحی منقطع رہی اور چوتھے سال میں دوسرے جدول کے مطابق ۴۸ سورتیں سنہ ۴ نبوی کے اخیر تک نازل ہوئیں جن کا حجم قریباً ۴۸۲ سطریں تھا۔ اس حصۂ وحی کی کافی مطابقت پہلے جدول سے ہے اور دونوں جدولوں کی پہلی ۴۸ سورتیں قریباً برابر ہیں اگرچہ ان کی ترتیب مختلف ہے سنہ ۵ نبوی سے سنہ ۶ نبوی کے دو سال میں ۲۱ سورتوں کا نزول ہوا جن کا حجم ۳،۴۳۴ سطریں تھا۔ مدینہ کی ۲۴ سورتیں دس برس میں نازل ہوئیں اور اُن کا حجم ۳۰۸۱ سطریں تھیں جو قریباً وہی ہیں جو پہلے جدول میں ہیں۔

مختلف شہادتوں سے جو واقعات کی روشنی میں ملتی ہیں یہ ثابت ہے کہ سورۃ الفاتحہ (۱) سنہ ۴ نبوی میں اُتری۔ سورۃ مریم (۱۹) اور سورۃ طٰہٰ (۲۰) سنہ ۵ نبوی میں نازل ہوئیں۔ سورۃ الجن (۷۲) کا نزول سنہ ۵ نبوی اور سنہ ۶ نبوی کے دوران میں ہوا۔ علیٰ ہذا القیاس مدنی سورتوں میں سورۃ البقرۃ (۲) کا نزول منیٰ میں حجۃ الوداع کے موقع پر ہوا۔ سورۃ الانفال (۸) سنہ ۲ ہجری میں ۱۷ رمضان کو غزوۂ بدر کے دوران میں نازل ہوئی۔ سورہ آلِ عمران (۳)، شوال سنہ ۳ ہجری کے بعد نازل ہوئی۔ سورۃ الفتح (۴۸) سنہ ۶ ہجری میں، سورہ الحشر (۵۹) سنہ ۷ ہجری میں، سورہ التحریم (۶۶) شوال سنہ ۹ ہجری میں، سورۃ التوبہ (۹) شروع سنہ ۱۰ ہجری میں اور سورۃ المائدہ (۵) سنہ ۱۰ ہجری میں غزوۂ تبوک (عسرۃ) کے موقع پر نازل ہوئیں۔

باقی سورتوں کے نزول کی تاریخی شہادتیں آئندہ اوراق میں اپنے اپنے موقعوں پر آئیں گی جن سے کم و بیش تمام قرآن کے نزول کی ترتیب کافی طور پر متحقق ہو سکے گی۔

ضمیر کی آواز

اسلام صرف ضمیر کی آواز کا احترام کرتا ہے جس قوم کے افراد کی ضمیریں زندہ ہو گئیں اُن کے اعمال درست ہو گئے۔ کیونکہ انسان کے اعمال پر سب سے بڑی پولیس اس کی ضمیر ہی ہے۔ وہی اس کو خدا کے احکام کی پابندی سکھلاتی ہے اور جب تک کسی قوم کی ضمیریں زندہ رہتی ہیں قوم کے اعمال اس راہ پر لگتے ہیں جو خدا کا بتایا ہوا رستہ ہے۔ ضمیر کا زندہ ہونا یہ ہے کہ انسان اپنے کسی فعل میں اندر کی آواز سے شرمندہ نہ ہو۔

(ماخوذ از کتاب ارمغان حکیم صنف علامہ مشرقیؒ۔ صفحہ نمبر 220)

(۱۰)

پہلی وحی (سورۃ العلق) میں

پچھلی چودہ آیتوں کو شامل کر لینا صریحاً غلط ہے:

یہ آیتیں ۴ سنہ نبوی میں نازل ہوئیں۔ پہلی وحی کے وقت رسولؐ خدا کے خانگی حالات، حضرت ابوبکرؓ کی فوری شمولیت اور بنو قریش کا شجرہ نسب، آیۃ المدثر کا نزول:

رسولِ صلعم کے خانگی حالات کو اِس تفصیل سے لکھنے کے بعد جو اُوپر دی گئی، ابھی اور اثرات ہیں جن کو ذہن میں قائم کرنا بعثت کے عظیم الشان واقعے کی کیفیت کو جو ۱ سنہ نبوی میں ہوا، عیاں کر دینے کے لئے ضروری ہے۔ چالیس برس چھ ماہ اور چند روز گزرے تھے جب کہ غارِ حرا میں رسولِ صلعم کو محسوس ہوا کہ کوئی غیبی آواز اُن کو حسبِ ذیل پیغام سُنا رہی ہے:-

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ كَلَّآ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغٰى ۝ أَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝ إِنَّ إِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝ أَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝ عَبْدًا إِذَا صَلّٰى ۝ أَرَءَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰى ۝ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝ أَرَءَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۝ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۝ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝ كَلَّا ۚ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝ : (۹۶/۱)

(اے محمدؐ! اپنے سال ہا سال کے غور و خوض کے بعد تیرے ذہن کی یہ کیفیت ہوئی ہے کہ تُو اپنے پروردگار سے جو خالق زمین و آسمان ہے پیغام برحق کے آنے کا اُمیدوار ہے تو) اِس پروردگار خالق کے نام سے پڑھ[1] کہ اُس نے انسان (جیسی اشرف الخلق نوع) کو (صرف) ایک جرثوم منی[2] سے پیدا کیا

---

(۲) مِنْ عَلَقٍ کے الفاظ سے یہی مترشح ہوتا ہے۔

(۱) "پڑھ" کے لفظ کے بعد سوچو کہ کیا جبرئیل کوئی کاغذ خدا کے ہاں سے لائے تھے؟ یا یہ صرف "زبانی پڑھنا" تھا۔

(ہاں ہاں) پڑھ اور سمجھ کہ تیرا پروردگار سب سے زیادہ مہربانی کرنے والا ہے (اور اُس کی سب سے بڑی بخشش یہ ہے کہ) اُس نے انسان کو (سمع و بصر عطا کر کے) قلم کے ذریعے سے علم سکھلایا اور وہ کچھ سکھلایا جس کا اُسے اس سے پہلے علم نہ تھا۔ ہو نہ ہو یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان ضرور سرکشی کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز سمجھتا ہے (حالانکہ) ضرور اُس کو تیرے پروردگار کی طرف واپس آنا ہے۔ کیا تُو نے اس (کمبخت) شخص (ابولہب) کو دیکھا ہے جو (خواہ مخواہ) ایک بندے کو جب کہ وہ (اپنے خالق کے آگے اپنی بندگی کا اقرار کرنے کے لئے) جھکتا ہو (طرح طرح کی اذیتیں دے کر) منع کرتا ہے۔ کیا تُو نے دیکھا کہ اُس کی یہ حرکت کس قدر قبیح ہے) اگر وہ بندہ راہِ راست پر ہے اور (لوگوں کو اپنے اس فعل سے) خدا سے ڈرنے کی ترغیب دے رہا ہو۔ کیا تُو نے دیکھا (کہ اس کم بخت شخص کا یہ فعل کس قدر قابلِ سزا ہے) اگر وہ (خدا کو) جھٹلاتا ہے اور اس سے برگشتہ ہو گیا ہے۔ کیا اس کو اس امر کا علم نہیں کہ خدا (اُس کی اس قابلِ لعنت حرکت کو) دیکھ رہا ہے۔ (کچھ بھی ہو مگر) یہ امر مسلّم ہے کہ اگر وہ اس (بدکرداری سے) باز نہ آیا تو ہم اُس کی پیشانی کے بال سختی سے کھینچ کر اُس کو گھسیٹیں گے (کیونکہ) ایسی پیشانی (خدا کے وجود کو) جھٹلانے والی اور (انتہائی طور پر) غلط کار ہے (اگر یہی حال ہے) تو وہ اپنے ساتھیوں کو (جتنے بھی ہوں اپنا بول بالا کرنے کے لئے) جمع کر لے اور ہم بھی اپنے دھکے دینے والے کارندوں کو بلا لیں گے (پھر دیکھیں گے جیت کس کی ہے) (کچھ بھی ہو مگر) تم ہرگز اُس سے نہ دبو اور (اُسی طرح) جھکتے جاؤ اور اس طرح دل میں خدا سے زیادہ قریب ہو جانے کا درجہ حاصل کرتے جاؤ۔

اس سورۃ کی پہلی پانچ آیتوں کے متعلق تفصیلی بحث اس تصنیف کے ابتدائی مضمون (*) میں گزر چکی ہے۔ وہاں پر انہی پانچ آیتوں کو "کائناتِ فطرت کی پہلی حقیقت کا اعلان" ظاہر کیا تھا اور باقی چودہ آیتوں کو جن میں ابوجہل کے متعلق شد و مد سے ذکر ہے کہ رسولؐ کو صلوٰۃ ادا کرنے سے روکتا تھا، اس وحی میں داخل نہیں کیا گیا تھا۔ ادنیٰ تامل اس قطعی نتیجے پر پہنچا دیتا ہے کہ بیشتر اس کے کہ رسولؐ کی طرف سے نبی ہونے کا دعویٰ یا اعلان ہو، ابوجہل یا کوئی دوسرا شخص کسی بناء پر رسولؐ کی مخالفت نہیں کر سکتا تھا، اس لئے یہ چودہ آیتیں اعلانِ نبوت کی بعد کی وحی ہیں بلکہ اُس وقت کی ہیں جب کہ اعلانِ نبوت کے کافی دیر بعد رسولؐ کے نبی ہونے کے دعوے کے متعلق کافی ہیجان اہلِ مکہ میں پیدا ہو گیا ہو گا اور مکہ کے لوگ اُن کی طرف کچھ نہ کچھ رجوع کرتے ہوں گے۔ ان آیتوں میں جس شدت سے ابوجہل کے منصوبوں کے خلاف خدائی فوجوں کو لانے کا ذکر ہے، اس امر کی مزید تصدیق ہے کہ اُس وقت ابوجہل کی مخالفت حد تک پہنچ چکی ہو گی اور اُس کو دھمکی دے کر چُپ کرانا لازم ہو گیا ہو گا۔ المختصر یہ کہ یہی پہلی سورۂ علق جو موجودہ ترتیب کی رُو سے اُنیس آیتوں پر مشتمل ہے اور ایک دفعہ کی وحی سمجھی جاتی ہے اس امر کی مسکت دلیل ہے کہ قرآن کی موجودہ ترتیب میں تاریخی واقعات کو پیشِ نظر نہیں رکھا گیا بلکہ کم از کم اس سورۃ میں صاف طور پر ایک وقت کی وحی کو دوسرے وقت کی وحی میں شامل کر کے علی الحساب ایک سورۃ بنا دیا گیا۔

(*) دیکھو صفحہ ۱۰ تا ۱۲۔

Marfat.com

عام مؤرخین اگرچہ سورۂ العلق کی پہلی پانچ آیتوں کو ہی پہلی وحی قرار دیتے ہیں لیکن باقی چودہ آیتوں کے وقتِ نزول کا تعین بھی نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ پہلی وحی کے نزول کے بعد وحی تین برس تک منقطع رہی اور رسولِ خدا اس انقطاع کے متعلق پریشان بھی رہے ۔ بعض مؤرخین تین برس کی مدت کی جگہ انقطاعِ وحی کی مدت صرف چھ ماہ قرار دیتے ہیں ۔ بہرنوع انقطاع کی مدت کچھ بھی ہو، سورۂ العلق کی پچھلی چودہ آیتیں پہلی پانچ آیتوں کی وحی کے نازل ہونے کے وقت جب کہ حضرت خدیجہؓ ہی تنہا اس وحی کو سننے والی تھیں، نازل نہ ہو سکتی تھیں، نہ اس وقت اہلِ مکہ کی رسولؐ سے کوئی بنائے مخاصمت ہو سکتی تھی ۔ غالب امر یہ ہے کہ یہ چودہ آیتیں پہلی پانچ آیتوں کی وحی کے تین سال بعد سنہ ۴ نبوی کے شروع میں جب کہ سورۂ المدثر اور بالخصوص سورۃ اللھب نازل ہوئیں اور رسولؐ کے چچا ابولہب کو سخت ترین الفاظ میں کوسا گیا ۔ ابوجہل کے بارے میں جس کا اصلی نام عمرو بن ہشام تھا، وحی ہوئیں ۔ ان آیتوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت رسولؐ حرمِ کعبہ میں جا کر خدا کے آگے جھکا کرتے تھے ۔

بعثت کے ابتدائی خانگی حالات، ابوبکر کی شمولیت اور تین سال میں صرف چالیس افراد کا مسلمان ہونا

اس پیغام کے آنے کے وقت رسول صلعم کی عمر چالیس برس سے متجاوز تھی ۔ حضرت خدیجہ ۵۵ برس سے زیادہ تھیں ۔ ان کو چار بچے ابراہیم ۴۳ برس کی عمر میں، زینب ۴۵ برس، رقیہ ۴۸ برس اور ام کلثوم غالباً ۵۲ برس کی عمر میں ہو چکے تھے ۔ ابراہیم کا انتقال دو برس کے اندر اندر ہی ہو چکا تھا ۔ دس برس عمر کی زینب مکہ کے ایک تاجر ابوالعاص سے بیاہی جا چکی تھیں ۔ سات برس عمر کی رقیہ کا نکاح حضرت عثمان سے ہو چکا تھا ۔ ام کلثوم ابھی ساڑھے تین برس کی بچی تھیں اور فاطمہ ابھی پیدا نہیں ہوئی تھیں ۔ گھر میں صرف زید بن حارثہ غالباً کافی عمر کے تھے اور آزاد کردہ غلام تھے ۔ حضرت علی اس وقت صرف ۱۴ برس کے تھے اور رسولؐ کے ہاں ہی رہتے تھے ۔ اس چالیس برس کی عمر تک انہوں نے ابوبکر سے جو بنو تیم سے تھے، ذاتی دوستی پیدا کی ۔ حضرت ابوبکر کافی بڑے تاجر تھے اور ان کے ہاں شام کو رسول صلعم روزمرہ آتے تھے ۔ قریباً ہم عمر ہونے اور زیادہ تر ہم خیال ہونے کی وجہ سے یہ دوستی گہری ہوتی گئی اور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے تاجری حیثیت کے علاوہ رسولؐ کی ذہنی قابلیت اور ان کے انتہائی بلند اخلاق ہونے کی حیثیت کو بھی رفتہ رفتہ تسلیم کر لیا تھا ۔ حضرت ابوبکر اسلام لانے سے پہلے ہی بتوں کی پرستش کے قائل نہ تھے اور ممکن ہے کہ اس ضمن میں رسول صلعم سے گفتگوئیں روزمرہ ملاقات میں ہوتی ہوں ۔ رسولؐ کا اعلیٰ قابلیت کا مالک ہونے کے باوجود روزمرہ ان کی دکان پر یا گھر میں بلا تکلف اور بلا رعونت آنا بھی ابوبکر کو رسولؐ کے اعلیٰ اخلاق کے متعلق متاثر کرتا ہوگا ۔ بہرنوع یہ دوستی معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف پائدار بلکہ ایک دوسرے سے اثر لئے ہوئے تھی جس کا نتیجہ فوری طور پر یہ ہوا کہ حضرت ابوبکر جان پہچان والوں میں سے سب سے پہلے اسلام لے آئے اور اس اسلام لانے کے معنی یہ تھے کہ وہ فی الجملہ رسولِ خدا کے نہ صرف ان خیالات سے جو روزمرہ کی گفتگوؤں میں ظاہر ہوتے تھے، اکثر متفق ہوتے تھے بلکہ جب رسولِ خدا نے حضرت جبرئیل کی غارِ حرا کی ملاقات کا

Marfat.com

ذکر کیا تو حضرت اُبوبکر نے اِس بناء پر کہ وہ رسُول صلعم کی حق گوئی سے خوب واقف تھے اِس بیان کو بالکل سچ سمجھا اور اِس بناء پر کہ رسولؐ کافی مدت سے غارِ حرا کی خلوتوں میں اپنا وقت گزارتے تھے، جبرئیل کی آمد کو اپنی قوم قریش یا عرب کے لئے ایک عظیم الشان پروگرام کی ابتداء یقین کیا۔ ایک تاجر ہونے کی حیثیت سے حضرت ابوبکر سے یہ توقع کہ وہ بہت بڑی علمی یا ذہنی قابلیت کے مالک ہوں، نہ ہو سکتی تھی۔ تاہم رسولؐ کی صحبتوں نے معلوم ہوتا ہے اُن کو ضرور صاحب عِلم بھی بنا دیا تھا۔ الغرض پہلے سال نبوت میں اور فوری طور پر دائرہ اسلام میں حضرت اُبوبکر کا داخل ہو جانا ایک چوٹی کا واقعہ تھا جو رسُول صلعم کی خوش قسمتی کی دلیل تھا۔ حضرت ابوبکر کے والد ابوقحافہ تھے اور اُن کی والدہ اُم الخیر تھیں اور یہ بنو تیم سے تھے۔ چونکہ قریش کے متعلق بہت سی آئندہ معلومات میں ایسے نام آئیں گے جن کا تعلق رسولؐ کے خانگی واقعات یا ذہنی جدوجہد سے ہے۔ اس لئے اس موقع پر بنو قریش کا شجرہ یہاں پر درج کیا جاتا ہے:۔

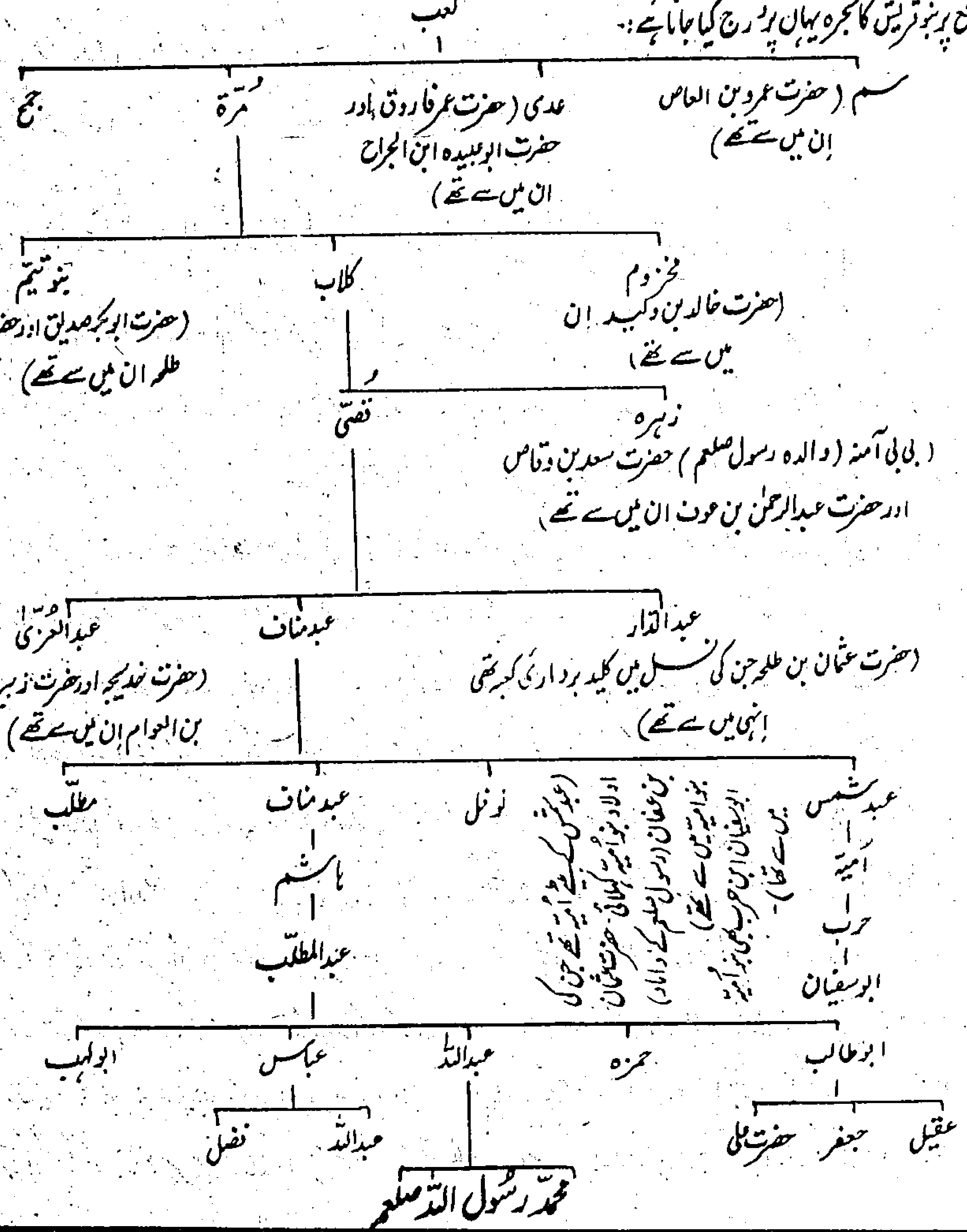

Marfat.com

دولت مند تاجر ہونے کی حیثیت سے ابوبکر کا اثر قریش میں بہت کافی تھا۔ خود اعلان کرنے کے بعد کہ میں اسلام کے دائرہ میں داخل ہو گیا ہوں، انہوں نے اپنی جان پہچان کے آدمیوں کو شامل ہونے کی ترغیب دی اور ضرور ہے کہ اس گروہ میں اکثر وہ لوگ ہوتے جو عرب کی بُت پرستی کے جاہلانہ نظام کے متعلق پہلے سے اختلاف رکھتے تھے۔ اِس انفرادی ترغیب سے رسول صلعم کے پھوپھی زاد بھائی زبیر بن عوام، اُن کے داماد عثمان بن عفانؓ، طلحہ بن عبیداللہ، سعد بن وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف، ابوسلمہ بن عبدالاسد، عثمان بن مظعون، ابوعبیدہ بن جراح، عبداللہ بن مسعود، ارقم بن اُبی، قرامہ بن مظعون، سعد بن زید، حضرت علی کے بڑے بھائی جعفر ابن ابی طالب، حضرت عُمر کی بڑی بہن فاطمہ بنت الخطاب، عبدالاسد بن بلال اور ان کے علاوہ عمار، خُباب بن الارث، صہیب رومی وغیرہ قریباً ۴۰ اشخاص بشمولیت مستورات تین سال کی مدت کے اندر اندر اسلام لے آئے اور کچھ نہ کچھ بااثر یا نوجوان افراد کی چھوٹی سی جمعیت ضرور قائم ہو گئی جس سے حضرت ابوبکر کو حوصلہ ہوا کہ وہ رسول صلعم کو کھلے طور پر تبلیغ کرنے کی ترغیب دیں۔ رسولؐ اِس معاملہ میں زیادہ دُور بین تھے اور قوم کو صحیح راہ پر لانے کی مشکلات کا اندازہ بخوبی کر سکتے تھے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر کو اسی خفیہ طور پر تبلیغ کرتے رہنے کو کہا اور بتایا کہ ابھی تعداد تھوڑی ہے لیکن ابُوبکر کے اصرار پر بالآخر انہوں نے اجازت دے دی کہ اپنے اسلام کا اعلان کر دیں اور رشتہ داروں میں پھیل جائیں چنانچہ حضرت ابوبکر کے خانہ کعبہ میں کافروں کے سامنے بُتوں کی توہین کے متعلق تقریر کرتے ہی کافر تشدد پر اُتر آئے اور عتبہ ابن ربیعہ نے حضرت ابوبکر کو سخت مارا۔ ان کا چہرہ خُون سے آلودہ ہو گیا اور کئی زخم آئے۔ بنو تیم نے حضرت ابوبکر کو چُھڑایا۔ رسولِ خدا بچ گئے اور سب نے اُمِ جمیل بنت خطاب کے گھر میں پناہ لی۔ ایک ماہ تک قریباً چالیس مُسلمان اسی مکان میں چھپے رہے۔ دراصل یہ تمام مخاصمت بنو ہاشم کے خانہ کعبہ پر اقتدار کی وجہ سے تھی جس کے متعلق اُن کو خطرہ تھا کہ بتوں کی مخالفت کرنے کی وجہ سے یہ اقتدار اُن کے ہاتھ سے بنو عبدشمس نہ چھین لیں۔ بنو ہاشم کی طرف سے بڑا مخالف رسول صلعم کا چچا ابوطالب تھا جن کی بیوی اُمِ جمیل ابوسفیان کی بہن تھی جو بنو اُمیہ (یعنی بنو عبدشمس) کے قبیلہ کا سردار اور رسولِ خدا کا دوسرا بڑا مخالف تھا اور جس ابولہب اور اُمِ جمیل کے گھر میں رسول صلعم کی بیٹی زینب اُن کے بیٹے ابوالعاص سے بیاہی ہوئی تھی۔ اُدھر عبدالمطلب کے انتقال کے بعد جو تیس برس پہلے ہوا تھا، خانہ کعبہ پر اقتدار رفتہ رفتہ بنو اُمیہ کو حاصل ہوتا جاتا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ چالیس افراد کی اِس چھوٹی سی جمعیت کو پیدا کرنے میں تین سال لگے اور یہ سب کچھ خفیہ تبلیغ سے ہوتا رہا۔ رسولؐ ان خاندانی پیچیدگیوں سے جو پیدا ہو گئی تھیں سخت پریشان تھے اور اس انتہائی پریشانی اور اضطراب قلب میں وحی بھی منقطع رہی۔ وحی کا منقطع ہو جانا رسول صلعم کے لئے الگ پریشانی کا باعث تھا اور کچھ نہ سُوجھتی تھی کہ آئندہ کیا لائحہ عمل بنایا جائے۔ سنہ نبوی کے شروع میں معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ نے بالآخر فیصلہ کیا کہ اِس صُورتِ حال کا کھلا مقابلہ کر کے دیکھا جائے۔ اِس عزم اور ہیجان قلب کی حالت میں سورۂ مدثر نازل ہوئی جس میں صاف طور پر کھلے بندوں اپنے منصُوبوں کے اعلان کرنے کا حکم تھا:۔

يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا

تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝ فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ۝ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۝
عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ۝ ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۝ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَمْدُودًا ۝ وَبَنِينَ
شُهُودًا ۝ وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا ۝ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ۝ كَلَّا ۖ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ۝ سَأُرْهِقُهُ
صَعُودًا ۝ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ
وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ۝ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝ سَأُصْلِيهِ
سَقَرَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝ وَمَا جَعَلْنَا
أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً ۙ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَ
يَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا ۙ وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ ۙ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ
مَرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَا
يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۚ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْبَشَرِ ۝ : (۷۴/۱)

اَے وہ شخص! (جو اسرارِ کائنات پر انتہائی غور و انہماک کی وجہ سے اِس قدر محوِ دریافت اور یک سُو ہو گیا ہے کہ اُس نے باہر کے چھوٹے چھوٹے رخنوں کو بھی روکنے کے لئے اپنے آپ کو چادر میں لپیٹ لیا ہے) اُٹھ اور (لوگوں کو قانونِ فطرت کی سزاؤں سے) ڈرا (اور اپنے چالیس برس کے سوچ بچار کے بعد) (کھلے بندوں) اپنے پروردگار کا آوازہ بلند کر، (بلکہ) اپنے کپڑوں کو صاف کر (اور بدن کی تمام ظاہری گندگی (بھی) الگ پھینک دے اور ہرگز ہرگز (انسان کی اُمت کو قہرِ خدا سے بچانے کے لئے اس پر اِس لئے (ڈرانے کا) احسان نہ کر کہ تو ان سے بالآخر کثیر مال طلب کرے گا اور اپنے پروردگار کی خاطر (سب اذیتیں جو تمہیں کافروں کی طرف سے دی جا رہی ہیں، صبر و استقلال سے برداشت کر تو جس دن (خدا کی طرف سے کسی اُمت کی ہلاکت کی گھنٹی کا) ناقور بج گیا، وہ دن بڑی انتہائی تنگی اور تکلیف کا دن ہوگا (جو ٹلنے والا نہ ہوگا) یہ (دن خدا کے قانون سے مُنکر) کافروں کے لئے (بڑا سخت ہوگا) اور قطعاً آسان نہ ہوگا (ہاں تو کیوں مجھ سے نرمی اور رحم کی اُمیدیں رکھتے ہو ذرا) مجھے چھوڑ دو اور ان کو جنہیں میں نے (ننگ دھڑنگ اور) اکیلا اور تنہا پیدا کیا (تا کہ میں اپنی سختی کی وجہ بیان کر کے تمہاری تسلی کر دوں) ہاں تو پھر میں نے اِس بیکس مخلوق) کو لمبی چوڑی دولت عطا کی اور بیٹے دیئے جو اُس کے (دست و بازو ہونے کے) گواہ ہیں اور میں نے اُس کے لئے (دنیا میں کامیاب ہو کر چلنے کی) پوری تیاری کر دی۔ حیرت ہے کہ اِن تمام باتوں کے بعد وہ طمع کرتا ہے کہ میں اور اِن چیزوں کو (علی الحساب) بڑھاتا جاؤں۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا کیونکہ وہ بلاشبہ اُن حکموں کا مخالف ہے جو ہم اس کو (اُس کی اپنی بہتری کے لئے ہی ہدایت کے طور پر) دیتے ہیں۔ (نہیں نہیں اِن سہولتوں کے بعد تو) میں اُس کو اونچی گھاٹی پر چڑھا کر رہوں گا، جہاں اُس کو سانس چڑھ جائے تا کہ جو کچھ اُس کو اس دنیا میں زیادہ ملے، سخت محنت اور تکلیف اور جد و جہد کے بعد ملے۔ بیشک اس (انسان) نے (اپنی آسانی کے لئے خوب سوچا اور

اندازہ لگایا (کہ خدا کی طرف سے یہ آسانیاں اِسی طرح بڑھتی چلی جائیں گی جس طرح کہ شروع شروع میں جب کہ وہ بےبس اور تنہا تھا ، خود بخود مل گئی تھیں) - تو اس کا ستیاناس ہو جائے اُس نے کیا ہی (خدا کی عطا کا آسان) اندازہ (بزعم خود) لگایا - پھر ایک دفعہ اور اُس پر خدا کی مار کیا ہی (مزیدار) اندازہ لگایا - پھر اُس نے (خدا کی طرف سے مزید ملنے کا ایک مدت تک) انتظار کیا، پھر (جب کچھ نہ ملا) تو تیوری چڑھائی اور منہ بُرا بنا لیا، پھر (خدا سے) پیٹھ پھیر لی اور (بالآخر) اکڑ کر کے اپنے آپ کو بڑا سمجھا اور کہہ دیا کہ یہ (احکام اور ہدایتیں جو اپنی طرف سے بنے ہوئے نبی لوگ خدا کی طرف سے بزعم خود لاتے ہیں) ایک جھوٹ ہے جو (ہمیشہ سے) چلا آرہا ہے - یہ (سب کچھ جو کہا جا رہا ہے) اور کچھ سوائے اِس کے نہیں کہ ایک انسان کا (من گھڑت) قول ہے (اور اُس کے اپنے مُنہ کی بکواس ہے) - (یاد رکھو) ایسے بدکردار شخص کو میں جلد ہی جہنم میں جھونک دُوں گا - اور تُو کیا جانے دوزخ کیا ہے - وہ نہ کچھ باقی رکھتا ہے نہ چھوڑتا ہے ، انسان کو جلا جلا کر جھلس دیتا ہے - اُس پر ایک چھوڑ اُنیس طاقتیں کار فرما ہیں اور ہم نے دوزخ کے چوہدری اپنے بے پناہ طاقتوں والے فرشتے مقرر کئے ہیں اور یہ کہ وہ کتنے ہیں: کافروں کے لئے آپس میں لڑمر کر فساد مچانے کا باعث بنے ہوئے ہیں تاکہ وہ لوگ جو خدا کی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور یقین کر لیں (کہ کفر یعنی انکارِ خدا ہمیشہ باعثِ فتنہ ہوتا ہے) اور ایمان والوں کا ایمان خدا پر زیادہ ہو اور کتاب والوں کے دلوں سے شک و شبہ کا شائبہ بھی دُور ہو جائے - نیز اِس لئے کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں (خدا کے حکم بجا نہ لانے کا) مرض طاری ہے اور کافر لوگ (جو سرے سے منکرِ خدا ہیں) آپس میں خوب لڑمریں کہ خدا نے (اُنیس طاقتوں کی) یہ مثال کیوں دی - اِسی طرح پر خدا جس کو مناسب سمجھتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو مناسب سمجھتا ہے راہ راست پر لے آتا ہے اور اللہ کی فوج کو تو سوائے اِس کے کوئی نہیں جانتا اور یہ سب کچھ جو کہا گیا ہے انسان کے لئے باعثِ عبرت ہے -

كَلَّا وَالْقَمَرِ ○ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ○ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ○ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ○ نَذِيرًا
لِّلْبَشَرِ ○ لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ○ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ○ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ○
فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ○ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ○ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ○ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ○
وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ○ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ○ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ○
حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ○ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ○ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ
مُعْرِضِينَ ○ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ○ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ○ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ
مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ○ كَلَّا ۖ بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ○ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ○
فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ○ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ
وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ○ ع (سورۃ المدثر ۷۴)

دُوسرا رکوع - ہو نہ ہو ، یہ چاند اِس امر کا گواہ ہے اور رات جب تک وہ پیٹھ پھیر لے اور صبح جب کہ وہ روشن ہو جائے

Marfat.com

اِس امر کی شہادت دیتی ہیں کہ (قوموں کا) جہنم دنیا کی بڑی مصیبتوں میں سے ایک بڑی بھاری مصیبت ہے جو انسان کو خوف زدہ کر دینے والی ہے۔ تم میں سے جو شخص آگے بڑھنا یا پیچھے رہ جانا پسند کرے (اُس کے لئے یہ قاعدہ کلیہ بس ہے کہ) ہر متنفس جو کچھ وہ جد وجہد کر رہا ہے اس سے وابستہ ہے (کوئی دوسری شئے اس کی ترقی اور تنزل کی ضامن نہیں ہو سکتی) البتہ داہنی طرف کی (کامیاب) قومیں سرسبز باغوں میں بڑی مزے اُڑا رہی ہوں گی اور اپنے آرام کے مزوں میں مجرموں کے متعلق پوچھ رہے ہوں گے کہ کس چیز نے تم لوگوں کو جہنم میں دھکیلا تو لوگ (پچھتاوے کے طور پر) کہیں گے کہ ہم (خدا کے آگے) جھکنے والے نہ تھے اور ہم نادار اور غریب اشخاص کو کھانا نہ کھلاتے تھے بلکہ باتیں بنانے والوں کے ساتھ ہم بھی باتیں بناتے تھے اور سزا و جزا کے دن کو مخول سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ اب وہ یقینی بات ہم پر نازل ہوئی تو اب سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ ہاں تو ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ (اس وقت) نصیحت سے یوں منہ موڑ رہے ہیں جیسا کہ کوئی بدکنے والے گدھے ہیں جو شیر کو دیکھ کر بھاگ رہے ہیں۔ دراصل ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اُس کو کھلے صحیفے دیئے جائیں (تاکہ آگے چل کر اُن کی جو گت بنی ہے اُس کی سند صاف طور پر دیکھ لیں) ہرگز (سوائے اِس کے نہیں کہ یہ لوگ اپنے بدانجام سے نہیں ڈرتے۔ ہرگز (سوائے اس کے نہیں کہ یہ (جو کچھ تمہیں کہا جا رہا ہے) ایک عبرت ہے سو جو چاہے اس سے عبرت پکڑ لے۔ اور یہ عبرت نہیں پکڑ سکتے اِلاّ اس حالت میں کہ خدا ہی ایسا چاہے۔ وہی خوف کئے جانے کا اہل اور وہی پردہ پوشی کا سزاوار ہے۔

اِس سُورت سے جو سورۂ علق کے بعد قرآن کی دُوسری وحی ہے اور تین برس کے مسلسل اِنتظار کے بعد ۳ نبوی کے شروع میں نازل ہوئی غور و خوض کرنے سے حسب ذیل باتیں اخذ ہوتی ہیں (۱) تین برس کے انتظار اور شدید ایذاؤں کے بعد رسولؐ کو کہا گیا کہ اُٹھ اور کھلے طور پر لوگوں کو عذاب خدا سے ڈرا کھلے طور پر خدا کا بول بالا کر' نڈر ہو کر اعلان کر دے کہ خدا ہے (۲) کمبل کو جو تُو نے گوشہ نشینی کے خیال سے اور غالباً اہل مکہ کے ظلموں سے ڈر کر اوڑھ رکھا ہے' چھوڑ دے (۳) تیرے بدن کے کپڑے جو غم و اندوہ اور انہماک کے باعث میلے ہو گئے ہیں' اُن کو اُٹھا اور صاف کر اور تمام بدن کی گندگی کو دُور کر کے میدان میں نکلنے پر آمادہ ہو جا (۴) لوگوں کو اس نیت سے نہ ڈرا کہ تو ان کو اپنی طرف مائل کر لینے کے بعد اُن سے مال و زر طلب کرے گا (۵) جس شخص کو میں نے پیدا کرتے وقت آسُودگی دی ہے اُس کو میں آزمائش میں ڈالوں گا۔ منکرین سخت عذاب میں ہوں گے اِس لئے سب انسان میری طرف آ جائیں (۶) مکہ والوں کو کیا ہو گیا ہے کہ نصیحت سے بھاگتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ الغرض یہ سُورت مکہ کی مخصوص وحشی زندگی کے ماحول میں آسُودہ حال مخالف لوگوں کو مُوثر طور پر ڈرانے والی سُورت ہے۔ اِس سُورۂ المدثر کے نازل ہونے کے بعد اسی ۳ نبوی میں چھیالیس اور سُورتیں نازل ہُوئیں جن کی عظیم الشان تعلیم آگے چل کر واضح کر دی گئی ہے (دیکھو صفحہ ۵۰ تا ۱۲۹)۔ ان صفحات کے مطالعے سے واضح ہو گا کہ نبیؐ کی تعلیم نے کیا پیدا کیا۔

۵ سنہ اور ۶ سنہ نبوی میں مخالفت کی انتہا

۴ سنہ نبوی کی ۴۸ سورتوں کے علاوہ ۲۱ مزید سورتوں کی وحی

۵ سنہ نبوی میں حبشہ کی طرف ہجرت کی تیاریاں، کفارِ مکہ میں اس تیاری پر شدید غصہ؛ حمزہ اور عمرؓ کے اسلام لانے کے واقعے۔ قرآن پر غور و تدبر کی تاکیدوں کی لِم کیا تھی؟

انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ مسلمانوں کی یہ چھوٹی سی جماعت اپنی فرصت کے لمحوں میں مکہ سے باہر کسی گھاٹی میں جمع تھی اور نماز و دُعا میں مصروف تھی۔ کفارِ مکہ نے اُن کا تعاقب کیا اور اُن پر حملہ کر دیا۔ سعد بن وقاص نے اُن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ایک مُشرک کو قتل کر دیا۔ مسلمانوں کی طرف سے یہ پہلا موقع اظہارِ طاقت کا تھا جس سے مکہ میں مخالفت زور پکڑ گئی۔ اسی اثناء میں عمرو بن العاص ایک کافر نے جس کی والدہ ایک بازاری عورت تھی اور جو ایک عوامی شاعر بھی تھا، رسولِ خداؐ کے خلاف ہجویں لکھنی شروع کیں اور اس کے شعر تمام مکہ میں پھیل گئے۔ اِن ہجوں نے اسلام کی اشاعت کافی طور پر روک دی اور کفار زیادہ انتقام پر آمادہ ہو گئے۔ مذکورہ بالا سورت کے نازل ہونے کے بعد رسولِ خداؐ پر حسبِ ذیل وحی[x] نازل ہوئی:۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ: (۱۵/۹۴) سورۃ الحجر

پس (اے محمدؐ!) تم کو جس شے کا حکم دیا جاتا ہے اس کو کھول کر سنا دو اور مشرکوں سے (یکسر) کنارہ کر جاؤ (کیونکہ اب یہ اس قابل نہیں رہے کہ ان سے مسامحت اختیار کی جائے اور ان کے ٹھٹھے مخولوں کو مزید برداشت کیا جائے)۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ : (۲۶/۱۱) (سورۃ الشعرا)

اور (اے محمدؐ) تو اپنے کنبے کے نزدیکی عزیزوں کو ڈرا (تاکہ اُن پر اتمامِ حجت ہو جائے اور وہ بعد میں نہ کہیں کہ تم نے تو ہمیں بلایا ہی نہ تھا)۔

---

[x] یہ دونوں سورتیں نولڈکے کے جدول کے مطابق ۵ سنہ نبوی کے پچھلے حصہ میں نازل ہوئی تھیں۔

اِس حکم پر رسولِ خدا نے صفا کی چوٹی پر قریش کو کھانے کی دعوت دی اور جب جمع ہوگئے تو سب کو اِسلام کے دائرے میں داخل ہوجانے کی ترغیب دی لیکن سب نے اِنکار کیا اور ابولہب نے سخت تمسخر اُڑایا۔ پھر دُوسری دعوت حضرت علی کے خاص اہتمام میں بنو ہاشم کی کی جس میں نزدیکی عزیز شامل تھے۔ یہ بھی مکمل طور پر ناکام ہوئی بلکہ اِن دو موقعوں سے اثر یہ پیدا ہُوا کہ چونکہ محمدؐ بن عبداللہ کو علانیہ دعوت دینے کی جرأت پیدا ہوگئی ہے اِس لئے اُس کی مخالفت تندہی سے کی جائے۔ چنانچہ قریش نے رسولؐ کا پیچھا کرنا شروع کیا۔ وہ جہاں جہاں جاتے، لوگوں کو اُن کی باتیں سُننے سے منع کرتے، اُن کے خطابوں میں شور مچاتے، باہر کے آدمیوں کو جو حالات دریافت کرنے آتے، مختلف راستوں پر بیٹھ کر مکہ میں داخل ہونے سے منع کرتے۔ اِن کو کہتے کہ محمدؐ دیوانہ ہے، شاعر ہے، کذاب ہے۔ کچھ مُسافر باوجُود اِن رُکاوٹوں کے رسول صلعم تک پہنچ بھی جاتے اور وہ ان کو صحیح حالات سے مطلع کرتے۔ ابولہب کے تمسخر اور طعن پر جس کا ذکر اُوپر ہُوا انہی ایام میں سورۃ لہب نازل ہوئی:-

تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝
وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۝ (۱۱۱:۱)

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے۔ اُس کا مال اور کمائی اُس کے کام نہ آئے۔ عنقریب وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکا جائے گا۔ مع اُس کی بیوی کے جو لکڑیاں اُٹھا کر (رسولؐ کے رستہ میں بچھاتی تھی)۔ اُس کی گردن میں بٹی ہوئی رسّی ہوگی

دردناک ایذاؤں کی تفصیل اور مُٹھی بھر مسلمانوں کی بے بسی:

سنہ ۴ نبوی کے آخری ایام اور سنہ ۵ نبوی کے شروع میں رسُول صلعم اور اُن کی رسالت سے خدا ماننے والوں کو ایذا دہی حد تک پہنچ گئی عُمر بن ہشام نے جس کا نام ابوجہل زیادہ مشہور ہے رسولؐ پر گھوڑے کی لید پھینکی۔ ابولہب کی بیوی اُمِ جمیل رسولؐ اور صحابہ کے راستوں میں رات کے وقت کانٹے اور نجاست ڈال دیا کرتی تھی۔ عقبہ ابن ابی معیط نے چادر اُن کے گلے میں ڈال کر اِس زور سے کھینچی کہ اُن کا دم گھُٹ گیا اور گر گئے۔ حضرت ابوبکر نے اُن کو بچایا۔ عقبہ نے ابوجہل کے اِشارے پر رسولؐ کی پیٹھ پر نماز کی حالت میں اوجھ پھینکی۔ حضرت عثمان کو اُن کے چچا نے کئی دفعہ رسیّوں میں جکڑا۔ بلال کے آقا اُمیّہ بن خلف نے ان کو گرم ریت پر لٹا کر بھاری پتھر سینے پر رکھے۔ عمار کو بھی گرم ریت پر لٹا کر اور مار مار کر بے ہوش کر دیا۔ اُن کی والدہ کو جو ابو حذیفہ مخذوم کی کنیز تھیں ابوجہل نے برچھی مار کر ہلاک کر دیا۔ اُن کے والد بھی شہید کئے گئے۔ حضرت زنیرہ حضرت عمر کے گھر کی کنیز تھیں، اُن کو اِس قدر مارا کہ اُن کی آنکھیں جاتی رہیں۔ ابوفکیہ جب مسلمان ہوتے تو اُن کا مالک صفوان بن اُمیہ اُن کو تپتی ریت پر لٹا دیتا تھا حتیٰ کہ آپ کی زبان باہر نکل آتی۔ حضرت لبیبہ ایک کنیز تھیں، عمر ابن الخطاب (حضرت عمر) اُن کو مارتے مارتے تھک جاتے۔ حضرت نہدیہ اور اُمِ عبیس دو کنیزیں تھیں اور حضرت صُہیب رُومی غلام تھے۔ ان پر سخت مصیبتیں آئیں حضرت زبیر بن العوام کو اُن کا چچا چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دیتے تھے۔ ابوذر کو قریش نے مارتے مارتے ہلکان کر دیا

Marfat.com

بنی حرم کعبہ میں تھے کہ کافراُن پر ٹوٹ پڑے۔ حارث بن ابی ہالہ نے بچانا چاہا اور وہ شہید کر دیئے گئے۔ الغرض جب یہ تجویزیں کارگر نہ ہوئیں تو پھر حضرت ابوطالب کے ذریعے سے رسولؐ کو بتوں کی توہین سے باز آنے کے لئے کہا گیا۔ ان کو لالچ دی گئی کہ وہ اگر مکہ کی سرداری یا دولت یا حسین سے حسین عورت چاہتے ہیں، اُن کو دی جاسکتی ہے۔ لیکن قریش اپنے آبائی مذہب سے ہٹنا گوارا نہیں کرسکتے۔

حبشہ کی طرف ہجرت کے حکم کی مصلحتیں :

سنہ نبوی کے شروع میں رسول صلعم سے تمسخر کے طور پر معجزے مانگے گئے اور وہ کہتے کہ میرا زندہ معجزہ قرآن ہے تو کفار ضد میں آکر اور ایذائیں دیتے۔ ایک جھڑپ میں جو رسولؐ سے ابوجہل نے لی، حضرت ابوبکر نے اُن کو ظلم سے چھڑایا۔ الغرض سنہ نبوی کے شروع میں تین برس کی خفیہ جدوجہد کی مسلسل پریشانی اور ایک برس کی مزید تگ ودو سے جو علانیہ تھی، رسولؐ نے اپنی چالیس افراد کی مختصر سی جماعت کے لئے جس میں مزید ایک سال کے اندر کوئی بڑی ایزادی نہ ہوئی تھی، کئی مصلحتوں کی بنا پر اور اپنے ارادوں کو اور مصمم کرکے تجویز کی کہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی جائے۔ مقصد نہ صرف مسلمانوں کے صبرو استقلال کی آزمائش تھی یا اُن جاں نثاروں کو الگ کرنا تھا جو ہجرتِ وطن کے لئے تیار ہوں، یا مکہ کے کافروں کو خاموش طور پر جتلانا تھا کہ کوئی ترشی اسلام کے نشے کو اُتار نہیں سکتی بلکہ عرب سے باہر دین اسلام کا آوازہ بلند کرنا بھی تھا۔ دوئم یہ کہ اگر ہجرت عرب کے کسی حصے میں کی جاتی تو وہاں بھی مخالفت کے پھوٹ پڑنے کا اندیشہ تھا اور اس طرح مخالفت کے کئی مرکز عرب میں بن جاتے۔ اعلان کے فوراً بعد گیارہ مرد اور چار عورتوں نے اپنے آپ کو ہجرت کے لئے پیش کیا جن میں حضرت عثمان اور اُن کی بیوی رقیہ جو رسول صلعم کی دُوسری بیٹی تھیں، شامل تھے۔ دُوسرا جوڑا سکران بن عمرو اور اُن کی بیوی سُودہ بنت زمعہ کا تھا (جو اپنے خاوند کے حبشہ میں انتقال کے بعد پچاس برس کی عمر میں رسولؐ کی زوجہ بنیں)۔ تیسرا جوڑا عبیداللہ بن جحش اور اُن کی زوجہ اُمِ حبیبہ بنت ابوسفیان کا تھا۔ (اور یہ بھی بالآخر رسولؐ کے نکاح میں آئیں اور شاہ حبشہ نجاشی نے ان کا نکاح پڑھا تھا)۔ چوتھا جوڑا عامر بن ربیعہ اور اُن کی زوجہ لیلیٰ اُمِ عبداللہ بنت ابی حشمہ کا تھا۔ بعضوں کے نزدیک سُکران اور عبیداللہ بن جحش کی بجائے ابوحذیفہ اور اُن کی اہلیہ سُہلہ بنت سُہیل اور ابُوسلمہ بن عبدالسلام اور اُن کی اہلیہ اُمِ سلمہ نے ہجرت کی تھی۔ ان چاروں جوڑوں کے علاوہ عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن مسعُود، زبیر بن العوام، عثمان بن مظعون جمحی، حضرت علی کے بھائی جعفر ابن ابی طالب، مصعب ابن عمیر اور حارث بن سُہیل سات مرد جو اولین اسلام میں سے تھے، اس ہجرت میں شامل ہوئے۔ بعض مورخ عبداللہ بن مسعود کی بجائے حاطب بن عمرو کو اس تعداد میں شامل کرتے ہیں اور بعض ابوبرہ بن ابی رہم اور سہیل بن بیضا کا نام بھی لیتے ہیں۔

حضرت ابوبکر نے بھی ہجرت کا ارادہ کرلیا تھا لیکن قبیلہ قارہ کے سردار ابن دغنہ اُن کو برک الغماد کے مقام سے جبراً واپس لے آئے اور ذمہ لیا کہ مکہ والے اُن کو تنگ نہ کریں گے۔ مکہ والوں نے اُن کو اس شرط پر امان دی کہ وہ اپنے گھر کے اندر عبادت کریں اور مکہ والوں

Marfat.com

میں تبلیغ نہ کریں۔ کچھ دیر بعد حضرت ابوبکر نے اپنے محلہ میں مسجد بنالی تو مکہ والوں نے پھر ابن دغنہ کو بلا کر احتجاج کیا۔ لیکن حضرت ابوبکر نے مکہ والوں کی شرائط ماننے سے انکار کر دیا۔

اس ہجرت سے کفارِ مکہ میں اور غصہ پیدا ہوا۔ قریش نے عمرو بن العاص ہیوگو کو جس کا ذکر اُوپر آچکا ہے، اور اس کے ساتھ عبداللہ بن ربیعہ کو بادشاہِ حبشہ کے پاس بھیج کر مطالبہ کیا کہ ان مسلمانوں کو واپس بھیجا جائے۔ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا اور رسول صلعم کے متعلق سوال کئے۔ جعفر ابن ابی طالب نے سورۂ مریم (۴۴) پڑھ کر سُنائی جس سے نجاشی بہت متاثر ہوا اور کفارِ مکہ کو اپنے مطالبے میں ناکامی ہوئی۔ اس واقعہ کے بعد رفتہ رفتہ اور اصحاب حبشہ کی طرف ہجرت کرتے گئے، حتیٰ کہ اُن کی تعداد ایک سو کے قریب ہوگئی۔

حضرت حمزہ کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا واقعہ

اس واقعہ کے بعد ایک جگہ اکابرِ قریش بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سب میں معتمر ولید بن مغیرہ تھے (جن کے بیٹے بعد میں مشہور خالد بن ولید تھے)۔ ابوجہل نے دینِ اسلام کے متعلق تکرار کے بعد رسولِ خدا کو سخت مارا اور اُن پر لید پھینکی۔ رسولؐ نے اس انتہائی بدسلوکی کی شکایت اپنے چچا حمزہ سے کی جو رسولؐ سے دو ڈھائی برس بڑے تھے۔ حمزہ کے ہاتھ میں کمان تھی۔ وہ اُس وقت شکار کھیل کر واپس آئے تھے۔ انہوں نے کمان سے ابوجہل کو سخت مارا اور اس پر سوار ہوگئے۔ ابوجہل عاجزی کرنے لگا کہ یہ شخص ہمارے بُتوں کو بُرا بھلا کہتا ہے، ہمارے باپ دادا کی مخالفت کرتا ہے۔ حمزہ نے غصہ میں کہا۔ تم سے زیادہ بے وقوف کون ہوگا کہ تم پتھروں کی پُوجا کرتے ہو۔ اور اُسی وقت کلمہ پڑھ کر اعلان کیا کہ میں دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہوں۔

حضرت عُمر کا اسلام لانے کا عظیم الشان واقعہ:

اس واقعہ کے صرف تین دن بعد اور ۵ نبوی کے شروع ہونے کے عین اُس وقت کہ مہاجرینِ حبشہ کا رُخ کر رہے تھے، عُمر بن الخطاب قتلِ رسولؐ کے لئے تیار ہوئے۔ تلوار ہاتھ میں لئے جا رہے تھے۔ اُمّ عبداللہ بنت ابی حشمہ زوجہ حضرت عامر کہتی ہیں کہ میرے خاوند کسی کام کے لئے باہر گئے ہوئے تھے کہ حضرت عمر ہمارے گھر میں آگھسے۔ یہ ہم کو بہت ہی ایذائیں دیتے تھے۔ کہنے لگے۔ اے اُمّ عبداللہ! کیا اب حبشہ کو روانگی ہے۔ میں نے کہا کہ جب تم ہم کو اس قدر تکلیفیں دیتے ہو تو ہم کو خدا کے کسی دُوسرے ملک میں جانے کے سوا چارہ کیا ہے؟ حضرت عمر نے کہا، خدا تمہارا حافظ ہو۔ مجھے احساس ہوا کہ اُس نے ہم پر ترس کیا ہے اور اُس کو ہمارے جانے کا غم ہے اور شاید وہ اسلام لے آئے۔ مگر میرے خاوند عامر نے کہا کہ عُمر اسلام کا اتنا بڑا دُشمن ہے کہ اگر اُس کے باپ خطاب کا گدھا بھی اسلام لے آئے تو یہ اسلام نہیں لائے گا۔ الغرض کچھ دن بعد ہجرت کے واقعہ سے سخت متاثر ہو کر حضرت عمر تلوار ہاتھ میں لئے رسولِ خدا کے قتل کے لئے جا رہے تھے کہ نعیم بن

Marfat.com

عبداللہ جو خفیہ طور پر ایمان لا چکے تھے رستہ میں ملے اور اپنا قصہ بتلایا۔ اُس وقت کوہِ صفا کے قریب ایک مکان میں رسُول صلعم اور اُن کے چالیس صحابہ جمع تھے۔ کہا، میں محمدؐ کو قتل کرنے کے لئے جا رہا ہُوں، اُس نے قریش میں پھُوٹ ڈال دی ہے، ہمارے مذہب کو بُرا کہتا ہے، بُت پرستی سے منع کرتا ہے۔ نعیم نے جواب دیا، تم غلط فہمی میں ہو۔ کیا محمدؐ کو قتل کرنے کے بعد اُس کے رشتہ دار تم کو چھوڑ دیں گے؟ تم پہلے اپنے گھر کی خبر لو! تمہاری ہمشیرہ فاطمہ اور بہنوئی سعید بن زید جو تمہارا چچازاد بھائی بھی ہے، اسلام لا چکے ہیں۔ اُس وقت حضرت خُباب بن ارتؓ فاطمہ بنت الخطاب کو سورۃ طٰہٰ (۴۵) پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے گھر میں داخل ہونے پر پڑھنے کی آواز سُنی، لیکن خُباب کو چھپا دیا گیا۔ تسلی بخش جواب نہ ملنے پر کہ کیا پڑھ رہے تھے، عمرؓ نے بہنوئی اور بہن دونوں کو سخت مارا۔ ہمشیرہ کا خون بہتے ہوئے دیکھ کر حضرت عمرؓ کو رحم آیا اور کہا۔ مجھے یہ صحیفہ دو جو تم ابھی پڑھ رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے قسم کھا کر کہا کہ میں اس کی بے حُرمتی نہ کروں گا بلکہ پڑھ کر واپس کر دُوں گا۔ الغرض بہن نے بھائی کو کہا، پہلے غُسل کرو، پھر اس کو ہاتھ لگا سکتے ہو۔ (معلوم ہوتا ہے کہ لا یمسّہ الا المطھرون کی آیت نازل ہو چکی تھی)۔ الغرض سورۃ طٰہٰ پڑھنے کے بعد حضرت عمرؓ رسول صلعم کے پاس گئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

حضرت عمرؓ کا اسلامی جماعت میں داخل ہونا تھا کہ دینِ اسلام جگمگا اُٹھا۔ کم و بیش چالیس مسلمان مَردوں اور پندرہ عورتوں میں نئی زندگی آ گئی۔ لیکن اُس وقت حبشہ کی طرف ہجرت شروع ہو چکی تھی۔

سنہ ۶ نبوی کے اخیر تک ۶۹ سُورتوں کا نزُول اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے اور اُس میں کامل تدبر کرنے کی مکرر تاکید

ان واقعات سے یقینی طور پر یہ اخذ ہوتا ہے کہ سنہ ۶ نبوی کے شروع تک کم از کم ۵۸ یا ۶۰ سُورتیں جن کی فہرست اُوپر کے نولڈکے کے جدول میں دی گئی ہے، رسول صلعم پر نازل ہو چکی تھیں۔ ان سُورتوں کا حجم تمام قرآن کی کم و بیش ۱۰،۲۲۴ سطروں کے بالمقابل ۱۹۲۰ یا دو ہزار سطریں تھیں جو قرآن کی وحی کا تقریباً پانچواں حصہ ہیں اور اگر وحی کے تین برس تک منقطع ہو جانے کے وقفے کو پیشِ نظر رکھا جائے، نیز اس کو کہ چار سال کی مدت میں صرف چالیس مرد اور پندرہ عورتیں ایمان لائی تھیں اور باقی عرب سخت ترین مخالفت کرتا رہا تو اس نتیجہ پر پہنچنا پڑتا ہے کہ قرآن کا تقریباً پانچواں حصہ (یعنی کم و بیش ساٹھ سورتیں سوائے سُورۃ علق کے) اسی انتہائی مصیبت کے کم و بیش ایک سال میں نازل ہُوا اور یہ صرف اُن مُٹھی بھر افراد کے لئے جو رسول صلعم کے گروہ میں شامل ہوئے تھے، باعثِ ہدایت بنا رہا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس چار ساڑھے چار سال میں وہ کیا سبق تھا جو بنی نوعِ انسان کی ہدایت کے لئے ان چند مسلمانوں کو پیش کیا گیا جس نے دلوں کو ایک مستقل تعلیم کی طرف مائل کر کے خوف و رجا، نفع و ضرر، سُود و زیاں اور نظم و نسق کی تکالیف کو برداشت کرنے کے وہ عظیم سامان پیدا کئے کہ بالآخر یہی چند مُسلمان آگے چل کر ایک ایسی عظیم الشان تحریک کے معمار بن گئے جس نے چار دانگِ عالم میں وہ قلبی روشنی اور مادی تنوّر پیدا کر دیئے کہ اس حرکت کی مثال تاریخِ عالم میں (بشمولیت موجودہ کمیونزم) اس وقت تک نہیں ملی۔

Marfat.com

یہاں پر ترتیب وار اِن پچاس ساٹھ سُورتوں کا لُبّ لباب اِس طرح پر جمع کیا جاتا ہے کہ قرآنی تعلیم کے وہ حصّے جن کا تعلق منتٰی بھر مُسلمانوں کی اُس وقت کی مقامی زندگی یا آئندہ مُسلمانوں کی عام زندگی یا بنی نوع انسان کی مستقبل کی انتہائی ترقی یافتہ زندگی سے یا کائنات فطرت کی آئندہ ممکنات کے بارے میں ہو، الگ الگ کرکے دِکھا دیئے جائیں۔ یہ تفصیل مختصر سے مختصر الفاظ میں اِس لئے بیان کی گئی ہے کہ قرآن کو برسوں تک مطالعہ کرنے کے بعد قرآن سے کچھ شئے اخذ نہ کرنے والے انسان کو قرآن کا لائحہ عمل اور وحی کے ہیبت انگیز الفاظ کا مُدّعا واضح ہوتا جائے۔ ہر سُورت کا مغز سلسلہ وار دیا گیا ہے۔ جن وجوہات کے باعث قرآن کو آہستہ آہستہ اور سوچ سوچ کر پڑھنے کی ہدایت حسب ذیل الفاظ میں ہے:-

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝ : (۱۰۶/۱۷) (بنی اسرائیل)(×)

ترجمہ :- اور قرآن میں ہم نے علیحدہ علیحدہ موضوع اِس لئے رکھے (بلکہ موضوعوں کے اعتبار سے اِس کو الگ الگ کر دیا ہے) کہ تو اُن مختلف موضوعوں کو لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھے (کہ وہ اِن کی ماہیّت کو سوچیں) اور اسی لئے ہم نے اُس (کی سُورتوں) کو بھی ٹھہر ٹھہر کر نازل کیا کہ ہر سُورۃ کا ملخص ذہن میں بیٹھ جائے)۔ یا

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝ : (۳۲/۲۵) (الفرقان)(×)

ترجمہ :- اور کافر (طعنہ کے طور پر) کہتے ہیں کہ قرآن کو یک بارگی کیوں نازل نہیں کیا گیا - ہاں ایسا اِس لئے ہُوا کہ (ٹھہر ٹھہر کر نازل کرنے سے) اس کے حقائق سے تمہارے ذہن کو مضبوط کر دیں اور اِسی لحاظ سے ہم نے اُس کو آہستہ آہستہ نازل کیا۔ کے الفاظ میں ہے اُن وجوہات کو نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس تدبّر اور تفقہ کی تاکید حسب ذیل الفاظ میں ہے :-

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝ : (۸۲/۴) (النساء)(۲)

ترجمہ :- تو کیا یہ منکر لوگ قرآن (کے موضوعوں) پر سوچ بچار نہیں کرتے اور (نہیں دیکھتے کہ) اگر وہ خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو اُس میں (کہیں کچھ اور کہیں کچھ کا) اختلاف (یا کہا کچھ اور ہے کچھ کا اختلاف) بدرجہ کثیر پاتے۔ یا

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝ : (۲۴/۴۷) (محمد)(۲)

ترجمہ :- تو کیا یہ منکر لوگ قرآن (کے موضوعوں پر) سوچ بچار نہیں کرتے (کہ وہ کس قدر بلند پایہ مضامین ہیں) یا کیا اُن کے ذہنوں پر تالے لگے ہیں (اور وہ سوچ ہی نہیں سکتے)۔ یا

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ : (۷۸/۱۷) (بنی اسرائیل)(×)

(×) یہ سُورتیں مکہ میں نازل ہوئی تھیں اور اُس وقت کی ہیں جب کہ مسلمانوں پر انتہائی تشدد ہو رہا تھا (۲) یہ دونوں سُورتیں مدنی ہیں جب کہ اکثر قرآن نازل ہو چکا تھا اور قرآن پر تدبّر مکمل ہو رہا تھا۔ سوچو کہ یہ ہدایتیں کیوں دی گئیں۔

ترجمہ:- بے شک قرآن (کے مضامین) پر نُور کے تڑکے غور کرنا (انسانی ذہن پر وہ کیفیت پیدا کرتا ہے کہ اس کا ہر موضوع احوالِ فطرت کی طرف سے) تصدیق شدہ ہو جاتا ہے۔

اُس تدبّر اور تفقہ کو لازمی ثابت کرنے کے دلائل دیئے گئے ہیں۔ یہ امر کہ قرآن بنی نوع انسان کے لئے انسانی ترقی کے آخری مراحل تک شمعِ ہدایت بننے کے لئے نازل کیا گیا تھا اور اِس بنا پر وہ آخری علمی کتاب ہے جو انسان کی موجودہ سائنس کو نئی راہ دکھا سکتی ہے، بلکہ مقصدِ تخلیقِ کائنات کے پا جانے اور اُس تک پہنچنے میں سچی مدد دے سکتی ہے، اِس ابتدائی تشریح میں نظر انداز نہیں کیا گیا۔ یہ امر کہ رسول صلعم چالیس بیالیس برس کی عمر میں علم کے ایک بحرِ بیکراں اور صحیفۂ فطرت کے ایک بے پناہ طالبِ علم تھے اور اگر اُن کو صرف ان چالیس انسانوں کو اپنے قابو میں رکھ کر کسی گدی نشینی کی تحریک چلانی ہی پیشِ نظر تھی تو وہ کیوں اتنے بلند پایہ مضامین اپنی بنائی ہوئی وحی میں شامل کرتے، کیوں سفلی جذبات سے کھیل کر چالیس انسانوں کو جن میں سے کئی قطعی طور پر نوجوان، بے اثر اور غریب تھے، نہایت ادنیٰ قسم کے احکام نہ دیتے جو اُس گدی کو مضبوط کرنے کے سوا کوئی اور مقصد نہ رکھتے تھے، اُس وضاحت سے جو ان سورتوں کا خلاصہ دینے سے ذہن کے سامنے آئے گی، خود بخود قاری کو اِس نتیجے پر پہنچا دے گی کہ قرآن کا منشا روزِ اوّل سے تمام دُنیا کے لئے ہدایت اور رہنمائی کا منبع بننا تھا اور وہ منشا اُس رسُول صلعم کا اپنا منشا نہیں تھا جس کو چار سال تک انتہائی دُکھ دیا گیا، جس نے کامل تین برس تک چھپ چھپ کر اور لوگوں کے گھروں میں پناہ لے لے کر اپنی قوم کو صحیح راہ کی طرف اشارہ کیا، جو دُکھ اُٹھا اُٹھا کر اور لہو لہان ہو کر اپنے چچا ابو طالب سے بالآخر یہی کہتا رہا کہ "اے میرے چچا! اگر یہ لوگ سُورج میرے ایک ہاتھ میں دے دیں اور چاند دوسرے ہاتھ میں، تو بھی میں اپنی بات سے باز نہ آؤں گا۔" ہاں یہ منشا کسی ایسی بڑی طاقت کا منشا تھا جو تمام بنی نوع انسان کو بے نیازانہ طور پر صحیح راہ ابد الآباد تک دکھلانا چاہتی تھی اور جس صحیح راہ کو آج تک نہ پانے کے باعث تمام دنیا جہنم کے کنارے پر آ کھڑی ہے!

میں ان ساٹھ سُورتوں کے خلاصے اور آئندہ باقی سُورتوں کے خلاصے بیان کرتے وقت یہ توقع ضرور کروں گا کہ پڑھنے والے نے قرآن کی یہ سورتیں اِس سے پہلے پڑھی ہیں اور وہ اُن کے اُردو ترجمے سے جو مرسُوم ہیں پُورے طور پر واقف ہے۔ وہ بار بار اُن کے مطلب پر غور کرنے کے باوجود اُن کی ملّائی تشریحوں اور مولویانہ رنگ سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ وہ بَلْ قَالُوا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ (۲۱) کے قرآن کے اپنے متعلق کفار کے قول کے مطابق قرآن کو صرف "پریشان خواب" سمجھ کر اُس کے کلامِ خدا ہونے کے بارے میں ذہنی شک میں مُبتلا رہا۔ وہ قرآن پر اسی لئے آج قرنِ اوّل والا عمل نہیں کرتا کہ اُس کو قرآن کے سرے سے کلامِ خدا ہونے میں شک ہے، وہ مغرب زدہ ہو جانے کے باعث قرآن کی ایک پرانی شئے اور تقویم پارینہ سمجھتا ہے۔ وہ موجودہ سائنسی ترقی سے اس قدر مرعوب ہے کہ خدا کی ہستی پر یقین نہیں رکھتا اور اسے مذہبی لوگوں کی ایک موضوع شئے قرار دیتا ہے۔

یہ امر انتہائی طور پر حیرت انگیز ہے کہ ان دُکھوں کے چار سالوں میں بلکہ فی الحقیقت ایک ہی سال میں قرآن کا قریباً پانچواں حصہ نازل ہُوا اور مسلمانوں میں اِس عظیم الشان واقعہ کا کوئی مُرتّب تاریخ وار موجود نہ ہو۔ کاتبِ وحی زید بن ثابت کا بھی اِن چار سال کی تاریخ میں کہیں ذکر نہیں بلکہ یہ بھی کہیں مرقوم نہیں کہ وہ صحابۂ کرام میں شامل تھے، اوّلین میں سے تھے یا بعد میں شامل ہوئے تھے؟

قرآن کائناتی علمی حقائق کا ایک بیکراں دفتر ہے!

آئندہ سورتوں کی تشریح میں غور کرنے والے طالب العلم پر یہ واضح ہو جائے گا کہ دکھوں اور تکلیف کے ان سالوں میں قرآن نے کائناتی علمی حقائق کا ایک بیکراں دفتر انسان کی سوچ بچار کے لئے بتدریج پیش کیا اور ہر عظیم الشان علمی حقیقت کو دہرا کر بار بار اس پر غور کرنے کی ترغیب دی تا کہ وہ حقیقت آنیوالے انسان کے درک و دریافت کا ایک مستقل دستور العمل بنتا جائے۔ اور انسان ان حقیقتوں تک پہنچنے کے لئے قرنوں اور صدیوں تک مصروف کار رہے بلکہ عملی طور پر ثابت ہو جائے کہ قرآن فی الحقیقت ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ: (۱۲/۱۱، ۲۸/۵) یعنی تمام جہان کے لئے ایک مستقل درس ہے۔

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (الانبیا)

"اور جس قوم کو ہم نے ایک دفعہ ہلاک کر دیا اُس کا پھر ابھرنا محال ہے"

تذکرہ

ہرگز نہیں یہ تو ایک عبرت ہے سو جو چاہے اِس سے عبرت پکڑلے

جس میں مسلمانانِ عالم کو اُن کی اجتماعی موت و حیات کے متعلق پیغامِ اخیر دیا گیا ہے،

تذکرہ (جلد اول، دوم، سوم)

ہدیہ فی جلد: ۳۰۰ روپے ● مکمل سیٹ ۹۰۰ روپے

حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی رحمۃ اللہ علیہ

اقوالِ مشرقی

● مسلمانو! سلطنتیں غرض مند اشخاص کی غرضیں پوری ہونے سے اچھی یا نقصان خوردہ اشخاص کے تباہ ہونے سے بری نہیں بن سکتیں۔ سلطنتیں کسی معنوں میں نرے پروپیگنڈا سے نہیں بنتیں۔ سلطنتوں کی مضبوطی اور ناقابل شکست ہونے کی بنیاد رعیت کی عام خوشحالی ہے اور جو سلطنت رعیت کو عام طور خوش حال اور مطمئن کرنے کی طرف نہیں جاتی اس کا کسی عنوان سے دیر تک قائم رہنا محال ہے۔

● قوم میں عام اصلاح کی ہوا صرف جہاد کے اسلامی نظام سے پیدا ہو سکتی ہے۔

● فوجی اور جنگی بننے سے ہی تمام قوم میں اصلاح اور بلند کریکٹر پیدا ہوں گے۔

● کشمیر پاکستان کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے' کشمیر کا حصول اس لئے ضروری ہے کہ پاکستان میں بہنے والے تمام دریا کشمیر سے نکلتے ہیں۔

حضرت علامہ مشرقیؒ

(۱۲)

سنہ ۱ سے سنہ ۴ نبوی کی
پہلی ۴۸ نازل شدہ سورتوں کی تشریح؛

اور کائناتی علمی حقائق کا انکشاف، پہلی تیرہ سورتوں کی اخلاقی تعلیم کے حیران کن نتائج:

فاطرِ فطرت سے انسان کی ملاقات، نوعِ انسانی کا ارتقا، صحیفۂ فطرت کے واحد حقیقت ہونے کا اعلان،

سورۃ العلق (۹۶) کے دو علیحدہ علیحدہ ٹکڑوں کے متعلق ملاحظات اس سے پہلے گزر چکے ہیں (×) اور واضح کر دیا ہے کہ اس سورت کی پہلی آیتیں وہ ہیں جن سے رسول صلعم کی نبوت کی ابتدا ہوئی تھی لیکن بعد کی چودہ آیتیں جن میں غالباً ابولہب کی مخالفت کا ذکر کنایۃً ہے، پہلی وحی میں شامل نہیں ہو سکتیں، کیونکہ اعلانِ نبوت سے پہلے ابولہب یا کسی اور متنفس کی مخالفت رسولؐ سے نہ ہو سکتی تھی، نہ اس کا ذکر تاریخ میں کہیں موجود ہے۔ اس بنا پر ان آیتوں کو سورۃ علق میں شامل کر لینا قرآن کے ترتیب دہندوں کا کام ہے اور غالب امر یہ ہے کہ وحی کا یہ حصہ سنہ نبوی کے شروع میں ہی نازل ہوا ہو کیونکہ مسلسل تین برس تک وحی منقطع رہی اور انہی تین برسوں میں کفار کی مخالفت حد تک پہنچ گئی جس کا سرغنہ ابولہب تھا۔ اسی ابولہب کا بیٹا ابوالعاص رسول صلعم کا پہلا داماد تھا جس کے ساتھ زینب بعثت سے پہلی بیاہی گئی تھی، اور غالباً مخالفت کی وجہ بھی یہی تھی۔

اس سورۃ کے بعد سورۃ المدثر (۷۴) کا نزول سنہ نبوی کے شروع میں ہوا اور یہ ایک کافی طور پر طویل وحی تھی، جس کے حجم یعنی قریباً ۲۶ سطروں سے زیادہ یا برابر کی اگلی ساٹھ سورتوں میں سے صرف تیئس سورتیں ہیں۔ اس سورت میں پھر کا پتہ اُن لوگوں کو جنہوں نے رسول صلعم کو دردناک ایذائیں دی تھیں، جہنم کی آگ سے ڈرایا گیا اور صاف طور پر قوم کو ہلاکت سے بچنے کا سبق دیا گیا۔ سورۃ مدثر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ اللہب (۱۱۱) متاً نازل ہوئی جس میں صاف طور پر ابولہب کا نام لے کر اس کو تہدید کی گئی اور صاف اخذ ہوتا ہے۔ کافروں کا تشدد دشمنی پھر مسلمانوں پر اس قدر ناقابلِ برداشت ہو چکا تھا کہ خالق السموات والارض سے کہ موجود کی طرف سے دھمکی

(×) دیکھو صفحہ ۷۰، ۷۱، نیز تا ۷۹، تا ۸۰

Marfat.com

اِس بے کس اور بے بس گروہ کو تسلی نہ دے سکتی تھی۔ غالب امر یہ ہے کہ سورۂ لہب کے نازل ہونے کے بعد صورتِ حال کچھ تھوڑی سی بدل گئی ہو اور رسولؐ اِس بات کے منتظر ہوں کہ کچھ اِشارہ وحی کا قریش کے قبیلہ کی طرف ہو جس سے رسول صلعم کے گھر کے لوگ کچھ ہدایت پکڑیں اور اُن کو معلوم ہو جائے کہ خدائے عزّ وجل کی توجہ ان کی طرف بھی اِس لئے ہے کہ وہ خانہ کعبہ کے محافظ ہیں اور اپنی سوداگری کی وجہ سے نسبتاً خوشحال اور مکّہ کے نمایاں لوگ ہیں۔ اِس کیف وحال کو پیدا کرنے کے لئے سورۂ القریش (۱۰۶) حسبِ ذیل الفاظ میں نازل ہوئی:۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۙ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۚ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝: (۱۰۶/۱)

قریش کے قبیلہ کو (تجارت کے سلسلے میں) سردی اور گرمی کے دونوں موسموں میں (دور دراز ملکوں مثلاً یمن اور شام کی طرف) سفر (اور مالا مال ہو کر واپس آنے) کا چسکہ پڑ گیا ہے۔ اِس (خوشحالی اور سربر آوردہ ہو جانے کی) وجہ سے اِس قبیلہ پر لازم ہے کہ وہ اُس خانہ کعبہ کے سردار (یعنی ربِّ زمین وآسمان) کی غلامی عملاً اختیار کرلیں (جس کے وہ محافظ ہیں) اور وہ وہ (پاک ذات) ہے جس نے اُن کو (عرب کی بے آب وگیاہ سرزمین میں) بھوک سے نجات دلانے کے لئے رزق دیا اور اِس خوف سے (کہ وہ بھوک ننگ میں مبتلا ہو کر دوسرے قبیلوں سے دب نہ جائیں) امن اور چین دیا۔

قریش کا قبیلہ مکّہ کی سرزمین میں نسبتاً عام طور پر آسودہ حال تھا اور اِس کی وجہ اُن کی تجارت کی طرف عام رغبت تھی جو وہ غیر ملکوں میں ہر سال جا کر کیا کرتے تھے۔ اِس بناء پر ہی قریش خانہ کعبہ کے تسلیم شدہ محافظ تھے اور اُن کو از روئے وحی خدا کی طرف بلانا اِس وحی کا مقصد تھا۔ سورۂ قریش کے معاً بعد معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ الکوثر نازل ہوئی جو حسبِ ذیل الفاظ میں تھی:۔

اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ؕ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ؕ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝: (۱۰۸/۱)

بے شک ہم نے تم کو (نبوت اور خدا سے ہم کلام ہونے کا) فضلِ عظیم عطا کر دیا ہے تو (اِس نعمت کے شکرانے میں) تو اپنے پروردگار کے سامنے عاجزی کر اور جھک جا۔ بلکہ (اُس کی راہ میں ہر قسم کی) قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جا (کیونکہ) درحقیقت وہ شخص جو تجھ میں عیب نکالتا ہے وہی نامراد اور بے بر (آخر میں) ہوگا۔ (اور دُنیا کو کسی منزل تک نہ لے جا سکے گا)۔

اِس مختصر سُورت کا مقصد عرب کے لوگوں میں اِعلان کرنا تھا کہ دشمن بالآخر ناکام رہیں گے۔ پروردگارِ عالم کی راہ میں تسلیم ورضا کا شیوہ اور قربانی جان ومال کا جذبہ پیدا کرنا ہی وہ مرحلے ہیں جو خدائی تحریک کو کامیاب کر کے منزل تک پہنچا سکتے ہیں۔ اِس بناء پر محمدؐ کے پیروؤں کی مختصر جماعت کو یہی دو وسیلے اختیار کرنے چاہئیں۔ باقاعدہ نماز اور قربانی عیدالاضحیٰ جو آج کل مروّج ہیں، اُس وقت تک شروع نہ ہوئے تھے، بلکہ سورۂ فاتحہ جو نماز کا مغز ہے اُس وقت نازل بھی نہ ہوئی تھی۔ اِس لئے صلّ یا سورۂ علق کے لفظ صلّٰی سے موجودہ نماز کا مطلب لینا یا انحر سے قربانی کا مفہوم لینا پیش از وقت ہے۔ سورۂ کوثر کے بعد غالب امر یہ ہے کہ

سورۃ الھمزۃ نازل ہوئی، جو حسب ذیل ہے :۔

وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۙ ۝ الَّذِىۡ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗۙ ۝ يَحۡسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخۡلَدَهٗ‌ۚ ۝ كَلَّا‌ لَيُنۡۢبَذَنَّ فِى الۡحُطَمَةِ‌ۖ ۝ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا الۡحُطَمَةُ ؕ ۝ نَارُ اللّٰهِ الۡمُوۡقَدَةُ ۙ ۝ الَّتِىۡ تَطَّلِعُ عَلَى الۡاَفۡـِٕدَةِ ؕ ۝ اِنَّهَا عَلَيۡهِمۡ مُّؤۡصَدَةٌ ۙ ۝ فِىۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝ : (۱۰۴)

حیف ہے ہر غیبت کرنے والے اور طعنے دینے والے شخص پر جو (صرف) مال (ہی مال) جمع کرتا رہتا ہے اور (پھر) اُس کو گنتا (اور خوش ہوتا) رہتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اُس کا مال ہی اُس کو ہمیشہ رکھے گا۔ ہرگز نہیں وہ ضرور (کبھی نہ کبھی دن اسی مال جمع کرنے اور اُس کو قوم کی بہتری کے لئے خرچ نہ کرنے کی بد بختی اور بد کرداری کے باعث) جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور (اے محمدؐ) تو کیا سمجھتا ہے کہ یہ جہنم کیا ہوگا۔ یہ خدا کی طرف سے (قوم کے دلوں میں ناکامی، مایوسی اور شکست کی) بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو (آہوں اور کراہوں سے جو دلوں سے اُس وقت اُٹھتی ہیں) دلوں پر چڑھ چڑھ کر (ان کے جذبوں اور ارادوں کو) بھسم کر دیتی ہے۔ بے شک وہ آگ چاروں طرف سے لمبے لمبے ستونوں کے ذریعے سے ان کو گھیرے گی (تاکہ وہ اس سے نکل نہ سکیں)۔

سورۃ ھمزہ میں کیفیت اُس نابکار قوم کی پیش کی گئی ہے جس کے لوگوں کا واحد منشا مال جمع کرنا اور گن گن کر رکھنا ہے۔ ایسی قوم لامحالہ محکومیت اور مغلوبیت کے جہنم میں ہے اور چونکہ حُطَمَة کے معنی چکنا چور ہوئی ہوئی شے ہے، مقصد یہ ہے کہ وہ قوم شکست ریخت، انتشار و تشتت کے گڑھے میں گری ہوئی ہے اور اُس کے افراد چاروں طرف سے ایک ایسی آگ میں گھرے ہوئے ہیں جو دلوں پر چڑھ چڑھ کر اُن کو کباب کر دیتی ہے۔ گویا وہ لوگ محکومیت، ذلت اور غلامی کی آہوں اور کراہوں میں جل بھن کر حسرتیں کرتے رہتے ہیں کہ اے کاش! ہم بھی آزادی اور غلبے کی ہوا کھاتے۔ وہ اس ماحول سے اس لئے نہیں نکل سکتے کہ اُن میں قربانی مال کا جذبہ نہیں۔ اس سورۃ کے بعد چھوٹی چھوٹی دس سورتیں بیک وقت پیش کی جاتی ہیں جس میں ہر ایک میں مستقل سبق ہے۔ یہ سورتیں حسب ذیل ہیں :۔

اَرَءَيۡتَ الَّذِىۡ يُكَذِّبُ بِالدِّيۡنِ ۝ فَذٰلِكَ الَّذِىۡ يَدُعُّ الۡيَتِيۡمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِ ۝ فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ ۝ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ ۝ الَّذِيۡنَ هُمۡ يُرَآءُوۡنَ ۝ وَيَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ ۝ (۱۰۷) (سورۃ الماعون)

کیا تو نے اُس شخص کو دیکھا ہے جو (دنیا کی) جزا و سزا کو (فضول سمجھ کر) جھٹلاتا ہے، تو یہی وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے مارتا ہے اور بھوکے ننگے کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا، تو حیف ہے اُن (دنیا کو دھوکہ دینے والے لوگوں) پر جو خدا کے سامنے جھک جھک کر دکھلاوا کرتے ہیں اور اپنی دینداری اور عاجزی کے صحیح مقصد کو بھول چکے ہیں۔ یہ اس قدر خسیس اور کمینہ صفت ہیں کہ (چھوٹی چھوٹی مہربانیوں مثلاً برتنے کی چیزوں کو (عاریتہً) دینے تک (کی وسعت قلب نہیں رکھتے اور اُن) سے روکتے ہیں۔

Marfat.com

أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝ : (۱۰۲) (سورۃ التکاثر)(×)

تمہیں (مال و اولاد کی) کثرت نے لہو و لعب اور غفلت میں (اِس قدر) ڈال دیا ہے (کہ تم قوموں کو زندہ رکھنے کے اعمال کرنے سے جی چراتے ہو)۔ (یہ غفلت تم پر اُس وقت تک طاری رہے گی) جب تک کہ تم (پرانی ہلاک شدہ قوموں کے) مقبرے (یعنی اُن کے بقیہ نشانات) نہ دیکھو گے۔ ہرگز نہیں، تم کو عنقریب ہی علم ہو جائے گا۔ (مَیں) پھر (کہتا ہوں) ہرگز نہیں، تم عنقریب ہی جان لو گے (کہ قوموں کی ہلاکت کا قانون کیا ہے)۔ ہرگز نہیں اگر تم کو (قوموں کی) یقینی موت کا علم ہو جائے تو تم جہنم کو (ان) آنکھوں سے صاف دیکھ لو گے۔ پھر اِس جہنم کو یقین کی آنکھ سے مزود دیکھ لو گے۔ پھر (اِس عینی مشاہدے کے بعد) اُس دن تم سے (اُن) نعمتوں کے متعلق سخت پوچھ گچھ کی جائے گی (جن کو حاصل کر کے تم غفلت میں پڑ گئے تھے)۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ ۝ : (۱۰۵) (سورۃ الفیل)

(اے محمدؐ) کیا تُو نے نہیں دیکھا کہ تیرے پروردگار نے ہاتھیوں والی فوج کے ساتھ (جو حبشہ کے عیسائی بادشاہ کے حکم سے ابرہہ بن اشرم حاکم یمن کی قیادت میں تمہاری ولادت سے قریباً ۴۰ برس قبل مکّہ پر حملہ آور اِس لئے ہوئے تھے کہ مکّہ کی سرزمین مرجع خلق نہ رہے) کیا کیا؟ کیا (پھر اُس پروردگار عالم نے) ان لوگوں کے مکر و فریب کو بے کار و بے اثر نہ کیا اور اُن سپاہیوں پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ نہ بھیجے جو کہ ان پر کنکروں کے پتھر مار مار کر (اُن کا ناک میں دَم کر دیتے تھے) اور (بالآخر) اُن کو خدا نے کھائے ہوئے بھُس کی طرح (بے کار اور بے قیمت) بنا دیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اِس واقعہ کی طرف وحی کے ذریعے سے اشارہ کرنے کا مقصد دوگونہ تھا۔ اوّلاً یہ کہ یہ واقعہ رسول صلعم کی ولادت سے تھوڑی مدت یعنی چالیس اکتالیس برس پہلے ہُوا تھا اور اس کے چشم دید گواہ عرب میں موجود ہوں گے۔ چڑھائی کے وقت رسولؐ کے دادا محافظِ کعبہ تھے۔ ابرہہ کی فوج اُن کے کئی اُونٹ بھگا کر لے گئی اور وہ احتجاج کے لئے ابرہہ کے پاس پہنچے۔ ابرہہ نے اُن سے دریافت کیا کہ عبدالمطلب کو خانہ کعبہ کی فکر نہیں اور صرف اپنے اُونٹوں کی فکر ہے۔ اِس پر عبدالمطلب نے بے نیازانہ جواب دیا کہ خانہ کعبہ کا مالک اپنے گھر کی آپ فکر کرے گا۔ چنانچہ اِس واقعہ کو بذریعہ وحی یاد دلانا اہلِ عرب پر نفسیاتی اثر پیدا کر سکتا تھا کہ خانہ کعبہ خدا کا گھر تھا جو خدا نے اپنی ترکیب سے بچا لیا۔ بتوں کا گھر نہ تھا۔ دوئم یہ یاد دلانا بھی تھا کہ نہایت کمزور پرندوں کی فوج بڑی سے بڑی طاقت ور فوج کو بھگا سکتی ہے۔ اِس لئے کچھ عجب نہیں اگر یہ

(×) اِس سُورت کا کوئی دُوسرا مدلّل ترجمہ اِس کے سوا نہیں ہو سکتا، نہ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ کے اور معانی ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

سکتی پھر مسلمان کسی دن تمام کافروں پر غالب آجائیں۔ اس سورت کے بعد کچھ وقفے سے سورۃ اللیل (۹۲) نازل ہوئی، جو حسب ذیل ہے:-

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ○ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ○ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ○ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ○
فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ○ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ○ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ○ وَكَذَّبَ
بِالْحُسْنَىٰ ○ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ○ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ ○ إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ○ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ
وَالْأُولَىٰ ○ فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ○ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ○ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ○ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ○
الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ○ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ○ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ○
وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ○ (۹۲/۱) (سورۃ اللیل)

اندھیری رات جب کہ وہ چھا جائے، اس امر کی گواہی دیتی ہے اور دن (کا اُجالا) اس امر کا شاہد ہے جب کہ وہ روشن ہو جائے اور جو کچھ (دنیا میں) نر و مادہ خدا نے پیدا کئے ہیں، اس امر کے گواہ ہیں کہ (اے لوگو!) تمہاری کوششیں منتشر اور پراگندہ ہیں (اس لئے تم ابھی تک منزلِ مقصود پر نہیں پہنچ سکے ہو) تو جان لو کہ جس قوم نے (اپنا کمایا ہوا مال) دیا اور (قوم کے بد انجام سے جو قربانیٔ مال کے نہ ہونے سے لازم ہو جاتا ہے) ڈرتا رہا اور جس قوم نے اپنے نیک عمل سے (قانونِ فطرت کی) تصدیق کی تو (جان لو کہ) عنقریب ہم اس قوم کو آسانی کی طرف رواں کر دیں گے اور جس قوم کے لوگوں نے (مال دینے میں) بخل کیا اور (قوم کے بد انجام سے) بے نیاز ہو گئی بلکہ (قانونِ فطرت کے) نیک عمل کو نہ کر کے (اس کی) تکذیب کی تو (جان لو کہ) ہم عنقریب اس قوم کو تنگی اور عسرت کی طرف دھکیل دیں گے اور پھر جب وہ قوم ہلاکت کے گڑھے میں گر گئی تو اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا۔ (لوگو! سمجھ لو کہ) (ہم پر تو صرف) یہ لازم ہے کہ راہِ راست دکھلا دیں اور پھر اس قوم کا انجام اور اس کی ابتداء ہمارے اختیار میں ہے۔ تو (جان لو کہ) میں نے تمہیں بھڑکتی ہوئی آگ سے (کافی طور پر) ڈرا دیا ہے جس میں کوئی شخص نہیں گرتا مگر وہ بدبخت جس نے (قانونِ فطرت کو) جھٹلایا اور پیٹھ پھیر دی اور اس آگ سے وہی بڑا ڈرنے والا بچے گا جس نے (وقت اور موقع پر بطورِ قربانی) اپنا مال دے دیا تاکہ (آلائشِ زر سے) پاک ہو جائے اور (یاد رکھو کہ) دنیا میں کسی متنفس یا قوم کے لئے کوئی بھی نعمت ایسی نہیں جو اس کو بطورِ جزا دی جائے مگر یہ کہ وہ نعمت اس قوم یا فرد کے پروردگارِ اعلیٰ کی رضامندی اور خوشنودی سے دی جاتی ہے اور ضرور ہے کہ ایسا شخص اور ایسی قوم عنقریب (اس نعمت کے باعث) خوش بخوش ہو جائے۔

اس سورت میں واضح طور پر جہاد بالمال کی جو قوم کو غلبہ کی منزل تک پہنچانے کے لئے کیا جائے، فضیلت واشگاف الفاظ میں بیان کر دی ہے اور رسول صلعم نے دن، رات اور تمام مخلوقِ خدا کو گواہ بنا کر عیاں کر دیا ہے کہ قوم کے لوگوں کی متفرق اور منتشر کوششیں شکست کی طرف لے جاتی ہیں، اس لئے مال کی بخشش بھی منظم طریقے سے اور یک جا ہو کر کرنی چاہیئے۔ سورۃ اللیل کے بعد سورۃ البلد (۹۰)

Marfat.com

نازل ہوئی، جو حسب ذیل ہے :-

لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ وَ اَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ۙ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ كَبَدٍ ؕ
اَیَحۡسَبُ اَنۡ لَّنۡ یَّقۡدِرَ عَلَیۡهِ اَحَدٌ ۘ یَقُوۡلُ اَهۡلَكۡتُ مَالًا لُّبَدًا ؕ اَیَحۡسَبُ اَنۡ لَّمۡ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ؕ اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ
عَیۡنَیۡنِ ۙ وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَیۡنِ ۙ وَ هَدَیۡنٰهُ النَّجۡدَیۡنِ ۚ فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَةَ ۫ۖ وَ مَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡعَقَبَةُ ؕ
فَكُّ رَقَبَةٍ ۙ اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِیۡ یَوۡمٍ ذِیۡ مَسۡغَبَةٍ ۙ یَّتِیۡمًا ذَا مَقۡرَبَةٍ ۙ اَوۡ مِسۡكِیۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ ؕ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیۡنَ
اٰمَنُوۡا وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَةِ ؕ وَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰیٰتِنَا
هُمۡ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ ؕ عَلَیۡهِمۡ نَارٌ مُّؤۡصَدَةٌ ٪ : (۹۰/۱) (سورۃ البلد)

میں (خالقِ زمین و آسمان ہو کر) اِس شہر مکّہ کی قسم کھاتا ہوں درآنحالیکہ تو (میرے قاصد کے طور پر) اِس شہر میں مقیم ہے (نہیں بلکہ ہر باپ اور جو اولاد اُس سے ہوتی ہے (خود بخود) اِس کے گواہ ہیں کہ فی الحقیقت ہم نے انسان کو مصیبتوں اور دکھوں (کے مسلسل ماحول) میں پیدا کیا ہے (اور اُس کو چارہ نہیں کہ تمام عمر اِن مصائب سے نمٹ کر کامیاب ہونے کی لگاتار سعی کرتا جائے)۔ تو کیا (پھر ایسی حالت میں کہ سب کی پیدائش کی ابتدا اور انتہا ہی مصائب پر قابو پا کر کامیابی حاصل کرنا ہے) وہ یہ سمجھتا ہے کہ اُس پر کوئی وجود (حکم چلانے کی) طاقت نہیں رکھتا۔ وہ (پھر بھی کر شیخی سے کہتا رہتا ہے کہ میں نے (اپنی زندگی میں) ڈھیروں کے ڈھیر مال کو (دوسروں کی خاطر) غرق کر دیا۔ کیا وہ اِس زعم میں ہے کہ (اس مال کو جو لامحالہ اُس نے کسی نہ کسی عنوان سے اپنے نفس کے فائدے کی اُمید میں ہی خرچ کیا ہوگا، اور دوسروں کا فائدہ اُس کو بہت ہی کم مدّ نظر ہوگا۔ اُڑاتے وقت) کوئی (برتر) وجود (یعنی خدائے لایزال) اُس کو دیکھ نہ رہا تھا۔ کیا ہم نے اُس کو (اپنے مال کا مصرف پسند کرتے وقت ایک چھوڑ) دو آنکھیں نہ دی تھیں کہ جہاں خرچ کرے، سوچ سمجھ کر کرے (اور اپنے مال کے مزے اڑاتے وقت) ایک زبان اور (ایک چھوڑ) دو ہونٹ عطا نہ کئے تھے (کہ جو مزے اُڑائے اُس میں اسراف نہ کرے) اور ہم نے اُس کو نیکی اور بُرائی کے دونوں راستے (اُس کے باہوش مخلوق ہونے کے باعث) واضح نہ کر دیئے تھے۔ تو یہ (ہوش مند اور آنکھوں والا) انسان (تن آسان ہونے کے باعث اور شیطان کی بد ترغیب سے مدّۃ العمر کسی مُشکل وادی میں نہ گھُسا (تاکہ اپنے مال سے قوم کو بلند کرے بلکہ اپنے دل کو بے فائدہ اپنی نفس پروری یا اپنے گرد و گرد کے چند لوگوں میں اپنے "حاتم طائی" ہونے کی) شہرت حاصل کرنے کے لئے اڑاتا رہا اور اُس کا مال قوم کو بلند کرنے یا اُس کو باقی قوموں پر غالب کرنے کی کسی منزل تک نہ پہنچا سکا)۔ اور (اے محمدؐ) تو کیا سمجھا ہے کہ مشکل وادی کیا ہے ؟ (آ میں تجھے بتلاؤں کہ) مشکل وادی (محکومیت اور افلاس کی ماری ہوئی) قوم کی گردن کو (غلامی اور ناداری کی دردناک پکڑ سے) آزاد کرانا یا بھوک اور ننگ کے وقت قوم کے پیٹ بھرنے کے اسباب پیدا کرنا، یا (اگر کچھ اور نہ ہو سکے تو اپنے گرد و گرد کے) قریبی یتیموں اور مٹی میں ملے ہوئے مسکینوں کو پیٹ بھر کر کھانا دینا (تاکہ قوم میں ذلّ و مسکنت کا نشان باقی نہ رہے، مشکل وادی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے مال کو اِس طرح پر خرچ کرے گا تو) پھر وہ (ہماری اصطلاح میں) اُن لوگوں میں شمار ہو سکتا ہے جو خدا پر ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو

استقلال سے جم کر (قومی برائیاں دور کرنے کی) وصیت کی اور (حقیقت میں تمام قوم کے آپس میں رحم دل ہونے کی وصیت کی) پھر (جب کسی قوم میں یہ سب باتیں ہیں تو) یہ وہ لوگ ہیں جن کو دائیں طرف کے برکت والے لوگ کہا جا سکتا ہے، لیکن جو لوگ ہمارے حکم ماننے سے باغی ہیں، اُن کو بدبخت اور بائیں طرف کا گروہ سمجھا جائے گا اور ہر طرف سے کواڑ بند کر کے اُن کو جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

ان تمام سورتوں کے بعد جن میں زیادہ تر قوم کو بلند کرنے کے اصول پیش کئے گئے ہیں، سورۂ الم نشرح میں جو ان کے بعد نازل ہوئی، رسول صلعم کو یہ احساس وحی کے ذریعہ سے دلایا جاتا ہے کہ اسرارِ فطرت کو پالینے کے لئے اس کا سینہ کھول دیا گیا ہے اور خدائی قانون کو بنی نوعِ انسان پر واضح کرنے کا جو بوجھ ایک بڑی مدت سے اُن کی کمر توڑ رہا تھا، اُتر گیا ہے تو ایسی حالت میں رسولؐ پر لازم ہے کہ وہ انتہائی مشقت اور محنت سے اِس قانون کو عملاً رائج کرنے کے لئے آمادہ ہو جائے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ قانونِ فطرت کو پوری صحت سے دریافت کر لینا کس قدر دقت، محنت اور غور و خوض کا کام ہے۔ یہ سورۃ حسب ذیل ہے:۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝ : (۹۴/۱) (سورۃ الانشراح)

اے محمدؐ! کیا ہم نے (اسرارِ فطرت کو سمجھانے کے لئے تمہارے سینے کو فراخ نہیں کیا، بلکہ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد جو تم پر اب مکمل ہوئی ہیں) اِس بوجھ کو جو ایک بڑی مدت سے) تمہاری کمر کو توڑ رہا تھا، اُتار کر تمہیں سبکدوش نہیں کیا (تاکہ بنی نوعِ انسان پر اتمامِ حجت ہو جائے) اور ہم نے (ان آیاتِ الٰہی کو تم پر نازل کرنے کے بعد) تمہارا آوازہ بلند کر دیا ہے کیونکہ (جو) تنگیاں اور سختیاں (ہم نے قانونِ فطرت کے رُو سے اِس دُنیا میں کامیابی حاصل کرنے کی تمہید بیان کی ہیں اُن کا) لازمی نتیجہ آسائش (اور فتح) ہے۔ (ہم بار دگر اعلان کرتے ہیں کہ) فی الحقیقت ہر تنگی اور تکلیف کا لازمی نتیجہ آرام اور آسانی ہے۔ تو جب تو (اِس فرض کے ادا کرنے سے) فارغ ہو چکا ہے، اب تمہارا اگلا قدم یہ ہے کہ (اِس قانون کو عمل میں لانے کے لئے) ڈٹ جا اور (اِس فعل سے) اپنے پروردگار کی طرف مائل ہو جا۔

سورۃ الانشراح کے بعد اگلی سورت جو نازل ہوئی سورۃ والضحیٰ (۹۳) ہے جو حسب ذیل ہے

وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ : (۹۳/۱) (سورۃ الضحیٰ)

(سورج کے طلوع کے بعد) چاشت کا وقت اِس امر کا شاہد ہے اور اندھیری رات جب کہ وہ (تمام اشیاء پر) چھا جائے، اس امر کی گواہی

دیتی ہے کہ تیرے پروردگار نے تجھے (بے کس و بے بس) نہیں چھوڑا، نہ تم سے ناراض ہوا۔ اور ضرور ہے کہ جو کچھ آگے چل کر آخرکار ہونا ہے وہ اُس سے جو اِس وقت ہو رہا ہے، تمہارے لئے بہتر ہی ہو گا اور عنقریب ہی تیرا پروردگار تجھ کو وہ (کامیابی) عطا فرمائے گا جس سے تو خوش بخوش ہو جائے گا (اِس کا روشن ثبوت یہ ہے) کہ کیا خدا نے تجھ کو یتیم نہ پایا تھا، پھر اُس نے تجھ کو پناہ دی۔ اور کیا تُو (شروع شروع میں) کبھی اِدھر کبھی اُدھر بھٹک نہ رہا تھا (اور طرح طرح کے خیالات سے جو کائنات کے متعلق تھے، پریشان و سرگردان نہ ہو رہا تھا) پھر کیا خدا نے تم کو (آہستہ آہستہ) ایک راہِ راست نہ دکھلائی؟ نہیں، پھر کیا تو ایک نادار مفلس نہ تھا تو ربِ کبیر نے تجھ کو (خدیجہ سے نکاح کے باعث) غنی نہ کر دیا؟ تو (اِن سب مہربانیوں کے شکرانے میں) تُو کسی یتیم پر سختی نہ کر اور نہ کسی سوالی کو جھڑک (کر بھگا دے)[x] اور جو انعامات رب کے تمہارے پر ہیں، اُن کا ذکر اوروں سے کر (کہ وُہ عبرت پکڑیں)۔

نبوّت کے پہلے ۳¼ سال میں متذکرہ صدر تیرہ سُورتوں کی تعلیم کے حیران کُن نتائج!

معلوم ہوتا ہے کہ اِس وقت یعنی سنہ ۴ نبوی کے دوران ہی میں کفار کی پے در پے ایذا دہی کی وجہ سے رسول صلعم کے مُٹھی بھر پیروؤں میں مایوسی بلکہ وحی کے تین برس تک منقطع رہنے کی وجہ سے بھی خود رسولؐ خدا کے قلب میں انتظار کی کیفیت اِس درجہ تک اُمید کش ہو گئی تھی کہ سورۃ والضحیٰ میں وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ (یعنی جس پتلی حالت میں یہ چند مسلمان اِس وقت ہیں کہ ہر طرف سے مار کھا رہے ہیں آگے چل کر زیادہ اچھی حالت میں ہوں گے) اور مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ (یعنی کامل تین برس تک کوئی وحی نازل نہ ہونے کے باعث جو شکوک رسول صلعم کے دل میں پیدا ہوئے ہیں کہ خدا نے اُس کو چھوڑ دیا ہے یا رسولؐ کی کسی درماندگی کے باعث خدا اُس سے ناراض ہو گیا ہے) کے الفاظ اور اس کے بعد پُرانے احسانوں کو یاد دلانا کہ تم یتیم تھے، تمہیں پناہ دی، تم کو راہِ راست نظر نہ آتا تھا، تمہیں راہ پر لگایا۔ تم نادار تھے، تمہیں دولت مند کیا، وغیرہ وغیرہ کے الفاظ خدا کی طرف سے وحی اِس لئے کئے گئے کہ رسولؐ کا حوصلہ بندھ جانے کے علاوہ رسولؐ کے چند پیروؤں کے شکوک بھی دُور ہو جائیں۔ یہ اِس لئے بھی کہ تین برس تک لگاتار کسی وحی کا نازل نہ ہونا اور صرف سورۃ علق کی پہلی پانچ آیتوں کی بنا پر جو (جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے)[۴] بذاتِ خود اَن پڑھ اور قلم کی خوبیوں سے ناواقف اہلِ عرب میں مشکل سے سمجھ میں آتی تھیں یا سنہ ۴ نبوی کے شروع سے اس وقت تک صرف بارہ مختصر سی سُورتوں کے جن کا مجموعی حجم نوّے اکانوے سطریں تھیں، نزول کی بنا پر چالیس مرد اور پندرہ عورتوں کا رسول صلعم کے ساتھ لگے رہنا اور پے در پے اِس انتظار میں رہنا کہ کب اُن کے

(x) نیز دیکھو صفحہ ۹۹ معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ شروع شروع میں سوالیوں کو جھڑکا کرتے تھے۔

(۴) دیکھو حاشیہ صفحہ ۱۲

Marfat.com

دن پھرتے ہیں، ایک نہایت تعجب خیز واقعہ تھا۔ نہ معلوم کہ اِن تین ساڑھے تین سالوں میں رسولؐ نے اِن چند مسلمانوں کے دل کیونکر پختہ کئے۔ اُوپر کی بارہ سُورتوں کے دقیق مطالب کی یقین انگیز تشریحیں رسولؐ اپنی مجلسوں میں کیا کرتا رہا ؟ ایک ایسی سرزمین میں جو مختلف قبیلوں میں بٹی تھی، ایک قوم ہونے کا تصور رجاہل اور اُجڈ عرب میں کیونکر باندھا ؟ کیونکر اِن چند انسانوں کو لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ (سُورۂ بلد) (یعنی انسان کو نہایت سخت مصیبت میں پیدا کیا) کا وہ سبق سکھلایا کہ یہ چالیس مرد اور پندرہ عورتیں قوم کو بلند کرنے کے لئے سخت ترین مصیبتیں اٹھانے کے لئے تیار ہو گئے ؟ کیونکر مال کے خرچ کے متعلق اُن کو سمجھایا کہ مال کا صحیح مصرف فَکُّ رَقَبَۃٍ (سُورۃ البلد) یعنی قوم کو غلامی کی لعنت سے آزاد کرنا ہے، یا یتیم اور مسکین کا پیٹ بھر کر قوم میں سے ذِلّت و مسکنت کا ماحول دُور کرنا ہے، کیونکر اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی (سُورۃ اللیل) (یعنی تمہاری کوششیں منتشر ہیں اس لئے سب ایک نقطہ پر کیسر جمع ہو جاؤ) کا سبق دے کر اِن چند افراد کے دلوں میں اتحاد اور اتفاق کی لگن پیدا کر دی ؟ کیونکر اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ (سورۂ تکاثر) اور حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (سُورۂ تکاثر) (یعنی کثرتِ مال اور اولاد نے تمہیں غافل کر دیا ہے، اس لئے پہلی ہلاک شدہ قوموں کے بقیہ آثار دیکھو، ورنہ تمہاری قومی ہلاکت یقینی ہے) کا سبق دے کر چند بدّو اور جاہل عرب میں قومی ہلاکت کا احساس پیدا کیا ؟ کیونکر یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ (سُورۂ ماعون) (یعنی خدا کے آگے صحیح معنوں میں جُھکنے والے تو وہ ہیں جو ایک دُوسرے سے چھوٹی چھوٹی چیزوں میں تعاون کر کے اخوت کا سماں پیدا کر دیتے ہیں) کا سبق اُن کو سکھلا کر باہمی سچّی اخوّت پیدا کر دی ؟ کیونکر اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَہٗ (سُورۂ ھمزہ) (یعنی جس قوم کے لوگ مال جمع کر کے اس کو گنتے رہتے ہیں، وہ ایسی آگ میں مبتلا ہوں گے جو دلوں پر چڑھ چڑھ کر دل کو کباب کرتی ہے) کا سبق دے کر اِن چند انسانوں میں مال کو راہِ خدا میں صَرف کرنے کا لازوال ولولہ پیدا کر دیا ؟ کیونکر فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ (سُورۃ الکوثر) (یعنی خدا کے آگے جُھک جا اور قربانی مال و جان کے لئے تیار ہو جا) کا الٰہی حکم اِن چند افراد کے رگ و شریان میں جاری و ساری کر دیا کہ سب عملی طور پر خدا کے حکموں کے آگے جُھک جانے اور قربانی کرنے والے بن گئے ؟ وغیرہ وغیرہ۔ یہ امر باعثِ تعجب در تعجب ہے کہ تین سال تک مسلسل خدا کی طرف سے کوئی پیغام سوائے سُورۂ علق ۱ کے نہ آیا ہو، تین سال تک پے در پے چند پیروؤں کو کافروں کی طرف سے سخت مصیبتوں کا سامنا ہُوا ہو، چوتھے سال جو وحی آئی ہو وہ بھی قوم اور قوموں کی ہلاکت کے متعلق ہونے کے باعث بدّو اور جاہل عرب کی دلچسپی کی کوئی بات نہ ہو اور یہ چند لوگ رسول صلعم کی صحبت اور تعلیم کے باعث یقین میں اس قدر پختہ، ایمان میں اس قدر تنومند اور رسولِ خدا کے برحق اور منجانب اللہ ہونے پر اس قدر گہرا عقیدہ رکھنے والے بن گئے ہوں کہ کافروں کی ایذا دہی کے بالمقابل اُن میں، بلکہ اس خشک اور بے آب و گیاہ سرزمین میں رہنے والوں میں جنہوں نے سمندر اور دریا کو خواب میں بھی نہ دیکھا ہو، سمندر پار جا کر اور کشتیوں میں چڑھ کر کئی دن کے آبی سفر کے بعد دُور دراز ملک "حبشہ میں" ایمان کو بچانے "کی خاطر ہجرت کرنے کی تیاری ہو رہی ہو ! سوچنے والے انسان کو یہ کیفیت محوِ حیرت کر دیتی ہے !

اِن تمام چیزوں کو سامنے رکھ کر ایک ہی نتیجہ سامنے آتا ہے۔ وہ یہ کہ عرب کے کفار بے شک بڑے زوروں پر تھے، وہ اُچھل اُچھل کر اُس نئی حقیقت کو جو عرب کا اُمّی رسولؐ(×) بنی نوع انسان کو ایک اُمّت بنانے کے لئے لایا تھا اور جس نئی حقیقت کا واحد محور ایک، اور لاشریک خدا کے قانون کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا تھا، پہلے دن سے ہی ملیامیٹ کرنے کے درپے تھے لیکن بُت پرستی والے کُفر کی بنیاد چونکہ تفریق و انتشار پر تھی اور کوئی شے ان کو مجتمع اور متوحّد کرنے والی نہ تھی، اِس لئے کُفر کا زور درحقیقت انہی پہلے چار سالوں میں ٹوٹ چکا تھا جب کہ رسول صلعم کے گرد اگر دیہی چند آدمی جن میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان(*) اور حضرت علی جیسے عظیم الشان لوگ شامل تھے، اس شدتِ یقین کے ساتھ جمع ہو گئے تھے۔ عرب کا سارا مُلک صدیوں تک اِس عظمت والے انسان پھر پیدا نہ کر سکا اور کُفر کے مدفن پر آخری میخ انہی چار برسوں میں گاڑ دی گئی!

(*) حضرت عثمان کے "عظیم الشان" اور "بے مثال" ہونے کے متعلق چونکہ بعض لوگوں کے دلوں میں شکوک ہیں اور اُن کا ذکر یہاں پر اتفاق سے آگیا ہے، اِس لئے اُن کے کچھ حالات یہاں پر بیان کئے جاتے ہیں۔ حضرت عثمان کے آباؤ اجداد صاحب جائداد تھے اور اُن کی خانگی زندگی سوداگری کی کاروباری زندگی تھی۔ حساب کتاب کی غرض سے حضرت عثمان نے لکھنا پڑھنا سیکھا تھا اور بڑے ناز و نعم میں پرورش پائی تھی۔ رسولؐ خدا صلعم چونکہ خود کاروباری آدمی تھے اور انہوں نے اپنی بیٹی حضرت زینب کا نکاح ابوالعاص تاجر سے کیا تھا، اِس لئے دوسری بیٹی حضرت رقیہ کا نکاح بھی حضرت عثمان سے قبل از نبوت کر دیا۔ جنگِ بدر میں جو ۲ھ میں واقع ہوئی، حضرت عثمان حضرت رقیہ کی شدید بیماری کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے۔ باقی سب غزوات اور واقعات میں رسول صلعم کے ساتھ شریک رہے۔ اسی مجبوری کی وجہ سے بدر کے مالِ غنیمت میں اُن کو پورا حصّہ ملا۔ بیعت الرضوان کے موقع پر آپ قریش کی طرف سے سفیر تھے۔ غزوۂ ذات الرقاع میں جو ۵ھ میں ہوا، حضور صلعم نے اُنہیں مدینہ میں اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑا۔ جنگِ تبوک (غزوۂ عُسرۃ) میں جو رجب ۹ھ میں ہوا، حضرت عثمان نے تمام لشکر کے لئے اونٹ مع پالان و سامانِ حرب مہیا کیا۔ حضرت عثمان کے مُنہ پر چیچک کے نشان تھے۔ ڈاڑھی گھنی تھی۔ آخری عمر میں خضاب استعمال کرتے تھے۔ بال گھنگھریالے تھے۔ سینے کی ہڈی چوڑی تھی۔ پنڈلیاں اور بازو گوشت سے پُر تھے۔ دانت خوبصورت رکھتے تھے۔ اُن کو سونے کی تار سے باندھا ہوا تھا۔ وہ نہایت شرمگیں تھے اور انتہائی نرم زبان تھے۔ خدمت گار رکھنا پسند نہ کرتے تھے اور اپنا کام اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے۔ اُن کی بیویاں اور اولاد حسب ذیل تھیں:

(۱) رقیہ بنت رسولؐ (جن سے عبداللہ ہوا)، (۲) بنت غزوان (جن سے عبداللہ اکبر پیدا ہوا)، (۳) اُمّ عمر بنت جندب (جن سے ریان ابو سعید اور مریم کبریٰ اور عمر پیدا ہوئے) (۴) فاطمہ بنت ولید (جن سے ولید و سعید اور اُمّ سعید پیدا ہوئے)، (۵) ملکیہ بنت عُقبہ (جن سے عبدالملک پیدا ہوا)، (۶) رملہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

(×) اُمّی کے صحیح مفہوم کے متعلق تفصیل آگے چل کر اپنے موقع پر آئے گی۔

اُدھر رسول صلعم کی اپنی تجویز و تدبیر نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ اُنہوں نے حکمتِ عملی سے بنتِ ابوبکر عائشہ کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ عمر کی بیٹی حفصہ سے شادی کر کے اُن کو اور اپنی طرف جوڑا۔ عثمان کو ایک چھوڑ اپنی دو بیٹیاں دے دیں۔ علی سے اپنی آخری بیٹی بیاہ دی اور اِس طرح پر کُفر کا قصہ چند برس میں اِس چھوٹی سی تدبیر سے ختم کر دیا۔

سُورۃ القدر کی علمی تشریح

سورۃ والضحیٰ کے بعد سُورۃ القدر (۹۷) نازل ہُوئی، جو حسبِ ذیل الفاظ میں تھی:۔

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ○ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ○ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ○ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ○ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ○ (۹۷) (سُورۃ القدر)

بلاشبہ ہم نے قرآن کو "لیلۃ القدر" میں (جب کہ تمام کائنات کی پیدائش کا اندازہ (قَدْر) لگایا جا رہا تھا اور سب طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا، عالم آرانہ کائناتی قانون بنا کر) نازل کیا۔ اور (اے محمدؐ!) تو کیا سمجھتا ہے کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ یہ "اندازے کی رات"(×) ہزار مہینوں سے (جو کائنات کی پیدائش کے بعد رُوئے زمین پر جاری ہُوئے) بہتر (اِس لحاظ سے) ہے (کہ) اس میں (خدائی قوتوں کے علمبردار) فرشتے اور (بالخصوص) الرُّوح کا فرشتہ (یعنی جبریل جس کی تحویل میں کائنات کا پُورا قانون ہے) اپنے پروردگار کے حکم سے پُورے قانون (رُوحاً مِنْ اَمْرِنَا) کو لے کر نازل ہوتے ہیں۔ اِس لیلۃ القدر پر تمام کائنات کا سلام اُس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک (پیدائشِ کائنات کے مقصد کی) پَو پھٹ جائے گی اور واضح ہو جائے گا کہ کائنات کو کس غرض کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔

اِس انتہائی طور پر دقیق اور نااہل الفہم سورۃ کا رسولؐ کے ذہن پر نبوت کے پہلے تین ساڑھے سال کے اندر بطور وحی نازل ہونا غور و فکر کا ایک سیلاب ہر سوچنے والے کے ذہن میں پیدا کرتا ہے۔ وہ حیران ہوتا ہے کہ عرب کے اِس عظیم الشان شخص نے نبوت کے

(×) سورۃ البقرہ (۲) میں جو بارہ سال بعد سنہ ہجری میں مدینہ میں نازل ہوئی شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ: (۲) کے الفاظ ہیں۔ یعنی قرآن "ماہِ رمضان" میں نازل ہوا تھا۔ گویا یہ "اندازے کی رات" کا آخری تصور ہے۔

(بقیہ تحت المتن)

بنت شیبہ بن ربیعہ (جن سے عائشہ، اُمِّ ریان، اُمِّ عمر پیدا ہوئے) (۷) نائلہ بنت فراخصہ (جن سے مریم، صغریٰ، اروی، اُمِّ ریان پیدا ہوئے) (۸) اُمِّ کلثوم بنت رسول اللہؐ (جو لاولد رہ گئیں) حضرت عثمان کی بیویوں اور اولاد کی اِس طویل فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی سب سے پہلی بیوی رقیہ بنت رسولؐ تھیں اور اُن پر چھ سوکنوں کا لانا رسولؐ خدا کو گراں نہ گزرا تھا، کیونکہ اُنہوں نے پھر اپنی تیسری بیٹی اُمِّ کلثوم بھی سات بیویوں کے بعد اُن کے عقد میں دے دی تھی۔ فتدبّر۔

Marfat.com

ابتدائی دوران میں جب کہ قرآن کی صرف تیرہ سورتیں (جن کا مجموعی حجم ایک سو سطروں سے بھی کم تھا) نازل ہوئی تھیں، نزولِ قرآن کا کیا تصور باندھا، لیکن اگلی سورت اِس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔

سورۃ الطارق میں پہلی ہیجان انگیز عالم آرا کائناتی حقیقت کا اعلان!

انسان منی کے ناپاک قطرے کی گندی پیدائش سے کسی پاکیزہ پیدائش کی طرف لوٹ جانے پر قادر ہے؛

سورۃ القدر کے بعد سورۃ الطارق (۸۶) نازل ہوئی، جو حسبِ ذیل الفاظ میں تھی :-

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝
فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ
لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْاَرْضِ
ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝
فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝ (۱۷-۱) (سورۃ الطارق)

آسمان (کی بیکراں فضا) گواہ ہے اور (آسمان میں) رات کے وقت نمودار ہونے والا "طارق" شہادت دے رہا ہے اور (اے محمدؐ!) تو کیا جانتا ہے کہ طارق کیا ہے؟ طارق ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ (تو آسمان اور طارق دونوں اِس امر کے گواہ ہیں کہ اس کائنات جہاں میں) کوئی متنفس نہیں مگر یہ کہ اس پر کوئی نہ کوئی اس کی نگہداشت کرنے والا (مقرر) ہے، تو اس اہتمام کے بعد انسان کو لازم ہے کہ وہ غور کرے کہ وہ کس (گندی اور ناپاک) شے سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ ایسے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو اچھل اچھل کر پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں سے (پیشاب کی نالی سے ہو کر) نکلتا ہے۔ تو سب سے زیادہ توجہ (دینے کی بات یہ ہے کہ) (یہی) انسان اس پانی کو واپس لوٹانے (اور کسی باعزت اور قابلِ فخر طریقہ سے پیدا ہونے) پر بے شک و شبہ قدرت رکھتا ہے۔ (بشرطیکہ وہ اِس کے متعلق صحیح جدوجہد کرے)۔ (اگر انسان نے ایسا نہ کیا اور وہ اپنی کوشش سے طریقِ پیدائش کے بدلنے پر قادر نہ ہوا) تو جس دن (کائناتِ فطرت کے عظیم الشان) بھید (جن کی بنا پر علاوہ اور لاتعداد باتوں کے انسان کی پیدائش اِس شرمناک طریقے سے مقرر کی گئی ہے) کھول دیئے گئے، اس دن انسان کے پاس کوئی طاقت نہ ہوگی (کہ اپنے طریقِ پیدائش کو بدلے) اور نہ ہی اُس کا کوئی مددگار ہوگا۔ اور یہ آسمان جو اِس "واپس لوٹانے" یعنی الرجع کے فعل کا (جس کا ذکر اُوپر ہوا) مالک ہے، اِس امر کا گواہ ہے اور یہ زمین جو (مختلف قسم کی) توڑ پھوڑ (پر قادر ہو کر انسان کو نئی راہیں سجھانے) کی ضامن ہے، گواہ ہے کہ بے شک (جس شے کی طرف اِنسان کی خاص توجہ اس وحی میں دلائی گئی ہے) وہ شے ایک فیصلہ کُن قول ہے (جو اِس لائق ہے کہ انسان اپنی تمام تر توجہ اِس "رجع" پر "قادر" ہونے کی طرف لگا دے اور قرنوں اور صدیوں تک اِسی دُھن میں لگا رہے) اور یہ کوئی ہنسی مخول کی یا بے ہودہ بات نہیں بے شک یہ کافر عرب (آئے دن) کوئی نہ کوئی مکر کرتے رہتے

Marfat.com

ہیں (کہ اسلام کی روشنی کو اُچک لیں) اور مَیں اِن کے خلاف اپنا مکر کرتا ہُوں (جس سے ان کی تمام مکاریاں مات ہو جاتی ہیں) تو اَے محمدؐ! تو کچھ دنوں تک اِن کافروں کو مُہلت دے (پھر دیکھنا اِن کی کیا گت بنتی ہے اور ان حقائق کی تلاش کی طرف لگ جا اور اپنے پیروؤں کو لگا دے تاکہ وہ کائنات کا راز پالیں اور بہتر مخلوق بننے کی طرف اِرتقا کریں)۔

اِس انتہائی طور پر دقیق اور پُراز معانی سُورت کا جس میں علم اور خبر کا دریائے بے کراں بہہ رہا ہے اور جس کے چند الفاظ ہی اہلِ علم اور دنیا کے بڑے سے بڑے سائنس دان کے لئے قرآن کے منجانب اللہ ہونے کا قطعی ثبوت ہو سکتے ہیں، کوئی اور ترجمہ کرنا سوائے اِس کے جو مَیں نے اُوپر کے الفاظ میں کیا ہے، یا اس سے کوئی اور مطلب لینا سوائے اِس کے جو مَیں نے ظاہر کیا ہے۔ یا اوّل سے آخر تک اس کو کسی اور طرح مربُوط المطالب کرنا سوائے اِس کے جس طرح پر مَیں نے کیا ہے، میرے اور ہر سلیم الذہن شخص کے نزدیک ناممکن ہے۔ اِس سُورت میں اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ○ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ○ کے الفاظ کا وارد ہونا (یعنی یہ کہ جو بات اِس سُورت میں کہی گئی ہے فیصلہ کُن قول ہے اور یہ کوئی ہنسی ٹھٹھے کی بات نہیں کہ انسان اپنی پیدائش کا طریقہ بدل سکتا ہے اگر وہ جدوجہد کرے) اس شَے کی دلیل ہے کہ اِس سُورت کے اندر کوئی عظیم الشان **علمی سبق** ہے جو بنی نوعِ انسان کو اُس کی آئندہ بہتری کے لئے دیا جا رہا ہے اور جس سبق کی تکمیل میں انسان قرنوں اور صدیوں تک لگا رہے گا۔ بعثت کے چوتھے برس کے وسط میں غالباً یہ سُورت نازل ہُوئی اور اِس وقت تک قرآن کی صرف پندرہ سُورتیں نازل ہُوئی تھیں بہرنوع ان پندرہ سُورتوں میں جو اُس وقت تک نازل ہُوئیں، یہ سُورت انسانی علم میں ایک **شاندار** اضافہ ہے جس کی حقیقت اِس وقت تک یورپ اور امریکہ بہ شمولیت رُوس) ایٹم بم کے ایجاد ہونے کے بعد بھی نہیں سمجھے اور ابھی تک اُن کے دماغوں میں یہ بات نہیں آئی کہ انسان کیونکر اپنی پیدائش کے موجُودہ شرمناک طریقے سے (جو مرد اور عورت کی دو نہایت ناپاک جگہوں کے ملنے اور عورت کی ناپاک جگہ سے نکلنے سے ہوتی ہے) نکل کر کسی پاکیزہ طریقے کی طرف آسکتا ہے (تاکہ خدا سے دُو بدُو ملاقات کا اہل بنے) اور اپنے اعضا میں کیونکر یہ اِنقلاب خود انسان اپنی جدوجہد سے پیدا کر سکتا ہے۔ قرآن حکیم پہلی آسمانی کتاب ہے جس میں خُدا نے انسان کو کئی بار گندے اور ناپاک پانی سے پیدا ہونے کا طعنہ دیا۔ یہ طعنے حسب ذیل آیتوں میں ہیں:- اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ○ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ[1]: (۳۶/۵) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ○[2]: (۱۶/۱) اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى○ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى○[3]: (۵/۲)

---

(۱) ترجمہ:- کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اُس کو گندے پانی سے پیدا کیا اور اب ناگہاں وہ ہمارا کھلا دشمن ہے اور ہمیں (اپنی برتری کی) کہانیاں سناتا ہے اور اپنی (گندی) پیدائش کو بھُول گیا ہے۔

(۲) خدا نے انسان کو گندے پانی سے پیدا کیا اور اب ناگہاں وہ ہمارا کھلا دشمن ہے۔

(۳) کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ آزاد چھوڑا جائے گا (تاکہ جو مرضی ہے کرے)، کیا وہ منی کا گندا پانی نہ تھا جو (عورت کی شرمگاہ میں) گرائی جاتی ہے؟

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ [x] (۲۰/۷۷) وغیرہ وغیرہ۔ اِن طعنوں کو پیشِ نظر رکھ کر خدا نے اس سورۃ الطارق میں واضح کر دیا کہ انسان اِس ذلّت سے فی الحقیقت نکل کر صحیح معنوں میں اشرف الخلق ہی نہیں بلکہ پاکیزہ خلق ہو سکتا ہے۔

سورۃ الطارق کے بعد سورۃ الشمس (۹۱) نازل ہوئی جو حسب ذیل الفاظ میں ہے:۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَآ ۝ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا ۝ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۝ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا ۝ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝ (۱۵/۹۱) (سورۃ الشمس)

آفتاب (کا عظیم الشان کرّہ جو زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا ہے) گواہ ہے اور اُس سے نکلی ہوئی دھوپ (بھی) شاہد ہے، بلکہ چاند جو سُورج کے غروب ہونے کے بعد نکلتا ہے، اِس امر کی گواہی دے رہا ہے اور دن گواہی دے رہا ہے جب کہ وہ سُورج کو نمایاں کرے اور رات اِس امر کی شہادت دیتی ہے جب کہ وہ سُورج کو لپیٹ لے، اور آسمان اِس بات کا گواہ ہے۔ بلکہ جس ہستی نے آسمان کو بنایا، شہادت دے رہی ہے اور زمین گواہی دے رہی ہے بلکہ وہ بے مثال وجُود جس نے زمین کا (ایسا عمدہ) فرش بچھایا ہے، نہیں، انسان کا وہ نفس گواہی دیتا ہے اور وہ واجب الوجُود جس نے اُس نفس کو (ہر طرح پر) برابر کیا اور پھر اُس نفس کے اندر ہی بدکاری اور نکوکاری کی دونوں خصلتیں الہام کے طور پر وحی کر دیں؛ (الغرض کائنات فطرت کی یہ سب اشیاء اور اس کا خالق باری تعالیٰ سب کے سب گواہی دے رہے ہیں کہ) وہ قوم [ب] دنیا میں کامیاب ہو گئی جس نے اپنے نفسوں کو (دُنیا کی آلائش سے اور اُن ورغلانے والی چیزوں سے جو انسان کو سعی و عمل اور جدّ و جہد سے غافل کرکے اُس کو ناکارہ کر دیتی ہیں) پاک رکھا اور بے شک وہ قوم [ب] ناکام اور مُردہ ہو گئی جس نے نفس پر پردہ پوشی کی۔ ثمود کی قوم [ب] نے اپنی سرکشی سے قانونِ فطرت کو جھوٹا سمجھا جب کہ اُن میں سے ایک شخص جو سب سے زیادہ بدبخت تھا، اُٹھا (اور قوم کو ورغلایا کہ جو کچھ یہ خود ساختہ پیغمبر کہتا ہے، نرا جھوٹ ہے)۔ اِس پر اللہ کے رسُول (صالحؑ) نے اُن کو کہا کہ (محفوظ رکھو) اللہ کی اِس اُونٹنی کو (جو بطور آزمائش تم میں چھوڑی جا رہی ہے) اور اِس کو پانی پلانا (پیشِ نظر رکھو تا کہ تم اِس چھوٹے سے فرض ادا کرنے سے ہی آہستہ آہستہ خدا کی طرف آجاؤ) لیکن اُس (تند اور بے عمل) قوم نے رسُول کے اِس

(x) کیا ہم نے تم کو گندے پانی سے پیدا نہ کیا؟

(ب) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ کے معنی ہم نے "قوم" کے لئے ہیں۔ گویا مَنْ کا لفظ فرد کے لئے نہیں بلکہ قوم کے لئے ہے۔ اِس کا ثبوت آگے چل کر ثمود کے لفظ میں ہے۔

حکم کو بھی مخول سمجھا اور (غصّہ میں آکر) اُس اُونٹنی ہی کو ذبح کر دیا تو (اِس پے در پے نافرمانی کے باعث) اُن کا پروردگار اُن کی سرکشی کے باعث اُن پر یک لخت آدھمکا اور تمام قوم کو (ملیامیٹ کرکے) برابر کر دیا اور خُدا (تو وُہ بے نیاز وجُود ہے جو) کسی قوم کو اُس کے ٹھکانے پر پہنچانے سے نہیں ڈرتا!

اِس سُورت میں واضح طور پر اعلان کر دیا ہے کہ جس قوم کے اکثر افراد اپنے نفسوں کو دُنیا کی ہزار در ہزار ترغیبوں سے الگ کرکے مُسلسل تگ و دَو اور غیر مختتم جدوجہد کے لئے آمادہ نہیں کرتے، اُس قوم کی ہلاکت اِس دُنیائے کسب و عمل میں قطعی ہے اور خُدا کسی قوم سے رعایت ہرگز نہیں کرتا اور نہ اِس سے ڈرتا ہے کہ اِس قوم کا نام و نشان تک باقی نہ رہے۔

سورۂ شمس کے بعد سورۂ عبس (۸۰) نازل ہوئی، جو حسب ذیل ہے:۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى (x) ۝ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۝ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝
اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝ وَهُوَ يَخْشٰى ۝
فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ
مُّطَهَّرَةٍ ۝ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ۝ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ
خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ
اَمَرَهٗ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۝ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۝ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۝
وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۝ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۝ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۝ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝
فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ
مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ
عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝ : (۴۲) (سورۂ عبس)

محمدؐ اِس لئے ترش رُو ہو گیا اور اُس نے مُنہ پھیر لیا کہ اُس کے پاس ایک اندھا آیا تھا اور (اے محمدؐ) تو کیا جانتا ہے کہ وہ شاید اِس لئے آیا ہو کہ (تیری صُحبت میں رہ کر) پاک ہو جائے یا کوئی عبرت پکڑے اور وہ عبرت اُس کو نفع دے۔ تو بھی تو اُسی شخص کی طرف توجّہ کرتا ہے جو تجھ سے بے پرواہی کرے، حالانکہ تجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں کہ وہ بے پرواہ شخص کیوں پاک نہیں ہُوا۔ (برخلاف اِس کے) جو شخص ڈر کر تمہاری طرف (اپنی خواہش سے) دوڑتا آتا ہے تو اُس سے بے اِلتفاتی برتتا ہے۔ ہرگز نہیں (جو وحی تمہیں نازل کی جا رہی ہے) وہ تو ایک (لازوال) نصیحت اور عبرت ہے، سو جو چاہے اُس سے نصیحت پکڑ لے (یہ قانونِ جزا و سزا) نہایت بیش قیمت صحیفوں میں (لکھا) ہے، جو بلند پایہ (خیالات

(x) دیکھو حاشیہ صفحہ ۹۲

اور موضوعات) اور (انتہائی طور پر) پاکیزہ (مضامین) پر مشتمل ہیں اور اُن لکھنے والوں کے ہاتھوں سے (تم تک پہنچائے جاتے ہیں) جو (ہماری درگاہ میں) بڑے باعزت، بڑے قابلِ احترام اور نکوکار بزرگ ہیں۔ خدا انسان کو ہلاک کرے کہ وہ کس قدر باغی اور سرکش ہے (وہ سوچتا نہیں کہ کس) گندی اور ناپاک شے سے پیدا ہوا۔ منی کے ناپاک نطفے سے اس کو پیدا کیا، پھر (اس کو کان، آنکھ اور ذہنِ سلیم عطا کر کے) راہِ راست پر چلنا اُس کے لئے آسان کر دیا۔ پھر اُس کے سامنے موت کا منظر پیش کر دیا اور بتا دیا کہ اُس کو (ایک نہ ایک دن) قبر میں جا کر (مدّت دراز کے لئے) موت کا مزا چکھنا ہے پھر جب خدائے لایزال مناسب سمجھے گا، اُس کو قبر سے اُٹھا کر کھڑا کر دے گا۔ ہرگز نہیں، ہونہ ہو انسان نے ہرگز پُورا نہیں کیا اُس شئے کو جس شئے کا اُس کو حکم دیا تھا۔ تو انسان پر لازم ہے کہ وہ (کم از کم) اپنی خوراک کی طرف ہی غور کرے۔ (جو اُس کو روزانہ خدا کے خزانوں سے میسّر ہوتی ہے)۔ درحقیقت وہ ہم ہی ہیں جس نے پانی دھڑادھڑ (آسمان سے) برسایا (تاکہ زمین تر ہو جائے) پھر ہم نے زمین کو (جابجا) پھاڑا (تاکہ اُس میں نرمی پیدا ہو) پھر اس زمین میں سے ہم نے دانے اُگائے، انگور اور ترکاریاں پیدا کیں، زیتون اور کھجور (کے درخت) اُگائے، گھنے گھنے باغ لگائے اور (قسما قسم کے) میوے اور گھاس اُگائے۔ تاکہ وہ تمہارے لئے سامانِ حیات ہوں اور تمہارے مویشیوں کے لئے تو (لوگو! خیال کرو کہ) جس وقت وہ کانوں کو بہرا کر دینے والا شور برپا ہو گا (یعنی اس کارخانۂ جہاں کو ختم کر دینے والا ناقوس بجایا جائے گا) اور جس دن (اس افراتفری میں) آدمی اپنے بھائی سے (بھی) الگ ہو کر (بے تحاشا) بھاگے گا، ماں اور باپ کو چھوڑ کر بھاگے گا، اپنی جورُو اور اولاد سے بھاگے گا (اور جائے پناہ مانگے گا کہ خدایا! اس قیامت سے جو برپا ہو رہی ہے بچنے کی صورت پیدا کر) تو اُس دن اُن لوگوں میں سے ہر شخص پر ایک حالت طاری ہو گی جو اُس کو سب تعلقاتِ دنیوی سے بے نیاز کر دے گی۔ (پھر اُس دن بعض لوگوں کے (جنہوں نے عُمدہ عمل کئے ہوں گے) چہرے چمکدار ہوں گے) وہ چہرے ہنسوڑ اور ایک دوسرے کو خوشخبریاں سنانے والے چہرے ہوں گے اور بعض لوگوں کے چہرے اُس دن (انتہائی طور پر) مکدّر اور مغموم ہوں گے۔ سیاہی اور نومیدی اُن پر چھا رہی ہو گی۔ یہی وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دُنیا میں کفر کیا ہو گا اور نافرمان تھے (اور اُن کے چہروں پر لعنت برستی ہو گی)۔

سُورۂ عَبَس میں زمین کی مٹّی سے نباتات کے اُگنے کے حیران کُن منظر کی تعلیم !

اس سُورت میں زمین سے نباتات کے اُگنے کے حیران کُن مناظر کی طرف توجّہ دلائی گئی ہے جس پر سائنس دان اب تک محوِ حیرت ہیں اور جو غور کرنے والے کے لئے لازوال تعجب کا لمحۂ فکریہ ہیں۔ انسان ابھی تک اس مسئلے کو حل نہیں کر سکا کہ "زندگی" کیا ہے اور اس سے اہم تر مسئلہ یہ ہے کہ بیج یا انڈا یا جرثومِ منی کیا اشیائیں ہیں جن سے زندہ مخلوق جب تک زمین و آسمان قائم ہیں خود بخود پیدا ہو رہی ہے۔ اسی سُورت میں انسان کو پھر منی کے ناپاک قطرے سے پیدا ہونے کا طعنہ دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ باوجود اس طرح کی شرمناک طریقہ ذلیل پیدائش کے انسان راہِ راست پر نہیں چلتا اور اپنے خالق سے بگڑتا ہے۔ یہ منظر بھی حیران کُن ہے اور انسان کے لئے باعثِ حیرت۔ مقصد یہ

Marfat.com

ہے کہ انسان قانونِ فطرت سے اِدھر اُدھر نہ ہٹے تو اِس دُنیا میں چل سکتا ہے ورنہ انجام اُس قوم کی ہلاکت ہے۔

سُورۂ اَلقَلَم میں رسُولؐ کے کافروں کے آگے نرم نہ پڑ جانے اور اُن کے بالآخر ہلاک ہو جانے کی تعلیم!

سُورۂ عبس کے بعد سُورۂ اَلقَلَم (۶۸) نازل ہوئی۔

اس سُورت میں پھر کافروں کو آنے والے عذاب سے سخت ترین الفاظ میں ڈرایا گیا ہے اور بتایا ہے کہ اُن کا لگا لگایا باغ جس سے وہ پھل کی اُمید رکھتے ہیں، اُن کے دیکھتے دیکھتے جلا کر راکھ کر دیا جائے گا اور پھر یہ آپس میں پچھتائیں گے کہ باغ اس لئے راکھ ہو گیا کہ ہم خدا کے آگے جھکتے نہ تھے۔ رسول صلعم کو تنبیہ کی گئی ہے کہ دیکھنا کافروں کے آگے نرم نہ پڑنا، وہ تو یہی چاہتے ہیں کہ تم اسلام کے بارے میں اپنی شرائط کو نرم کر دو۔ (وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ)۔ یہ بالآخر ذلیل ہوں گے اور تمام ہتھیار ڈال دیں گے۔ ایک نہ ایک دن اُن کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور اُن پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ ہم یقیناً آہستہ آہستہ نامحسوس طور پر اُن کو شکست کی طرف لے جائیں گے اور مہلت دیتے جائیں گے تاکہ غافل ہو جائیں کیونکہ میرا داؤ بڑا پکا داؤ ہے (وَأُمْلِي لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۝) وغیرہ وغیرہ۔ الغرض اس سُورت کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقصود کافروں کا دل توڑنا اور مسلمانوں کو حوصلہ دلانا تھا۔ جزئی باتیں اس سُورۃ میں رسولؐ اور قرآن کے متعلق آئی ہیں' مَا أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۝ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ۝ کے الفاظ ہیں یعنی خدا کے فضل سے تم پاگل نہیں ہو' جیسا کہ کافر تمہیں کہہ رہے ہیں اور خاطر جمع رکھو تم کو غیر منقطع اُجرت تمہاری محنتوں کی ملے گی۔ دُوسری نمایاں بات قرآن کے متعلق وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ کے الفاظ کہے ہیں۔ یعنی یہ کہ قرآن دُنیا جہان کی تمام مخلوق کے لئے ایک نصیحت اور عبرت ہے۔ اِس خلاصہ کے بعد سُورۂ اَلقَلَم کو یہاں دُہرانے کی ضرورت نہیں۔

سُورۂ القلم کے بعد سُورۂ الاعلیٰ (۸۷) کا نزول ہُوا جو حسب ذیل الفاظ میں تھی:-

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝ الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى ۝ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى ۝ وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَى ۝
فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَى ۝ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَى ۝ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى ۝ وَنُيَسِّرُكَ
لِلْيُسْرَى ۝ فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ الذِّكْرَى ۝ سَيَذَّكَّرُ مَن يَخْشَى ۝ وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي يَصْلَى
النَّارَ الْكُبْرَى ۝ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى ۝ قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ
فَصَلَّى ۝ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى ۝ إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى ۝
صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى ۝ ع (۱۹) (سورۃ الاعلیٰ)

اپنے عالی مرتبت پروردگار عالم کے نام کو بلند کر جس نے (انسان کو) پیدا کیا اور پھر اُس کو (ان مقاصد کی تکمیل کے لئے) برابر کیا (جس

Marfat.com

کے لئے وہ موزوں تھا) جس نے (انسان کے اعضائے شریفہ کی) تقدیر کی اور پھر اُس کو (سمع، بصر اور ذہن کے ذریعے سے) راہِ راست دکھلائی جس نے زمین کی مٹی سے مویشیوں کے لئے چارہ نکالا جو خشک ہو کر سیاہ چُورا سا ہو جاتا ہے (اے محمدؐ!) ہم عنقریب تم کو وہ (عظیم الشان سبق) پڑھا دیں گے جس کو تُو (ہرگز) نہ بھولے گا، الاّ وہ جو خدا (کسی منزل پر) مناسب سمجھے گا، کیونکہ درحقیقت وہ (تمام) ظاہر احوال اور باطنی مقتضیات کا علم رکھتا ہے اور ہم تم کو آسانیاں میسر کر دیں گے (تا کہ تُو اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ جائے) تو تُو لوگوں کو (قانونِ الٰہی) یاد دلاتا جا اور اُن کے ذہن نشین کر دے) اگر یہ یاد دلانا ان کو فائدہ مند ہو (گویا ان کو سمجھا دے کہ قانونِ فطرت کا پُورا لحاظ کرنا قوم میں نفع کی صُورت یقیناً پیدا کرتا ہے) (تو اس امر کو پیشِ نظر رکھ کر) نصیحت وہی حاصل کرتا ہے اور یاد وُہی رکھتا ہے جو حکم عدولی کے بد نتائج سے ڈرتا ہے اور وُہی بدبخت اس سے اجتناب کرتا ہے جو جہنّم[x] کی دہکتی ہُوئی آگ میں اس طرح دھکیلا جائے گا (کہ قوم کو اپنی غفلت اور ناکارہ پن سے محکومیت، افلاس اور ہلاکت کے گڑھے پر لا کر) نہ وہ زندوں میں شمار ہو گا، نہ مُردوں میں۔ (لوگو! سمجھ جاؤ کہ) وہ قوم درحقیقت کامیابی کی منزل تک پہنچ گئی جس (کے افراد) نے (حُبِّ دُنیا کی آلائش سے) اپنے آپ کو پاک کیا اور جس نے اپنے پروردگار کا نام (یعنی کھٹکا) (اپنے ہر عمل میں یاد رکھا اور سمجھا کہ وہ خدا کے قانون پر عمل کر رہا ہے) اور پھر اس طرح پر خُدا کے آگے جُھکا (فصلّی[۲]) مشکل یہ ہے کہ تم لوگ دُنیا کی (لذتوں والی) زندگی کو پسند کرتے ہو حالانکہ (یاد رکھو کہ) کسی قوم کا عُمدہ انجام (الآخرۃ) زیادہ اچھا اور زیادہ پائدار ہوتا ہے (جو شے قابلِ لحاظ ہے یہ ہے کہ) یہ عظیم الشان سبق جو تمہیں تمہاری دنیاوی بہتری کے متعلق دیا جا رہا ہے) وُہی ہے جو پہلے صحیفہ ہائے آسمانی میں (بنی نوعِ انسان کو) دیا گیا تھا۔ یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

سورۃ الاعلیٰ کے بعد سورۃ التین (۹۵) نازل ہوئی، جو حسبِ ذیل الفاظ میں تھی:۔

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۝ وَطُورِ سِينِينَ ۝ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ ۝ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ ۝ : (۹۵) (سورۃ التین)

انجیر کا پھل اور زیتون کا درخت اور جزیرہ نمائے سینا کا طُور پہاڑ اس امر کے گواہ ہیں کہ ہم نے بے شک و شبہ انسان کو اُس کے

(x) جہنّم کی یہ کیفیت لامحالہ اس نتیجے پر پہنچا دیتی ہے کہ قرآن کی "النار" قوموں کی محکومیت کا جہنّم ہی ہے جس میں قوم اور اُس کے افراد اس قدر ذلیل ہو جاتے ہیں کہ نہ اُن کو زندہ کہا جا سکتا ہے نہ مُردہ، کیونکہ اُن کی زندگی باوقار زندگی نہیں ہوتی۔

(۲) یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ اس وقت تک رسمی نماز کا حکم مسلمانوں کو نہ ملا تھا لیکن اُن کو خُدا کے سامنے جُھکا کر اُن کے دلوں میں خُدا کا ڈر یعنی اُس کے حکموں پر عمل کرنے کا کھٹکا پیدا کیا جا رہا تھا۔

اعضائے شریفہ کی بہترین درستی اور عمدگی میں پیدا کیا۔ پھر اسی انسان کو (اُس کی اپنی بداعمالی اور غفلت کے باعث جو وہ قانونِ فطرت اور خدا سے سرکشی کے باعث اختیار کرتا ہے)۔ ہم نے (ذلت اور مسکنت کے) ادنیٰ ترین درجوں کی طرف لوٹا دیا مگر وہ قومیں جنہوں نے خدا (کے قانون) پر یقین رکھا اور پھر (اس یقین کے باعث مناسب ترین اعمال کئے تو وہ وہ لوگ ہیں جن کو مسلسل اور غیر منقطع اُجرت دے دی جائے گی۔ تو اس (صاف اور کھلے وعدے) کے بعد کون ہے جو اے محمدؐ! تمہیں جھوٹا سمجھ سکتا ہے۔ کیا یہ نمایاں حقیقت نہیں کہ خدا سب چھوٹے چھوٹے حاکموں کا (جن کے حکم کا فر لوگ مانتے ہیں) سب سے بڑا حاکم ہے۔

سورۃ التین کے بعد العصر (۱۰۳) نازل ہوئی، جو ان مختصر الفاظ میں تھی:۔

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ : (۱۰۳) (سورۃ العصر)

زمانہ اِس امر کا شاہد ہے کہ انسان درحقیقت گھاٹے میں ہے (کیونکہ خدا سے سرکشی کرتا رہتا ہے) مگر وہ قوم جس کے افراد نے خدا کے قانون کو نفع مند تسلیم کر لیا اور پھر اس تسلیم کے ساتھ ساتھ مناسب اور بہترین اعمال کئے اور حقیقت (یعنی صحیفۂ فطرت[x]) پر عمل کرنے کی ایک دوسرے کو وصیت کی اور پھر اس حقیقت پر استقلال سے جم گئے۔ (وہ کبھی گھاٹے میں نہ رہیں گے)۔

سورۃ التین اور سورۃ العصر کے اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے الفاظ سے واضح ہے کہ قرآن حکیم میں اِس مشہور اصطلاح سے مُراد وہ قومیں ہیں جو صحیفۂ فطرت کے لازوال اور اٹل قانون پر عمل کرنے کے لئے حقیقت کو جم کر پکڑتی ہیں اور انسان کے احسن تقویم ہونے کے شرف کو برقرار رکھتی ہیں۔ سورہ عصر کے بعد سورۃ البروج (۸۵) نازل ہوئی جس میں کافروں کو وہی دھمکیاں عذاب کی دی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مسلمانوں پر تشدد بدستور رہا۔ اس سورۃ کا حجم قریباً ۱۴ سطریں ہے جس کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔

سورۃ المزمل میں دیر تک خدا کے حضور میں کھڑا رہنے کی سختی سے ممانعت!

سورۃ البروج کے بعد سورۃ المزمل (۷۳) نازل ہوئی جس کا حجم قریباً ۲۸ سطریں ہیں۔ ان ایام میں معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی سختیاں اس انتہا تک پہنچ چکی تھیں کہ مکہ کے چند مسلمان گوشوں میں بیٹھ کر خدا کو مدد کے لئے پکارتے تھے اور رسولؐ بھی رات کو دیر تک اُس کی بارگاہ میں نصرت کے لئے کراہتے رہتے تھے۔ اُدھر وحی کے اُن حصوں پر جو نازل ہو چکے تھے، گہرا غور و خوض ہوتا تھا اور چونکہ وحی کے مضامین

(x) قرآن حکیم میں چودہ دفعہ صحیفۂ فطرت کو الحق کہا گیا ہے اور حیرت انگیز امر یہ ہے کہ حق کا لفظ ماسوائے خدا، قرآن، موت کے اور کسی شے کے لئے استعمال نہیں کیا گیا۔ گویا صحیفۂ فطرت دنیا میں واحد حقیقت ہے۔ (دیکھو حدیث القرآن)

Marfat.com

جیسا کہ واضح کیا گیا ہے، اکثر دقیق ہوتے تھے اور اُن کو پُورے طور پر سمجھنے کے لئے بے چینی بھی تھی۔ خدا نے وحی کے ذریعے سے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ (یعنی قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو) کا حکم اِس سُورۃ میں دیا۔ ساتھ ہی رسول صلعم کو آئندہ روزمرّہ کام شدّ و مدّ سے کرنے کے لئے قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ (یعنی راتوں کو صرف تھوڑا حصّہ دُعاؤں میں صرف کرو) کے حکم کے ساتھ ساتھ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝ (یعنی فی الحقیقت ہم عنقریب ایک بڑی بھاری ذمہ داری تم پر ڈالنے والے ہیں) کے الفاظ زیادہ کر دیئے تاکہ مسلمانوں میں یہ غلط تخیّل رائج نہ ہو جائے کہ دینِ اسلام محض راتوں کو خدا سے التجائیں کرنا ہی ہے بلکہ وہ خبردار ہو جائیں کہ اسلام کوئی مُستقل کام کرنے کے لئے آیا ہے اور مسلمانوں پر بڑی بڑی ذمّہ داریاں عنقریب ڈالی جانے والی ہیں اور وہ ان کے لئے تیار ہو جائیں۔ ان تنبیہوں کے ساتھ ساتھ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝ (یعنی بے شک تمہیں دن کے وقت بہت دیر تک کام کرنا ہوگا) کے الفاظ سے صاف طور پر بتلا دیا کہ راتوں کو دیر تک جاگ کر دُعاؤں سے خدا کے فضل کا انتظار کرنا بے معنی ہے خدا دن کے وقت کام۔ طویل مدت تک کام اور صرف کام مانگتا ہے اور دُعا بھی اُس وقت کارگر ہوتی ہے کہ کام کیا جائے۔ مزید تشریح کے لیے اس سُورت کے آخری حصّے میں یہ بھی کہہ دیا کہ خدا جانتا ہے کہ تم دو تہائی رات تک میرے حضور میں کھڑے ہو کر دُعائیں مانگتے رہو اور تمہیں اس طرح مصروف دیکھ کر تمہارے ساتھی بھی اس کی نقل کرتے ہیں حالانکہ خدا نے لیل و نہار کی تقدیر اس پر رکھی ہے کہ رات آرام کے لئے اور دن کام کے لئے ہے اور خدا یہ بھی جانتا ہے کہ تم اور تمہارے آدمی کسی بڑی مدت تک ان بے معنی عبادتوں کو نباہ نہیں سکتے تو اب خدا نے ان عبادتوں سے تمہیں معافی[x] دے دی ہے تو صرف قرآن کی ان آیتوں کی طرف توجّہ کرو جو آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہیں اور دقیق اور مشکل مضامین کو کسی اور وقت کے لئے ملتوی کر دو۔ خدا کو یہ بھی معلوم ہے کہ اس طرح کی گوشہ نشینیوں کو دیر تک نباہتے رہنا بڑا مشکل ہے۔ (عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ) کیونکہ تم مسلمانوں میں بعض بیمار بھی ہیں اور سخت ریاضت برداشت نہیں کر سکتے۔ بعض اپنے کاروبار کے لئے دور دراز سفر بھی کرتے ہیں (مثلاً حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان وغیرہم) اور بعض ایسے بھی ہیں جن کو خدا نے آگے چل کر کافروں سے **جہاد بالسیف کے لئے تیار کرنا ہے** (مثلاً حضرت علی وغیرہم) اس لئے میں ربِّ زمین و آسمان اس "قولی عبادت" کا قائل نہیں ہوا۔ تم اور تمہارا رسول صلعم اپنی قولی عبادتوں کو کم کر دو اور اصل کام میں لگ جاؤ جو کافروں سے **تلوار کے ساتھ جہاد ہے**[4]۔ سُورت کے یہ مطالب حسبِ ذیل الفاظ میں ہیں:۔ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ

(x) اگلے صفحہ پر فَتَابَ عَلَيْكُمْ کے الفاظ دیکھو یعنی خدا نے تمہیں معاف کر دیا۔

(4) مکہ کے پہلے تین چار سالوں میں ہی کافروں سے تلوار کی لڑائی کا یہ چھوٹا سا اشارہ کرنا بھی تعجب انگیز ہے:

عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ط عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى لا وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ لا وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ز فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ لا (۷۳/۲) (سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل) ۔ اِن الفاظ میں ایک چھوڑ دو بار تنبیہ ہے کہ قرآن کے صرف اُن حصّوں پر غور کرو جو آسانی سے تمہاری سمجھ میں آتے ہیں اور دقیق مطالب کو سمجھنا کچھ دیر کے لئے ملتوی کر دو حتیٰ کہ تم کافروں پر قتال سے غالب آجاؤ۔ الغرض اگر غور سے دیکھا جائے تو اِس سورت میں نہایت سخت اور واضح الفاظ میں "قولی عبادت" کو خُدا نے رَدّ کر دیا ہے اور حیرت ہے کہ مُسلمانوں میں آج تک یہ شدّت سے مرسوم ہے اور مسلمان کیونکر خدا کے صریح احکام کی نافرمانی بے حیائی سے کرتے ہیں اور اسی وجہ سے سزاؤں پر سزائیں اُن پر آ رہی ہیں!! (×)

سُورۂ مُزمّل کے بعد سُورۃ اَلْقَارِعَة (۱۰۱) نازل ہوئی جو قریباً ۵ سطروں میں ہے۔ اِس سورت میں پھر مُسلمانوں کو بیدار کیا گیا ہے کہ اگر تمہارے عمل بھاری اور وزن دار ہوں گے تو انجام یہ ہوگا کہ تم عیش و راحت پالوگے ورنہ دُکھ میں رہوگے۔ اِس سورت کے بعد سورۃ الزلزال (۹۹) نازل ہوئی جس کا حجم بھی صرف پانچ سطریں ہیں۔ اِس سُورت میں مُسلمانوں پر واضح کیا گیا ہے کہ ذرّہ بھر عُمدہ عمل بھی کروگے تو اُس کی اُجرت مِلے گی اور اگر ذرّہ بھر بدی کی تو اس کی سزا بھی یقیناً ملے گی۔ یہ وحی اس لئے تھی کہ مُسلمان آئندہ عمل کے لئے تیار ہو جائیں اور ابتداً سے ہی ان کو یقین ہو جائے کہ عُمدہ اعمال کرنے سے اُن کی حالت بہتر ہوتی جائے گی۔ اِن دونوں سُورتوں کی یہ آیتیں حسب ذیل ہیں:۔ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۞ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۞ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۞ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ: (۱۰۱/۱) فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۞ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۞: (۹۹/۱)

(×) سورۃ المزمل میں مُزمّل (یعنی اَے چادر اوڑھے ہوئے) اور سورۃ المدثر میں مدثّر (یعنی اَے چادر میں لپٹے ہوئے) کے الفاظ بھی اگر انتہائی غور سے دیکھا جائے، کوئی تعریفی الفاظ نہیں جیسا کہ اکثر مسلمان خیال کرتے ہیں بلکہ خدائے ذوالجلال ایک طریقے سے رسول صلعم کو خبردار کرنا چاہتا ہے کہ تمہارا چادر میں لپٹے ہوئے رہنا تمہارے آئندہ عمل کے منافی ہے جو تم کو بہ حیثیت نبی کرنا پڑے گا اور جو عظیم ذمّہ داری تم پر عنقریب ڈالی جانیوالی ہے وہ اس امر کی متقاضی ہے کہ تم چادروں میں لپٹے ہوئے رہو۔ اُن سورتوں میں قُمْ فَاَنْذِرْ اور قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا کے الفاظ یعنی اُٹھ اور قوم کو ڈرا اور اُٹھ اور رات کو اتنی عبادت نہ کر بھی اسی تنبیہ کی تائید میں ہیں۔ غارِ حرا میں رسولؐ کا چادر میں لپٹے رہنا اور رباضتیں تھی۔ وہاں غور و خوض کرنے کا موقعہ تھا۔ اب کہ تم نے خدا کے پیغامبر ہونے کا اعلان کیا ہے تمہارا چادر میں لپٹے ہوئے رہنا ٹھیک نہیں اُٹھ اور کام کر۔ اگر تم چادر میں لپٹے رہے اور نری عبادت کرتے رہے تو تمام قوم چادر میں لپٹ کر رہ جائیگی۔ بیمار لوگ بیماری کی طرف توجہ نہ کریں گے، کاروباری لوگ تجارت نہ کر سکیں گے، قوم میں قتال بالسّیف کے لئے سپاہی نہ پیدا ہو سکیں گے، وغیرہ۔ الغرض غور کا مقام ہے کہ رسولؐ کو کملی پوش بنانا خدا کا مقصد ہرگز نہ تھا۔ وہ رسولؐ کو عامل اور مجاہد بنانا چاہتا تھا۔ (فتدبّر)۔

Marfat.com

سورۃ الزلزال کے متعلق قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے عام طور پر اس سورت کو مدنی کہا ہے اور ہجرت کے بعد کے پہلے دو سالوں کے اندر اندر اس کا نزول لکھا ہے۔ جرمن مستشرق نولڈکے نے اس سورت کو مکی کہا ہے اور سنہ نبوی کے ابتدائی ایام میں اس کا نزول مقرر کیا ہے۔ یہ ترتیب زیادہ صحیح اس لئے معلوم ہوتی ہے کہ اس سورۃ میں مدنی رنگ قطعاً نہیں بلکہ مکی رنگ زیادہ غالب ہے اور جو تعلیم ذرہ بھر نیکی کی اُجرت بھی پانے کی اس میں دی گئی ہے وُہ مکی مسلمانوں کی بے بسی اور بے کسی کے زیادہ حسبِ حال معلوم دیتی ہے۔

سورۃ الزلزال کے بعد سورۃ انفطار (۸۲) نازل ہوئی جو بالاتفاق مکی سورت ہے اور سورۃ الزلزال کے رنگ میں ہے۔ اس کا حجم قریباً ۱۰ سطریں ہیں اور اس میں نمایاں تعلیم یہ ہے کہ ہر انسان پر خدا کے منشی فرشتے مقرر ہیں جو اُس کے روزانہ اعمال لکھتے رہتے ہیں۔ کافر اور فاجر لوگ یقینی طور پر ایک نہ ایک دن (غلامی کے) جہنم میں ہوں گے اور وہ جہنم ایسی ہوگی جو اُن سے دُور نہ ہو سکے گی: وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ۔ یہ تعلیم صاف طور پر مسلمانوں کے اعمال کو زیادہ مفید کرنے کے لئے دی گئی تاکہ وہ آئندہ کافروں سے جہاد کے لئے تیار ہو جائیں۔ سورۃ الانفطار کی یہ تعلیم حسبِ ذیل آیتوں میں ہے:۔ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۝ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۝ : (۸۲/۱)

سورۃ انفطار کے بعد سورۃ التکویر (۸۱) نازل ہوئی جس کا حجم قریباً تیرہ چودہ سطریں ہیں اور اس کا رنگ بھی مکی رنگ ہے جس میں مختلف قسم کی شہادتیں دے کر إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۝ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ۝ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ[۲] ۝ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۝ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝ : (۸۱/۱) کے الفاظ ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے:۔

(میں اُن تمام اشیائے فطرت کو گواہ بنانے پر اعلان کرتا ہوں کہ) یہ قرآن (جو تم مسلمانوں کے سامنے وحی ہو کر پہنچ رہا ہے) ایک نہایت قابلِ عزت رسول (یعنی محمدؐ) کا قول ہے جو نہایت صاحبِ قوت ہے اور عرش کے مالک ربِ زمین و آسمان کے پاس بڑے مقام کا مالک ہے۔ اس کی اطاعت (یہ تمام مسلمان جو اُس کے ساتھ لگے ہیں) تندہی سے اور بے چون و چرا کر رہے ہیں اور پھر وہ "امینؐ" کے لقب سے مشہور ہے (جس سے یہ بھی مترتب ہے کہ وہ خدا کی طرف سے پیغام تم لوگوں کو نہایت دیانت داری سے دے رہا ہے) اور لوگو! یاد رکھو کہ تمہارا ساتھی (محمدؐ) پاگل نہیں (جیسا کہ کافر کہہ رہے ہیں) اور محمدؐ نے یہ سب پیغام جو وہ تم کو دے رہا ہے ایک نہایت (بلند اور) روشن افق سے دیکھا ہے اور وہ شخص درحقیقت علمِ غیب کے (جاننے) کے متعلق (جس کی فرمائشیں کافر کر رہے ہیں) انکار کر کے بخل (کا اظہار) نہیں کر رہا (بلکہ درحقیقت غیب نہیں جانتا)۔ اور یہ بھی نہیں (جیسا کہ کافر کہتے ہیں) کہ یہ قرآن شیطان لعین کا قول ہے۔ تو (اے لوگو!) تم کس طرف جا رہے ہو۔ یہ قرآن تو تمام کائناتِ جہاں کے لئے ایک عبرت ہے!

---

(۲) اگلی سورت النجم میں پھر اسی الافق المبین کو الافق الاعلیٰ کہا ہے۔ گویا رسولؐ بڑا بلند نظر تھا، اَن پڑھ نہ تھا۔

Marfat.com

سورۃ النجم میں نبیؐ کے بلندترین علمی مقام کا جائزہ اور حیرت انگیز علمی اور کائناتی انکشافات!

سورۃ التکویر کے بعد سورۃ النجم (۵۳) نازل ہوئی جس کا حجم ۴۷ سطریں ہیں جو سب سے لمبی سورۃ ہے جو اُس وقت تک نازل ہوئی اور حسب ذیل الفاظ میں ہے:۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى[x] ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى[۲] ۝ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝ اِنْ هِيَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ۝ : (۵۳)

(اے زمین کے بے خبر بسنے والو اور اے چھوٹے سے اُفق پر سے کائنات بیکراں کا محدود تماشا کرنے والو! بام آسمان کا وہ بلند پرواز کرۂ فضائے آسمانی میں طلایمیٹ اور غائب ہو جانے والا ستارہ اس امر کی گواہی دے رہا ہے کہ تمہارا ساتھی محمدؐ نہ تو راہ راست سے بھٹک گیا اور نہ (کچھ) بہک گیا ہے۔ وہ (زمین و آسمان کے) جو (حقائق عالیہ تمہارے سامنے) بول رہا ہے اپنی خواہش نفسانی سے نہیں بولتا (بلکہ) وہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ (آسمانی) وحی اور خدائی آواز ہے جو اُس پر نازل کی جارہی ہے۔ اس کو (یہ سب حقائق) انتہائی قوتوں والے خدا نے خود سکھلائے ہیں جو بڑا زور آور ہے۔ پھر وہ (اس علم کے زور اثر سے) قائم اور مستحکم ایسی حالت میں ہو گیا ہے کہ وہ (مشاہدے اور تحقیق کی) ایک بہت بلند سطح پر سے کائنات جہاں کا تماشا کر رہا ہے۔ پھر وہ (آہستہ آہستہ خدا سے) نزدیک تر ہوتا گیا۔ پھر (نزدیک تر ہوتے ہوتے) اُس نے حاضری کی (حتیٰ کہ وہ خدا کے پاس) بقدر دو کمان کے فاصلے بلکہ اس سے بھی کم ہو گیا۔ (تو جب وہ اس ذوق و شوق، اس علم و عجز، اس استعداد و دریافت کے آخری مرحلوں تک پہنچ چکا) تب کہیں ایزد بے مثال نے اپنے

(x) صفحہ ۱۰۶ کا حاشیہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) یہاں تک کی آیتوں کے مطلب پر غور کرنے سے وحی کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس میں رسولؐ کی اپنی بلند نگاہی کو بڑا دخل تھا۔

بندے پر وہ بات وحی کی جو تم لوگوں پر ظاہر کی جا رہی ہے۔ (بے خبر اور ناشناس لوگو!) محمدؐ نے جو کچھ دیکھا (اُس کے متعلق اُس کے ذہن سلیم نے کوئی دھوکا نہیں دیا۔ تو کیا تم اُس شے کے سچ ہونے پر اُس سے جھگڑ رہے ہو جو اُس نے (بچشم خود) دیکھی۔ حالانکہ بالتحقیق اُس نے وہی شے (ذہن پر اُترنے کے علاوہ) دوسری مرتبہ (عرشِ اکبر سے بطور وحی نازل ہوتے ہوئے) دیکھی جو سدرۃ المنتہیٰ (یعنی انتہائی علم و خبر کے پھلدار درخت) کے پاس ہے اور جس کے قریب ہی جنت الماویٰ (یعنی انسانی فلاح و نجات کی آخری پناہ) واقع ہے۔ (ہاں دوسری دفعہ نازل ہوتے اُس وقت دیکھی) جب کہ اُس سدرۃ المنتہیٰ پر (خدائے ذوالجلال کا نور) اِس طرح پر چھا رہا تھا جس طرح کہ وہ چھایا ہوا تھا۔ اِس کیفیت کو مشاہدہ کرتے وقت محمدؐ کی آنکھ نہ بہکی، نہ بھٹکی اور بے شک اُس نے اپنے پروردگار کے عظیم و جلیل کنایوں اور اشاروں کو (جو اس سے پہلے اُس کے ذہن نے محسوس کئے تھے، بچشم خود دیکھا، تو اے لوگو!) کیا تم اللات (یعنی اللہ کی مادہ دیوی) اور العزیٰ (یعنی عزت والی دیوی) اور ایک تیسری (دیوی) مناۃ کی طرف غور کیا ہے (جو کافروں نے پوجنے کے لئے بنا رکھی ہیں) تو (ان کو کہہ دو کہ) تم آپ تو مذکر بنے بیٹھے ہو اور خداؤں کے لئے (صرف) مؤنث بنا (رہ گیا) ہے۔ (اگر یہ بات ہے تو) یہ نہایت نامنصفانہ تقسیم ہے۔ (ارے یہ دیویاں اور بت جو تم گھڑ کر بیٹھے ہوئے ان کو پوج رہے ہو) یہ تو صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے رکھ لئے ہیں۔ خدا نے تو ان کے ہونے کی کوئی سند اُتاری نہیں۔ یہ لوگ تو صرف وہم و گمان کا تتبع کر رہے ہیں یا اُس کا جو ان کے نفس چاہتے ہیں، درآنحالیکہ اُن کو اُن کے پروردگار کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔

اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی ۝ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰی[×] ۝ع وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَرْضٰی ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَیُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِیَةَ الْاُنْثٰی ۝ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْـًٔا ۝ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۝ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰی ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۙ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ۝ اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی ۝ع : (۵۳/۲)

کیا انسان کو جو کچھ اُس نے (خواہش نفسانی سے) چاہا مل بھی گیا تو انجام اور ابتدا سب اللہ کے اختیار میں ہے۔[×] اور کتنے ہی فرشتے

(×) یہاں پر پہلا رکوع ختم ہوتا ہے۔

Marfat.com

آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش (انسان کے حق میں) کچھ نہ کر سکی ماسوا اس کے کہ خُدا نے جس کے متعلق مناسب سمجھ لیا اور جس کے عمل پر راضی ہو گیا اُس کے بارے میں سفارش کا حکم دیا۔ وُہی لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے (اور یہی سمجھتے ہیں کہ بالآخر کچھ بھی نہ ہوگا) وہ ضرور (فرشتوں اور خداؤں) کے زنانہ نام رکھتے ہیں حالانکہ اُن کو اِس کے متعلق کوئی چشم دید علم اور حقیقت میسّر نہیں۔ وہ صرف وہم و گمان کا تتبع کرتے ہیں اور گمان تو کبھی حقیقت سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ تو (اَے محمدؐ!) تُو ان لوگوں سے دُور ہو جا جو ہماری یاد سے رُوگردانی کریں اور سوائے دُنیاوی زندگی کی لذّتوں سے اُن کی ارادت اور کسی شئے سے نہ ہو۔ لے دے کر اُن کے علم کی پہنچ یہاں تک ہی ہے اور تیرا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون اُس کے بتائے ہُوئے راستے سے بھٹک گیا اور کس نے ہدایت اختیار کی۔ اور (اَے ساکنانِ زمین انسانو! خُوب یاد رکھو اور انتہائی توجہ سے سُنو! کہ) جو کچھ اشیأ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کی سب خُدا نے اپنی ملکیت اِس لیۓ بنا رکھی ہیں کہ خدا انہی چیزوں میں سے بُری چیزیں بطورِ سزا اُن لوگوں کو دے جنہوں نے بُرے عمل کیۓ اور انہی چیزوں میں سے اچھّی چیزیں سب کی سب بطورِ انعام اُن لوگوں کو دے جو عمدہ اعمال کر کے تحسین و آفرین کے مُستحق ہوتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو (اِس کائناتِ فطرت میں) بڑی بڑی غلطیوں(۲) اور بداعمالیوں سے (ماسوا چھوٹی چھوٹی لغزشوں کے) بچتے رہتے ہیں (اور فطرت کو اُن سے انتقام لینے کا موقع نہیں دیتے) کیونکہ بے شک تیرا پروردگار بڑی وسیع حد تک انسانوں کی معمولی واماندگیوں پر پردہ ڈالتا رہتا ہے اور وہ تمہاری اہلیتوں سے پُورے طور پر خبردار اُس وقت سے ہے جب کہ اُس نے تمہاری پیدائش کی ابتدا مٹی (میں رہنے والے خلیات) سے کی اور اُس وقت سے خُوب جانتا ہے جب کہ تُم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں چھوٹے سے بچے تھے، تو اب اپنے کو بڑے پاکیزہ نہ بناؤ۔ وہ ربِ زمین و آسمان خُوب جانتا ہے کہ کون اُس کے قانون سے خوفزدہ ہے۔

أَفَرَءَيْتَ الَّذِي تَوَلَّىٰ ○ وَأَعْطَىٰ قَلِيلًا وَأَكْدَىٰ ○ أَعِندَهُۥ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَىٰ ○ أَمْ لَمْ
يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ○ وَإِبْرَٰهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰٓ ○ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ○ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَٰنِ
إِلَّا مَا سَعَىٰ ○ وَأَنَّ سَعْيَهُۥ سَوْفَ يُرَىٰ ○ ثُمَّ يُجْزَىٰهُ الْجَزَآءَ الْأَوْفَىٰ ○ وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنتَهَىٰ ○ وَأَنَّهُۥ
هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ○ وَأَنَّهُۥ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا ○ وَأَنَّهُۥ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ○ مِن نُّطْفَةٍ
إِذَا تُمْنَىٰ ○ وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْأُخْرَىٰ ○ وَأَنَّهُۥ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ○ وَأَنَّهُۥ هُوَ رَبُّ الشِّعْرَىٰ ○ وَأَنَّهُۥٓ
أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ ○ وَثَمُودَا۟ فَمَآ أَبْقَىٰ ○ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا۟ هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ ○
وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ○ فَغَشَّىٰهَا مَا غَشَّىٰ ○ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارَىٰ ○ هَٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْأُولَىٰٓ ○

---

(۲) خدا نے قرآن عظیم میں اجتماعی گناہوں مثلاً تفرقہ اندازی، عصیانِ امیر، میدانِ جنگ میں بُزدلی وغیرہ وغیرہ کی بڑی بڑی سزائیں جہنم تک رکھی ہیں، جیسا کہ واضح ہوتا جائے گا۔

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۝ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ۝ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۝ وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ ۝ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۝ : (۵۳/۳)

اے محمدؐ! کیا تُو نے اُس شخص پر نظر کی جو تُم سے پھر گیا اور تھوڑا سا مال دے کر پھر پتھر کی طرح سخت ہوگیا۔ کیا اُس کے پاس علم غیب ہے جس کو دیکھ کر (کہتا ہے کہ مجھے کوئی سزا نہ ملے گی)۔ کیا اُس کو اِس بات کی خبر نہیں پہنچی جو مُوسیٰ کے صحیفوں میں دی گئی تھی یا اُس ابراہیم کے صحیفوں میں جس نے اپنے عمل سے اطاعت خدا کا حق پورا پُورا ادا کر دیا اور وہ (انتہائی طور پر اہم اور عالم آراء خبر یہ تھی کہ اس کائنات فطرت میں) کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دُوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا (اور اسی قبیل سے کسی دولت مند کی دولت اُس کے گناہوں کا بوجھ نہ اُٹھا سکے گی اور دُوسری خبر یہ تھی کہ) انسان کو ہرگز کچھ نہ ملے گا مگر بقدر اُس کے جس کے حاصل کرنے کی اُس نے کوشش کی نیز یہ کہ اس کی کوشش کا امتحان لامحالہ کیا جائے گا اور پھر اِس امتحان کے بعد اِس کوشش کی جزا اُس کو پُوری کر دی جائے گی[x] (اور انہی صحیفوں میں ہم نے واضح کر دیا تھا کہ) بے شک ہر انسان کی انتہا تیرے پروردگار تک ہے اور بالتحقیق وہی ہے جو انسان کو خوشحال اور بدحال کرتا ہے اور وُہی قوموں کو ہلاک کرتا ہے اور زندہ رکھتا ہے اور وُہی بالتحقیق ہے جس نے (سب حیوانوں میں) نر و مادہ کے جوڑے اُسی منی کے قطرے سے پیدا کئے جو شرمگاہ میں گرائی جاتی ہے اور بالتحقیق دُوسری بار زندہ کرنے کا ذمہ دار بھی وُہی ہے۔ اور بے شک وُہی ہے جو کسی قوم کو مالا مال اور اندوختوں سے سرمایہ دار کرتا ہے۔ اور بے شک وُہی پروردگار ہے شعریٰ ستارے کا (جس کی پرستش کافر کرتے ہیں) اور درحقیقت وُہی ہے جس نے پُرانے زمانے کی قوم عاد کو ہلاک کیا اور ثمود قوم کا نشان تک نہ چھوڑا اور اس سے پہلے نوح کی قوم کو کہ وہ بڑی ظالم اور سرکش قوم تھی اور (قوم لُوط کی) اُلٹی ہُوئی بستیوں کو ہلاک کر مارا اور اُس پر بے مثال تباہی چھا گئی۔ تو اے محمدؐ! تو اپنے پروردگار کی کونسی نعمت کے متعلق شک کرتے ہو۔ یہ محمدؐ بھی پہلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہے (تو لوگو! یاد رکھو) آنے والی (سزا) ضرور آ پہنچے گی اور خدا کے سوا کوئی اُس کو ہٹانے والا نہ ہوگا۔ تو یہ کافر لوگ ان باتوں سے جو ہم بیان کرتے ہیں متعجب ہو جاتے ہیں اور پھر ان باتوں کا مخول اُڑاتے ہیں اور روتے نہیں درآنحالیکہ تم لوگ غفلت کے مارے ہوئے ہو۔ تو لوگو خُدا کے آگے جُھک جاؤ اور اُس کے غلام بن جاؤ۔

سُورۃ النجم کے زُہرہ گداز اور حیرت انگیز انکشافات!

اِس سُورت میں جو کلیتے قانونِ فطرت کے بیان کئے گئے ہیں اِس قدر عظیم الشان ہیں کہ اُن کو قوموں کی قسمت کی تاریخ میں سُنہری حروف میں لکھا جانا چاہیئے۔ سب سے بڑا عظیم الشان اعلان اِس سُورت میں یہ ہے کہ کائنات کی ہر شئے (یعنی کروڑوں اور اربوں میل دُور کے ستارے بشمولیت چاند اور مریخ وغیرہ سب کے سب انسان کے لئے اُس کے حسنِ عمل کی پاداش میں بطور انعام کے رکھے ہیں۔

(x) جس قوم نے یہ عظیم الشان سبق سیکھ لئے، وہ زندہ ہوگئی!

اور انسان پر لازم ہے کہ صحیفہ فطرت کی پورے طور پر تسخیر کرے۔ ان تمام اشیا کا جو پیدا کی گئی ہیں، مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ انسان ان کو اپنے قابو میں لائے، ان کو مسخر کرے، اپنے سعی و عمل کی جزا کے طور پر ان انعاموں کو اپنے قبضہ میں کرے۔ صحیفہ فطرت کے بارے میں قرآن کا یہ عظیم محاکمہ اس قدر مبہوت کُن، اس قدر بلند پایہ، اس قدر دُور رَس اور اس قدر حیات افزا ہے کہ ابھی صرف چند برس ہوئے رُوس اور امریکہ کسی حد تک اس عظیم الشان نصب العین کی لِم تک پہنچے ہیں اور وہ بھی غالباً اُس وقت جب کہ میں ۱۹۵۱ء سے انسان کے واحد نصب العین اور مقصد پیدائش کائنات کی لِم کے متعلق سائنس دانوں کی دُنیا میں مسلسل چیخ و پکار پیدا کر رہا ہوں اور آٹھ برس سے سائنس دانوں کی دُنیا میں میرے خط کے متعلق ایک ہیجان برپا ہے بلکہ یورپ کی حکومتیں میرے اس خط کے خلاف مخالفت کا طوفان پیدا کر رہی ہیں۔ الغرض اس سُورت میں انسانی علم اور نبأ کا وہ نایاب ذخیرہ موجود ہے جو انسان کے لئے سعی و عمل کی راہ ہزاروں برس تک پیدا کر سکتا ہے!

سُورۂ انشقاق میں قرآنِ عظیم کا اعلان کہ انسان کی خُدا سے ملاقات ہو کر رہے گی اور کیونکر ہو گی؟
انسان کا ایک پیدائش سے بلند تر پیدائش کی طرف رجُوع

سورۂ النجم کے بعد سورۂ انشقاق (۸۴) نازل ہُوئی، جس کا حجم تقریباً تیرہ سطریں ہیں اور جو انتہائی غور کے لائق ہیں۔ اس سُورت میں انسان کی خالق زمین و آسمان سے ملاقات کو ایک لازمی طور پر ہونے والا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ یہ انقلاب انگیز ملاقات انسان کے موجودہ پیدائش سے بلند درجوں میں ارتقاء کرنے سے ہی واقع ہو سکتی ہے اور انسان کو چاہیئے کہ ان بلند درجوں تک ارتقاء کرنے کی سعی لایزال کرتا جائے۔ یہ سُورۃ حسب ذیل ہے:۔

إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ۝ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۝ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ۝ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ۝ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۝ وَيَنقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۝ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۝ فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا ۝ وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا ۝ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۝ إِنَّهُ ظَنَّ أَن لَّن يَحُورَ ۝ بَلَىٰ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا ۝ فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۝ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَن طَبَقٍ ۝ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۝ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ۝ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ۝ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝ (۸۴)

(ایک وقت آنے والا ہے) جب آسمان (مقصدِ کائنات کے حاصل ہو جانے کے بعد) پھٹ جائے گا اور وہ آسمان اپنے پروردگار کا حکم مانے گا اور یہی اُس کے لئے سزاوار بھی ہے[1]۔ اور جب (بہیم انسانی کوشش کے باعث) زمین کو اُس کے (تہ و بالا ہو جانے کی وجہ سے) برابر کر دیا جائے گا[2]۔ اور وہ زمین (جب خزانوں کو) جو اُس میں ہے اُلٹ دے گی اور خالی ہو جائے گی اور وہ (بھی) اپنے پروردگار کا حکم مانے گی جو اُس کے لئے سزاوار ہے۔ اے انسان! تو فی الحقیقت (اپنے ہزار ہا سالہ عمدہ عمل سے جو فطرت کی دریافت کے متعلق کر رہا ہے) سخت کوشش کر رہا ہے کہ اپنے پروردگار سے اپنے سعی و عمل کے زور پر (کَدْحًا) ملاقات کرے تو (اس سعی و عمل کا نتیجہ لامحالہ یہ ہوگا کہ) تو اُس سے ملاقات کرنے والا ضرور بن جائے گا۔ تو پھر وہ انسان کا گروہ جس کی مدتِ حیات کے سعی و عمل کی سرگزشت (کِتٰبَہٗ) اُس کے دائیں ہاتھ میں ہوگی، اُس گروہ سے آسان طور پر محاسبہ کیا جائے گا اور وہ گروہ اس محاسبے کے بعد اپنے گھر والوں کی طرف خوش بخوش لوٹے گا لیکن جس گروہ کا اعمال نامہ اُس کی پیٹھ کے پیچھے ہوگا وہ گروہ اپنی ہلاکت کو پکار پکار کر بلائے گا اور بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل بہ جہنم ہوگا (یہ اس لئے کہ) وہ درحقیقت اپنے گھر والوں کے ہاں خوش بخوش (اور سعی و عمل سے غافل رہ کر اپنا وقت ضائع کرتا) رہا۔ اور بالیقین اس گمان میں رہا کہ وہ (شرمندگی اُٹھانے کے لئے گھر لوٹ کر) نہ آئے گا۔ ہاں ہاں (اس کا یہ گمان کیونکر غلط نہ ہو) کیونکہ اُس کا پروردگار تو اس (کے ایک ایک عمل) کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ تو (اے لوگو! دھیان سے سنو) میں شام کی سُرخی کی جو غروبِ آفتاب کے وقت شفق کی صورت میں نمودار ہوتی ہے، گواہ ٹھہراتا ہوں اور اُس رات کی مع اُن تمام چیزوں کے جن کو وہ (شفق کے بعد) ہی سیاہی میں لپیٹ لیتی ہے، گواہی دیتا ہوں اور چاند کی گواہی دیتا ہوں جب کہ وہ آہستہ آہستہ بڑھتے بڑھتے مکمل ہو جاتا ہے کہ تم انسانوں کا گروہ (ملاقاتِ رب کی کاوش میں جس کا ذکر اوپر ہوا صحیفۂ فطرت کی مکمل طور پر دریافت کے ولولے میں جانکاہ عمل کرنے، بلکہ خاطر زمین و آسمان سے دو بدو اور مساویانہ حیثیت سے ملاقات کا رتبہ حاصل کرنے کی دُھن میں صدیوں تک عمل کرنے کے باعث) (انسانیت کے) ایک طبقے (درجے) سے (انسانیت کے) بلند تر طبقے (یعنی درجے) تک (اسی طرح) چڑھتے جاؤ گے (جس طرح کہ شفق کے نمودار ہونے کے بعد شام تمام اشیاء پر حاوی ہو کر اُن کو اپنے اندر سمالیتی ہے اور پھر چاند آہستہ آہستہ بڑھ کر کمال تک پہنچ جاتا ہے)۔ ہاں تو بنی نوعِ انسان کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ (اس عظیم الشان اطلاع کو جو ہم نے بذریعہ محمدؐ قرآن کو ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ کا خطاب دے کر دی ہے، ناقابلِ یقین سمجھ کر) اُس پر ایمان نہیں لاتے اور جب اُن کو قرآن سنایا جاتا ہے تو وہ اس کے سامنے نہیں جھکتے۔ (جھکنا تو الگ رہا) یہ کافر لوگ تو اُس کو کیسر جھوٹا سمجھتے ہیں اور اللہ ہی جانتا ہے کہ اُن کے پاس کونسی (بڑی دولت) محفوظ ہے (جس کی شیخی پر وہ اس قدر مغرور ہیں)۔ تو اے محمدؐ! ان لوگوں

---

(۱) یعنی ملاقاتِ خدا کے بعد کائنات فنا ہو جائے گی۔ دیکھو صفحہ ۸۹۔

(۲) مقصد یہ ہے کہ انسان ہزار ہا سال تک زمین کے خزانوں کو قبضہ میں لانے کی اس قدر کوشش کرے گا کہ وہ زمین تہ و بالا ہو کر چٹیل بلکہ خالی ہو جائے گی۔

Marfat.com

کو دردناک عذاب کی بشارت دے، البتہ وہ لوگ جو (صحیفۂ فطرت کے برحق اور من اللہ ہونے پر) سچی ایمان لے آئیں اور (جنہوں نے کائناتِ فطرت کی تلاش میں) مناسب اعمال کئے، اُن کو اُن کے کئے کی اُجرت بلا کم و کاست دی جائے گی۔

اِس سُورت کا کڑی اور مربُوط، مدلل اور نتیجہ خیز ترجمہ ماسوا اِس کے جو میں نے اُوپر کے الفاظ میں دیا ہے، ممکن نہیں۔ سُورت کے شروع میں یَآ اَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا(۱) فَمُلٰقِیْہِ کے الفاظ (یعنی اے انسان تو بے شک اور بلاشبہ اپنی تگ و دو کے ذریعے سے اپنے پروردگار سے دُو بدُو ملاقات کرنے کی انتہائی کوشش کر رہا ہے تو اے انسان! اس کوشش کا لامحالہ یہ نتیجہ ہوگا کہ تُو ضرور اُس سے (ایک نہ ایک دن) ملاقات کرنے والا بن جائے گا) ظاہر کرتے ہیں کہ صحیفۂ فطرت کو کُرید کُرید کر دریافت کرنے اور اُس کی حقیقت کی تہ تک پہنچنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا انسان جیسی انتہائی ذہین اور دقیقہ رَس مخلوق سے رو بدرو ملاقات کرنا پسند کرے گا۔ مکی سُورتوں میں جب کہ رسول صلعم کو کافروں کی طرف سے دردناک اذیتیں پہنچ رہی تھیں، قرآن کریم میں اِس قدر بلند پایہ مضامین کا وارد ہونا انتہائی طور پر حیرت انگیز اِس لئے ہے کہ عرب جیسی جاہل اور اُجڈ قوم کو جو کائنات کا معمولی علم بھی نہ رکھتی تھی اور اُس قوم کو ایسے خشک اور علمی مضامین سے کوئی دلچسپی بھی نہ ہوسکتی تھی، ایسے اُونچے درجے کے سبق دینا اِس بات کا ثبوت ہے کہ قرآن نہ صرف عرب بلکہ تمام دُنیا بلکہ دُنیا کے عالم ترین انسانوں کے لئے شمع ہدایت بن کر آیا تھا۔ اِس کو نہ کافروں کی ایذا دہی کی پرواہ تھی، نہ اِس شئے کی پرواہ کہ عرب اُس پیغام کو سمجھیں گے بھی یا نہیں یا صرف "پریشان خواب" ہونے کا طعنہ دے کر اپنے دل کی بھڑاس نکالتے رہیں گے۔ الغرض یہ سُورۃ بھی اِس امر کا مزید ثبوت ہے کہ قرآن ایک نادرالوجود آسمانی کتاب ہے جس کا مثیل پیدا کرنا محال ہے۔ لائق غور بات یہ ہے کہ اس سے پہلے خدا نے انسان کو گندے پانی سے پیدا ہونے کا طعنہ دیا تھا، اب اپنے سے ملاقات کرنے کا کہتا ہے۔ یہ ملاقات کس طرح ہوسکتی ہے جب تک کہ انسان اپنا چولا بدل کر اُسی قدر پاکیزہ(۲) نہ ہو جائے جس قدر کہ خدا ہے۔

سُورۂ انشقاق کے بعد سُورۃ العٰدیٰت (۱۰۰) نازل ہوئی جس کا حجم قریباً پانچ سطریں ہیں۔ اِس سُورت میں اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوْدٌ یعنی بے شک انسان اپنے پروردگار کا انتہائی طور پر ناشکرگزار ہے اور وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ، یعنی وُہ مال سے انتہائی درجہ کی محبت کرتا ہے، کے دونکتوں پر زور دیا گیا ہے تاکہ مکّہ کے چند مسلمان اِس وحیِ الٰہی سے عبرت پکڑیں اور قربانیٔ مال کے لئے تیار ہو جائیں۔

---

(۱) انسان کا خدا کو انتہائی طور پر تلاش کرنا اور اُس سے ملاقات کی خواہش رکھنا اُس کی بنائی ہوئی فطرت کی تلاش کرنے سے ہی ہوسکتا ہے۔

(۲) یہ پاکیزگیٔ خلق اُسی وقت حاصل ہوسکتی ہے کہ انسانی اعضاء ارتقاء کرتے کرتے گوشت اور خون کی آلائشوں سے مبرا ہو جائیں اور انسان خدا کی طرح صرف رُوح ہی رُوح رہ جائے۔

سورۃ العٰدیٰت کے بعد سورۃ النّٰزعٰت (۷۹) نازل ہوئی جس کا حجم قریباً ۲۳ سطریں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک بھی کہ تیس سورتیں خدا کی طرف سے نازل ہو چکی تھیں، رسولِ خدا کے مٹھی بھر ساتھیوں کے ایمان و یقین میں مزید پختگی پیدا کرنے کی گنجائش باقی تھی۔ اور کفارِ مکہ کو مزید دھمکیاں دے دے کر اسلام کی طرف لانے کی ضرورت بڑھ رہی تھی، اسی لئے اس سورت میں موسیٰ اور فرعون کا قصہ سنا کر بتایا گیا ہے کہ فرعون پر کیونکر عذابِ الٰہی نازل ہوا۔ پھر اللہ کی لاتعداد نعمتوں کا ذکر کیا ہے کہ انسان ان پر غور نہیں کرتا، وغیرہ وغیرہ۔

اس سورت کے بعد المرسلٰت (۷۷) کی سورت نازل ہوئی، جس کا حجم قریباً ۲۱ سطریں ہیں۔ اس سورت میں بھی مختلف طریقوں سے قوموں کی ہلاکت کی دھمکیاں دے دے کر کفارِ مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ خدائے لایزال کے جبر و قہر کے آگے جھک جائیں۔ خدا کے پیغام کو جھٹلانے والوں کو بار بار ہلاکت اور تباہی وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ○ کے الفاظ میں دی گئی ہے۔ خدا سے ڈرانے والوں کو آئندہ چل کر بادشاہت زمین حاصل کرنے کی خوشخبری دی گئی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان ایام میں بار بار ایک ہی مضمون مختلف پیراؤں سے بیان کرنے کی شدید ضرورت تھی تاکہ مسلمانوں کے ایمان پختہ تر اور کافروں کا انکار نرم تر ہوتا جائے۔

اسی قطع کی سورت سورۃ النّبا (۷۸) ہے جو سورۃ المرسلٰت کے بعد نازل ہوئی اور جس میں مزید دھمکیاں اور مزید عمدہ انعامات (جن میں پہلی بار کفار سے جنگ کرنے کے بعد نوجوان خوبصورت عورتوں پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے) کا بیان شد و مد سے ہے اس سورت کا حجم قریباً ۲۱ سطریں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں میں کافروں کی مجلسوں میں شور برپا تھا کہ محمدؐ کے قرآن میں کوئی بڑی خبر (النّبأ العظیم) کافروں پر عذاب یا مسلمانوں کو کامیاب کرنے کے متعلق آنے والی ہے اور کافر آپس میں اس خبر کے متعلق چہ میگوئیاں کرتے تھے۔ کوئی کچھ کہتا تھا کوئی کچھ۔ خدائے زمین و آسمان نے اس خبر کے متعلق کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ○ ثُمَّ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ○ کے الفاظ دو بار کہہ کر کافروں کو چپ کرا دیا یعنی ہرگز نہیں عنقریب ہی کافروں کو علم ہو جائے گا، عنقریب ہی علم ہو جائے گا۔ اس تکرار سے کافر ضرور کچھ نہ کچھ دہشت زدہ ہوئے ہوں گے کہ محمدؐ جو اس قدر وثوق سے دھمکیاں دے رہا ہے، کیا عجب ہے کہ ان میں کوئی حقیقت ہی ہو۔

سورۃ النّبأ کے بعد اسی قطع کی سورۃ الغاشیہ (۸۸) ہے جس کا حجم ۱۲ سطریں ہیں۔ اس میں بڑی بات رسول صلعم کو یہ کہی گئی ہے کہ تم نصیحت کرتے جاؤ، کفار کو عذاب سے ڈراتے جاؤ، تم کوئی ان پر چودھری نہیں ہو کہ (ڈنڈے کے زور سے) ان کو ایمان لانے پر مجبور کرو۔ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَکِّرٌ ○ لَسۡتَ عَلَیۡہِمۡ بِمُصَیۡطِرٍ یہ کافر بالآخر ہمارے حضور میں حاضر ہونیوالے ہیں ہم ان سے پورا حساب ان کی بداعمالیوں کا لے لیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

سورۃ الفجر میں تین انتہائی طور پر عظیم الشان قسموں کے بعد نوعِ انسانی کو تین عظیم الشان سبق !

الغاشیۃ کے بعد سورۃ الفجر (۸۹) نازل ہوئی جس کا حجم ۱۰ سطریں ہیں۔ اس سورۃ کی ابتدا میں انتہائی طور پر معنی خیز قسمیں

ہیں جو اہلِ بینش کے لئے قابلِ غور اِس لئے ہیں کہ خود صاحبِ وحی تعالیٰ نے ان کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس لئے اِن آیات کا ترجمہ پوری تشریح کے ساتھ کیا جاتا ہے:۔

وَالْفَجْرِ(*) ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَالَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ۝ هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ۝ : (۴)

اِس بیابانِ کائنات میں جو کروڑوں اور اربوں سال سے نمودار ہے اور جس کی ماہیت تک پہنچنے کے لئے انسان ہزارہا سال سے سر ٹپک رہا ہے اور اُس کو سمجھ نہیں آتا کہ یہ تماشا جو اُس کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے، کیا ہے اور کیوں ہے، ایک خاص الخاص اور عظیم الشان فجر(*) (الفجر) (یعنی پَو کا پھٹنا) انسان کی اپنی جدوجہد اور اُس کے انتہائی علم و تجربہ حاصل کر لینے کے بعد واقعہ ہوگی جو ہیبت ناک، وحشت انگیز، حیران کر دینے والی دس راتوں (لیالِ عشر) کے کٹ جانے اور گزارنے کے بعد منصۂ شہود پر آئے گی! ان دس راتوں کے عظیم الشان اندھیروں میں انسان اپنے تمام حواسِ ظاہری اور باطنی کو کائنات کی حقیقت کی دریافت کے ضمن میں اُجالوں اور روشنیوں کو ٹٹول ٹٹول کر اِس خاص الخاص فجر کی طرف لپک لپک کر پہنچے گا جس کے نمودار ہونے پر کائناتِ فطرت کا تمام راز یکسر عیاں ہو جائے گا۔ اور انسان پورے وثوق سے کہے گا کہ میں نے خالقِ زمین و آسمان کے اس سربستہ راز کو پا لیا جو کروڑوں اور اربوں سال سے اِس امر کا منتظر تھا کہ خدائے عالیان کا بنایا ہُوا اشرف الخلق انسان ان دسوں پردوں کو یک بیک اُٹھا کر یہ زنگاری کے معشوقِ حقیقی کے چہرے سے نقاب اُٹھا دے تاکہ حق اپنے اصلی حسن میں جلوہ گر ہو اور اُس کا نادیدہ عاشق دیدار اور وصال کی آخری منزل تک پہنچ سکے۔ ہاں! تو میں اُس الفجر اور اُس لیالِ عشر کی قسم کھاتا ہوں!!!

(اور اِس کائناتِ جہاں میں جس کی وسعت اربوں میل تک پھیلی ہوئی ہے اور اُس کا کنارہ کہیں نظر نہیں آتا، جس کی پہنائے بیکراں میں کروڑوں اور اربوں ستارے اِس طرح پھیلے ہوئے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک ستارے کی روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی ثانیہ (سیکنڈ) کی رفتار سے چل کر زمین پر رہنے والے انسان کی آنکھ تک کئی دس لاکھ سالوں میں پہنچتی ہے، اِس بحرِ بے پایاں اور پہنائے لامتناہی میں جُفت اور طاق یعنی الشفع اور الوتر کا سلسلہ ہر جگہ بندھا ہے۔ کوئی شے اگر کسی دوسری شے سے پیوست ہے تو وہ جُفت ہے اور کوئی شے اگر بنفسِ خود قائم ہے تو وہ طاق ہے۔ کوئی موجود بالذات ہے تو دوسری کسی تیسری شے کی وجہ سے موجود ہے۔ اِس بنا پر میں الشفع اور الوتر کی قسم کھاتا ہوں۔ تو لوگو! کیا اہلِ دانش اور صاحبِ بینش انسانوں کی نگاہ میں یہ چاروں قسمیں انتہائی طور پر وزن دار قسمیں نہیں:۔ هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ (۴)

(*) اِس الفجر کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے سورۃ القدر کی تشریح (صفحہ ۹۵) کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے۔

(۴) وحی کے اپنی الفاظ سے عیاں ہو جاتا ہے کہ یہ سب قسمیں (اور گواہیاں) عظیم الشان گواہیاں ہیں۔

Marfat.com

ان عظیم الشان قسموں کے بعد اس سورۃ میں کہا گیا ہے کہ خدا نے بڑی بڑی طاقت ور اور صاحب جاہ و جلال اُمتیں ہلاک کر دیں، قوم عاد کو جو بڑے بڑے شاندار اور سر بفلک ستونوں کی معمار تھی، جس کے اونچے اونچے محل اس امر کے شاہد تھے کہ اس جیسی جابر اور قاہر قوم دنیا میں پیدا نہ ہوئی ہوگی، خدا نے ملیا میٹ کر دیا، قوم ثمود کو فنا کر دیا جنہوں نے پہاڑوں کے اندر کے پتھروں کو میلوں تک کاٹ کاٹ کر زمین دوز محل تیار کئے تھے : (اَلَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ) فرعون جیسے صاحب کبریا و جبروت شخص کی قوم کو خاک بسر کر کے چھوڑا جس نے زمین کی سطح پر پتھر کے اتنے بڑے بڑے پہاڑ (یعنی اہرام مصر) کھڑے کر دیئے تھے کہ وہ پہاڑوں کی طرح بڑی بڑی میخیں معلوم دیتے تھے (وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ) یہ اس لئے کہ ان قوموں نے خدا کے قانون سے سرکشی کی تھی اور زمین پر فساد مچایا تھا۔

اسی سورۃ میں زور دیا گیا ہے کہ عرب کے لوگ یتیم اور مسکین کی خاطر داری نہیں کرتے، مرے ہوئے لوگوں کا ترکہ ہضم کر جاتے ہیں، مال سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ گویا بے رحم، بددیانت اور بخیل ہیں۔ مقصد ان حکموں سے یہ تھا کہ قوم کے افراد میں رواداری، باہمی رحمت و رافت، دیانت داری اور قربانی مال کے جذبے پیدا ہوں اور قوم کی بنیادیں مضبوط ہوں۔

قوموں کو زندہ کرنے کے تین عظیم الشان سبق

بھاری اور وزن دار قسموں کے کھانے سے غرض یہ تھی کہ قوم کے دلوں کے اندر یہ بات کالنقش فی الحجر کر دی جائے کہ بڑی سے بڑی تنومند قومیں بھی خدا کے قہر و غضب میں آ کر ہلاک کر دی جاتی ہیں اور انسان کے لئے قانون فطرت یہ ہے کہ قوم کے افراد انتہائی طور پر آپس میں رحمدل، انتہائی طور پر دیانت دار، فراخ دل اور وسیع القلب ہوں تاکہ موقع پر قربانی مال کر کے قوم کو کامیابی کی منزل تک پہنچا سکیں۔

سورۃ القیامۃ میں تلقین کہ قرآن عظیم صرف اس کے حکموں پر پورا عمل کرنے سے ہی واضح ہو سکتا ہے!

سورۃ القیامۃ (۷۵) میں جو سورۃ الفجر کے بعد نازل ہوئی اور جس کا حجم قریباً ۴۲ سطریں ہیں، رسول خدا کے ساتھیوں کو یوم قیامت کے واقع ہونے کے متعلق یقین دلایا گیا ہے تاکہ ان کے اعمال اور درست ہو جائیں۔ پھر قرآن کے متعلق کہا ہے کہ اس کو سمجھنے میں جلدی نہ کرو[×]۔ قرآن کو یکجا جمع کر دینا خدا کے ذمے ہے لیکن جب وہ اس مجتمع حیثیت میں تمہارے سامنے پڑھ دیا گیا تو تم اس خدا کے بھیجے ہوئے قرآنی احکام کی پورے طور پر تعمیل کرو۔ پھر جوں جوں تعمیل کرتے جاؤ گے، ہم قرآن کی دقیق اور مشکل آیتوں کی تشریح کرتے جائیں گے۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ۔ پھر اسی طرح اور آیتیں ہیں جن کا مقصد رسول صلعم کے ساتھیوں میں روز قیامت کے متعلق خوف پیدا کر کے

(×) لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ○ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ○ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ○ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ○ کا صحیح ترجمہ ہے۔

Marfat.com

اُن میں وہ اعمال پیدا کرنا ہے جن پر قومی زندگی کا دارومدار ہے۔

سُورۃ التطفیف میں تعلیم کہ تجارت میں پُوری دیانتداری کرنے سے ہی قوم زندہ اور مضبوط رہ سکتی ہے!

سُورۃ القیامۃ کے بعد سُورۃ التطفیف (۸۳) نازل ہوئی جس کا حجم ۲۲ سطریں ہیں۔ اِس سُورۃ میں کم تولنے والے اور گاہکوں کو دھوکہ دینے والے دُکانداروں کو عذاب خُدا سے ڈرا کر اس شدید ترین بُرائی کا قلع قمع کرنے کی سعی زوردار الفاظ میں کی گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عرب قوم میں اجتماعی بُرائیاں اِس حد تک پہنچ چکی تھیں کہ معمُولی نفع کی اُمید پر تجارت کرنے والوں کے ضمیر اِس قدر ذلیل اور بے حس ہو گئے تھے کہ وہ سُودا کم تولتے اور گاہک کو ناقص مال پُوری قیمت کے عوض میں دینے سے نہ جھجکتے۔ اخلاقی گراوٹ کی یہ وُہ ادنیٰ سطح تھی جس سطح پر قوم کا ہر فرد دُوسرے کو کاٹ کھانے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور وہ قوم بربادی کے کنارے آ لگتی ہے۔ اِس بنا پر یوم قیامت کا خوف بار بار دلا کر افراد کی اصلاح کرنا انتہائی طور پر ضرُوری ہو گیا تھا۔

یتیم اور مسکین سے عُمدہ سلُوک کی تاکید!

سُورۃ تطفیف کے بعد سُورۃ الحاقۃ (۶۹) نازل ہُوئی جس کا حجم تقریباً ۴۰ سطریں ہیں۔ اِس سُورۃ میں علیٰ ہذا القیاس پھر روز قیامت اور یوم حساب سے قوم کو زوردار لفظوں میں جو عرب جیسی اُجڈ قوم پر اثر کر سکیں ڈرایا گیا ہے۔ اِسی سُورۃ میں پھر مسکینوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب دی گئی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ رسُول صلعم قوم کی اِس بُرائی سے کہ وہ یتیموں اور مسکینوں سے بُرا سلُوک کرتی تھی، اس قدر سخت طور پر متاثر تھے بلکہ یہ بُرائی قوم میں اس قدر عام ہو گئی تھی کہ وحی کے الفاظ بار بار اُن پر اِسی مضمُون کے نازل ہوتے۔ کچھ وقفے کے بعد اِسی سُورۃ میں قرآن کے متعلق پھر اِس امر کی تصدیق کی گئی ہے کہ یہ قرآن ایک بڑے قابلِ عزت پیغامبر کا قول ہے اور کسی شاعر کا قول نہیں۔ نہ کسی جادُوگر کے الفاظ ہیں جیسا کہ کافر لوگ طعنہ دیتے ہیں بلکہ وہ تو خدائے زمین و آسمان کی طرف سے نازل شُدہ پیغام ہے: اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ پھر کہا کہ یہ قرآن عظیم تو اُن کے لئے باعث تذکیر و عبرت ہے جو قانونِ خدا سے خوف زدہ ہیں: وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ پھر کہا، یہی قرآن ہے جس کی ہر بات قطعی طور پر یقینی ہے: وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ۝

سُورۃ الذّٰریٰت میں کفارِ مکہ کی بالآخر شکست کا اعلان اور پہلی اقوام کی ہلاکت کا ذکر!

سُورۃ الحاقہ کے بعد سورۃ الذّٰریٰت (۵۱) نازل ہوئی جس کا حجم تقریباً ۵۲ سطریں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اِس سُورۃ کے

Marfat.com

نازل ہونے تک قیامت کے واقع ہونے اور روزِ جزا کے آنے کے بارے میں کفارِ مکہ میں ہیجان ضرور پیدا ہو گیا تھا۔ وہ چہ میگوئیاں آپس میں کرتے کہ محمدؐ کیوں بار بار اِس روز کا ذکر اپنی وحی میں کرتا ہے۔ وہ مسلمانوں سے طنزاً پوچھتے کہ بھائی یہ تو بتاؤ یہ تمہارا "روزِ قیامت" کب آنے والا ہے؟ اس لئے یہ پہلی بار ہے کہ وحی میں اس سوال کا ذکر کیا گیا ہے: يَسْئَلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ٥: ۵۱/۱، وحی میں اِس سوال کے دو جواب دئے گئے۔ پہلا جواب یہ تھا کہ روزِ جزا و سزا ضرور بالضرور واقع ہونے والا ہے کیونکہ قرآن میں جو بات لکھی ہے وہ حق الیقین ہے۔ اِس سے مُراد یہ بھی کہ عنقریب تم لوگ شکست کھا جاؤ گے اور مارے مارے پھرو گے۔ دُوسرا جواب یہ تھا: يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ٥ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ: ۵۱/۱ یعنی تم پوچھتے ہو کب ہو گا؟ کب کا جواب تو پھر ملے گا، لیکن یہ وہ دن ہو گا کہ تم لوگ آگ پر رکھ کر عذاب دیئے جاؤ گے اور ہم کہیں گے کہ اپنی شرارت کا مزا چکھو، کیونکہ یہی دن تھا جس کی جلدی کیا کرتے تھے[*] گویا یہ بھی کافروں کو دُنیاوی شکست تھی جو پندرہ سولہ برس بعد ہی ۸ھ میں واقع ہوئی جب کہ رسول صلعم نے مکہ کو فتح کیا۔ اِس کے بعد مُسلمانوں کو حوصلہ دلایا کہ انہی چند برسوں کے بعد تم لوگ سرسبز باغوں اور چشموں کے مالک اِس لئے ہو گے کہ تم حُسنِ عمل کرتے تھے۔ فتح مند ہونے کی تڑپ میں دن رات عمل کرتے تھے۔ راتوں کو سویا نہ کرتے تھے اور پھر جب اپنے حُسنِ عمل سے تمام جماعت کو تم نے ناقابلِ شکست کر دیا تو تم صُبح کے وقت اپنی واماندگیوں کا اقرار خُدا کے سامنے کر کے دن بھر پھر حُسنِ عمل میں لگ جاتے تھے۔ تم وہ لوگ تھے جو محتاجوں اور سوالیوں کے پیٹ بھرتے تھے، وغیرہ وغیرہ: اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ٥ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ٥ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ٥ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ٥ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ٥: (۵۱/۱) اِس بیان کے بعد پہلی دفعہ اِس امر کا حیرت انگیز انکشاف ہے کہ اِسی زمین کے اندر خُدا کی بنائی ہوئی مخلوق پر یقین کرنے والوں کے لئے بے شمار نشانیاں ہیں جو زمین کے حقائق کی تلاش کرنے والوں کو ملیں گی، بلکہ خود اِنسان کے اپنے اندر غور و خوض کرنے والے بھی صدہا نشانیاں پائیں گے جو اُن کو فائدہ مند ہو سکتی ہیں: وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ٥ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ٥: (۵۱/۱) گویا مسلمانوں کو پہلی بار تعلیم دی گئی کہ زمین کی پیداوار، معدنیات، بلکہ اِس پر اور اُس کے اندر جو واقعات، حادثات اور سوانحات وغیرہ ہوتے ہیں اُس کا علم حاصل کرنا اِسلام ہے۔ یہ پہلی سُورت ہے جس میں اِنسان کی توجہ زمین اور مخلوقِ خدا کے مطالعہ کی طرف دلائی گئی ہے۔

دُوسرے رکُوع میں اُنہی زوردار الفاظ میں جو عرب کی مُنکر قوم پر اثر کر سکتے تھے، حضرت ابراہیم کی قوم، حضرت موسیٰ کے عہد میں فرعون کی قوم، عاد قوم اور حضرت نوح کی قوم کی تباہیوں کا بیان شد و مد سے کیا گیا ہے تاکہ کافرینِ مکہ اِن واقعات سے عبرت پکڑیں اور اُن کو

(*) لفظاً یہ کہ "مجھ سے جلدی طلب کرتے تھے"۔

Marfat.com

علم ہو جائے کہ قومیں مجموعی طور پر بھی ہلاک ہوتی ہیں"

صحیفۂ فطرت کی پیدائش پر فخر، جن و انس کی خدا کی غلامی کا اعلان نیز ایک حیرت انگیز علمی حقیقت کا اعلان

تیسرا رکوع حسب ذیل ہے :-

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ۝ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ۝ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝ ع: (۱۵) (سورۃ الذّٰریٰت)

اور ہم نے آسمان کو اپنے دو ہاتھوں سے بنایا اور (دیکھ لو) کہ فی الحقیقت ہم بے پناہ طور پر وسیع القدرت ہیں۔ اور زمین کا بچھونا ہم نے خود بچھایا تو (چاروں طرف نظر مار کر دیکھ لو کہ) ہم کیسے اچھے بچھانے والے ہیں۔ اور (اے ساکنانِ زمین!) ہم نے (دُنیا کی) ہر ایک چیز کے جوڑے بنا دیئے تاکہ تم لوگ اِس سے عبرت پکڑو۔ تو (اے لوگو! اِس حیرت انگیز انکشاف کے بعد کہ زمین و آسمان کی ہر شے کے جوڑے بنائے گئے ہیں اور جن کا ثبوت نہ معلوم انسان کو کتنے ہزار سالوں کے بعد مل سکے) تم لوگ سب کے سب خدا کی طرف بھاگ کر جاؤ کیونکہ میں تمہارے لئے خدا کی طرف سے صاف طور پر ڈرانے والا مقرر ہُوا ہُوں۔ اور لوگو! خدا کے ساتھ کسی دوسرے وجود کو اپنا حاکم اور آقا تسلیم نہ کرو، کیونکہ میں تمہارے لئے خدا کی طرف سے واضح طور پر ڈرانے والا ہُوں۔ بعینہٖ جس طرح کہ اب حالات ہیں۔ ان کافرینِ مکّہ سے پہلے انسانوں کے پاس کوئی رسُول نہیں آیا مگر یہ کہ لوگوں نے اُس کو جادوگر یا پاگل کہا۔ کیا ان لوگوں نے اِس بات کی آپس میں وصیت کر دی تھی (جو مکّہ والوں تک پہنچی) بلکہ مکّہ والے ہیں ہی سرکش لوگ۔ تو اے محمدؐ! تو اِن سے الگ رہ کیونکہ ان کے کفر کی وجہ سے تجھے ملامت نہیں ہو سکتی: اور ان کو عبرت دلاتا جا کیونکہ یہ عبرت دلانا ایمان والوں کے لئے نفع مند ہوتا ہے۔

اور اے ساکنانِ زمین!) میں نے تو جن و انس کو پیدا ہی نہیں کیا مگر اِس لئے کہ وہ میری ہی ملازمت اختیار کریں۔ (اور یہ ملازمت بھی ان کے اپنے ہی نفع اور اپنے ہی بھلے کی ہے) کیونکہ میں اُن سے کوئی رزق حاصل کرنے کی اُمید نہیں رکھتا، نہ اس کی خواہش رکھتا ہُوں کہ وہ

Marfat.com

مجھے کھانا کھلائیں گے۔ بے شک و شبہ خدا خود ہی بڑا رزق دینے والا اور مکمل طور پر صاحب قدرت و اختیار ہے۔ تو فی الحقیقت وہ لوگ جو (خدا کی باندھی ہوئی حدوں سے تجاوز کر کے) ظالم بن گئے ہیں، اُن کو وہی حصہ سزا کا ملے گا جو اُن کے ساتھیوں کو (جو پہلے ہو گزرے ہیں) ملا تھا۔ (تو کافرینِ مکہ کو چاہیئے کہ) وہ عذاب کی جلدی کا مطالبہ نہ کریں۔ ورنہ کافروں کو تو اُس دن (یقینی طور پر) ہلاکت ہے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

اِس تیسرے رکوع کے الفاظ وَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ کے الفاظ میں اِنسان کے لئے علم و خبر کا وہ پہاڑ چھپا ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سائنسدان اگلی کئی صدیوں تک اِس عُقدہ کو پورے طور پر حل نہ کر سکیں گے لیکن قرآن خدائی معلومات کا وہ لامتناہی خزانہ ہے کہ اُس کا پاسنگ بھی ابھی تک اِنسان کو میسر نہیں ہوا۔

سُورۃ الطّور میں دُوسری دفعہ کفار کی عورتوں پر بعد از جنگ قبضہ کرنے کی کنایتہً ترغیب؟

سُورۃ الذّٰریٰت کے بعد سورۃ الطّور (۵۲) نازل ہوئی جس کا حجم قریباً ۴۴ سطریں ہیں۔ اِس سُورۃ میں پھر کافروں کے عذاب اور ایماندار لوگوں کی باغات میں نعمتوں کے ملنے کا بیان شدّومد سے ہے اور دوسری دفعہ بڑی بڑی آنکھوں والی حُوروں[x] کے اُن سے نکاح کر دینے کا ذکر ہے۔ تمام سُورت اوّل سے آخر تک اِنہی دو مضامین پر مشتمل ہے۔ جس سے اخذ ہوتا ہے کہ کفارِ مکہ بدستور اپنی ایذا دہی میں مصروف تھے اور بار بار اُن کو عذاب کی دھمکیاں اور ایمانداروں کو قریبی فتح کے حاصل ہونے کا یقین دلایا جا رہا تھا تاکہ مُسلمان ثابت قدم رہیں۔ کافر، معلوم ہوتا ہے کہ رسول صلعم کو بار بار کاہن یعنی جادوگر، پاگل اور شاعر ہونے کا طعنہ دیتے تھے اور آپس میں اس انتظار میں رہتے تھے کہ رسولؐ کا جادو جو سادہ لوح مومنوں پر ڈالا جا رہا ہے عنقریب زمانہ کی گردش سے ختم ہو جائے گا اور اُن کا لایا ہوا دین فنا ہو جائے گا۔ وحی کے ذریعے سے رسولؐ کو کہا گیا کہ تم اِن کافروں کو کہہ دو کہ ہاں! انتظار کرتے جاؤ، مَیں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں کہ کون بالآخر فنا ہوگا۔ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۝ دوسرا الزام کافروں کا یہ تھا کہ قرآن اُس نے خود بنا لیا ہے، خدا کی طرف سے نہیں آیا۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ: اِس کا جواب یہ دیا ہے کہ اگر ایک اِنسان نے قرآن کو خود بنا لیا ہے تو تم بھی اس جیسا کوئی قول بنا لاؤ۔ پھر مختلف طریقوں سے کفارِ مکہ سے خطاب کر کے اُن کی تذلیل کی ہے جس سے اخذ ہوتا ہے کہ اِس زمانے تک کفار کے حلقوں میں قرآن کے متعلق کافی ہیجان پیدا ہو چکا تھا حالانکہ ابھی تک صرف چالیس چھوٹی چھوٹی سُورتیں نازل ہوئی تھیں جن کا مجموعی حجم کم و بیش صرف ۶۱۹ سطریں تھیں۔ ایمانداروں کو پھر دوسری[۴] دفعہ خوبصورت عورتوں کے ملنے کا لالچ دیا گیا تاکہ یہ تخیّل پیدا ہو کہ میدانِ جنگ میں فتح حاصل کر کے

(x) وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝ کے الفاظ کہہ کر مُسلمانوں کو یہ ترغیب دینی تھی کہ وہ میدانِ جنگ کے لئے تیار ہو کر کفار کی خوبصورت عورتوں پر قبضہ کریں۔

(۴) پہلی دفعہ سورۃ النّبا میں وَكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۝ یعنی "نوجوان ہم عمر عورتیں خدا سے ڈرنے والوں کو دی جائیں گی۔" کا ذکر ہے (دیکھو صفحہ ۱۰۴)

دشمنوں کی عورتوں کو قیدی بنا کر لانے کی تیاری کریں۔ اس تخیل کو اس ترغیب سے پیدا کرنا اس لئے ضروری تھا کہ ابھی ان چار سالوں میں کہ مٹھی بھر مسلمان چاروں طرف سے مصیبت میں گھرے ہوئے تھے، وہم بھی پیدا نہ ہو سکتا تھا کہ وہ کافروں سے لڑ کر ان کی عورتیں اپنے قابو میں لا سکیں گے۔ اسی سورت میں مسلمانوں کی مزید تسلی کے لئے یہ بھی کہا گیا کہ اگر تمہارے بال بچے اور عورتیں بھی تمہارے ساتھ ایمان لے آئے تو وہ بھی ان انعاموں میں حصہ دار ہوں گے جو تمہاری سعی و عمل سے تم کو حاصل ہوں گے۔

سورۃ الواقعہ میں قرآن حکیم کے نادر الوجود اور قابل قدر ہونے کا اعلان!

سورۃ الطور کے بعد سورۃ الواقعہ (۵۶) نازل ہوئی جس کا حجم تقریباً ۶۴ سطریں ہیں۔ اس تمام سورۃ میں اول سے آخر تک عمدہ عمل کرنے والوں کی جزا اور منکرین کی سزا کی کیفیت کا ذکر تفصیل سے ہے۔ حالات چونکہ ایسے تھے جن کا ذکر اوپر ہوا، اس لئے مسلمانوں کو ثابت قدم کرنے کے ساتھ ساتھ منکرین کو بار بار ڈرانے کی ضرورت مسلسل تھی۔ قرآن کے متعلق کفارِ مکہ کو حسب ذیل تنبیہ اس سورت میں ہے جو ضرور منکرین مکہ کو متاثر کئے بدوں نہ رہ سکتی ہوگی:

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۝ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝
فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ
اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ۝ (۸۲-۷۵) (سورۃ الواقعہ)

تو میں آسمان کے ستاروں کے مقاموں کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور اگر تم کو ان مقاموں کا علم ہوتا تو ضرور کہہ دیتے کہ درحقیقت یہ قسم ایک بہت ہی بڑی قسم ہے کہ بلاشک و شبہ یہ قرآن ایک نہایت ہی باعزت صحیفہ ہے جو ایک لپٹی ہوئی کتاب کے اندر ہے۔ کوئی شخص اس گراں قدر صحیفہ (کے مطالب) کو چھو تک نہیں سکتا مگر وہ لوگ جو پاکیزہ نگاہ (کے) ہیں۔ (ایسا کیوں نہ ہو اس لئے کہ) یہ دنیا جہاں کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہوا ہے۔ تو کیا تم ایسے کلام سے بے پرواہی روا رکھو گے اور اس کو جھوٹا قرار دینا اپنا روزینہ بنا لو گے۔

سورۃ المعارج (۷۰) میں جو سورۃ الواقعہ کے بعد نازل ہوئی اور جس کا حجم تقریباً ۴۴ سطریں ہیں، کافروں پر آنے والے عذاب کی مزید تفصیل کے علاوہ دینِ اسلام کی بنیادی اخلاقی تعلیم حسب ذیل الفاظ میں پہلی بار دی گئی ہے:-

(×)
اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝
الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ(×) دَآئِمُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝

(×) حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ۚ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ۙ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ۚ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۝ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝ؕ (۴۱)

اِس میں شک نہیں کہ انسان بڑا تھڑدلا پیدا کیا گیا ہے۔ جب اُس کو کوئی مصیبت آتی ہے تو ہائے وائے کرنے لگتا ہے اور اگر کوئی خوشحالی نصیب ہو تو بخیل ہو جاتا ہے۔ مگر وہ لوگ جو خُدا کے آگے جُھک کر خدا کو اپنا آقا اور حاکم فی الحقیقت ماننے والے ہیں (المصلّین)(x) اور اپنے اِس خوفِ خدا پر دائم اور قائم ہیں' اِس سے مستثنٰی ہیں۔ نیز وہ لوگ جن کے مالوں میں محتاج اور محروم لوگوں کا ایک مقرر حصّہ ہے اور وہ لوگ جو (اپنے عمل سے) روزِ جزا و سزا کے واقع ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو عذابِ خدا سے (بہیم) ڈرتے رہتے ہیں (اور سمجھتے ہیں کہ) اُن کے پروردگار کا عذاب بے پناہ ہے۔ نیز وہ لوگ اِس سے مستثنٰی ہیں جو اپنی شرمگاہوں کو (زنا سے) بچاتے ہیں اور اُن کو صرف اپنی بیویوں یا (میدانِ جنگ سے قیدیوں کی حیثیت سے) اپنے دونوں ہاتھوں کی قوّت سے حاصل کی ہوئی (مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ)(۴) عورتوں پر استعمال کرتے ہیں، کیونکہ ایسی حالت میں وہ قابلِ الزام نہیں اور جو شخص اِس کے علاوہ اور عورتوں کی طرف رغبت کرتا ہے تو وہ یقینی طور پر حد سے تجاوز کر رہا ہے (اور قابلِ سزا ہے) اور وہ لوگ مستثنٰی ہیں جو اپنی امانتوں اور اقراروں کے پکّے ہیں اور وہ اپنی گواہیوں کے وقت راست باز ہیں اور وہ لوگ جو خُدا کے آگے اپنے اقرارِ عبودیّت کے بعد اِس عبودیّت اور ملازمت کے سب لازمات کی حفاظت کرتے ہیں۔ تو ایسے لوگ ہی ہیں جو آگے چل کر بادشاہت زمین (جنّت) حاصل کرنے کی دولت سے سرفراز ہوں گے۔

سُورۃ المعارج میں زندہ قوم کے کردار کی حیات انگیز تعلیم!

ان محاکموں سے ظاہر ہے کہ علاوہ یتیم اور محتاج اور سائل کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانے اور اُن سے عمدہ سلوک کرنے کا (جن کا ذکر کئی بار پہلی سُورتوں میں ہو چکا ہے) اسلامی اخلاق ایک مُسلمان سے حسبِ ذیل اعمال کا مطالبہ کرتا ہے:۔ اوّل۔ خدا کے مُلازم اور غلام ہونے کا عملی اور پیہم اقرار، دوئم:۔ خدا کی سزا کا پیہم خوف، سوئم:۔ زنا سے بچنا، چہارم:۔ اِمانتوں میں بد دیانتی قطعاً نہ کرنا اور جو اقرار کسی سے کر لیا ہے اُس کو بہر صورت اور بہر قیمت پورا کرنا، پنجم:۔ شہادت دینے کے وقت پُورے طور پر راست باز ہونا، ششم:۔ لفظی اور زبانی

(x) اَلْمُصَلِّيْن کے معنی نماز پڑھنے والا کرنا پیش از وقت ہے کیونکہ اُس وقت تک تو الصَّلٰوۃ کا حکم ہی نہیں ملا تھا۔

(۴) مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ کے لفظی معنی یہ ہیں کہ جن عورتوں پر اُن کے دونوں ہاتھوں نے قبضہ کیا ہے۔

Marfat.com

اقرارِ عبودیت کے بعد تمام دن اور رات اِس عبودیت کو عملاً نباہنا۔ دینِ اسلام کا دعوٰے تھا کہ جس قوم کے اکثر افراد میں یہ خاصیتیں ہوں گی وہی زمین کے باغات کی وارث یقینی طور پر ہو گی۔ غور سے دیکھا جائے تو یہی خاصیتیں ہر زندہ قوم کے افراد میں بدرجۂ اتم موجود ہوتی ہیں اور جب یہ خاصیتیں ماند پڑ جاتی ہیں تو قوم کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔

سُورۂ الرّحمٰن میں صحیفۂ فطرت کو سامنے رکھ کر عظیم الشّان حقائق کا اعلان!

سُورۂ المعارج کے بعد سُورۂ الرّحمٰن (۵۵) نازل ہوئی جس کا حجم ۵۶ سطریں ہیں اور جو قرآن کی ایک مشہور سُورت ہے اور جس کے متعلق اختلافِ رائے بھی ہے کہ مسلمانوں کے ایک طبقہ نے اِس سُورت کو مکی کہا ہے اور دُوسروں نے مدنی قرار دیا ہے۔ اِس سُورۃ کے وہ اجزا جن سے مستقبل سبق اخذ ہوتے ہیں حسبِ ذیل ہیں:۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ۝ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ ۝ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِیْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ ۝ وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ ۝ : (۵۵/۹)

لوگو! خدا وہ انتہائی طور پر رحم کرنے والا خدا ہے جس نے (نسلِ انسانی کی ہدایت اور راست روی کے لئے) قرآن (کا علم تم لوگوں کو) دیا (اور سب سے زیادہ قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ) اُس نے اِنسان (جیسی اشرف المخلوق مخلوق) کو پیدا کیا اور (اِس سے زیادہ لائقِ غور و خوض بات یہ ہے کہ) اُس نے اِنسان کو (ایک دُوسرے کی بات سمجھنے کے لئے) بولنا سکھلایا (جو کسی خاصیت کسی دُوسری مخلوق میں نہیں)۔ (لوگو! ایک انتہائی طور پر تعجب خیز واقعہ یہ ہے کہ) سُورج (کا زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا کرّہ) اور چاند (جیسا رات کو روشنی دینے والا سیّارہ) دونو (روزِ اوّل سے) ایک مقررہ اندازے کے مطابق چل رہے ہیں (اور اِس اندازے میں ایک سرِ مُو فرق آج تک نہیں آیا) اور (اِس سے بھی زیادہ حیران کن امر یہ ہے کہ) تارے (جو سُورج اور چاند سے اربہا میل دُور اور بظاہر کسی ترتیب و نظم کے ماتحت چلتے نظر نہیں آتے) نیز درخت (جو زمین پر ایک جگہ مقیّد اور پا بہ گل ہیں اور بظاہر کسی نظام کے پابند نظر نہیں آتے) دونوں کسی برتر ہستی کے (بنائے ہوئے قاعدوں کے) سامنے سجدہ کر رہے ہیں اور آسمان کو خُدا نے بلند کر دیا ہے اور اِس میں ایک تول اور توازن اِس لئے قائم کر دیا کہ تم اِنسان اِس میزان کے ہوتے ہُوئے سرکشی اور تجاوز نہ کرو اور اِس وزن کو قائم کرو اور اِس میزان میں (اپنی سرکشی کے باعث) کسی طرح کی کمی نہ کرو۔

سُورۂ الرّحمٰن میں صحیفۂ فطرت کے کمالِ نظم و نسق سے سبق حاصل کرنے کی تلقین اور دیگر حقائق؟

قرآن جیسی کتاب کا اِنسان کو دینا جس میں صدہا باتیں علم اور خبر کی اِنسان کی آئندہ دریافت کے لئے اشارۃً کہہ دی

Marfat.com

ہیں۔ انسان کو گویائی کی طاقت عطا کرنا جو کسی دُوسرے حیوان کو میسّر نہیں، سُورج اور چاند کا ایک اندازے کے مطابق چلے چلنا، ستاروں اور درختوں کا ایک قانون کے آگے جھکنا، آسمان میں لاکھوں ستاروں کے ہوتے ہوئے سب کا ایک توازن اور اعتدال پر رہنا اور اس توازن اور اعتدال کو دیکھ کر انسان کا اس اعتدال کے سبق کو صحیفۂ فطرت سے حاصل کرنا وہ حقیقتیں ہیں جن پر غور کرکے انسان دنگ رہ جاتا ہے اور معاً اس نتیجے پر پہنچاتی ہیں کہ اس دُنیا میں کوئی کارساز ضرور موجود ہے جو اس نظم ونسق کو چلا رہا ہے۔ اسی سُورت میں ہے:۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۚ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ : (۵۵)

جو کوئی اس زمین پر ہے، فنا ہونے والا ہے اور صرف تیرے پروردگار کی ذات باقی رہ جائے گی جو بڑا صاحب جلال وعزت ہے (تو اے جن و انس کے دو گروہو! جو اس زمین پر بطور قائد اور مقتدی کے ہمیشہ سے رہے ہو) تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمتوں کو جھوٹ سمجھتے رہو گے جو کوئی وجود زمین و آسمان میں ہے اُسی ربّ عظیم کا محتاج اور سوالی ہے۔ وہ ربّ عظیم ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مصرُوف ہے۔ تو اے جنّ و انس کے گروہو! تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمتوں کو جھوٹا سمجھو گے؟

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا ۚ لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ : (۵۵)

اے جن و انس کے گروہو! اگر تمہاری طاقت اور استطاعت اس قدر ہے کہ تم آسمان و زمین کی حدود سے باہر نکل سکو تو نکل جاؤ۔ تم (حکومت کی) سند کے بغیر ہرگز نہ نکل سکو گے، تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

مقصد یہ ہے کہ اس زمین پر ایک گروہ قائدین کا ہے (جو عوام الناس کی نظروں سے چھپا رہتا ہے اور اسی چھپے رہنے کے باعث الجن ہے)۔ جو دُوسرے گروہ یعنی مقلدین (یعنی عوام الناس جو آپس میں مل کر رہتے ہیں اور اسی باہمی اُنس کی وجہ سے الانس کہلاتے ہیں) کو اپنی قیادت کے زور پر کبھی اِدھر اور کبھی اُدھر پھینکتا رہتا ہے تو یہ دونوں گروہ زمین و آسمان کی سلطنت سے باہر نہیں نکل سکتے اور ان دونوں کو ربّ زمین و آسمان کی محتاجی کے سوا چارہ نہیں۔ اسی سُورت میں ہے:۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ ۝ : (۵۵)

اور جو فرد یا قوم اپنے پروردگار کے (بلند) مقام سے خوف زدہ رہ کر اُس کے احکام کو عملاً مانتی رہی تو اُس کو آسائش اور آرام کے دو دُنیاوی جنّت ملیں گے (یعنی ایک قوم کو دُنیاوی بادشاہت کی جنّت اور ایک فرد کو شخصی آسائش کی دُنیاوی جنّت)۔ ان دونوں جنّتوں

میں دو جاری چشمے (آسودہ حالی اور خوشحالی کے) ہوں گے اور ہر قسم کے میووں کے دو دو جوڑے ۔ تو اے جن و انس کے گروہو! تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں سے مکرو گے؟

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۙ مُدْهَآمَّتٰنِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ (۵۵)

اور ان دونوں دُنیاوی جنتوں کے علاوہ دو اُخروی جنّت بھی ہوں گے (جو اسی طرح کی اُخروی خوشحالی کے دو باغ ہوں گے) ان میں بھی (اسی طرح کے) دو (رفاہ حالی اور آسائش کے) اُبلتے ہُوئے چشمے ہوں گے ۔ اور ان دونوں قسموں کے دو دو جنتوں میں جو رنگاہ والی خوبصورت عورتیں (قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ) اور پاکیزہ صورت نیک سیرت بیبیاں (خَیْرٰتٌ حِسَانٌ) ہوں گی جو خیموں میں بند ہوں گی (مَقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ)؛ اور جن کو ان سے پہلے کسی جن و انس نے نہ چھُوا ہوگا (لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۚ)

الغرض اس سورت میں بھی انسان کی اس دُنیا میں کامیابی کا سبق قانونِ خدا کی مکمل تعمیل، ہر عمل میں قسط و اعتدال پر رہنا، صحیفۂ فطرت کے کمال نظم و نسق کو مشاہدہ کرکے اپنے اعمال میں توازن قائم کرنا قرار دیا گیا ہے جو اگر غور سے دیکھا جائے تو حیرت انگیز طور پر صحیح اور نتیجہ خیز سبق ہے اور قرآن حکیم کو ایک نہایت بلند پایہ کتاب ثابت کرتا ہے ۔ ضمناً یہاں بھی خوبصورت عورتوں کا دونوں قسم کے دونوں باغوں میں ذکر ہے اور مقصد مٹھی بھر مسلمانوں میں ان عورتوں کا میدانِ جنگ سے حاصل کرنے کی تیاری ابھی سے کرانا تھا تاکہ آخرت کے جنتوں میں بھی اسی قسم کی عورتیں بعد از مرگ مل سکیں ۔ کفار کو جو عذاب آگے چل کر ملنا ہے ۔ اس کی تفصیل بھی اسی سورت میں ہے' اس لئے اس سورت کا رنگ بھی پہلی سورتوں سے ملتا جلتا ہے اور غالباً یہ سورت مکی ہے ۔

باقی پانچ مختصر سورتوں کی اخلاقی تعلیم اور مسلمانوں کو عرب توہمات سے الگ تھلگ رہنے کی تلقین !

سورۃ الرحمٰن کے بعد سورۃ الاخلاص (۱۱۲) (قریباً دو سطریں)' سورۃ الکٰفرون (۱۰۹) (۳ سطریں)' سورۃ الفلق (۱۱۳) (۳ سطریں)، سورۃ الناس (۱۱۴) (۳ سطریں) اور سورۃ الفاتحہ (۱) (پانچ سطریں) کی پانچ سورتیں ہیں جن کا مجموعی حجم قریباً ۱۵ سطریں ہے اور جو قرآن کی سب سے چھوٹی سورتیں ہیں ۔

سورۃ اخلاص میں کہا ہے کہ اے محمدؐ! اعلان کر دو کہ خالق زمین و آسمان صرف ایک ہی ہے ، وہ تمام کائنات سے بے نیاز ہے ۔ (وہ قائم بالذات ہے' ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا ، اس لئے) وہ نہ کسی شے سے پیدا ہوا ، نہ اُس کی ذات سے کوئی شے پیدا ہوئی ۔ اس بنا پر کوئی دُوسری شے اُس کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی ۔

Marfat.com

سورۃ الکٰفرون میں کہا ہے کہ اے محمدؐ! تم کافروں کو کہو کہ میں تو ہرگز اُس کا ملازم نہیں ہوں گا جس کے تم ملازم ہو، اور نہ مجھے اُمید ہے کہ تم اُس پاک ذات کی ملازمت اختیار کرو گے جس کی نوکری میں کر رہا ہوں تو اِس حالت میں تمہیں تمہارا دین سلامت رہے اور مجھے میرا دین۔ ہم ایک دُوسرے سے تعرض نہیں کرتے۔ مقصد یہ تھا کہ کفارِ مکہ مزید ظلم کرنے سے باز آئیں اور سمجھیں کہ رسول صلعم صلح کرنے پر آمادہ ہے۔

سورۃ الفلق (۱۱۳) میں کہا ہے کہ اے محمدؐ! کہہ دو کہ میں پناہ مانگتا ہوں خدا کی۔ جو صبح کی روشنی پیدا کرنے والا ہے، نقصان پہنچانیوالی مخلوق سے اور اُس اندھیری رات سے جس میں راہِ راست ملنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ نیز پناہ مانگتا ہوں خدا کی اُن جادوگرنیوں سے جو خلقِ خدا کو پھونک مار مار کر دھوکہ دیتی ہیں اور پناہ مانگتا ہوں خدا کی اُن حاسدوں سے جو حسد کرتے ہیں۔ مقصد اِس سُورت کا مسلمانوں کو جادُو کے برحق ہونے کے بے ہُودہ اعتقاد سے بچائے رکھنا، اور کفارِ مکہ سے جو مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے اور اُن سے حسد کرتے تھے، الگ تھلگ رکھنا تھا۔

جنّ کا لفظ قرآن میں انسانی قائدین کے گروہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اِس کا قطعی ثبوت!

سورۃ النّاس میں علیٰ ہذا القیاس ربِ ذوالجلال کی پناہ شیطانی وسوسوں سے مانگی ہے جو شیطان انسانوں کے دلوں میں ڈالتا ہے۔ ضمناً اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ کے الفاظ سے واضح ہے کہ از روئے قرآن النّاس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک جنّ اور دُوسری النّاس۔ گویا جنّ بھی انسانوں کی ایک شاخ ہے اور وہ کوئی الگ مخلوق نہیں بلکہ انسان ہی جنّ ہُوا کرتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے واضح کر دیا ہے کہ جنّ انسانوں کا وہ مخصوص طبقہ ہے جو عوام الناس سے چھپا چھپا رہتا ہے گو یا وہ چودھری اور رہنما لوگ جو عوام کو گدھوں کی طرح ہانکتے پھرتے ہیں اور اِنس عام لوگوں کا وہ مخصوص طبقہ ہے جو آپس میں مل جل کر رہتے ہیں یعنی عوام الناس[*]۔ لفظ جنّ سے یہ اخذ کر لینا کہ قرآن "جنوں" اور "بھوتوں" کو مانتا ہے انتہائی طور پر لغو ہے۔ مقصد اِس سُورت کا مسلمانانِ مکہ کو اُن وسوسوں سے بچانا تھا جو اُن کے دلوں میں کفار پیدا کرتے تھے کہ تم بالآخر مارے جاؤ گے، اِس لئے محمدؐ سے علیحدہ ہو جاؤ!

سُورۃ الفاتحہ کے الفاظ کا صحیح ترجمہ

سورۃ الفاتحہ (۱) قرآن حکیم کی پہلی سُورت ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ نبوّت کے چوتھے سال کے اخیر میں یہ سُورت نازل ہوئی۔

(*) قرآن میں دُوسری جگہ ہے یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ: (۶/۱۲۸) اے جنّوں کے گروہ! تم نے تو بہت سے انسانوں کو اپنے پیچھے لگا لیا!

Marfat.com

اِس کا مضمون قریباً ہر مُسلمان جانتا ہے لیکن مفہوم یہ ہے کہ سب جہانوں کا پروردگار قابلِ صد ستائش ہے کہ وہ روزِ جزا و سزا کا مالک ہے۔ اَے پروردگار! (اگرچہ ہم آج اِس سُورت کو ہر نماز میں پڑھتے ہیں اور جاہل لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم تیری عبادت کر رہے ہیں، لیکن ہم اقرار کرتے ہیں کہ) ہم تیری ہی ملازمت کریں گے (اور چوبیس گھنٹے تیرا حکم ہی مانیں گے) اور تجھی سے مدد مانگیں گے۔ تو ہم کو اِس سیدھی راہ پر لے جا، جس راہ پر چل کر تُو اپنے بندوں کو (بادشاہت کا) انعام دیتا ہے۔ ان لوگوں کی راہ پر نہ لے جا جن پر تیرا غضب نازل ہُوا، نہ گمراہوں کی راہ پر لے جا: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝

سُورۃ الفاتحہ کا مقصد مُسلمانوں کے سامنے بادشاہت اور غلبے کا نصب العین پیش کرنا تھا!

پچھلی سُورتوں کی عظیم الشان تعلیم کا خلاصہ

اِس سُورت سے مقصد مُسلمانوں کے آگے بادشاہت، سلطنت اور غلبے کا نصب العین رکھنا تھا۔ اور غالب یہ ہے کہ یہ سورت سنہ ۴ نبوی کے اخیر میں نازل ہوئی۔ اگرچہ عام مُسلمان اِس سُورت کو سنہ ۱ نبوی کے شروع میں رکھتے ہیں۔ اُس وقت تک مسلمانوں کو "نماز" پڑھنے کا کوئی باقاعدہ حکم نہ ہُوا تھا۔ نہ "عبادتِ خدا" کا وہ بیہودہ تخیل جو آج کل مسلمانوں میں کئی صدیوں سے رائج ہے کہ وہ خدا کی "پرستش" کرتے ہیں یا خدا کو پُوجتے ہیں، اُن ایام میں تھا۔ اِس وقت رسولِ خدا کے چند ساتھی صرف خدا کے سامنے اُس کے بھیجے ہُوئے حکموں کی پُوری تعمیل کے علاوہ کھڑے ہو کر کچھ جھکا سا کرتے تھے اور کوئی "رکوع" اور "سجود" یا "قومہ" اور "قعدہ" مقرر نہ ہوئے تھے۔ موجودہ نماز کے متعلق عام طور پر مروی ہے کہ ۲۷ رجب سنہ ۱۰ نبوی کو یعنی سورۃ فاتحہ کے نزول کے چھ سال بعد جب کہ رسولِ خدا اُمِّ ہانی کے گھر میں فروکش تھے، حضرت جبرئیل آئے اور اُس وقت پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم ہُوا۔ لیکن ظہر، عصر اور عشاء کی چار چار رکعتیں سنہ ۱ ہجری میں یعنی دس سال بعد فرض کی گئیں۔ اِس بناء پر سورۃ الفاتحہ میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے یہ معنی لے لینا کہ ہم تیری ہی "عبادت" کرتے ہیں، تجھے ہی پُوجتے ہیں، یا تیری ہی نماز پڑھتے ہیں، انتہائی طور پر لغو اور مضحکہ خیز ہے کیونکہ نمازی جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ خدا ہی کی "عبادت" کرتا ہے اور کسی دُوسرے بُت کی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اِس لئے ایسا اقرار نماز کے اندر فضول ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہ سُورت نماز کے فرض ہونے سے دس برس پہلے نازل ہوئی اور اُس وقت اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے معنی جو اُس وقت کے مُسلمان لیتے تھے، صرف یہ تھے کہ اَے خدا! ہم تیرے ہی بندے بنیں گے اور تیری ہی ملازمت یعنی نوکری اختیار کریں گے اور چوبیس گھنٹے ایک مُلازم کی طرح تیرے ہی حکموں کی تعمیل کریں گے۔ اِس کے سوا کسی رسمی "عبادت" کا تخیل اُس وقت مسلمانوں میں ہرگز نہ تھا۔ یہی خدا کا عملی طور پر "نوکر" بن جانا اور پھر ملازم ہو کر خدا کے بتائے ہوئے کام دن رات کرتے رہنا اُن دنوں "مُسلمان" بن جانے کے مترادف تھا۔ اُن دنوں میں کہ مسلمانوں کو سخت ترین اذیتیں کافروں کی طرف سے دی جا رہی تھیں، خدا نے مسلمانوں کو پہلے پہل بار بار یتیموں اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کا سبق دیا تھا تاکہ آپس میں رحمدلی پیدا ہو، پھر مال کے دینے میں بخل نہ کرنے کا سبق دیا تاکہ اُن میں قربانی مال

Marfat.com

کا جذبہ پیدا ہو، پھر کافروں کو عذاب اور سزا سے بار بار ڈرایا۔ پھر سورۃ مزمّل میں دیر تک خدا کے حضور میں کھڑا رہنے سے منع کیا اور پہلی بار اشارہ کیا کہ اصل مقصد تو مسلمانوں کو کافروں کے قتال کے لئے تیار کرنا ہے۔ پھر زنا سے بچنے، اِمانتوں میں بددیانتی نہ کرنا، سچّی شہادت دینا، وعدوں اور اقرار کو بہ نیت پُورا کرنے وغیرہ کا اخلاق سکھلایا تاکہ مُسلمان بلند ترین کردار و نیات کے مالک ہوں اور وہ آگے چل کر بادشاہِ زمین ہونے کے اہل ہوں پھر دُنیا بار خوبصورت عورتوں سے ملنے کا ذکر کیا تاکہ میدانِ جنگ سے قیدی عورتوں کے پکڑ کر لانے کی تیاری پیدا ہو۔ پھر کہا کہ اُن عورتوں سے مباشرت جائز ہے جن پر تمہارے دونوں ہاتھوں کے زور نے قبضہ کیا ہو (مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ) گویا میدانِ جنگ سے لائی گئی ہوں۔ پھر کہا کہ ہلاکت ہو اُن لوگوں پر جو کم تولتے ہیں اور گاہک کو دھوکہ دیتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ الغرض مکمّل اور طاقتور مُسلمان بننے کی اِس تدریجی تعلیم کے بعد سورۃ فاتحہ میں یہ سبق دیا کہ اِسلام کا صراطِ مُستقیم وہ رستہ ہے جس پر چل کر بادشاہت زمین ملتی ہے۔ اور مُسلمان کو کہا کہ خدا سے اِس صراطِ مستقیم پر چلنے کی درخواست کر۔

نماز کے قوموں، قعدوں اور سجدوں کی توجیہہ

دس برس بعد یہی سورۃ الفاتحہ نماز میں داخل کر دی گئی۔ گویا مسلمان کو کہا گیا کہ خُدا کے آگے دونوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جا، اُس سے اِسی طرح جس طرح کہ کوئی سوالی کسی غنی سے کچھ مانگتا ہے ہاتھ باندھ کر مانگ۔ پھر اُس بادشاہت کے لینے کی تڑپ میں اپنے گھٹنوں پر جُھک جا، پھر "اللہ کے پاؤں پڑنے" کے لئے زمین پر اُسی طرح سجدہ کر جس طرح کہ ایک فقیر بھیک لینے کے لئے کبھی دولت مند کے آگے جُھکتا ہے، کبھی گھٹنوں کے بل ہو جاتا ہے، پھر اُس کے پاؤں پڑتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ الغرض یہ سورۃ فاتحہ مسلمانوں کو بادشاہت زمین حاصل کرنے کا پہلا سبق تھا جو دیا گیا، اور یہی قرآن کا بتایا ہُوا الصراط المستقیم (x) تھا!! (تدبّر)۔

سُورۃ الفاتحہ کے نزول کے بعد مُسلمانوں کی بلند حوصلگی اور حبشہ کی طرف ہجرت کی تیاری؟

معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ فاتحہ کے نزول نے مُسلمانوں پر جو سنہ۵ نبوی کے اخیر میں دردناک ماریں کفارِ مکّہ کی طرف سے کھا رہے تھے، کافی طور پر واضح کر دیا تھا کہ اُنہیں آگے چل کر کیا کرنا ہے۔ اُن کے پاس کسی عنوان سے اُس وقت غالب ہونے کا سامان نہ تھا، لیکن اڑتالیس بار وحی کے پیہم نزول نے جو اِس سال میں ہُوا اور جس کا ایک سچّے اور برحق پیغمبر کی وساطت سے نازل ہونا ان چند مسلمانوں میں بار بار سنسنیاں اور کپکپیاں پیدا کر دیتا تھا اور وہ معاً اُن حکموں کی تعمیل میں لگ جاتے تھے جو آتے تھے، مسلمانوں کا کردار انتہائی طور پر بلند کر دیا تھا۔ اُن کے عزائم بلند تھے، اُن کا حجم کہ اِسلام کو

(x) لائقِ غور یہ بات ہے کہ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِیْم کے الفاظ تمام قرآن میں اِس سورت میں یا سورۃ الصّٰفّٰت ۳۷ میں آئے ہیں اور دونوں جگہ بادشاہت زمین کے معنوں میں ہیں۔ دیکھو صفحہ ۱۴۱

Marfat.com

بڑا حیرت انگیز طور پر مستحکم تھا۔ اس ماحول میں نبی کو بالآخر محسوس ہوا کہ اس کردار کے چند مسلمان بھی اس بے سروسامانی میں ایک بڑا انقلاب لانے اور بڑے کارہائے نمایاں کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ ۵ھ نبوی کے شروع میں ہی بغیر کسی کھٹکے اور شک کے تجویز پیش کر دی کہ مسلمان کفار کی ایذاؤں سے بچنے اور دینِ اسلام کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجانے کے لئے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ یہ ان چند انسانوں کے اخلاق کی مضبوطی اور عزم کی پختگی تھی جس نے عرب جیسی سمندر سے نامانوس قوم کے چند افراد کو ایک سمندر پار ملک میں جانے کے لئے معاً تیار کر دیا اور ۵ھ نبوی کے اختتام کے ساتھ ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت زور شور سے شروع ہو گئی!

محلہ وار سطح پر جماعتیں بنانے کا مقصد مسلمانوں میں حکومت کرنے کی لیاقت پیدا کرنا ہے

خاکسار تحریک میں محلہ وار جماعتیں بنانے سے پیش نظر یہ ہے کہ مسلمانوں کے بہت سے افراد میں سالار بننے یعنی حکومت کرنے کی لیاقت پیدا ہو۔ محلہ کا سالار اپنے محلے کا ڈکٹیٹر (مختار ناطق) اس لئے ہے کہ اس میں تن تنہا تمام محلے کو اپنے ہاتھ میں لینے کی طاقت پیدا ہو۔ اگر نااہل ہے تو جماعت کو چلا نہیں سکے گا، اگر قابل ہے تو تمام سپاہیوں کو تحریک کے رنگ میں رنگ کر ثابت کر دے گا کہ قوم میں حکومت کرنے کا اہل شخص موجود ہے۔ محلہ وار جماعتیں اس نقطہ نظر سے قوم کے ہزاروں ٹریننگ سکول (تربیتی درسگاہیں) ہیں جن میں سالار بنتے ہیں اور اس تربیت پر ایک پائی صرف نہیں ہوتی۔ قوم کو جلد سے جلد بلند کرنے اور اس میں کثرت سے قابل افراد پیدا کرنے کا اس سے زیادہ آسان اور سستا طریقہ ممکن نہیں۔ محلہ وار جماعتوں کا اس سے بھی بڑا فائدہ یہ ہے کہ ان کو دیکھ کر روزانہ عوام الناس میں تنظیم اور اطاعت امیر کا وہ حس پیدا ہوتا ہے جو کسی اور طریقہ پر کروڑوں روپیہ خرچ کرنے سے قرنوں بعد بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ کسی قوم میں محلہ وار تنظیم کا ہونا اس قوم کی سب سے بڑی خوش قسمتی ہے۔ اگلے وقتوں میں امام یا چوہدری اس کام کو سرانجام دیتا تھا لیکن وہ سلسلہ اب بگڑ چکا ہے۔

ہر قومی اصلاح کی تمام بنیاد سننے اور ماننے والی جماعت پر ہے، حکومت جلد از جلد اصلاح اس لئے پیدا کر سکتی ہے کہ رعیت کو بزور سنا اور منا سکتی ہے، لیکن اگر حکومت میسر نہ ہو تو اصلاح پیدا کرنے کے لئے جماعت پیدا کرنا لازمی ہے۔ جس محلہ میں خاکسار جماعت قائم ہے وہاں ہر قسم کی اصلاح کے لئے زمین تیار ہے۔ سالار محلہ صرف زبان ہلا کر نہ صرف اپنے خاکسار سپاہیوں بلکہ اکثر اوقات تمام محلے میں مقدمے بازی، فضول خرچی، قرض داری، شراب خوری، رسوم بد وغیرہ کی اصلاح کر سکتا ہے، سالار محلہ فی الحقیقت امیر محلہ ہے اگر وہ اپنے آپ کو ایسا بنانا چاہے۔ اس کا فرض ہے کہ سپاہیانہ قواعد، اخوت اور مساوات کے ذریعے سے اپنے محلہ میں وہ طاقت سمع و طاعت پیدا کرے کہ تمام اصلاح اس کے صرف لب ہلانے سے پیدا ہو سکے۔

حضرت علامہ مشرقیؒ

(۱۳)

۵ سنہ اور ۶ سنہ نبوی کی نازل شدہ ۱۲ سورتوں کی تشریح!

کردار کی بلندی، عزائم کی پختگی اور کامل اخوت و اتحاد کی وجہ سے مٹھی بھر مسلمانوں میں ہجرت کی تیاریاں!

قرآن کا الصراط المستقیم - ارتقائے انسان، صحیفۂ فطرت کے واحد حقیقت ہونے کا اعلان

سورۃ الفاتحہ کے نزول کے بعد ۵ سنہ نبوی کے شروع میں جب کہ کفارِ مکہ کی ایذائیں اور مسلمانوں کی دوسرے ملک میں جانے کی تیاریاں ساتھ ساتھ زوروں پر تھیں، سورۃ القمر (۵۴) کا نزول ہوا جس کا حجم قریباً ۴۹ سطریں ہیں۔ اس سورت میں بھی پھر وہی قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور قوم فرعون کی ہلاکت کا بیان کر کے کفارِ مکہ کو دھمکی دی ہے کہ وہ بھی عنقریب اسی طرح خدا کے غیظ و غضب میں آکر ہلاک ہو جانے والے ہیں، اُن پر لازم ہے کہ وہ ان واقعات سے جو اُن کے قریب ملکوں میں ابھی تھوڑی مدت ہوئی ہوئے، عبرت پکڑیں۔ کیونکہ ہم نے ان واقعات کو کھول کھول کر بیان کرنے سے قرآن کو نصیحت پکڑنے کے لئے آسان کر دیا ہے تو کیا ان واقعات کے دہرانے کے بعد کوئی ہے جو عبرت پکڑے اور خدا کی مخالفت چھوڑ دے: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔

اس سورت کا ابتدائی حصہ یہاں پر دیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے:۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝ : (۵۴)

(لوگو! آنے والی جزا اور سزا کی) گھڑی نزدیک آپہنچی تو چاند پھٹ جائے گا (اور سب کائنات فنا ہو جائے گی) لیکن اگر یہ (مکے کے) لوگ (ایسی) نشانی آنکھوں سے دیکھ بھی لیں تو منہ موڑ لیں گے اور کہیں گے کہ یہ تو ایک ہمیشہ کا (رنا بنایا) جادو ہے (جو مدت سے ان رسولوں کی طرف سے چلا آرہا ہے) (کوئی نئی بات نہیں)۔ ان لوگوں نے (رسول صلعم کو) جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے رہے اور ہر امر (اپنی معین مدت تک

Marfat.com

کے لئے) ٹھہرا ہُوا ہے (اُس نے سزا مقررہ وقت پر ہی ہوگی) - اور بالتحقیق اُن کے پاس (اس سے پہلے) خبریں آ چکی ہیں جن میں کافی جھڑکی اور تنبیہ ہے۔ دانائی کی پُوری بات بھی لیکن ڈرانے والوں کی کوئی پروا نہیں کی گئی - تو اے محمدؐ! تو اُن سے اُس دن تک ہٹا رہ کر پکارنے والا ان کو کسی (نہایت) ناگوار چیز کی طرف پکارے۔ اُس دن ان کی آنکھیں (خوف اور شرم کے مارے) نیچی ہوں گی اور وہ اپنی قبروں سے ٹڈیوں کی طرح بکھرے ہوئے نکل پڑیں گے۔

اُوپر کی آیت سے لوگ "شقِ قمر" کا واقعہ بنا لیتے ہیں لیکن ساتھ ہی کہتے ہیں کہ یہ "شقِ قمر" سنہ نبوی یعنی اس سُورت کے نازل ہونے کے پانچ چھ سال بعد کا واقع ہے جب کہ حج کے موقعہ پر عرب کا ایک بڑا قبائلی سردار حبیب بن مالک بیس ہزار آدمی لے کر مکہ آیا اور اُس نے رسولِ صلعم کو بُلایا، سوالات پُوچھے، پھر معجزے مانگے جن میں "شقِ قمر" کا معجزہ بھی تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ حبیب بعد ازاں اسلام لے آیا۔ واقعات کچھ بھی ہوں لیکن اُوپر کی سُورت کا اِس "شقِ قمر" کی روایت سے کوئی تعلق نہیں نہ اِس میں رسولؐ کا اُنگلی دکھا کر چاند کو دو ٹکڑے کرنے کا اشارہ کہیں پر ہے۔

سورۃ القمر کے بعد سورۃ الصّٰفّٰت (۳۷) نازل ہُوئی جس کا حجم ۱۲۲ سطریں ہے۔ اس سُورت میں بھی علیٰ ہٰذا القیاس کفارِ مکہ کے اِس بیہودہ عقیدے کی تردید ہے کہ شیطان آسمان پر جا کر عالمِ بالا کی باتیں سنتے ہیں۔ اِس امر کی تردید ہے کہ مٹی میں رَلی مِلی ہڈیاں ہو جانے کے بعد انسان پھر دوبارہ اُٹھایا نہ جائے گا۔ اللہ کے مخلص بندوں کو جو انعام ملیں گے اُن کی تفصیل دی ہے۔ ان باغوں میں پھر بڑی آنکھوں والی خوبصورت عورتوں کا ذکر ہے جو لیٹے ہُوئے غلافوں میں انڈوں کی طرح رکھی ہوں گی: كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۝ (۳۷/۲)۔ پھر حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیم، اُن کے بیٹے حضرت اسحٰق کی بے مثال قربانی، پھر حضرت مُوسیٰ اور حضرت ہارون کے کارناموں کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

سُورۃ الصّٰفّٰت میں قطعی ثبوت کہ قرآن کا الصِّراطُ المستقیم غلبہ اور بادشاہت ہے

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ۝ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (۳۷/۲)

اور بے شک ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بڑا احسان کیا اور ان دونوں اور ان کی قوم کو دردناک مصیبت سے نجات دی اور ہم نے اُن کی مدد کی اور وُہی غالب رہے اور ان کو ایک واضح کتاب دی اور اُن کو الصراط المستقیم پر چلا دیا اور دونوں کا ذکر خیر آنے والے لوگوں میں چلا دیا موسیٰ اور ہارون پر ہمارا اسلام ہو اور بے شک ہم حُسنِ عمل کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

قرآن حکیم کے طُول و عرض میں صرف سُورۃ فاتحہ اور دُوسری بار یہ موقع ہے جن میں الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْم کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور ہر سلیم الذہن شخص اخذ کر سکتا ہے کہ قرآن کا الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْم صرف قوم کو بادشاہت تک پہنچانا اور غالب کرنا ہے۔

اِس کے ماسوا کچھ نہیں۔ فتدبر۔ الغرض یہ سُورت بھی کفارِ مکہ کو عذابِ الٰہی سے ڈرانے کے لئے اور مسلمانوں کو اَلصِّرَاطُ الْمُسْتَقِیْم کے صحیح مفہوم کو ذہن نشین کرنے کے لئے ہے۔

سُورۂ نوح میں اعلان کہ خدا کے قانون پر لزوم والا عمل اور اطاعت امیر بادشاہت زمین دیتا ہے!

سورۂ الصّٰفّٰت کے بعد سورۂ نُوح (۱،) نازل ہُوئی۔ اِس کا حجم ۲۲ سطریں ہیں۔ اِس سُورت میں حضرت نوح کے اپنی قوم کی طرف پیغام اور قوموں کے قیام و استحکام کے اصُولوں کو حسبِ ذیل الفاظ میں واضح کیا گیا ہے تاکہ مسلمانانِ مکہ کے لئے باعثِ تذکیر و اعتبار ہوں:۔

قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۙ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاتَّقُوْہُ وَاَطِیْعُوْنِ ۙ یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وَیُؤَخِّرْکُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ ۘ لَوْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ : (۴/۱)

نوح نے اپنی قوم کو کہا کہ لوگو! میں تمہیں ہلاکت کے عذاب سے کھُلے طور پر ڈرانے والا ہُوں۔ (تمہاری سلامتی کی شرط یہ ہے کہ) خدا کی ملازمت اختیار کرلو اور اپنے سب اعمال میں اِس کا کھٹکا ہر دم لگائے رکھو اور مجھے اپنا امیر سمجھ کر میرے احکام کی اطاعت کرو (اگر یہ تین چیزیں کروگے تو) خدا (تمہارے پچھلے) گناہوں پر پردہ پوشی کرے گا اور تمہاری قوم کو ایک مقررہ وقت تک قیام و استحکام عطا فرماکر برقرار رکھے گا کیونکہ اگر تم کو اِس بات کا علم ہوتا تو ضرور سمجھ لیتے کہ اللہ کی دی ہُوئی مدت جب ختم ہوجاتی ہے تو اُس کو لمبا نہیں کیا جاسکتا۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ؕ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا ۙ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا ۙ وَّیُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْھٰرًا ؕ : (۴/۱)

پھر (اے پروردگارِ عالم!) مَیں نے اپنی قوم کو کہا کہ اے لوگو! (ملازمتِ خدا اور خوفِ خدا اور اطاعتِ امیر کرنے کے بعد) اپنے پروردگار سے اپنے پچھلے گناہوں کی پردہ پوشی کی درخواست کرو، کیونکہ بے شک خدا بڑا درگزر کرنے والا ہے (اگر یہ کروگے تو) خدا تم پر (آسودگی اور خوشحالی کا) موسلادھار مینہ برسائے گا اور تمہیں مال و اولاد (کی فراغت سے) دے کر تمہاری مدد کرے گا اور (زمین کی بادشاہت اور سلطنت سے تمہیں نواز کر) تمہیں جنّٰت (باغات) اور انہار (دریا) عطا کرے گا (یہاں صاف طور پر واضح کردیا ہے کہ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ کے الفاظ جو بار بار قرآن میں آتے ہیں اور جن سے اکثر مُسلمان آخرت کا جنّت مُراد لیتے ہیں) سے خدا کا مقصُود آخرت کا جنّت نہیں بلکہ اِس زمین پر بادشاہت اور اِس کی وراثت ہے۔

اِنسان کا بلند تر مخلوق کی طرف ارتقاء

مَا لَکُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰہِ وَقَارًا ۚ وَقَدْ خَلَقَکُمْ اَطْوَارًا ۝ : (۴/۱)

Marfat.com

اور اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم خدا سے (مزید) عزت کی اُمید نہیں رکھتے حالانکہ وہی خدائے عظیم ہے جس نے تم کو ایک پیدائش سے دوسری پیدائش میں بدل کر پیدا کیا ہے (یعنی لاکھوں اور کروڑوں برس کے ارتقاء کے بعد ادنیٰ درجے کی مخلوق سے آہستہ آہستہ بلند کر کے بالآخر انسان کی اشرف المخلوق نوع تک پہنچایا ہے) تو اس غیر معمولی عزت افزائی کے بعد تم کیوں اُمید نہیں رکھتے کہ وہ تمہیں اور بلند تر مخلوق بنا دے گا۔

انسان کے ادنیٰ حیوانوں سے ارتقا کی تشریح

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ (۱۷-۱۸)

اور اے لوگو! خدا نے بنی نوع انسان کو اسی طرح اُگایا ہے جس طرح کہ زمین سے درخت اُگتا ہے۔ (یعنی جس طرح درخت کی جڑ ایک اور مشترک ہوتی ہے اور وہ اوپر جا کر شاخیں بن جاتی ہیں، اسی طرح انسان کی پیدائش ایک تنے سے اس درخت کی بلند ترین شاخ کی پیدائش کی طرح ہے) پھر وہ خدا اس بلند پیدائش کو (اس کے مرنے کے بعد) مٹی میں واپس کر دیتا ہے اور پھر اس مٹی سے ہی بار بار انسانی نسل نکالتا (یعنی پیدا کرتا) ہے۔

اس عظیم الشان سورۃ میں (۱) خدا کی بہم ملازمت اختیار کر کے اس کے احکام پر عمل کرنا (اَعْبُدُوا اللّٰهَ) (۲) اپنے ہر فعل کو خدا کا کھٹکا اور خوف دل میں رکھ کر کرنا جس طرح کہ ملازم کو اپنے آقا کا کھٹکا لگا رہتا ہے، (وَاتَّقُوْهُ) (۳) اپنے امیر کی جو جماعت پر مقرر ہو، اطاعت بے چون و چرا کرنا (وَاَطِيْعُوْنِ)، وہ اعمال ہیں جن سے اس اُمت کا روئے زمین پر قیام و استحکام یقینی اور متحقق ہو جاتا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو پہلے دو عملوں سے مُراد فی الحقیقت قانونِ فطرت پر عمل ہے۔ سورۃ کے دوسرے حصے میں کہا گیا ہے کہ اگر تم خدا سے اپنے قصوروں اور غفلتوں پر پردہ پوشی کی طلب کرو گے (گویا دوسرے معنوں میں تم اگر خدا کے قانون پر حتی الوسع چلتے رہو گے اور جان بوجھ کر نافرمانی نہ کرو گے) تو خدا قوت کا موسلا دھار مینہ تم پر برسائے گا اور تم کو بادشاہت زمین عطا کرے گا، جس کے باعث تمہارے مال و اولاد میں کثرت ہوگی۔

انسان کا بلند ترین مخلوق کی طرف ارتقاء

سورۃ کے تیسرے حصے میں ایک عظیم الشان اور عالم آرا علمی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ جس خدا نے تمہیں پیدائش کے ادنیٰ درجوں (یعنی حیوانات) سے بلند درجوں تک لے جا کر انسان بنایا، کیا تم ایسے خدا سے مزید عزت افزائی کی اُمید نہیں رکھتے۔ گویا یہ کہ نوعِ انسان کا ارتقا ابھی اس سے بھی بلند درجوں تک ہونے والا ہے۔ چوتھے حصے میں اسی حقیقت کی وضاحت دوسرے طریقہ سے کی ہے۔ وہ یہ کہ انسان کو خدا نے ایک درخت کی مانند زمین سے اُگایا جو ایک تنے سے پیدا ہوتا ہے۔ گویا انسان حیواناتِ زمین کی مختلف شاخوں میں سے جو ایک ہی سلسلۂ توالد و تناسل سے پیدا ہوئے، بلند ترین شاخ ہے۔ پھر وہی انسان مٹی میں رل مل کر معدوم ہو جاتا ہے اور پھر بار بار درخت کی مانند بلند ترین شاخ پر اُگتا ہے۔

Marfat.com

سورۃ الدّھر میں حیات افروز اعلان کہ انسان خدا کی طرح سمیع اور بصیر ہو سکتا ہے!

زندہ قوم کا کردار و اخلاق،

سورۃ نوح کے بعد سورۃ الدّھر (۷۶) نازل ہوئی جس کا حجم قریباً ۲۶ سطریں ہیں۔ اس سورۃ میں ایک اور عالم آرا حقیقت کے بیان کرنے کے بعد جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے، کفار کے لئے جہنم کی آگ اور ابرار (نیک لوگوں) یعنی مسلمانانِ مکّہ کے لئے جنّت کی نعمتیں، لباسِ حریر، مرفّہ الحالی کی زندگی، سُندس اور استبرق کے کپڑے، لذیذ اور پاکیزہ مشروبات، خدمت کے لئے نوجوان اور خوبصورت غلام، چاندی اور شیشے کے برتن اور آفتابے پہننے کے لئے چاندی کے کنگن، الغرض ہر ممکن نعمتیں اس لئے ارزانی کی جائیں گی کہ یہ لوگ یتیم اور مسکین اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ یہ سب منظر ظاہر ہے کہ اس قوم کا ہے جس کو زمین کی بادشاہت ملی ہو اور مقصد مسلمانانِ مکّہ میں اسی تخیل کو مختلف طریقوں سے پیدا کرنا تھا تاکہ وہ میدانِ قتال میں کفارِ مکّہ کو پچھاڑ کر رہیں اور سرزمینِ عرب پر قبضہ کریں۔ اسی لئے تاکید سے کہا کہ یہ تمام نعمتیں تمہاری ان کوششوں کے بدلے میں دی جائیں گی جن کا خدا کی طرف سے شکریہ ادا کیا جائے گا۔ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ (۷۶/۱) بلکہ کہا: وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا ۝ : (۷۶/۱) (یعنی اے محمدؐ! جب تو ان نعمتوں کی طرف دیکھے گا اور پھر غور کرے گا تو تجھے معلوم ہوگا کہ ان کو نعمتیں ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان سلطنت دی جا رہی ہے!) وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا ؛ (۷۶/۱) یعنی یہ جنّت اور ریشمی لباس اس استقلال کی جزا ہے جو انہوں نے (کافروں سے قتال کرتے وقت) دکھایا تھا۔ الغرض اس سورۃ کے نزول تک بھی جو سنہ نبوی کے شروع میں تھا جب کہ کافر مسلمانوں کو دردناک ایذائیں دے رہے تھے اور ابھی تک حضرت عمرؓ بھی اسلام نہ لائے تھے۔ مسلمانوں کے سامنے خدائی دستور العمل یہ تھا کہ یتیموں، مسکینوں اور قیدیوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا جائے تاکہ مسلمانوں میں رحم کے جذبے پیدا ہوں اور قوم کا بنیادی اخلاق بے کس مجبور اور مقہور انسانوں پر شفقت کرنا ہو۔ اسی سورۃ میں کچھ نرم سا حکم خدا کو صبح اور پچھلے پہر یاد کرنے کا بھی دیا ہے: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ (۷۶/۲) بلکہ اس حکم کے ساتھ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَ سَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝ : (۷۶/۲) کا حکم بھی ہے۔ یعنی رات کے ایک حصّے میں بھی خدا کے آگے جھک جا اور اس کی تقدیس لمبی راتوں میں کر۔ یہ سب کچھ کہا لیکن باقاعدہ پنجگانہ نماز کا حکم بطور فرض ابھی نازل نہ ہوا تھا۔ مذکورہ بالا مضامین پر مشتمل اس سورت کو مسلمانوں کے ایک طبقہ نے مکّی کہا ہے اور بعض مسلمان کہتے ہیں کہ یہ سورت مدنی ہے لیکن مذکورہ بالا مضامین سے ظاہر ہے کہ اس سورت میں مکّی رنگ غالب ہے اور تعلیم بھی وہی ہے جو پہلی مکّی سورتوں میں دی گئی ہے۔ جرمن مستشرق نولڈکے نے بھی غالباً اسی بنا پر اس کو مکّی کہا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ لائق توجّہ اس سورت میں وہ عظیم الشان علمی حقیقت ہے جو سورۃ کے شروع میں ذیل کے الفاظ میں ہے:۔

Marfat.com

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ : (پ۲۹)

کیا زمانہ میں (جو لاکھوں اور کروڑوں برس سے چل رہا ہے) انسان پر کوئی ایسا وقت بھی آیا تھا جب کہ وہ (اپنی پیدائش کے ابتدائی مراحل میں صرف ایک خوردبینی جرثوم اور خلیہ تھا بلکہ) کوئی قابلِ ذکر شئے ہی نہ تھا! (پھر جب انسان کو ان خلیات کے اجتماع و استمرار سے اعلیٰ مخلوق یعنی مچھلیوں اور پرندوں اور چوپاؤں میں تبدیل کیا تو) درحقیقت ہم نے اُس کو مرد اور عورت کے ملے جلے نطفے سے (ذی ہوش، حواس مخلوق) (اِس لئے) بنایا کہ ہم اُس کا امتحان لیں (اور آزمائش کریں کہ وہ میرے بنائے ہوئے صحیفۂ فطرت کو کس حد تک سمجھتا اور اُس سے کس قدر فائدہ اٹھاتا ہے) تو پھر ہم نے انسان کو (خدا کی طرح) بہت ہی بڑا سُننے والا اور بہت ہی بڑا دیکھنے والا بنا دیا!!

انسانی علم کی تمام بنیاد سمع اور بصر پر ہے اور انسان کے متعلق یہ کہنا کہ اُس کو سمیعؔ اور بصیرؔ ہونے کے خدائی اوصاف دیئے گئے ہیں لامحالہ اِس تخیل کی طرف لے جاتا ہے کہ ایک نہ ایک دن انسان اپنے سمع اور بصر میں اتنی ترقی کرے گا کہ وہ تمام کائنات پر قبضہ کرلے گا درآنحالیکہ وہ ناقابلِ ذکر شئے کے ارتقاء سے پیدا ہوا تھا۔ قرآن عظیم کی یہ حیرت انگیز آیتیں انسان کو صدیوں تک راہ دکھاتی رہیں گی اور ان کو انتہائی سعی و عمل کے لئے تیار کرتی رہیں گی۔

سُورۃ الدُّخانؑ میں پہلی بار اعلان کہ صحیفۂ فطرت واحد حقیقت ہے!

سورۃ الدّھر کے بعد سورۃ الدّخان (۴۴) نازل ہوئی جس کا حجم ۴۵ سطریں ہیں۔ یہ سورۃ بھی اُسی رنگ میں ہے جس رنگ کی اُوپر کی چار سورتیں ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کو پے درپے دھمکیاں دے کر عذابِ الٰہی سے ڈرانا زیادہ اِس وجہ سے تھا کہ اُن کے مسلمانوں پر مظالم کم نہ ہوتے تھے۔ اُدھر مکہ کے مسلمانوں سے بار بار وعدہ کرنا کہ وہ عنقریب امن و آرام کی جگہ حاصل کریں گے اور خوبصورت عورتوں سے اُن کا نکاح کردیا جائے گا، وہ سُندس اور اِستبرق کے ریشمی لباسوں میں ملبوس ہوں گے، ہرنئی وحی اور ہرنئے وعدے پر ان کا حوصلہ بلند کرتا ہوگا اور ایک سچے رسولؐ سے بار بار یہ خُدا کے وعدے سُن کر اُن کے دلوں میں نئے حوصلے موجزن ہوتے ہوں گے۔ اِس میں شک نہیں کہ رسولؐ کے ساتھی ہرنئی وحی پر اِس کا مضمون کافروں تک ضرور پہنچاتے ہوں گے اور کافروں کے دلوں میں ضرور تذبذب پیدا ہوتا ہوگا کہ محمدؐ کے پروردگار کے بالمقابل اُن کا کوئی بُت ایسا نہیں جو ان دھمکیوں کا جواب ترکی بہ ترکی دیتا جائے۔ اِس لحاظ سے ایک ہی مضمون کی وحی کا بار بار تحکم سے آنا خواہ وہ جماعت کتنی ہی بے بس اور بے کس ہو نفسیاتی اثر ان طبیعتوں پر ضرور کرتا ہوگا جن کے خدا سینکڑوں کی تعداد میں ہو ہو کر خاموش تھے اور کافروں سے بن نہ پڑتی تھی کہ وہ رسول صلعم کے بلند بانگ دعووں کو جواب دے کر باطل کردیں۔ قرآن حکیم میں بعض مضامین کے تکرار کی وجہ سوائے اِس وجہ کے نہیں ہوسکتی جو میں نے بیان کی اور آج کل کے مسلمانوں کا اِس تکرار کو دیکھ کر قرآن سے

Marfat.com

بیزار ہو جانا دراصل اسی وجہ سے ہے کہ اُن کو اِس تکرار کی وجہ معلوم نہیں رہی اور یہ بھی معلوم نہیں رہا کہ کسی مضبوط عمارت کی بنیادیں اُس وقت ہی ہل سکتی ہیں کہ کدال سے اِس عمارت کو پے در پے ایک ہی طرح کی ضربیں لگائی جائیں حتیٰ کہ وہ عمارت دھڑام سے زمین پر آ گرے۔

اِس سُورت میں یہ ثابت کرنے کے لئے کہ جنّت کا لفظ جس کے غلط معانی مسلمانوں نے آخرت کے جنّت لے کر اسلام کو اُخروی، اور دنیا کے لئے بیکار مذہب بنا دیا ہے اور اسی لئے انتہائی سُرعت سے زوال کی طرف جا رہے ہیں، بار بار قرآن میں زمین کی بادشاہت کے لئے استعمال ہُوا ہے۔ چنانچہ حسب ذیل آیات میں جنّت کا لفظ خالصتہً فرعون کی سلطنت کے متعلق استعمال ہُوا ہے جس کو اس جابر بادشاہ نے حضرت موسیٰ کے مقابلے میں آکر ہارا تھا:-

كَمْ تَرَكُوا مِن جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۝ وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ ۝ كَذَٰلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ ۝ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ ۝ (۴۴)

(تو لوگو!) فرعون کی قوم نے کتنے ہی جنّت اور چشمے چھوڑے اور کتنی کھیتیاں اور نہایت باعزت مکانات اور محل تھے جن سے نکال دیئے گئے اور کتنے ساز و سامان نعمت کے تھے جن میں مزے اڑاتے تھے۔ ہاں ایسا ہی ہُوا اور ہم نے دُوسری قوم کو اُن کا وارث بنا دیا۔ پھر نہ اُن پر آسمان، نہ رُوئے زمین اور ایک پل کی مہلت اُن کو دی گئی۔

دُوسرا انتہائی توجہ کے قابل مضمون جو اِس سُورت میں ہے، حسب ذیل آیات ہیں:-

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ ۝ مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (۴۴)

اور (لوگو!) ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو (کروڑ در کروڑ ستارے اور سیارے) ان دونوں کے درمیان ہیں، کھیلتے کھیلتے نہیں بنایا۔ ہم نے ان کو نہیں پیدا کیا مگر یہ کہ وہ ایک مستقل حقیقت ہیں، لیکن انسانوں میں سے اکثر اِس کا علم نہیں رکھتے۔

ان عظیم الشان آیات کی قدر و قیمت جن میں دنیا کی تمام آسمانی اور زمینی کتابوں کو چھوڑ کر پہلی بار انسان کے سامنے صحیفۂ فطرت کی دریافت کے بارے میں انسان کی صدیوں کی بے مثال جد و جہد، انتہائی تکلیف دہ اور بے مثال کوشش کے بعد اعلان کیا گیا ہے کہ دُنیا میں صرف ایک شئے ہے جو حقیقت ہے اور وہ حقیقت صحیفۂ فطرت ہے، واضح ہے۔ آج تک ہزاروں سالوں سے انسان کے لاتعداد مقاتلے، مجاہدے اور مباحثے صرف اِس بات پر رہے ہیں کہ "حقیقت کیا ہے"۔ اور کروڑ در کروڑ بلکہ ارب در ارب انسان صرف اس بات پر کٹ مرے ہیں کہ سچائی کس فریق کے ساتھ تھی۔ ہر قوم اپنے آپ کو سچائی پر اور اپنی مدمقابل قوم کو جھوٹی قرار دیتی رہی ہے اور لاتعداد جھگڑوں اور جنگوں کے بعد بھی اب تک فیصلہ نہ ہو سکا کہ سچائی کیا شئے تھی۔ قرآن عظیم نے دُنیا کے تمام نظریات، تمام دعاوی، تمام ڈھکوسلوں، تمام منطقوں اور بحثوں کو بالائے طاق رکھ کر دھڑلے سے یہ فیصلہ دیا کہ اِس کائنات جہاں میں صرف ایک سچائی ہے جو صحیفۂ فطرت ہے۔

Marfat.com

اُس کے سوا کوئی دُوسری سچائی ہرگز نہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ایک نہیں چودہ[×] بار صرف اسی شے کو دُہرایا گیا ہے کہ صحیفۂ فطرت واحد حقیقت ہے، اور انسان کو چاہیئے کہ صرف اُس شے کو جو اُس کی آنکھ (البصر) دیکھے، اُس کے کان (سمع) سُنیں اور اس کا ذہن (فؤاد) سمجھے، حقیقت سمجھے۔ اس کے سوا ہر شے جو دنیا میں ہے باطل ہے، ظن وگمان ہے، ہیچ اور حقیقت نہیں۔ ہزارہا سال کے مسلسل زوال کے بعد جب انگلستان کے مشہور فلسفی بیکن نے ابھی تین سو برس نہیں ہوئے، سچائی کی اس تعریف کا اعلان کیا جس کا اعلان قرآن نے ایک ہزار برس پہلے کیا تھا، تب کہیں برسوں میں یورپ میں نشأۃ ثانیہ (RENAISCENCE) یعنی دوبارہ عروج شروع ہوا جو اُس وقت تک اُس کو حاصل ہے۔ اُس وقت تک یورپ عجیب وغریب طرح کی ظنیات اور توہمات میں مبتلا تھا اور ان کے باعث ایک قدم آگے نہ بڑھ سکا تھا۔ آج مسلمانوں کے زوال کی بھی یہی وجہ ہے کہ اُن کی تمام اُمت فرقہ پرستی، پیر پرستی، اولیاء نوازی، مُلّائیت اور صُوفیائیت وغیرہ وغیرہ کے توہمات اور ظنیات میں مُبتلا ہے اور اُس کو علم نہیں رہا کہ قرآن حکیم نے حقیقت کی کیا تعریف کی ہے!

سُورہ جات قٓ، طٰہٰ اور الشُّعراء کے مطالب کی تشریح:

سُورۃ الدّخان کے بعد سُورۃ قٓ (۵۰)، سُورۃ طٰہٰ (۲۰) اور سُورۃ الشّعراء (۲۶) نازل ہوئیں جن کا حجم علی الترتیب اکاون[۵۱]، ایک سو چھہتر[۱۷۶] اور ایک سو اَسّی[۱۸۰] سطریں ہیں۔

سورۃ قٓ میں آسمان کی طرف توجہ دلائی ہے کہ کس قدر بے عیب اور بے درز بنایا، اُس کو ستاروں سے زینت دی، زمین کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اس میں عظیم الشان پہاڑ بنائے، ہزاروں اور لاکھوں قسم کے جوڑے بنائے، آسمان سے پانی اُتارا جس سے باغات سرسبز ہو جاتے ہیں۔ پھر کہا شہر کے شہر اس پانی سے زندہ ہو جاتے ہیں اور اسی طرح انسان کی زمین سے بار بار پیدائش ہے۔ پھر قوم نوح، اصحاب رسّ (خندق والے)، ثمود، عاد، قوم فرعون، قوم لُوط، اصحاب ایکہ (بن والے) اور قوم تُبّع کی ہلاکت کا ذکر کیا کہ ان قوموں نے رسُولوں کو جھوٹا سمجھا اور اُن کے احکام کی تعمیل نہ کی۔ پھر کہا سب کافروں کو بالآخر جہنم ہے جو ہر وقت پکارتا ہو گا کہ کوئی اور باقی ہے تو لے آؤ۔ پھر کہا جو قومیں ہلاک ہوئیں کس قدر طاقتور اُمتیں تھیں۔ انکشاف کیا کہ زمین و آسمان کو ہم نے چھ مدید المدت دنوں میں (جن میں سے ایک ایک دن لاکھوں برس کا تھا) پیدا کیا اور ابھی تک ہم تھکے نہیں۔ پھر دُوسری بار خُدا کے سامنے جُھکنے (فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ) اور رسمی طور پر اُس کا نام لینے کے اوقات قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ کے الفاظ میں (یعنی سُورج چڑھنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے) مقرر کئے اور مِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ (یعنی رات کے کچھ حصّہ میں بھی اُس کا

(×) یہ چودہ موقعے آگے چل کر اپنی اپنی جگہ پر آئیں گے۔

Marfat.com

نام لے) کا وقت بھی مقرر کیا اور اَدْبَارَ السُّجُوْدِ کے الفاظ کہہ کر تبلایا کہ سجدے کے بعد بھی اس کا ذکر کر۔ گویا اس سورت میں ذکرِ خدا کے اوقات کی زیادہ تخصیص کر دی ہے۔ اس سے پہلے سورۃ الدَّھر (۷۶) میں صرف بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا: (۲/۲) کہا تھا۔ یعنی "صبح اور پچھلے پہر" خدا کو یاد کیا کر۔ لیکن یہاں بھی ابھی تک لفظ نماز (الصَّلٰوۃ) نہیں آیا تھا۔

سورۃ طٰہٰ (۲۰) میں جس کا مطالعہ کرنے کے بعد حضرت عمر اور حضرت حمزہ مسلمان ہوئے تھے اور جو سنہ نبوی کے پہلے دو چار مہینوں میں نازل ہوئی، حضرت موسیٰ کی خدا سے ہمکلامی کا ذکر ہے کہ وہ آگ کی تلاش میں تھے کہ وادیٔ طویٰ میں آگ دیکھی۔ وہاں آواز آئی کہ میں تیرا پروردگار ہوں تو میری ملازمت اختیار کر اور ملازمت کے علاوہ الصَّلٰوۃ قائم کر (فَاعْبُدْنِیْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ[*] لِذِکْرِیْ: ۱/۲) وہاں پھر حضرت موسیٰ کو عصا اور ید بیضا کے دو معجزے دیئے گئے اور کہا گیا کہ تو فرعون کی طرف جا کیونکہ وہ خدا سے باغی ہو گیا ہے: (اِذْھَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّہٗ طَغٰی ۵: (۱/۲) پھر کہا کہ تو اور تیرا بھائی ہارون دونوں اُس کی طرف جاؤ: (اِذْھَبَا اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّہٗ طَغٰی ۵: (۲/۲) اور اُس کو کہو کہ بنی اسرائیل کو اپنے محلوں کی تعمیر کے سلسلے میں کوڑے مارنے کی دردناک سزائیں دے دے کر عذاب نہ دے۔ فرعون نے موسیٰ سے پوچھا کہ تم دونوں کا رب کون ہے۔ حضرت موسیٰ نے جواب دیا:۔

سب اشیائے فطرت اپنی اپنی راہ پر لگی ہیں

قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی ۵: (۲/۲)

موسیٰ نے جواب دیا کہ ہم دونوں کا پروردگار وہ (پاک) ذات ہے جس نے دنیا کی تمام چیزوں کو اُن کی جبلت عطا فرما کر اپنی راہ پر لگا دیا ہے۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ کا فرعون کے کہے پر اُس کے جادوگروں سے مقابلہ کا ذکر ہے۔ یہ اس لئے کہ فرعون کو خدشہ ہو گیا تھا کہ موسیٰ اس لئے آیا ہے کہ فرعون کو زمینِ مصر سے نکال کر خود مصر کا بادشاہ بن جائے۔ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ یٰمُوْسٰی ۵: (۲/۲) اس کے بعد ذکر ہے کہ جب حضرت موسیٰ فرعون کے جادوگروں پر غالب آگئے تو تمام جادوگر خدا کے قائل ہو گئے اور باوجود فرعون کی دھمکیوں کے کہ ان کو دردناک عذاب دیا جائے گا، وہ اپنے اقرار پر ثابت قدم رہے۔ اس کے بعد موسیٰ اپنی قوم بنی اسرائیل کو سمندر کی طرف لے گیا۔ فرعون نے اُن کا پیچھا کیا اور وہ اور اُس کی فوج سمندر میں غرق ہوئی۔ اس کے بعد خود بنی اسرائیل کی گمراہی کا ذکر ہے کہ انہوں نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی اور سامری کے پیچھے لگ گئے۔ وغیرہ

(*) اگر فاعبدنی سے مراد عبادت ہوتی تو پھر الصَّلٰوۃ کا نام لینے کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے واضح ہے کہ فاعبدنی سے یہ کہنا مقصود ہے کہ میری ملازمت کر اور نماز بھی پڑھ۔

وغیرہ۔ پھر قوموں کی گمراہی کے بعد نتیجہ کے طور پر ہے کہ وہ سب ہلاک کر دی گئیں اور کوئی اُن کا سفارشی نہ ہوگا۔ اخیر میں کہا ہے:۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ۝ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ۝ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (×) ۝ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ۝: (۱۶)

اور جو قوم اِس حالت میں کہ وہ خدا کے احکم الحاکمین ہونے پر صدقِ دل سے یقین کر کے مناسب اعمال اور ممکن جدوجہد کرتی ہے اس کو کسی ظلم کا ڈر نہیں اور نہ اُس کی حق تلفی ممکن ہے اور اِسی طرح ہم نے (اے محمدؐ تم پر) عربی زبان میں قرآن نازل کیا اور اِس میں طرح طرح کے (پہلی قوموں کی ہلاکت کی مثالیں دے دے کر) ڈراوے دیئے تاکہ مکہ کے کافر خدا کے عذاب سے ڈریں یا ان کے دلوں میں (اچانک) کوئی عبرت پیدا ہو۔ تو وہ خدا سچا بادشاہ اور بڑی شان والا بلند خدا ہے (اور اے محمدؐ!) قرآن کے الہٰی مطالب کو سمجھنے (یا وحی کی تہ تک پہنچنے) میں جلد بازی نہ کیا کر پیشتر اِس کے کہ وہ وحی تم پر پُوری نہ اُترے اور کہا جا کہ اے میرے رب میرے علم میں زیادتی کر (×) اور اِس میں شک نہیں کہ ہم نے اِس سے پہلے بھی بنی نوع اِنسان کے ساتھ (کئی) عہد باندھے لیکن اِنسان اِنسان تھا بھول گیا اور ہم نے اُس میں کوئی پختگی اِرادہ نہیں دیکھی۔

اِس کے بعد کے رکوع میں جو ساتواں رکوع اِس سُورت کا ہے، تمثیل کے طور پر بتایا کہ شیطان نے کس طرح بنی نوع اِنسان کو (ممنوعہ شجر کے پھل کھانے کی) بُری ترغیب دے کر جنت سے نکلوا دیا۔ اِس تمثیل کے بعد نتیجہ کے طور پر کہا:۔

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ۝: (۱۶)

تو کیا کفارِ مکہ کو اِس سے کوئی ہدایت نہیں ہُوئی کہ ہم نے اُن سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کر ماریں جن کے (ویران شدہ) مکانات پر سے وہ گزرتے ہیں۔ بے شک ہوش و عقل والے لوگوں کے لئے اِن واقعات میں بہت کچھ اشارے اُن کی ہدایت کے لئے ہیں۔

پھر کہا:۔

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ (××) اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۝ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا

(×) اِس طرح کی آیتوں سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن میں ضرور علمی باتیں ہوں گی جو یہ کہا۔

(××) حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ
وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْــَٔــلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۝ وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا
بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ
قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ۝ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ
فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ؏ : (۲۰/۸)

تو اے محمدؐ! جو (طعن و تشنیع کی باتیں یہ کفارِ مکہ تمہارے خلاف) کہہ رہے ہیں تو استقلال سے ان کو برداشت کر اور اپنے پروردگار کی حمد و ثنا میں اُس کے حضور میں سُورج نکلنے اور غروب ہونے سے پہلے کھڑا رہ(بز) اور رات کے کچھ وقتوں میں بھی اور دن کے دونوں طرفوں میں، تاکہ تو (اللہ کے انعام سے جو تجھے مخلوقِ خدا کی توجہ خدا کی طرف دلانے سے ملے گا) خوش ہو جائے اور تو اپنی دونوں آنکھیں اِن لوگوں کے مال و متاع کی طرف پھاڑ پھاڑ کر نہ کر جن کو ہم نے دُنیاوی زندگانی کی آرائش کے طور پر متمتع اس لئے کیا ہے کہ ہم اُن کی آزمائش اسی مال و متاع کے ذریعے سے کریں کیونکہ تیرے پروردگار کا (آزمائش کے طور پر نہیں بلکہ انعام کے طور پر) دیا ہُوا رزق زیادہ اچھا اور زیادہ دیر تک رہنے والا ہے اور اپنے گھر والوں کو بھی نماز (الصّلوٰۃ) کا حکم دے اور خود بھی اُس پر ثابت قدم رہ۔ ہم تم سے رزق نہیں مانگتے (اور یہ نماز کا حکم بھی تمہارے اپنے ہی بھلے کے لئے دیتے ہیں تاکہ تم میں فاتحانہ اخلاق پیدا ہو جائے) بلکہ ہم تم کو رزق دیتے ہیں اور انجام تو اُسی قوم کا اچھا ہے جو قانونِ خدا سے خوف زدہ رہتی ہے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا اور کفارِ مکہ جو یہ کہتے ہیں کہ کیوں یہ شخص اپنے ربّ سے کوئی معجزہ ہی لے نہیں آتا (تاکہ ہم فوراً اُس کے رسول ہونے پر یقین کر لیں (ان کو کہہ دو کہ) کیا جو کچھ پہلے صحیفوں میں آیا تھا اُن کے پاس معجزے نہیں آئے تھے (پھر بھی لوگ ایمان نہ لائے) اور اگر ہم اُن کو عذاب دے کر اس سے پہلے (کہ یہ رسول محمدؐ آیا) ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ ضرور (بہانے کے طور پر) کہتے کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری طرف کوئی رسُول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیرے حکموں کی تعمیل اس سے پہلے کرتے اور ہم ذلیل و رُسوا نہ ہوتے۔ اے محمدؐ! ان کو کہہ دو کہ ہر ایک انتظار کر رہا ہے، تم بھی انتظار کرو (کہ تمہارا کیا حشر ہونے والا ہے) تو عنقریب تم کو علم ہو جائے گا کہ کون راہِ راست پر ہے اور کون ہدایت لے چکا ہے۔

الغرض اِس سُورت میں پھر سُورج نکلنے اور غروب ہونے سے پہلے بلکہ دن کے دونوں کناروں پر (اَطْرَافَ النَّهَارِ) اور رات کے کچھ حصّہ میں خُدا کے حضُور میں کھڑے ہونے اور اُس کی حمد کرنے کا حُکم ہے اور گھر والوں کو کہا گیا ہے کہ وہ بھی الصّلوٰۃ ادا کریں بلکہ الصّلوٰۃ کا لفظ پہلی بار آیا ہے۔ اِس سے پہلے کی وحی میں نہیں آیا۔ اور اِسی سُورۃ میں حضرت مُوسےٰ کو بھی اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ (۲۰)

(بز) فَسَبِّحْ کا مطلب اِس سے زیادہ نہیں جو بیان کر دیا گیا۔ "تسبیح پھیرنا" تو ہرگز نہ تھا!

Marfat.com

کا حکم دیا گیا۔ اس سے پہلی سورتوں میں بکرۃ و اصیلا کے الفاظ کے بعد قبل طلوع الشمس و قبل غروبہا کے الفاظ پھر من الیل، پھر اطراف النہار کے الفاظ سات وقت حمد و ثنا کے مقرر ہوتے ہیں اور نتیجہ یہی نکل سکتا ہے کہ اس وقت تک نماز یعنی الصلوٰۃ کے باقاعدہ حکم کے لئے مسلمانوں کو صرف تیار کیا جا رہا تھا اور کوئی قطعی حکم نہ پہنچا تھا۔

سورۃ الشعراء میں اعلان کہ قوموں کی زندگی کا راز

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (اطاعتِ قانونِ خدا اور اطاعتِ امیر) میں ہے:

سورۃ الشعرا (۲۶) میں بعینہٖ مگر زیادہ پُرزور الفاظ میں وہی مضامین ہیں جو اس سے پہلی سورتوں میں دیئے گئے تھے اور قریباً انہی قوموں کی ہلاکت کا زور شور سے ذکر ہے جن کا تذکرہ پہلی سورتوں میں آیا تھا۔ قابلِ توجہ نکات اس سورت میں حسبِ ذیل ہیں:۔

(۱) معلوم ہوتا ہے کہ رسول صلعم کفارِ مکہ کو اسلام کی طرف بلانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور اس وقت تک لگا رہے تھے اور دردناک اذیتیں کفارِ مکہ کی طرف سے جھیل رہے تھے کیونکہ خدا کی طرف سے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ (۲۶/۳) کی وحی نازل ہوئی۔ یعنی اے محمدؐ! تو تو شاید اپنی جان کو بھی ہلاک کر دے گا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

(۲) ہم مناسب سمجھیں تو ابھی آسمان سے ایسا عذاب بھیج دیں کہ اُن کی گردنیں اس کے آگے ذلیل ہو کر رہ جائیں۔ جو نئی نصیحت اُن کے پاس خدا کی طرف سے آتی ہے یہ اُس سے منہ موڑتے ہیں تو عنقریب اُن کے پاس "خبریں" آئیں گی (اس انتقام کی) جو اُن کے مخول اڑانے کی سزا میں لیا جانے والا ہے۔

(۳) کیا یہ کافر اندھے ہیں اور نہیں دیکھتے کہ ہم نے زمین (کی مٹی) میں سے (جو بظاہر مردہ اور بیکار معلوم ہوتی ہے) کتنے لاتعداد قسم کے نہایت خوبصورت اور باعزت اور قیمتی جوڑے دار درخت اور نباتات اُگائیں۔ اگر وہ غور کرنے والے ہوتے تو اسی ایک بات پر خدا کے آگے جھک جاتے۔ لیکن اکثر انسان ناقص الفہم ہوتے ہیں کہ ان حیرت انگیز واقعات کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (۲۶/۸)

(۴) موسیٰ اور ہارون کو خدا نے کہا۔ فرعون کی طرف جاؤ اور کہو کہ تو بنی اسرائیل کو بدن پر کوڑے مارنے کی دردناک سزائیں خطرناک طور پر دیتا ہے جس کو تو نے اپنے محلوں کی تعمیر کے لئے غلام بنا کر رکھا ہے تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ روانہ کر دو۔ فرعون نے موسیٰ سے کہا کہ (اے ناشکرے!) ہم نے تو تم کو پالا تھا اور کئی برس تو ہمارے پاس رہا اور ایک آدمی کو بھی تو نے قتل کیا تھا اور تو سزا کے خوف سے ہم سے بھاگ گیا۔ موسیٰ نے کہا تو یہ احسان جتلاتا ہے کہ تو بنی اسرائیل کو مزدوریاں دیتا ہے۔ حالانکہ تو نے اُن کو غلام بنا رکھا ہے۔ فرعون نے کہا۔ میں نہیں جانتا تیرا رب

Marfat.com

کون ہے۔ اگر تو نے میرے سوا کسی کو رب مانا تو قید کروں گا۔ اگر تیرے پاس کچھ ہے تو لا۔ الغرض فرعون نے اپنے جادوگر اس خوف سے اکٹھے کئے کہ کہیں موسیٰ اپنے جادو سے اس کو سرزمین مصر سے نہ نکال دے اور خود بادشاہ بن جائے۔ پھر جب فرعون کو شکست ہوئی اور اس کے جادوگر خدا پر (باوجود اس کی دھمکیوں کے کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا اور سولی پر چڑھا دوں گا) ایمان لے آئے تو موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر سمندر کی طرف چلا تا کہ اپنی قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات دے۔ فرعون نے اس کا تعاقب کیا۔ موسیٰ نے اپنے عصا سے سمندر کو دو الگ الگ ٹکڑے کر دیا (یعنی بنی اسرائیل، حضرت موسیٰ کی طاقت و رہنمائی میں اس جوش و خروش میں تھی کہ ایک ایک شخص اس کی لہروں کو لاشے سمجھ کر سمندر کے اتار کے وقت بے دھڑک پار کر گیا) اور فرعون کی فوج (اپنی طاقت کے گھمنڈ میں سمندر کو چڑھاؤ کے وقت پار کرنے لگی اور) سب کی سب غرق ہوئی۔ اس کے بعد وحی پھر وہی پیغام دیتی ہے جو پہلے دیا یعنی: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝

(۵) ابراہیمؑ نے اپنی قوم اور اپنے باپ کو کہا کہ تم بتوں کو سجدہ کر رہے ہو جو نہ بولتے ہیں، نہ طاقت رکھتے ہیں کہ نفع و ضرر دیں۔ اے رب! مجھے اس قوم پر حکومت دے (تاکہ اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ کے الٰہی قول کے مطابق) میں بھی صالحین میں مل جاؤں: رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۝: (۲۶/۵) (اور اس قوم کو حکومت کے ڈنڈے سے درست کروں) تو قوم اس ڈنڈے سے درست ہو گئی!) اس کے بعد وحی پھر وہی پیغام دیتی ہے جو پہلے دیا یعنی: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝: (۲۶/۵)

(۶) اس کے بعد ہے کہ حضرت نوح کی قوم نے اپنے رسول کو جھٹلایا۔ نوح نے کہا:

اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ۚ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ۝ وَمَاۤ اَسْــَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ۝ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝: (۲۶/۶) قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ ۝: (۲۶/۶) فَاَنْجَیْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ۚ: (۲۶/۶)

اے قوم! کیا تم خدا (کے اٹل قانون) سے نہیں ڈرتے۔ میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں تاکہ تم کو امن اور سلامتی کی منزل تک پہنچاؤں۔ پس اس خدا سے ڈرو اور میرے حکموں کی اطاعت کرو اور میں (اس امن کے مقام تک تمہیں پہنچانے کے لئے) تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میری اجرت تو سوائے پروردگار عالمیان کے کسی اور کے ذمے نہیں۔ پس ڈرو خدا سے اور میری اطاعت کرو۔ قوم نے کہا کہ ہم تجھ پر ایمان لائیں حالانکہ تیرے پیرو رذیل اور غریب لوگ ہیں۔ قوم نے دھمکی دی کہ ہم اے نوح! اگر تو باز نہ آیا تو تجھ کو سنگسار کر دیں گے۔ پھر ہم نے نوح کو بھری ہوئی کشتی میں چڑھا کر بچایا اور باقی سب کو طوفان میں غرق کر دیا۔ وحی کہتی ہے: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝: (۲۶/۶)

(۷) عاد کی قوم نے ہودؑ کو جھٹلایا۔ وہی اوپر کے الفاظ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ اُن کو بھی کہے۔ کہا کہ تم ہر اونچی زمین پر بڑے بڑے مکان بناتے ہو اور گمان میں ہو کہ ہمیشہ رہو گے اور جب کسی کو پکڑتے ہو تو ظالموں کی طرح دردناک سزائیں دیتے ہو۔ انہوں نے نصیحت نہ مانی اور ہلاک ہوئے۔ وحی پھر وہی الفاظ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کہتی ہے جو اوپر کہے گئے۔

(۸) ثمود کی قوم نے صالحؑ کو جھٹلایا۔ وہی اوپر کے الفاظ اُن کو بھی کہے۔ کہا تم پہاڑوں میں سُرنگیں نکال کر وہاں اپنے گھر تراشتے ہو اور اکڑتے ہو۔ یہ ناقہ خدا کی طرف سے تمہاری آزمائش کا نشان ہے۔ اس کی خاطر خدمت کرو۔(x) مگر انہوں نے اُونٹنی کو ضد میں آ کر ذبح کر دیا۔ پھر عذاب آیا اور قوم ہلاک ہو گئی۔ وحی پھر وہی الفاظ کہتی ہے جو اوپر لکھے گئے۔

(۹) قوم لوط نے لوطؑ کو جھٹلایا۔ وہی اوپر کے الفاظ اتَّقُوْا دہرائے۔ کہا تم عورتیں چھوڑ کر لڑکوں کے ساتھ مجامعت کرتے ہو۔ لوگوں نے کہا اے لوط! اگر تو باز نہ آیا تو ہم تم کو نکال دیں گے۔ پھر ہم نے لوطؑ کو بچالیا اور اُن پر وہ دردناک بارش برسائی کہ سب تہس نہس ہو گئے۔ وحی پھر وہی الفاظ کہتی ہے جو اوپر لکھے گئے۔

(۱۰) اصحاب ایکہ نے شعیبؑ کو جھٹلایا۔ کہا تم کم تولتے ہو۔ تول کے وقت سیدھی ڈنڈی نہیں رکھتے۔ انہوں نے کہا تو جادوگر اور جھوٹا ہے۔ تو گرا ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا اگر تو سچا ہے۔ تو ہم نے اُن کو تہس نہس کر دیا۔ وحی پھر وہی الفاظ کہتی ہے جو اوپر لکھے گئے

(۱۱) پھر کہا: وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ : (۲۶/۱۱)

اور بلاشک وشبہ یہ قرآن پروردگارِ عالمیان کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ روح الامین نے اس کو تیرے ذہن پر صاف اور واضح عربی زبان میں اس لئے اُتارا (تاکہ لوگ غیر زبان کا بہانہ نہ کریں کہ ہم اس کو سمجھ نہیں سکے) اور تاکہ تو ڈرانے والوں میں سے ہو جائے۔ اور بے شک یہی اصول پہلے صحیفوں میں بھی (قوموں کو ہلاکت سے بچانے کے لئے) دئے گئے ہیں۔

(۱۲) پھر کہا :- وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ : (۲۶/۱۱)

اور تو اپنے کنبہ کے قریبی لوگوں کو ڈرا اور جو ایمان والے تیری اطاعت میں آجائیں اُن پر اپنا بازو شفقت سے پھیلا دے اور اگر وہ تیری نافرمانی کریں تو اعلان کر دے کہ میں اس سے بری الذمہ ہوں جو تم کر رہے ہو۔

(x) اُونٹنی کو "خدا کا نشان" بنا کر اُن میں چھوڑ دینے کی حکمت عملی یہ تھی کہ یہ لوگ اُونٹنی کی خدمت حیوان سمجھ کر کریں گے تو آہستہ آہستہ خدا کی طرف بھی آجائیں گے۔ خدا کو نہ ماننے کی ضد بھی رفتہ رفتہ جاتی رہے گی۔ (فتدبّر)۔

Marfat.com

(۱۳) پھر اِس الزام کا مسکت جواب دینے کی خاطر کہ رسول ایک شاعر ہے، کہا:-

شعرا کے پیچھے گمراہ لوگ لگتے ہیں اُن کا مستقل نصب العین نہیں اور وہ جو کہتے ہیں کرتے نہیں!

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ؕ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِىْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۙ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ؑ (۲۶/۱۱)

اور شاعر لوگ تو وہ ہیں جن کے پیچھے گمراہ لوگ ہی لگتے ہیں۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ وہ (مستقل اصولوں اور قاعدوں کے انسان ہی نہیں ہوتے بلکہ کبھی اِدھر کے کبھی اُدھر کے اور) ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور جو کچھ (لوگوں میں اپنے بڑے معلّم یا مصلح ہونے کی عزت قائم کرنے کے لئے) کہتے ہیں، اُس کو خود نہیں کرتے۔

لیکن مسلمانوں کی (وہ مٹھی بھر) جماعت اِس سے مستثنیٰ ہے جو خدا پر ایمان لے آئے، جنہوں نے مناسب (ترین) اعمال کئے اور اللہ کے کھلے کو (دل میں) بار بار رکھ کر اُس کی یاد ہر عمل میں رکھی اور (بالخصوص وہ) جنہوں نے بعد اِس کے کہ اُن پر (طرح طرح کے) مظالم کئے گئے (کفارِ مکہ سے) بدلہ لینے کا عزم مصمم کر لیا۔ اور عنقریب ظالم لوگوں کو علم ہو جائے گا کہ وہ کس پہلو پر اُلٹائے جاتے ہیں۔

سُورہ الشعرا کی حیرت انگیز تعلیم کا خلاصہ

الغرض اِن تیرہ نکات کے اندر اِس سُورت میں وہ عظیم الشان تعلیم دنیا میں سُرخ رُو ہو کر چلنے کی دی گئی ہے جو ابدالآباد تک ہر قوم کو زندہ رکھنے کے لئے کافی ہے۔ یہ تعلیم مختصر الفاظ میں حسب ذیل ہے: (ا) صحیفۂ فطرت کی ہر پیدا شدہ شئے سے سبق لینا کہ پروردگار نے جو کچھ پیدا کیا ہے انسان کی فہم و ادراک سے باہر اور انتہائی طور پر حیران کُن ہے۔ انسان ان میں سے کسی ایک شئے کو بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ اِس لئے وہی خدا اور اُس کا قانون قابلِ اطاعت ہے: دیکھو (۳) (ب) غلام قوم کو ظالم حکمران سے بچا کر لے جانا بڑی نیک فعل ہے اور ہر شخص کو اِس پر آمادہ ہونے کی صلاحیت پیدا کرنی لازم ہے: دیکھو (۴)۔ (ج) حکومت حاصل کرنے کے اسباب پیدا کرنا صلاحیتِ عمل ہے دیکھو (۵)۔ (د) خدا کے بھیجے ہوئے رسول قوموں کو امن اور سلامتی کے مقام پر پہنچانے کے لئے آتے تھے اِس لئے یہ قوم اِس مقام پر پہنچ سکتی ہے۔ اگر وہ قانونِ فطرت سے خوف زدہ ہو اور اپنے امیر کی اطاعت کرے دیکھو (۶)۔ (ہ) مغرور قومیں جو کمزوروں پر ظلم کرتی ہیں جو عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے خلافِ فطرت فعل کرتی ہیں، جو کم تولتی ہیں ہلاکت کی طرف جا رہی ہیں۔ دیکھو (۷ تا ۱۰)۔ (و) وحی اُس غور و فکر کا نتیجہ تھی جس کو جبرئیل نے رسول صلعم کے ذہن پر نازل کیا۔ اِس لئے قرآن کسی اَن پڑھ یا جاہل کی تصنیف نہیں بلکہ اُس رسولؐ کا قول ہے جو علم و فضل میں یکتائے روزگار تھا: دیکھو (۱۱)۔ (ز) جماعت کے رہنما کے لئے لازم ہے کہ وہ پہلے اپنے قریبی عزیزوں کو اپنی طرف بلائے

Marfat.com

اور اپنی جماعت کے آدمیوں سے انتہائی مشفقانہ سلوک کرے: دیکھو (۱۲) - (۷) شاعر گمراہ ہیں اور اُن کے پیچھے لگنے والے لوگ گمراہ ہیں۔ ظالم سے انتقام لینے کا جذبہ جماعت میں پیدا کرنا اور اُن کو (خواہ اُن کی تعداد کتنی ہی تھوڑی ہو) قتال کے لئے تیار کرنا عمل صالح ہے۔ اِس کے بغیر جماعت زندہ نہیں رہ سکتی!

نبوّت کے پہلے پانچ سالوں کی ساٹھ سورتوں کی وحی کے بعد دینِ اسلام کفار سے شکست کھانے کے مرحلے سے گزر چکا تھا!

سورۃ الشعراء کے بعد سورۃ الحجر (۱۵) نازل ہوئی جس کا حجم ۹۵ سطریں ہیں۔ اِس کے بعد سورۃ مریم (۱۸) کی ۱۲۲ سطریں ہیں۔ سورۃ ص (۳۸) کی ۲۰۳ سطریں اور سورہ یٰسٓ (۳۶) کی ۹۲ سطریں نازل ہوئیں۔ ۵ نبوی کے تمام سال اور ۶ نبوی کے قریباً پورے سال کی ساٹھ نازل شدہ سورتوں میں سے اِن بقایا چار سورتوں کا خلاصہ دے کر نبوت کے اِس مشکل ترین دور کو ختم کیا جاتا ہے۔ اِسی نبوت کے پانچویں سال میں حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے اور اگرچہ کفارِ مکّہ کی ایذائیں نبوت کے پہلے تیرہ سال میں مسلسل اِس دردناک طور پر شدید رہیں کہ نبیؐ کو حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کے اِسلام میں داخل ہو جانے کے باوجود کوئی بڑی سہولت مکّہ میں آرام سے زندگی گزارنے، اپنی جماعت کے آدمیوں میں اطمینان و سکون پیدا کرنے یا جماعت کی تعداد کو بڑھانے میں نہ ملی اور بالآخر اِس مختصر جماعت کو چاروں طرف سے ہار کر مدینہ میں ہجرت کرنا پڑی، بلکہ ۷ نبوی سے ۱۳ نبوی کے سات سالوں میں رسول صلعم انہی ایذاؤں کے باعث کامل تین سال تک شعب ابوطالب میں قید رہے لیکن مسلمانوں کا اپنا کردار اور اخلاق وحی کی تعلیم کے باعث اِتنا بلند ہو چکا تھا کہ ۵ نبوی کے وسط کے بعد ہی دینِ اسلام کفارِ مکّہ سے شکست کھا کر ریلامیٹ ہو جانے کے مرحلے سے قطعاً گزر گیا تھا۔ اِن چار سورتوں کے خلاصے حسبِ ذیل ہیں:۔

سورۃ الحجر میں بھی قریباً وہی رنگ ہے جو اِس سے پہلی سورتوں میں تھا۔ اُنہی اُمتوں کی ہلاکت کی کہانی کو پھر دُہرایا گیا ہے۔ دھڑلے سے دعویٰ کیا ہے کہ قرآن کو ہم نے خود اُتارا اور اِس کے دُنیا میں ہمیشہ کے لئے ہادیٔ برحق ہونے اور اِس کی تعلیم کو ہر نقصان سے محفوظ رکھنے کے ہم ذمہ دار ہیں: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۞ (۱۵/۹) کافروں کو کہا کہ ایک وقت آنے والا ہے کہ تم لوگ پچھتاؤ گے کہ ہم مسلمان کیوں نہ ہوئے (*) رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ۞ (۱۵/۲) تم کہتے ہو کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں آئے کہ وہ آ کر ہمیں سزائیں دیں۔ جواب ملا کہ سزائیں اُس وقت ملتی ہیں اور فرشتے اُس وقت اُترتے ہیں کہ کسی قوم کے گناہوں کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے اور اُن کی تباہی حق بجانب ہو جاتی ہے۔ پھر کوئی مہلت نہیں ملتی: مَا نُنَزِّلُ

(*) دیکھنا یہ ہے کہ اِس بے بسی کی حالت میں بھی قرآن کس دھڑلے سے کفار کو دائرہ اسلام میں آنے کی ترغیب دیتا ہے۔

الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝ (۱۵)، پھر کہا جو رسول آتا ہے اُس کو یہ لوگ مخول میں اڑا دیتے ہیں اور نہیں مانتے حالانکہ پہلی قوموں کی ہلاکت کا قانون دیر سے چلا آ رہا ہے اور اس میں ردو بدل ممکن نہیں: لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ (۱۵)، پھر کہا، اگر ہم آسمان سے ایک دروازہ بھی کھول دیتے کہ یہ لوگ بچشم خود اپنا بُرا انجام ملاحظہ کر لیں۔ تو یہ لوگ کہتے کہ ہماری آنکھوں پر بے ہوشی کا نشہ چڑھا دیا گیا تھا بلکہ تمام قوم مسحور ہو گئی تھی۔ اس لئے ہم ان دھمکیوں کو نہیں مانتے: وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ۝ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝ (۱۵)

صحیفۂ فطرت کے واحد حقیقت ہونے کا زیادہ واضح اعلان

اس کے بعد قوموں کی ہلاکت کی کہانیاں بتا کر کہا کہ ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے اُس کو پیدا نہیں کیا مگر یہ کہ صحیفۂ فطرت واحد روشن حقیقت ہے جس کا قانون اٹل ہے۔ اس بنا پر سزا کی گھڑی ضرور آنے والی ہے، تم اے محمدؐ! کامل طور پر بے فکر ہو کر ان سے درگزر کرو: وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ۝ (۱۵)، ان کا غم نہ کھاؤ: وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ (۱۵)، اپنی جماعت کے لوگوں پر شفقت اور رأفت کا ہاتھ پھیرتے رہو تاکہ اُن کے حوصلے بندھے رہیں: وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (۱۵)، ہم ضرور جانتے ہیں کہ تمہارا دل ان بیہودہ عُذروں اور طعنوں اور بہانوں کی وجہ سے سخت تنگ ہوتا ہے جو یہ لوگ وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں: وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۝ (۱۵)، تو تم صبر کرو اپنے پروردگار کی تعریف میں رطب اللسان رہ کر اپنے دل کو حوصلہ دیتے جاؤ اور خدا کے مقرر اور اٹل قانون کے آگے جھکتے رہو اور اپنے پروردگار کے احکام کی تعمیل ایک ملازم کی طرح اس وقت تک کرتے جاؤ کہ تمہیں یقین آ جائے کہ جو کچھ کہا گیا تھا وہ برحق تھا: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ (*) ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ (۱۵)

۱۴۰۰ برس پہلے صحیفۂ فطرت کے واحد حقیقت ہونے کا اعلان بے مثال اعلان ہے!

آج سے چودہ سو برس پہلے جب کہ تمام دنیا وہم و جہالت، ظن و تخمین، توہمات اور واہیات، حیرت اور استعجاب تک

(*) ہم نے ان تین موٹے کئے ہوئے حکموں کی کیفیت اوپر کے ترجمے میں بیان کر دی ہے اور ان تینوں کا نتیجہ سعی و عمل ہے۔ آج مسلمان ان کو مروجہ "تسبیح" اور "سجدہ" اور "عبادت" سمجھ کر بے عمل ہو چکا ہے اور صرف اللہ کا نام ہندوؤں (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

Marfat.com

گمان کی ظلمتوں اور غلاظتوں میں سرگرداں اور پریشان تھی اور لوگ کائنات فطرت کے ہر مظاہرے سے مرعوب اور خوف زدہ ہو کر سورج، چاند، پتھر، درخت، دریا، گائے اور بندر کو پوج رہے تھے۔ کائنات عالم میں صحیفۂ فطرت کے واحد حقیقت[×] ہونے کا محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے یہ بانگ دہل اعلان انسانی تاریخ میں وہ عظیم الشان واقعہ ہے کہ دس ہزار قوموں کی مجموعی تاریخ اپنے ابطال کے کارنامے اور علمی فتوحات اس کے مقابلے میں پیش نہیں کر سکتے۔ سلام ہے اس سرزمین عرب پر جس کے ایک بطل جلیل کے کمال غور و فکر نے دنیا کو وہ سچائی دی جس کے معلوم کرنے کے لئے دنیا کئی ہزار ہا تو میں ایک دوسرے سے دست و گریباں آج تک اس مسئلے پر ہیں کہ سچائی کیا ہے؟ کروڑوں بلکہ ارب در ارب انسان آج تک صرف اس بات کے فیصلے کے لئے کٹ مرے ہیں کہ دونوں فریقوں میں سے سچائی اور حقیقت کس فریق کے ساتھ ہے۔ قرآن عظیم نے آج تیرہ سو پچاسی برس گزرے، اعلان کر دیا کہ صرف صحیفۂ فطرت (اور اس سے صحیح طور پر اخذ کیا ہوا علم) حقیقت ہے، باقی جو کچھ ہے وہم و گمان ہے!!! اور انسان کے شایان شان نہیں کہ اس کی طرف اپنی توجہ دے۔

یہ حقیقت سورۃ الحجر میں دوسری بار زیادہ وضاحت سے نازل ہوئی اور سلام ہے سورۂ حجر کے بے عدیل پیغامبر پر کہ اس نے یہ حقیقت بنی نوع انسان کو بے کم و کاست دی اور بلند و بالا ہے وہ صاحب کبریا و جبروت جس نے یہ احسان بنی نوع انسان کی گمراہ مخلوق پر کیا! اور جس حقیقت کو پا کر آج بھی انسان اپنے باہمی جنگ و جدال بند کر کے اس بات پر متفق ہو سکتا ہے کہ صرف خدا سچا ہے اور اس کی بنائی ہوئی فطرت برحق ہے۔ اللہ بس و ما بقی ہوس۔

سورۂ مریم میں بعض بظاہر خلاف فطرت واقعات کی توجیہہ:

سورۂ مریم میں حضرت ذکریا کے متعلق بیان ہے کہ ان کو کس طرح ایک "بانجھ" عورت کے بطن سے انتہائی بڑھاپے میں بیٹا پیدا ہوا! قرآن عظیم حضرت مریم کے حال و احوال کی طرف پلٹتا ہے کہ اس پاکیزہ عورت سے خاوند کے بغیر کیونکر حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے اور کیونکر اس واقعہ سے متاثر ہو کر بے وقوف بنی نوع انسان کے ایک طبقے نے یہ عقیدہ وضع کر لیا کہ حضرت عیسیٰ "خدا کے بیٹے" تھے! قرآن کا استدلال یہ ہے کہ یہ دونوں واقعے کچھ تعجب خیز اس لئے نہیں کہ خدا فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے اور وہ خاص مقصد کو سامنے رکھ کر جس شے کو کہتا ہے کہ "ہو جا" "وہ" ہو جاتی ہے"! اگر حضرت ذکریا کے ہاں اس عمر میں ایسی بیوی سے (جب کہ دونوں طرف عام حالات میں

(×) صحیفۂ فطرت کے حقیقت ہونے کا پہلا اعلان سورۃ الدخان میں ہوا تھا۔ دیکھو صفحہ ۱۳۵

(بقیہ تحت المتن)

اور یہودیوں کی طرح رٹتا رہتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمان اگر "تسبیحوں" میں پھنسے رہتے تو دنیا کس طرح فتح کرتے!

Marfat.com

بچہ پیدا کرنے کی اہلیت ہی نہ ہو) لڑکا پیدا ہو سکتا ہے تو حضرت مریم کے بطن سے بھی (خاوند کے نطفہ داخل ہونے کے بغیر) حضرت عیسیٰ پیدا ہو سکتا ہے: مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ ۚ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (*) ۝ (۱۶/ ۱۹)

اس کے بعد حضرات ابراہیم، اسحٰق، یعقوب، موسیٰ، اسمٰعیل، ادریس کا ذکر ہے کہ یہ سب نبی تھے اور خدا کے فرماں بردار بندے بن کر رہے۔ پھر نافرمانوں کو عذاب جہنم کی دھمکیاں اور فرماں برداروں کو اُخروی جنت کی نعمتیں دینے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنانے کی طرف اعادہ ہے اور کہا ہے کہ خدا پر یہ تہمت لگانا اس قدر بُرا ہے کہ عجب نہیں اس کو سُن کر انکار کے طور پر آسمان پھٹ جائیں، زمین میں شگاف ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں: تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ : (۱۶/ ۱۹)

سورۂ صٓ میں انبیاء کے علمی کارناموں کی حیرت انگیز مدح و تحسین!

سورۂ صٓ (۳۸) میں پھر کافرینِ مکہ کو سخت تنبیہیں ہیں کہ تم تعجب کر رہے ہو کہ تم کو عذاب سے ڈرانے والا یہ رسول صلعم کیونکر آ گیا؟ یہ تو ایک جادوگر اور بڑا جھوٹا ہے: وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۫ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝ : (۳/ ۲۳) کہتے ہو کہ اس رسول صلعم نے تو غضب کیا۔ کئی خداؤں کو اکٹھا کر کے صرف ایک خدا بنا دیا! ہم نے ایسی بات تو پچھلی قوموں میں نہ سُنی تھی: یہ تو نری من گھڑت بات ہے! کیا یہ ممکن ہے کہ اس شخص کے ہمارے درمیان ہوتے ہوئے اس پر کوئی نصیحت ہمیں دینے کے لئے اتری ہو، وغیرہ وغیرہ۔ ان فقروں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کفارِ مکہ کے اعتقادات اپنے بتوں کے بارے میں کس قدر ہٹ دھرمی کے اعتقادات تھے اور وہ کس سختی سے رسولؐ کے دشمن تھے۔ یہی وجہ تھی کہ پے در پے کئی سورتوں میں کفار کو جہنم کی دھمکیوں کے سوا کوئی دوسری تعلیم وحی نہ ہو سکی۔

اس سورت میں خصوصیت یہ ہے کہ بعض انبیاء کے علمی اور عملی کارناموں کا ذکر شد و مد سے کیا ہے اور ان کے اعمال کو سراہا ہے۔ حضرت داؤد کو ذوالاید (یعنی ہاتھوں والا) کا خطاب دے کر کہا ہے کہ وہ انتہائی طور پر خدا کی طرف رجوع کرنے والا تھا (یعنی بار بار

(*) یہ خدا کی شان سے بعید ہے کہ وہ اپنا بیٹا بنانے کی خاطر (مریم کے پیٹ سے) کوئی بچہ پکڑ لے۔ وہ (ایسی خواہشوں سے) پاک ہے۔ اس نے اگر (بن باپ اولاد پیدا کر کے انسان کو اپنے آئندہ لائحہ عمل کے متعلق اشارہ کرنے کی غرض سے) کبھی (نئے) قانون (فطرت کے رائج کرنے) کا فیصلہ کر لیا (اَمْرًا کا ترجمہ) تو اس قانون کو کہتا ہے کہ (ناموافق حالات میں بھی) "ہو جا" اور وہ "ہو جاتا ہے"!

جو کرتا تھا، خدا کے بنائے ہوئے قانونِ فطرت سے ہی اپنے آئندہ لائحہ عمل کا سبق لیتا تھا) اس نبی نے پہاڑوں کو اپنے تابع کر لیا تھا، کئی قسم کے پرندوں کو مسخر (×) کیا تھا، اُس کی سلطنت اِن علمی ترقیوں سے انتہائی طور پر مضبوط ہو گئی تھی اور اُس کی سلطنت کی بناء علمِ فطرت پر ہونے کی وجہ سے وہ اِس قدر طاقت ور اور مضبوط ہو گیا تھا کہ خدا نے اُس کو "ہاتھوں والا" یعنی "اپنے سعی و عمل کے زور سے سلطنت کو مضبوط کرنے والا" کا خطاب دیا اور (اس کے علاوہ اُس کو اِسی علم کے باعث اِسی دُنیا میں ترقی کرنے کی) حکمت عطا کی اور اپنی رعیت کو معاملات کے متعلق فیصلہ کُن اطلاعات بذریعہ خطاب دینے کی اہلیت بھی دی: وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ٥ : (۳۸/۲)' اِس کے بعد پھر حضرت داؤد کو خطاب اِن عظیم الشان الفاظ میں ہے جن میں سلطنت کو مضبوط کرنے کے گُر لازوال لفظوں میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ انتہائی قابلِ غور بات یہ ہے کہ یہ سب آیتیں مسلسل ہیں:-

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ (×) وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ٥ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاۗءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا (×) ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ٥ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ٥ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ٥ : (۳۸/۲)۔

اے داؤد! درحقیقت ہم نے تم کو زمین پر (بادشاہ مقرر کر کے) اپنا قائم مقام مقرر کیا ہے تو تم (پر لازم ہے کہ) لوگوں پر حکومت (صحیفۂ فطرت کی) حقیقت کی بنیاد پر (قائم) کرو اور (حکومت کو آسان بنانے اور عیش و عشرت کا ذریعہ کرنے کی خاطر) خواہشاتِ نفسانی کی پیروی نہ کرنا تاکہ یہ پیروی تم کو اللہ کے رستے سے نہ بھٹکا دے۔ تو ایسے لوگوں کو اِس لئے کہ وہ روزِ حساب کو بھول گئے، سخت ترین عذاب ہو گا۔

(اور اے داؤد! یہ جو ہم نے حکم دیا ہے کہ اپنی سلطنت کی بنیاد صحیفۂ فطرت کے علم پر رکھ کیونکہ صحیفۂ فطرت ہی اِس دنیا میں واحد حقیقت ہے تو سمجھ لے کہ) ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ اِن دونوں کے درمیان ہے باطل اور جھوٹ پیدا نہیں کیا (بلکہ برحق پیدا کیا ہے اور اِسی لئے جو علم صحیفۂ فطرت سے اخذ ہو گا وہ بھی صحیح اور برحق ہو گا)۔ یہ (فطرت کو باطل سمجھنا) اُن لوگوں کا گمان ہے جو کافر ہیں۔ تو ہلاکت ہے کافروں کی جہنم کی

(×) آج کچھ معلوم نہیں رہا کہ یہ پہاڑوں کو تابع کرنا اور پرندوں کو مسخر کرنا کیا عظیم الشان ایجاد تھی۔ لیکن یہ کہ وہ کوئی علمی شے تھی جو اس وقت کے سائنس دانوں نے کی تھی۔ (××) اِن مسلسل آیتوں میں الحق کے بالمقابل باطلًا کا لفظ لانا اور فطرت کو باطل سمجھنے والوں کو کافر اور فاجر کہنا لائقِ صد غور ہے!

Marfat.com

وجہ سے۔ (لوگو! بتلاؤ کہ) کیا ہم ایمان لانیوالی اور صالح اعمال کرنے والی قوم کو اُس قوم کے برابر کر دیں جو زمین پر فساد مچاتے رہتے ہیں اور کیا ہم خدا کے قانون سے ڈرنے والی جماعت کو فاجروں اور ظلم کاروں کے برابر کر دیں؟ (اَے لوگو! ان عظیم الشان اصولوں کے بعد جو ہم نے ان آیات میں بیان کئے ہیں کیا ہم تم کو یہ نہ کہیں کہ) یہ قرآن ایک (بے مثال طور پر) برکت دینے والی کتاب ہے جو (اَے محمدؐ!) ہم نے تم پر اِسی لئے اتاری ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر (انتہائی) غور و فکر کریں اور تاکہ دانا اور عقل و فہم والے اصحاب اِس سے عبرت پکڑ کر (دُنیا میں کامیاب اور فائز المرام ہوں)۔

کیا ان آیتوں کے پاس پاس ہونے اور پہلی آیت کے بالحق کے مقابلے میں دُوسری آیت میں باطلاً کے لفظ سے یہ لازمی نتیجہ نہیں نکلتا کہ پہلی آیت کے فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ سے یقینی مُراد یہ ہے کہ حکومت کی بنیاد حقیقت اور صحیفۂ فطرت کے علم پر رکھو گے تو وہ سلطنت مضبوط ہوگی۔ چنانچہ حضرت داؤد نے بھی پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کرکے جو طاقت ان سے حاصل ہوسکتی تھی، اپنی سلطنت کو اِس قدر مضبوط کیا کہ خُدا نے اُس کو ذوالاید کا خطاب دیا! تدبّر۔(*)

قرآن بڑی برکت دینے والی کتاب ہے!

یہی وجہ تھی کہ خُدا نے قرآن کو برکت دینے والی کتاب کہا، اُس کی آیتوں میں کمال غور و فکر اور تدبّر کرنے کی تاکید کی اور صاف کہا کہ صاحب فہم و فراست لوگ اِس سے مُفید سبق حاصل کر سکتے ہیں۔

انبیأ کے علمی کارناموں کا مزید ذکر

ان تصریحات کے سلسلے میں حضرت داؤد کے بعد حضرت سلیمان کا ذکر نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ ۝ ۳۸/۳۰ کے الفاظ میں ادا کیا یعنی یہ کہ وہ نہایت ہی عُمدہ خدا کا نوکر تھا اور بار بار (خُدا کے قانون کی طرف) رجوع کرنے والا تھا۔ پھر کہا کہ سلیمان کو ہم نے اس کی سلطنت پر ایک بے جان جسم ڈال کر (یعنی ایک لاینحل مشکل میں ڈال کر) آزمایا۔ اُس نے اِس آزمائش میں فتح حاصل کی اور دُعا کی کہ اَے پروردگار! میری کوتاہیوں پر پردہ پوشی کر اور مجھے ایسی عظیم الشان سلطنت عطا کر جو میرے بعد کسی کے شایانِ شان نہ ہو کیونکہ بے شک تُو ہی بڑا عطا کرنے والا ہے: وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ (۳۸/۳۵)۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے نبیوں کی بھی یہی خواہش ہوا کرتی تھی کہ اُن کو بڑی بڑی سلطنتیں ملیں تاکہ وہ انسانوں کو حکومت اور ڈنڈے کے زور سے راہِ راست پر لائیں!!

(*) دیکھنا یہ ہے کہ فطرت کو واحد حقیقت کہنے کے بعد (دیکھو صفحہ ۱۳۵، ۱۴۶) اگلی وحی میں انبیاء کے عملوں کی سند دے کر واضح کیا کہ اُنہوں نے فطرت کو مسخر کیا تھا!

Marfat.com

پھر وحی اس عظیم الشان اور بے مثال سلطنت کی تشریح یں کہتی ہے کہ ہم نے ہوا کو اُس کے تابع کر دیا تھا (یعنی اُس کی سلطنت کے سائنس دان اس علم و ہنر کے مالک تھے کہ اُنہوں نے ہوا کو مسخر کیا) وہ ہوا اُس کے حکم سے بڑی نرمی سے جہاں اُس کو پہنچنا ہوتا، پہنچتی (×)۔ بڑے بڑے دیو ہیکل (شیطان) مزدور جو معمار اور غوطہ زن لوگ تھے اُس کی تحویل میں کر دیئے، نیز کئی دوسرے مزدور جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے رہتے تھے۔ یہ ہماری بے حساب بخشش تھی۔ (پس اے محمدؐ!) تو ایسی بخششوں سے اپنی قوم کے لوگوں پر) احسان کریا نہ کر لیکن سلیمان کو ہمارے ہاں بڑا قرب اور بڑی منزلت ہے: فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ۝ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ۝ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ هَٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ۝ : (۳۲/۳)

پھر حضرات ایوبؑ، ابراہیمؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ کے کارناموں پر تحسین و آفرین کی ہے اور اُن کو أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ، إِنَّا أَخْلَصْنَاهُم بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ۝ (××) اور لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ کے عظیم الشان خطابات دیئے۔ یعنی وہ ہاتھوں اور آنکھوں والے نہایت ممتاز حاکم تھے۔ ان کو ہم نے اس دنیا سے عبرت پکڑنے کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ وہ ہمارے چنے ہوئے اول درجے کے نیک عمل کرنے والے بندوں میں سے تھے۔ پھر حضرات اسمٰعیلؑ، الیسعؑ اور ذی الکفلؑ کا ذکر بھی كُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ کے الفاظ میں کیا کہ سب کے سب نہایت عمدہ عمل کرنے والے لوگ تھے۔

صحیفۂ فطرت کو مسخر کر کے قوم کو مضبوط کرنے والے اشخاص ہی صالح العمل ہیں!

قرآن کا عمل صالح فطرت پر چلنا ہی تھا!

ان سب تصریحات سے جن کی کوئی دوسری تشریح یا تاویل ممکن نہیں، ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ خدا کے چنے ہوئے یہ بندے جن کو خدا کی طرف سے قوم کی امامت سپرد ہوئی تھی وہ بڑے جلیل القدر، صاحب جد و جہد اور باعمل لوگ تھے جو اپنی اپنی قوموں کو فلک الافلاک تک پہنچا گئے۔

(×) آج کچھ معلوم نہیں رہا کہ یہ سائنسی ایجادیں کیا تھیں؟ ہوا کیونکر حضرت سلیمانؑ کی مرضی کے مطابق چلتی تھی؟ دیو ہیکل معمار اور غوطہ زن کیوں لگاتے تھے؟ مزدوروں کو زنجیروں میں کیوں اور کس عظیم الشان مقصد کے لئے جکڑا جاتا تھا؟ (××) میں نے أَخْلَصْنَاهُم بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ کے معنی یہ کئے ہیں کہ "ہم نے اُن کو خالصتہً دنیا سے عبرت پکڑنے کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔" آج کا مسلمان کہے گا کہ یہ تو اگلی دنیا کا ذکر ہے اور وہ تمام دن رات خدا کا نام رٹتے تھے لیکن "ہاتھوں اور آنکھوں والے لوگ" یں کہوں گا، ہرگز ایسا نہیں کرتے بلکہ فطرت کو مسخر کرنے کی دُھن میں رہتے ہیں۔

جنہوں نے صحیفۂ فطرت کا علم حاصل کرنے میں (اُس وقت کے معیار کے مطابق) انتہائی کوشش کی، جنہوں نے حکومت اور سلطنت کی بُنیاد حق پر رکھی، کسی ظن وگمان کو انہوں نے اپنے ذہنوں میں داخل نہ ہونے دیا، صحیفۂ فطرت کو کسی عنوان سے باطل نہ سمجھا۔ اُن کی "اِیابت" قانونِ خدا کی طرف لَوٹ لَوٹ کر عمل کرنے والی اِیابت تھی۔ وہ آج کل کے مُلا کے قابلِ نفرت قول کے مُطابق دن رات گوشوں میں بیٹھ کر اللہ اللہ پکارتے نہ تھے بلکہ خدا کی بنائی ہوئی فطرت کی ہر شئے کی تسخیر کے درپے تھے اور یہی فطرت کو مسخر کرنا اُن کا حُسنِ عمل اور عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ تھا۔ وہ صحیح معنوں میں ہاتھوں والے اور آنکھوں والے انسان تھے جو قوموں کو نجات کی راہ دکھلا گئے، گوشوں میں تسبیح(*) پھیرنے والے اور نرے اللہ اللہ کرنے والے یا ہاتھ پر ہاتھ دھر کر اور آنکھیں میچ کر کمبل میں لپٹے ہوئے اُونگھنے والے بیکار شخص نہ تھے جن کے غول کے غول آج مسلمانوں کی خانقاہوں، مسجدوں، گوشوں اور جنگلوں میں بیٹھے ہوئے خلقِ خدا کو اپنے قُربِ خدا کا دھوکہ کئی صدیوں سے دے رہے ہیں اور قوم کی کشتی کو ہلاکت کے منجدھار میں غرق کرکے خُدا کے غیظ وغضب کو دعوت دے رہے ہیں۔

دیکھنا یہ ہے کہ رشتہ نبوی کے وسط میں اس سورت کے نزول سے مقصدِ رسول صلعم کے مُٹھی بھر ساتھیوں کو پہلی سورتوں کے کردار واخلاق کا بلند تخیل، کفار سے بالآخر قتال وجہاد کرنے کا تخیل، خُدا کے حکموں کی پے درپے تعمیل کا تخیل، خُدا کا دل میں مسلسل کھٹکا رکھنے کا تخیل، اطاعت امیر کا تخیل، کافروں کے بُرے انجام کا تخیل، اپنے لئے بادشاہت زمین کا تخیل، خوبصورت عورتوں کے ملنے کا ذہن انگیز تخیل، خدا کے حضور میں صبح وشام، پچھلے پہر رات کو کھڑے ہو کر عاجزی محسوس کرنے کا تخیل، وغیرہ وغیرہ دے کر اب یہ تخیل بھی دینا تھا کہ فطرت واحد حقیقت ہے، فطرت کے بڑے کارندے یہ انبیاء تھے جو اپنی قوم کو اَمن اور سلامتی دینے آئے تھے۔ وہ ہاتھوں اور آنکھوں والے ہوشمند بندے تھے، اسی لئے خُدا نے اُن کو چن لیا تھا۔ چادروں میں اپنے آپ کو لپیٹ کر لمبے لمبے سانس خُدا کے سامنے عاجزی دکھلانے کے لئے بھرنا اسلام نہیں ہے، خدا کے حضور میں کھڑے ہونا صرف دلوں کو عمل کے لئے نرم کرنے کے لئے ہے، اس لئے اِن سب تخیلات میں جو قوم کو بذریعہ وحی دیئے جارہے ہیں، قسط واعتدال سے رہو، کسی بات میں غلو نہ کرو۔ قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ: کے آنے والے حکم کے مطابق ہر تخیل کو پورے طور پر نباہنا ہی اسلام ہے - قرآن کے ایک حکم سے غافل رہ کر دوسری طرف زیادہ جھک جانا بھی شیطانی وسوسہ ہے۔ اس لئے اِن لغزشوں سے بچتے رہو۔

اس تصریح کے بعد سورۂ صٓ میں پھر وہی قصہ آدم اور شیطان کا دُہرایا کہ وہ مخلوقِ خدا کو تا روزِ قیامت بہکاتا رہے گا۔ لیکن خدا کی دھمکی یہ ہے کہ وہ اور اُس کے تمام حواری جہنم میں بھر دیئے جائیں گے۔ اِن تمام تصریحات کی بنا پر قرآن کو سورت کے

(*) تسبیح پھیر کر اللہ کا نام بار بار رٹنے کی رسم مسلمانوں نے یہودیوں سے لی ہے۔ رسول خدا صلعم نے تمام عمر تسبیح نہیں پھیری، نہ صحابہ کرام یا قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے!

Marfat.com

اخیر میں اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (۳۸/۵) کہا یعنی یہ قرآن تمام دُنیا جہان کے لئے باعث نصیحت و عبرت ہے!

سُورۂ یٰسٓ میں سُورج کے ایک عارضی مرکز کی طرف حرکت کا حیرت انگیز علمی انکشاف نیز مُردہ زمین کے معجزے!

سورہ صٓ کے بعد سُورۂ یٰسٓ (۳۶) نازل ہوئی۔ اس سُورت میں کفارِ مکہ کو دھرکتے سے اور اُن کے حوصلوں کو پست کرنے کے لئے کہا کہ اے سردارِ قوم! (یٰسٓ یعنی **یاسید** کا ترجمہ) قرآن حکیم (کے اب تک وحی کئے ہوئے مضامین) کی حکمت بذات خود شہادت رہی ہے کہ بلاشبہ تُو خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر ہے اور بے شک راہ راست پر ہے۔ یہ قرآن اُس غالب اور انتہائی طور پر رحم کرنے والے خدا کی طرف سے اِس لئے اتارا گیا کہ تُو اس قوم کو ہلاکت سے ڈرائے جن کے باپ داداؤں کی طرف اب تک کوئی رسُول نہ آیا تھا اور وہ اب تک غفلت میں ہیں۔ ان میں سے اکثر پر خدا کا عذاب مسلط ہو چکا ہے تو اب وہ ایمان لانے والے نہیں: یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (۳۶/۱)

زمین سے نباتات کے اُگنے کا حیرت انگیز منظر

پھر کہا کہ کفارِ مکہ کو خدا کے ہونے کا یقین دلانے کے لئے ایک حیرت انگیز واقعہ اِس دُنیا میں مُردہ زمین ہے، اس کو ہم (پانی برسا کر) زندہ کر دیتے ہیں پھر اِس میں سے ہم اناج کے دانے نکالتے ہیں جن کو یہ کافر کھاتے ہیں۔ اور اسی زمین سے کھجوروں اور انگوروں کے باغ ہم اُگاتے ہیں اور اس میں چشمے جاری کرتے ہیں تاکہ یہ کافر اس کے پھلوں کو کھائیں۔ یہ نعمتیں اُن کے ہاتھوں نے تو نہیں بنائیں تو کیا وہ شکر نہیں کرتے: وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۝ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۗ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝ (۳۶/۲) (زمین سے یہ چیزیں کیونکر اُگ جاتی ہیں، ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو حل کرنے کے لئے دُنیا کے سائنس دان آج تک سَر پٹخ رہے ہیں۔ فتدبر!) پھر دُنیا میں ایک عملی نظم و نسق کے رائج ہونے سے خدا کے ہونے کا احساس حسب ذیل الفاظ میں دلایا:-

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۝ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا (*) ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝

(*) سورج کی حرکت اور سکون کے متعلق انسان نے جو مختلف نظریئے کئی دفعہ بدلے اس کی تشریح تذکرہ (صفحہ ۲۰-۲۲) میں دیکھو۔ نیز ہرشل کا آخری اعلان کہ سُورج سمت مجمع النجوم ہرکولیس کی طرف حرکت کر رہا ہے اور یہ مرکز عارضی ہے، تذکرہ صفحہ ۲۲ پر دیکھو۔

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِىْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ (۴۰؍۳۶)

اور ان (کافرین مکہ) کے لئے (خدا کے موجود ہونے کی) ایک نشانی رات ہے کہ ہم اس میں سے دن (کی روشنی کو کھال کی طرح) کھینچ لیتے ہیں تو ناگہاں وہ اندھیرے میں (سراسیمہ ہوکر) رہ جاتے ہیں اور سورج ہے کہ وہ اپنی عارضی جائے قرار(×) کی طرف چل رہا ہے۔ اور یہی ہے اس انتہائی طور پر غالب اور باخبر خدا کا مقرر کیا ہوا اندازہ (سورج کے بارے میں) ہے اور چاند کی منزلیں ہم نے مقرر کر دی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ ایک سوکھی ہوئی ٹہنی کی طرح بار بار ہو جاتا ہے۔ سورج سے ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ چاند کو دبوچ لے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے اور یہ سورج اور چاند اور لیل و نہار سب کے سب اپنے چکر میں پڑے تیر رہے ہیں (تین سو برس پہلے انسان کا نظریہ یہ ہو گیا تھا کہ سورج ساکن ہے اور زمین اس کے گرد (تیرہ لاکھ گنا چھوٹی ہونے کی وجہ سے) گردش کر رہی ہے۔ مشہور سائنس دان ہرشل نے پھر ثابت کیا کہ سورج بھی کسی عارضی جائے قرار کی طرف گردش کر رہا ہے اور اس کو بھی سکون نصیب نہیں)۔

پھر کافروں کے طعنوں اور عذروں کو اور واضح کرنے کے لئے کہ وہ کس قدر شر انگیز لوگ تھے، کہا:۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (۴۷؍۳۶)

اور جب ان کفار مکہ سے کہا جاتا ہے کہ اس میں سے جو اللہ نے تم کو رزق دیا (کچھ حصہ قوم کی بہتری کے لئے) خرچ کرو تو وہ کافر لوگ ایماندار لوگوں (کے پاس جا جا کر بڑے تمسخر سے) کہتے ہیں (کہ ہم تو تمہارے اللہ و اللہ کو جانتے نہیں لیکن) کیا ہم اس شخص کو (یعنی تمہارے رسول کو) کھانا دیں جس کو اگر (تمہارا) اللہ چاہتا کھانا دے سکتا تھا (تمہارا خدا ہی رسولؐ کو کیوں کھانا نہیں دیتا اور رسولؐ کیوں ہم سے خیرات مانگتا ہے)۔ (ان انتہائی طور پر ذلیل انسانوں کو کہہ دو کہ) تم نہیں ہو مگر صریح گمراہی میں۔ (انتظار کرو کہ تمہارا حشر کیا ہوتا ہے کیونکہ تم ہمارے رسولؐ کو کہتے ہو کہ وہ کھانا مانگتا ہے۔ وہ تو اگر تم سے کچھ مانگتا ہے تو اپنے لئے ہرگز نہیں مانگتا بلکہ تمام قوم کی بہتری کے لئے مانگتا ہے)۔

قرآن شعر ہرگز نہیں!

پھر قرآن کے متعلق اسی سورت میں کافروں کے الزام کے جواب میں کہ وہ شعر ہے، کہا:۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ(×) وَمَا يَنْۢبَغِىْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ

(×) شعراء کو سورۃ الشعراء میں برا کہہ کر (دیکھو صفحہ ۱۴۴) بعد کی وحی میں سختی سے انکار کر دیا کہ قرآن شعر ہرگز نہیں!

(×) مُسْتَقَرّ کے معنی عربی میں عارضی جائے قرار ہے اور مستقل جائے قرار کے لئے مستودع کا لفظ معین ہے۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آج سورج اس مرکز کی طرف گھوم رہا ہے تو کل ممکن ہے کسی اور مرکز کی طرف گھومے!

Marfat.com

حَيًّا وَّ يَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ : (۶۹ / ۳۶)۔

اور ہم نے رسول کو شعر نہیں سکھلایا نہ اُس کے شایان شان ہے کہ وہ شعر کہے۔ یہ قرآن تو سوائے اِس کے نہیں کہ ایک عبرت ہے اور واضح کرنے والا صحیفہ اِس لئے ہے کہ جو ذی حیات مخلوق ہے اُس کو (نافرمانی کی آنے والی سزا سے) ڈرائے اور کافروں پر خدا کا قول ثابت ہو جائے۔

انسان کا گندی پیدائش کی طرف اعادہ!

پھر رسول صلعم کو تسلی دینے کے لیے کہا:-

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ م اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ○ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ○ وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِيَ خَلْقَهٗ ط قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْمٌ ○ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ط وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ○ : (۷۹ / ۳۶)

اور اے محمدؐ! ان کافروں کے طعنوں کا غم نہ کھاؤ۔ ہم سب کچھ جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ (ہم سمجھتے ہیں کہ اندر ہی اندر وہ تمہاری دھمکیوں سے سخت خوف زدہ اور مرعوب ہیں اور ڈرتے ہیں کہ سزا نہ آ جائے، لیکن اوپر سے تم کو تنگ کرنے کے لئے باتیں بناتے ہیں) کیا انسان نے اِس بات پر توجہ نہیں کی کہ ہم نے اُس کو نطفہ کے گندے پانی سے پیدا کیا اور اب وہ ناگہاں ہمارا کھلا دشمن ہے اور ہمارے متعلق باتیں بناتا ہے اور اپنی ناپاک پیدائش کو بھول گیا ہے۔ اور کہتا ہے کہ کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو درآنحالیکہ وہ بوسیدہ ہو گئی ہوں۔ (اے پیغمبرؐ!) کہہ دو کہ اُن کو وہی زندہ کرے گا جس نے اُن کو پہلی مرتبہ نیست سے ہست کیا تھا اور وہی ہے جو (اپنی) پیدائش کی خطرت کا علم رکھتا ہے۔

نبوت کے پہلے پانچ سوا پانچ سالوں میں ہی دین اسلام کی بنیادیں پختہ ہو گئیں!

سورۂ یٰسٓ پر پہلی ساٹھ سورتوں کے مطالب ختم ہوئے۔ اِن کا مجموعی حجم قرآن کا قریباً پانچواں حصہ ہے۔ اِن پانچ سوا پانچ سالوں میں جو تعلیم مسلمانوں کی ایک مختصر سی تعداد کو دی گئی، اُس کا پہلا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن میں کافی تعداد مردوں بلکہ عورتوں کی حبشہ کی طرف ہجرت کے لئے تیار ہو گئی۔ ہجرت کے واقعہ نے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، کفارِ مکہ میں ایک ہلچل پیدا کر دی اور اُن کو محسوس ہوا کہ رسول صلعم کے جانباز فدائی آسانی سے ٹلنے والے نہیں، خدا ہو نہ ہو لیکن ان کے پاس محمدؐ کے پیدا کیے ہوئے آسمانی پیغام پے در پے آتے ہیں جن میں نہایت زور دار اور فصیح و بلیغ الفاظ میں نیکی بلکہ قتال و جہاد(x) کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اِس تعلیم پر یہ لوگ والہانہ عمل کرتے ہیں اور محمدؐ کے ہر سخت اور نرم حکم کو مانتے ہیں۔ ہجرت کے واقعہ نے اُن مسلمانوں پر بھی جنہوں نے اپنی مجبوریوں کے باعث ہجرت نہ کی تھی، کافی اثر ڈالا۔ وہ دینِ اسلام

(x) دیکھو صفحہ ۱۴۴

Marfat.com

کے احکام پر عمل کرنے کے لئے اور بھی زیادہ سرگرم ہو گئے۔ اُن کا تعلق ایک دُوسرے ملک سے نفسیاتی طور پر حوصلہ افزا ہو گیا۔ عام طور پر رسول صلعم کی مکّہ میں ہَوا بندھ گئی کہ آپ کے ساتھی بڑے عزم و کردار کے مالک ہیں۔ مسلمانانِ مکّہ کی تعداد روز بروز کافی طور پر زیادہ ہوتی گئی۔ رسول صلعم کے ہجرت کے متعلق اعلان کے فوراً بعد چالیس پچاس مُسلمانوں میں سے گیارہ مَردوں اور چار عورتوں نے اپنے آپ کو ہجرت کے لئے پیش کیا۔ اور ان میں رسولؐ خدا کی اپنی بیٹی رقیہؓ اور اُن کے خاوند حضرت عثمانؓ بھی شامل تھے (×)۔ یہ تعداد بھی روز بروز بڑھتی گئی، حتیٰ کہ ایک سَو ہو گئی۔ روز بروز اس خبر کے پھیلنے سے کہ آج فلاں شخص حبشہ کی طرف ہجرت کر گیا، نہ صرف مُسلمانوں بلکہ کفارِ مکّہ میں بھی حرکت پیدا ہوتی تھی اور اس دونوں طرف کی حرکت کا لازمی نتیجہ یہ ہُوا کہ کفّار کی مخالفت شدید تر ہوتے جانے کے ساتھ ساتھ مسلمانانِ مکّہ کا عزم و استقلال بھی پُختہ تر ہو گیا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کے دائرۂ اسلام میں آنے کے واقعے گزر چکے ہیں اور ان واقعوں کا تبلیغی اثر بھی مخالفت اور موافقت دونوں اعتبار سے اس قدر کافی تھا کہ دینِ اسلام کے پاؤں مسلمانوں کی تھوڑی تعداد کے باوجود قطعی طور پر جم گئے۔ اُدھر قریش نے حبشہ میں اپنا وفد نجاشی شاہِ حبشہ کے پاس بھیج کر کفارِ مکّہ میں اس تبلیغ کو اور زیادہ نمایاں کر دیا اور خود کفار کے حلقوں میں نیا سوال پَیدا ہُوا کہ محمدؐ ایک قابلِ توجہ شخص ہے جس سے بدیر یا بزُود نِبٹنا پڑے گا۔ الغرض نبوی دَور کے یہ پہلے پانچ چھ سال ناکامیابی کے سال کسی صورت میں نہ تھے اور انہی چند لوگوں نے اسلام کی بنیادیں مضبوط کر دیں:

چھ سال میں ساٹھ سُورتوں کی تعلیم کیا تھی جس نے مُسلمان کو دُنیا پر غالب کرنے کی ابتدا کر دی تھی!

مُسلمان کی موجُودہ مجلسیں اور اُن میں ہائے واویلے

آج مسلمان اپنی ناکارہ اور بے عمل مجلسوں میں بیٹھ کر خدا کو دھوکہ دینے کے لئے ہائے وائے کرتا ہے کہ افسوس ہم نبویؐ تعلیم بھول گئے! اے وائے! ہم سے اسلام نکل گیا۔ قرآن ہو ہُوا کہتا ہے کہ ہم کو اسلام کی تعلیم دینے والا کوئی وسیلہ باقی نہیں رہا۔ اپنے مکر و فریب کو اور نمایاں کرنے کے لئے بڑے بڑے پگڑ وار مولویوں اور واعظوں کو بلاتا ہے کہ وُہ اس ماندہ اُمت کو زندہ کرنے کا کوئی سبق دیں۔ واعظ اور لیکچرار اور مقرر اور اپنے زُعم میں "عالم" لوگ اُمت کے چودھری بن بن کر وعظ کرتے ہیں کہ اے لوگو! تم پانچ وقت نماز نہیں پڑھتے، تم ٹخنوں سے اُوپر کے پاجامے نہیں پہنتے، تم رسولِ خدا صلعم کی طرح کی ڈاڑھی نہیں رکھتے، تم اُن کے "اُسوۂ حسنہ" کے مطابق مسواک نہیں کرتے، تم اپنے بدن کے ایک ایک بال کو بھگو کر صحیح وضو نہیں کرتے، تم رسولؐ کی طرح ساری ساری رات عبادت میں نہیں گزارتے وغیرہ وغیرہ۔ سب رسول صلعم کے چہرے، لباس، بالوں اور دانتوں کی طرف دیکھتے ہیں، کوئی ایک نہیں کہتا کہ وہ دِن بھر کس کام میں لگے رہتے تھے، مٹھی بھر مسلمانوں

(×) حالانکہ حضرت عثمانؓ کافی دولت مند تھے۔

کے ہوتے ہوئے وہ کس ولولے اور یقین کے ساتھ لاکھوں کفارِ عرب اور کروڑوں کفارِ عجم سے قتال کی تیاریاں کرتے تھے۔ اُمت کو بلند اور فتح مند کرنے کی کیا سوجھیں اُن کے ذہن میں نہیں، وہ اپنے چند مسلمانوں کو کس کردار اور کس اخلاق کے مالک بنا کر اُن کو ناقابلِ شکست کیونکر بنا رہے تھے؟ وہ کیا زمین شکن جگر اور فلک شگاف دِل پیدا کر رہے تھے اور کن اعمال پر زور دے کر پیدا کئے تھے کہ جس مہم پر گئے، فتح و ظفر اُن کے قدموں کو چومتی تھی اور کافروں کے حوصلے پست ہو ہو کر رہ جاتے تھے۔

نبیؐ نے قرنِ اوّل کے مسلمان کس کردار و اخلاق کے مالک بنائے؟

وہ کوہ شکن اتحاد اور دریا شگاف اخوت مکہ اور مدینہ کے چند نفروں میں کیونکر اور قرآن کے کن حکموں پر عمل کرنے سے پیدا ہو گئی تھی کہ بالآخر قیصر و کسریٰ لرز اٹھے۔ کوئی نہیں بتلاتا کہ اِن طاقت اور زور کے چند اُنگلیوں پر گنے ہوئے مجموعوں نے کس منطق سے یتیموں اور مسکینوں اور بیواؤں پر رحم کرنے کو طاقت اور زور کی کنجی سمجھا، کمزور اور محکوم ہونے کو قوم کا جہنم سمجھ کر اپنے چھوٹے سے جسم میں ہی قتل کرنے کا زور پیدا کیا، کیونکہ صحیفۂ فطرت کو برحق سمجھ کر اُس کے قانون پر عمل کرنے ہی کو طاقت حاصل کرنے کی کلید یقین کیا، کیونکہ کم تولنے اور ناقص مال دینے کو ہی قوم کی کمزوری کا اصلی باعث قرار دیا۔ اپنی نفسیاتی خواہشوں کو فنا کر کے مال کی قربانی کو ملّت کی تقویت کا ضروری باعث یقین کیا۔ اپنے امیرِ جماعت کے زبانی حکموں کو ہی اس جماعت کی قطعی فتح کا راز یقین کیا۔ خوبصورت عورتوں کو زور سے حاصل کرنے اور مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ کا مصداق بننے کی دِل میں لو لگا کر زور پیدا کرنے کو ہی دینِ اسلام سمجھا۔ وہ کیا دینِ اسلام تھا کہ کل پچاس ساٹھ یا سَو نفر ہزاروں کفارِ مکہ اور لاکھوں کفارِ عرب کے بالمقابل ایسے ڈٹے کہ مکہ میں دردناک اذیتوں کے باوجود تیرہ برس اور مدینے میں دردناک واماندگیوں اور بے سروسامانیوں کے باوجود دس برس ایسے مستقل مزاج رہے کہ بالآخر نہ صرف پورے عرب بلکہ عجم کو پچھاڑ کر چھوڑا۔ وہ دِلوں کو گداز کر کے دِلوں میں خدا بسانے کی کیا کیفیت تھی کہ خود رسولؐ نے ایک اندھے شخص کو دیکھ کر اپنے مُنہ پھیر لینے کے واقعہ کو وحی کے ذریعے نشر کر کے اپنی سختیٔ قلب کی خدا کی طرف سے ملامت کروائی! تاکہ جماعت کے دِلوں کی زمینیں رحمتِ خدا کے ترشح سے نرم ہوتی جائیں اور اُن میں خدائی تعلیم کو قبول کرنے کی اہلیت پیدا ہو: ثُمَّ قُلُوْبُكُمْ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً (×) کے بیان میں بھی راز تھا!

نبیؐ کے قرونِ اوّل کے مسلمان کس بلند عزائم، بلند تعلیم اور بلند حقائق کے مالک تھے!

ہاں ہاں! وہ کیا دینِ اسلام تھا اور کس بلند نصب العین کے درپے تھا کہ سب سے پہلی وحی میں اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ کے الفاظ کو کہہ کر اَن پڑھ اور بدو عرب میں جہاں معقول علمی بات بھی صدا بصحرا بن کر بے اثر ہو سکتی تھی، دُنیا میں پہلی دفعہ قلم کا ڈنکا بجایا! وہ کیا حیرت انگیز

(×) پھر اے زوال یافتہ لوگو! تمہارے دل سخت ہو گئے (اور کسی نیک عمل کے قابل نہ رہے)۔ پھر ایسے سخت ہوئے کہ گویا وہ پتھر ہیں بلکہ اس سے بھی سخت تر!

Marfat.com

اور عظیم الشان "مذہب" تھا جس نے انسان کو مٹھی بھر بےکس اور بےبس مسلمانوں کے ذریعے سے پہلی دفعہ یہ سبق دیا کہ دنیا میں صرف ایک سچائی ہے جو صحیفۂ فطرت ہے، باقی سب وہم اور گمان ہیں۔ جس نے تمام دنیا میں انسانی ذہن کی بیابانی اور ویرانی کے گھٹاٹوپ اندھیرے اور ظَلُوْمًا جَهُوْلًا کے ظلمت انگیز عالم میں عرب کے چند اُجڈ اور بے تمیز بدوؤں کی وساطت سے وہ اعلان کرایا جو یورپ اور امریکہ بلکہ روس کے بڑے سے بڑے سائنس دان آج چودہ سو برس گزرنے کے بعد بھی کرنے سے جھجکتے ہیں کہ زمین اور آسمان میں جو شئے پیدا کی گئی ہے اس لئے پیدا کی گئی ہے کہ انسان کو اُس کی اِس جد وجہد کے بدلے میں جو وہ تسخیرِ کائنات کے بارے میں ہزاروں برس بعد کرے گا، بطور انعام دے دی جائے!! وہ کیا دین اسلام تھا کہ اُس نے ظلمتِ فہم اور ذہنی افلاس کے اس زمانے میں دُنیا کے تاریک ترین مُلک کی اُمّی اور اَن پڑھ اُمت کے ایک نامعلوم اور غیر مشہور فرد کی وساطت سے آئندہ کی انتہائی متنور اور متقدم اُمت کو بصد اصرار و یقین یہ پیغام دیا کہ اے انسان! تیری ملاقات اِس کائنات کے مالک اور خالق سے ایک نہ ایک دِن ضرور ہونے والی ہے اور ہو کر رہے گی۔ اے انسان! تو ضرور پیدائش کے ایک طبقے سے بلند تر طبقے کی طرف چڑھتا جائے گا۔ اے انسان! تو فطرت کی طرف غور سے دیکھ اور سمجھ کہ اِس فطرت میں ہر جگہ ایک عدل اور توازن ہے۔ ہر شئے اپنے اپنے مقررہ قاعدہ پر جو اُس کے لئے بنا دیا گیا، چل رہی ہے اور یہ عدل اور توازن اِس لئے قائم کیا گیا کہ تیرے جیسا آنکھوں اور کانوں والا احسن الخلق بشر اِس میزان سے عبرت پکڑے اور وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ کا مصداق بن کر میانہ روی اور توسط پر قائم رہے! وہ کیا دین اسلام تھا جس نے اَلصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ یعنی دنیا میں سیدھے رستے کی تعریف اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے الفاظ میں کی جس سے مقصد یہ تھا کہ صحیفۂ کائنات میں سیدھا رستہ وہی ہے جس پر چل کر بادشاہت اور وراثتِ زمین کا انعام و اکرام ہے، اَلْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ اُمّتوں کے ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ کا قہر نہیں۔

نبیؐ کی سچائی پر یقین ہی مسلمانوں کو غالب کرتا رہا!

الغرض جس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے قرآن کی یہ پہلی ساٹھ سورتیں غور و فکر کرنیوالے انسان کے لئے ماحول و ماجرا، موضوع و مضمون، علم و خبر، ذکر و فکر، عبرت اور نصیحت، تجویز و تدبیر، نتائج اور عواقب کے اعتبار سے باعثِ حیرت و استعجاب سورتیں ہیں جن کی تعلیم نے آگے چل کر روئے زمین پر کفارِ عرب و عجم کی وہ عام بھاگڑ مچادی کہ تاریخ میں اس کی مثال ڈھونڈے سے نہ ملے گی۔ بعثت کے یہ پہلے پانچ، ساڑھے پانچ یا چھ سال اسلام کی نیو رکھنے کے سال تھے اور جس خاموشی اور عزم سے یہ نیو رکھی گئی اور دشمن اِس زعم میں رہا کہ محمدؐ کا آفتاب جلد اور خود بخود غروب ہو جائے گا، متفکر کو اور حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ عرب قوم کی انتہائی ذہانت اور فطانت کا یہ کھلا ثبوت ہے کہ یہ قوم ان سورتوں کی تعلیم کو جذب کرتی گئی۔ اس قوم کے چند افراد اپنی انتہائی بےبسی اور بےکسی کے عالم میں مستقبل کو بھانپ گئے کہ وہ ضرور بالضرور درخشاں ہونے والا ہے، بھانپ گئے کہ محمدؐ اور کچھ ہو نہ ہو سچا ضرور ہے۔ اس کا کوئی فعل اور عمل اس مدت میں مکر اور فریب ثابت نہیں ہوا۔ اس کی سچائیاں دقیق اور گہری سچائیاں ضرور ہیں، آسانی سے سمجھ نہیں آتیں لیکن ان سچائیوں کے اندر ٹھوس حقیقت ضرور ہے جو مسلسل تدبر اور تفقہ کی محتاج ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جہاں تک تاریخ کہتی ہے، رسول صلعم کے ان چند

Marfat.com

شیدائیوں میں سے کوئی ایک متنفس نہ مرد اور نہ عورت مرتد ہرگز نہ ہوا۔ سب کے سب رسولؐ سے ہر دکھ میں چمٹے رہے۔ ابوبکرؓ جیسے رئیس التجار، عثمانؓ جیسے غنی، عمرؓ جیسے بے پناہ طور پر تند اور غصیلے، علیؓ جیسے شجاع اور بہادر، نہیں بلکہ چھوٹی حیثیت کے غریب، غلام، بے زر، دکھی، مریض، مظلوم سب رسولؐ سے اسی لئے بندھے رہے کہ رسول صلعم ان کے نزدیک کامیاب نہ سہی مگر سچا ضرور تھا۔

نبیؐ کی بے لوث ذاتی زندگی نے قرنِ اول کے بےمثال مسلمان پیدا کئے

رسولؐ کا تانا بانا مکر و فریب کا تانا بانا نہ تھا۔ رسولؐ کی تعلیم اس کی اپنی ذاتی وجاہت کو بڑھانے کی تعلیم نہ تھی۔ رسولؐ جو کر رہا تھا اپنے نفع کے لئے نہ کر رہا تھا۔ اس کی زندگی اول سے آخر تک ایک نہایت سادہ اور غریبوں کی زندگی تھی، اس نے کوئی غلام اپنی خدمت کے لئے نہ رکھے تھے، اگرچہ کئی عقیدت مند اس کے ذاتی غلام بننے کے لئے تیار تھے۔ وہ خود اپنا جوتا اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے تھے، اپنے کپڑے آپ دھوتے تھے، اپنے گھر کا کام آپ کرتے تھے۔ اُن کی بیوی تو ابھی تک صرف حضرت خدیجہ تھیں جو کافی دولت مند اور آسودہ حال تھیں۔ مگر حضرت خدیجہ کو اُن کی مرفہ الحالی کے باوجود رسولؐ نے اپنے سانچے میں ڈھال لیا تھا۔ انہوں نے بھی اپنے لئے کسی غلام یا کنیز کو خدمت کے لئے پسند نہ کیا۔ یہ سب واقعات اس امر کے شاہد بھی ہیں کہ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کی حکمت عملی کا مقصد قرآن کو ایک لامتناہی طور پر مفید انسان کی کتاب ثابت کرنا تھا۔ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ سے مقصود یہ بھی تھا کہ قرآن کی ہر مشکل اور عسیر الفہم بات پر فوراً حاوی ہونے کی سعی کرنا یا اُس کو بنائے نزاع بنا کر فرقہ بند ہو جانا کامیاب اُمت کا شیوہ نہیں۔ اسی لحاظ سے قرآن نے ان احکام کو شروع میں ہی بیان کرنا ضروری سمجھا مکی زندگی کی باقی تیس سورتوں کا بیان (جن کا مجموعی حجم قریباً ۴۶۶۰ سطریں یعنی قرآن کا قریباً ۳/۴ حصہ ہے) اگلے سات برس کی مختصر روئداد کے بعد جو آگے آ رہی ہے زیادہ واضح ہو سکے گا۔ قرآن پر چل کر اُمت کو پھر بلند کرنے کی خلش اب بھی پوری ہو سکتی ہے اگر مسلمانوں کے چند نفوس آج اکٹھے بیٹھ کر وہی عزم کر لیں جو اس تعلیم نے عرب کے دلوں میں قرنِ اول میں پیدا کر دیا تھا!

صدیوں کی کہانی

آؤ بتاؤں صدیوں کی تمہاری کیا کہانی
خالق بنے ہو پھرتے کیا تم میں آسانی!
جو کچھ لیا ہے تم نے فطرت سے ہی لیا ہے
کیا اس کی کوئی شے بھی تمہیں آتی ہے بنانی

(حضرت علامہ المشرقیؒ)

(۱۴)

سنہ ۶ نبوی کی ۹ سورتوں اور سنہ ۷ سے سنہ ۱۳ نبوی کی ۲۱ بقایا مکی سورتوں کی تشریح

مخالفت کا انتہائی زور اور سنہ ۷ سے رسولؐ کا شعبِ ابو طالب میں ۳ سال تک قیام اور محاصرہ

سنہ ۱۰ نبوی میں ابو طالب اور حضرت خدیجہ کی وفات، رسولؐ کا مدینہ کی طرف ہجرت کا اہتمام!

آخری تیس مکی سورتوں کے عالم انگیز کائناتی حقائق اور بلند اخلاقی تعلیم، حضرت عمر اور حضرت حمزہ کے اسلام لانے سے اہل مکہ میں ہیجان!

قریش کے وفد کے حبشہ سے ناکام واپس آنے کی وجہ سے کفارِ مکہ میں سخت مایوسی پھیل گئی۔ ادھر حضرت عمر اور حضرت حمزہ کے اسلام لانے سے کفر کے بازو ٹوٹ گئے۔ حضرت عمرؓ نے جن کے دبنگ، ضدی اور غصیلے ہونے کی دھاک تمام مکہ میں بیٹھی ہوئی تھی، کھلے بندوں خانہ کعبہ اور مکہ میں نماز پڑھنے اور دینِ اسلام کی کھلے بندوں تبلیغ کرنے کی ٹھانی، تو تمام مکہ میں ہیجان تھا۔ انہوں نے رسولِ خدا سے درخواست کی تو رسولؐ فوراً خانہ کعبہ کی طرف اُن کے ساتھ چل دیئے۔ رسولؐ درمیان میں تھے۔ حضرت عمر اور حضرت حمزہ بائیں اور دائیں چل رہے تھے اور اُن کے پیچھے پیچھے چالیس سے زیادہ صحابہ قطاروں میں مکہ کے بازاروں میں سے گزر رہے تھے۔ کفارِ مکہ نے اس جلوس کو انتہائی حیرت سے پہلی دفعہ دیکھا اور قریش میں مایوسی کی لہر دوڑ گئی۔ کسی کی جرأت نہ تھی کہ تنے ہوئے اور تین بڑے رہنماؤں کی جلو میں چلتے ہوئے جلوس میں رکاوٹ ڈالیں یا اُن پر آوازے کسیں۔ مورخ کہتا ہے کہ حمزہ اور عمر بپھرے ہوئے شیروں کی طرح جن کے بچے گم ہو گئے ہوں، کفار کی طرف تک رہے تھے۔ پھر کعبہ کا طواف سات دفعہ کیا گیا اور ہر دفعہ حجرِ اسود کو چوما گیا (×)۔ کفار ٹک ٹک پڑے دیکھ رہے تھے۔ خانہ کعبہ کے اندر کے ۳۶۰ بتوں کی طرف کوئی نہ گیا۔ صرف خدائے اکبر کی تکبیر تھی جو سینوں سے نکل کر گونج رہی تھی۔ باپ دادا کے بنائے ہوئے بتوں کی اس ہیبت ناک صورت کو پہلی دفعہ دیکھ کر

(×) حجرِ اسود کو چومنے پر مخالف اعتراض کرتے ہیں کہ یہ پتھر کو چومنا اسلام میں کیسے آ گیا؟ لیکن اِن حالات سے ظاہر ہے کہ یہ چومنا کفارِ مکہ کو منہ چڑانے کی نیت سے تھا کہ خانہ کعبہ اب ہمارا ہے تمہارا نہیں رہے گا۔ تم کافر حجرِ اسود کو چومتے ہو تو ہم بھی چومیں گے۔ اس طرح پر یہ رسم اسلام میں داخل ہو گئی لیکن یہ خدائی حکم نہ تھا، شعائرِ حج میں داخل تھا۔

کافر سوچتے ہوں گے کہ صدیوں اور پشتوں کے بعد یہ نیا تماشا کیا بن رہا ہے! قریش اس سے پہلے ہی رسولِ خدا کا متشددانہ مقابلہ کرنے کی بجائے صلح صفائی سے معاملہ سلجھانے کی کوشش کرتے رہے لیکن ان دو حضرات کے اسلام لانے کے بعد تشدد کی آخری امید بھی ٹوٹ گئی۔ حضرت عمرؓ اگلے دن تن تنہا کعبہ میں گئے اور نماز ادا کی ایک اور مسلمان سے جو دور نماز ادا کر رہا تھا، کفار نے بدسلوکی کی لیکن عمرؓ کی طرف کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ وہ ابوجہل کا بھانجا تھا۔ عمر اس منظر کو دیکھ کر غصے میں ابوجہل کے پاس گئے اور کہا کہ مجھے اب تمہاری پناہ کی ضرورت نہیں۔ میں باقی ایمانداروں کے مقابلہ میں کوئی امتیازی سلوک تمہاری وجہ سے نہیں چاہتا۔

شعبِ ابوطالبؓ میں رسولؐ کی رہائش، کفارِ مکہ کا محاصرہ اور معاہدہ!

سنہ۵ نبوی کا کافی حصہ اب گزر چکا تھا اور قریش کی مخالفت جنگ کی حد تک پہنچ رہی تھی۔ بنو امیہ کا سردار ابوسفیان اس داؤ میں تھا کہ رسول صلعم کے معاملے کو اور ہوا دے کر بنو ہاشم کے مکہ میں اثر و رسوخ کو کم کیا جائے تاکہ خانہ کعبہ کی سرداری اس کے اپنے خاندان میں مستقل طور پر آجائے۔ ادھر ابولہب کو چھوڑ کر رسولؐ کے چچا عباس بھی ابوطالب کے ہمنوا تھے کہ رسولؐ کو قریش کے مظالم سے بچایا جائے۔ حضرت ابوطالب کے سامنے یہ اندیشہ ہر وقت درپیش رہتا تھا کہ قریش کی ریشہ دوانیوں کے باعث رسولؐ کی جان خطرے میں ہے اور چونکہ وہ خود کافی بوڑھے بھی ہو رہے تھے اور کفارِ مکہ کی پیہم مخالفت کی وجہ سے حضور کی نبوت کا آوازہ دور دور تک پھیل رہا تھا۔ حضرت ابوطالب کا میلان زیادہ تر اس طرف رہا کہ مکہ سے باہر شعب ابوطالب میں جہاں ان کے مکانات اور اپنے محفوظ قلعے بھی تھے، رہائش اختیار کی جائے۔ تجویز تھی کہ بعض چیدہ صحابہ مکہ کے اس قریبی نواح میں رہیں اور باقی مسلمان جن کی تعداد حضرت حمزہ اور عمر کے اسلام لانے کے بعد بڑھتی جا رہی تھی، حسبِ سابق مکے ہی میں رہیں۔ سنہ۵ کا سال اب گزر چکا تھا اور سنہ۶ کا معتدبہ حصہ بھی گزر رہا تھا کہ بنو ہاشم، اور بنو عبدالمطلب کے دونوں قبیلے بت پرست رہتے ہوئے نامحسوس طور پر رسول صلعم کی حفاظت کے لئے مستعد ہوتے گئے۔ کفارِ مکہ کے ساتھ رسولؐ کے معاملہ میں اس عدمِ تعاون نے ابوسفیان کو موقع دیا کہ وہ ان کی علیحدگی کو نمایاں کر کے بنو ہاشم کو فریقِ مخالف کے طور پر پیش کرے اور مکہ کی سرداری پر قبضہ کرنے کے لئے زمین ہموار کرے۔ خود گھر کے اندر حضرت حمزہ کے اسلام لانے سے بنو ہاشم میں کشمکش و پیچ کی کیفیت سی ہو گئی تھی۔ اور باقی دونوں چچا یعنی ابوطالب اور عباس نہایت نیک نفس اور رحمدل تھے لیکن مکہ میں ان کی نمایاں وجاہت اور کافی معمر ہونے کے تقاضا کے باعث وہ علانیہ طور پر اپنے چھوٹے بھتیجے کی تحریک میں شامل ہونے سے جھجکتے تھے۔ الغرض کافی لیت و لعل کے بعد فیصلہ ہوا کہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب دونوں قبیلے شعب ابوطالب میں قیام کریں۔ سنہ۶ نبوی اب تقریباً تمام گزر چکا تھا اور سنہ۷ کا شروع تھا کہ حضرت ابوطالب کے کافی اصرار کے بعد رسولؐ نے وہاں رہائش اختیار کی۔ مکہ والوں نے آپ کے اس انتقالِ مقام کو غنیمت سمجھا اور اپنا زور دکھلانے کے لئے مشہور کر دیا کہ یہ قبیلے مکہ سے خارج کر دیئے گئے ہیں! اس کے بعد مخالفت اور زور پکڑ گئی اور کفارِ مکہ نے ایک معاہدہ تحریر کر کے خانہ کعبہ میں آویزاں کر

Marfat.com

دیا کہ بنو ہاشم کے ساتھ سب ازدواجی تعلقات اور تجارتی معاملات منقطع رہیں گے جب تک کہ وہ محمدؐ کو کفارِ مکہ کے حوالے نہ کر دیں۔ قوم کا کوئی شخص اُن سے کلام نہ کرے اور نہ اُن کے ساتھ نشست و برخاست رکھے۔ یہ واقعہ سنہ ۷ نبوی کے شروع کا ہے۔ الغرض شعب ابوطالب میں قیام کے دوران میں جو تین سال تک رہا، قریش نے بنو ہاشم کا تمام دانہ پانی بند کر دیا۔ فاقہ کشی تک نوبت آ پہنچی۔ حتیٰ کہ بچوں کے رونے کی آوازیں اس قیدخانہ کے باہر سنائی دیتی تھیں۔ اس منظر سے متاثر ہو کر قریش آپس میں پھٹ گئے۔ ابوسفیان کو قریش سخت شرم دلاتے کہ اُس کی دشمنی اپنی قوم سے انسانی حدود سے تجاوز کر گئی ہے۔ ہشام بن عمرو نے رسولِؐ خدا کی حمایت کی ابتدا کی۔ وہ مطعم بن عدی اور دوسرے قریش کے ممتاز افراد کے پاس گئے، وہ متفق ہو گئے کہ اب اس جلاوطنی کو ختم کر دیا جائے۔ اُدھر رسولؐ نے اپنے چچا ابوطالب کو اطلاع دی کہ تحریری معاہدہ کو دیمک کھا چکی ہے۔ ابوطالب نے اس کی اطلاع قریش کو دی۔ قریش نے جواب دیا کہ اگر رسولؐ کی یہ اطلاع صحیح نکلی تو ہم مقاطعہ کو بند کر دیں گے۔ چنانچہ جب معاہدہ کو دیکھا گیا تو فی الواقعہ اُسے دیمک کھا چکی تھی۔ الغرض اس اندوہناک نظربندی کا خاتمہ سنہ ۱۰ نبوی کے شروع میں ہوا اور رسول صلعم پھر مکہ میں آ گئے۔

حضرت ابوطالبؓ اور حضرت خدیجہؓ کی وفات۔ مدینہ کے قبائل میں تبلیغ!

رسولؐ کے مکہ پہنچنے پر دینِ اسلام کو کافی فروغ ہوا۔ شہر اور دُور دُور کے باہر کے کئی افراد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ انہی دنوں میں ایران نے رُوم پر غلبہ حاصل کیا تو قریش کی پھر چڑھ بنی، کیونکہ رُومی مذہب خداپرستی میں اسلام سے قریب تر تھا اور وہ گوارا نہ کرتے تھے کہ رُومی غالب ہو جائیں۔ اُس وقت سورۂ روم میں وحی ہوئی کہ رُومی عنقریب چند سالوں کے اندر غالب ہوں گے اور مومنوں کو اُس وقت خوشی ہوگی۔

اسی سنہ ۱۰ نبوی کے اوائل میں جب کہ رسول صلعم کی یہ عظیم الشان تحریک جس نے بعد میں دُنیا کے گوشے گوشے میں عظیم انقلاب برپا کر دیا ابھی ڈانواں ڈول چل رہی تھی اور قریش کی مخالفت کے ختم جانے کے کوئی عنوان نظر نہ آتے تھے کہ شعب ابوطالب سے واپسی کے چھ ماہ کے اندر اندر حضرت ابوطالب کی موت کا واقعہ پیش آیا۔ ابوطالبؓ رسولؐ سے عمر میں ۳۲ برس بڑے تھے اور انتقال کے وقت اُن کی عمر ۸۲ برس سے زیادہ تھی۔ دُوسرا واقعہ جو اس کے تین دن بعد ہوا رسولِؐ خدا کی رفیقۂ حیات حضرت خدیجہ کی موت تھی جو ۶۵ برس کی عمر میں ہوئی۔ اِن دو رفیقوں کے بیک وقت چھن جانے کا جو اثر رسول صلعم کے قلب پر ہوا ہو گا اُس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس سال کو عام الحزن یعنی ماتم کا سال قرار دیا گیا۔ رسولؐ نے اپنے چچا ابوطالب سے مرتے وقت التجا کی کہ وہ اسلام قبول کر لیں تاکہ مغفرت کی اُمید ہو جائے۔ ابوطالب نے جواب دیا کہ اے میرے بھتیجے! میں اگر اس وقت اسلام قبول کر لوں تو لوگ کہیں گے کہ میں نے موت کے ڈر سے اس کو قبول کیا تھا۔ میں عبدالمطلب کے دین پر مرتا ہوں۔ اور عبدالمطلب کے متعلق چونکہ روایت ہے کہ اُنہوں نے آخر عمر میں بُت پرستی چھوڑ دی تھی اور اسلام کے قائل ہو گئے تھے۔

اِس لئے حضرت ابوطالب کے متعلق رسولؐ سے اُن کی کمالِ محبت کو مدِ نظر رکھ کر بہتر عقیدہ یہی ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمان مرے۔

حضرت ابوطالب کے اِنتقال سے کچھ پہلے قریشِ مکہ ابوجہل، ابوسفیان، اُمیہ بن خلف، عتبہ، شیبہ وغیرہم اُن کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کے بھتیجے سے ہماری مخالفت چلی آرہی ہے۔ آپ محمدؐ کو بلائیں اور اُس سے ہمارے متعلق اقرار لیں کہ وہ ہم سے سروکار نہ رکھے، نہ ہمیں پھر ہم اس کو نہ چھیڑیں گے۔ ابوطالب نے رسول صلعم کو بلایا اور معاملہ پیش کیا۔ رسولؐ نے کہا۔ میری شرط ایک ہی ہے کہ یہ بُت پرستی چھوڑ دیں اور لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کریں۔ ابوطالب نے کہا۔ یہ کوئی ناجائز مطالبہ نہیں جو تم نے پیش کیا۔ اس پر قریش نے تمسخر میں تالیاں بجانی شروع کر دیں۔ رسولؐ نے ابوطالب سے درخواست کی کہ کم از کم آپ ہی یہ کلمہ پڑھ لیں تاکہ مغفرت کا دروازہ کھل جائے۔ قریش کی برہمی کو دیکھ کر حضرت عباس نے کہا کہ میں قریش کے مذہب پر قائم ہوں۔ اُس وقت وحی کے الفاظ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ: القصص (پ ۲۰) نازل ہوئے۔ یعنی جس سے تم محبت کرتے ہو اُس کو ہدایت نہیں دے سکتے، وہ تو خدا ہی جس کو مناسب سمجھتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ رسولؐ نے اِس وحی کا ذکر ابوطالب سے کیا اور کہا کہ اگر مجھے منع نہ کیا گیا تو میں خدا سے آپ کی بخشش کی دُعا مانگوں گا۔ اُسی وقت پھر وحی نازل ہوئی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى: (پ ۱۱) توبہ (×) یعنی نبی اور ایمان والوں کو شایانِ شان نہیں کہ وہ بُت پرستوں کے لئے دُعائے مغفرت کریں خواہ وہ اُن کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ اِس وحی سے مقصد اور اس میں ایمان والوں کے الفاظ شامل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں یہ خطرناک عقیدہ نہ پھیل جائے کہ خدا آخر وقت پر معاف بھی کر دیا کرتا ہے اور آنیوالی جنگوں میں اپنے قریبی عزیزوں کو اپنے ہاتھوں قتل کرنے سے جھجکتے ہی رہیں۔

رسولؐ کی طائف کی طرف ہجرت اور نخلہ میں ناکام واپسی

الغرض یہ دونوں حادثات اِس قطع کے تھے کہ کفارِ مکہ کے لئے نوید جانفزا سے بھی زیادہ دل خوش کُن تھے۔ ابوسفیان اور ابوجہل نے رسولؐ کی بےکسی اور بےبسی کو دیکھ کر مخالفت کئی گنا کر دی، وہ اِس شدت کی تھی کہ رسول صلعم کو پھر خیال پیدا ہوا کہ مکہ کو چھوڑ کر کسی اور جگہ تبدیلِ مقام کر لیا جائے۔ اگرچہ شعب ابوطالب میں قیام کے دوران رسولؐ حج کے دنوں میں مکہ آتے اور امن کے چار مہینوں میں اُن کی مکہ میں تبلیغ سے مسلمانوں کی تعداد کافی ہو گئی تھی اور اِسلام کے نام لیوا دُور دُور کے علاقوں کے لوگ بھی تھے لیکن یہ تعداد کفارِ مکہ کے مقابلہ میں کچھ نہ تھی! شعب ابوطالب کی پناہ گاہ کے بعد اُن کی نگاہ طائف پر پڑی جو مکہ سے قریب ستر میل کے فاصلے پر تھا۔ یہ اِس لئے بھی کہ اُن کے چچا حضرت عباس

(×) لیکن یہ وحی سورۃ التوبہ میں ہے جو اس واقعہ کے بارہ تیرہ سال بعد مدینہ میں نازل ہوئی، اِس لئے مورخین کا یہ واقعہ من گھڑت معلوم دیتا ہے۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ وحی کے اس حصّہ کو علی الحساب سورۃ التوبہ میں رکھ دیا ہو جیسا کہ سورۃ علق کی پچھلی چودہ آیتوں کے بارے میں ہوا تھا۔

Marfat.com

کی کافی جائداد وہاں پر تھی۔ زید بن حارثہ اُن کے ہمراہ تھے اور اُن کا گمان تھا کہ طائف کے لوگ اُن کی پُشت پناہی کے لئے آمادہ ہو جائیں گے۔ اور سرپرست ابوجہل اور ابوسفیان کی منظم سازش سے اُن کو اماں ملے گی۔ طائف وہ مقام تھا جہاں عرب کے سب سے بڑے بُت لات کا (جس کو عربی میں اللّات کہہ کر اس کی نسبت اللہ سے بطور خدا کی بیٹی کے کی جاتی تھی) شاندار مندر تھا اور اس بُت کو لاکھوں رُوپوں کے ہیروں اور جواہرات سے مُرصّع کیا ہُوا تھا۔ وہاں مخالفت چند روز کے اندر اندر اِس زور شور سے ہُوئی کہ اس کی مثال مکّہ میں بھی نہ تھی۔ رسولؐ کو سخت ترین ایذائیں دی گئیں۔ طائف کے چھوٹے چھوٹے شلونگڑے جو گلیوں میں آوارہ پھرتے تھے اُن پر چھوڑ دیئے گئے جو اُن کو پتھر مار مار کر لہولہان کر دیتے آسودہ حال تاجروں کے غلاموں کا انبوہ ہر جگہ اُن کی پیروی کرتا اور جہاں وہ کچھ تقریر کرنے لگتے یہ گروہ بے انتہا شور مچاتا۔ کچھ دن بعد طائف سے نکل جانے کی دھمکیاں شروع ہو گئیں اور بالآخر ایک ماہ بعد اُن کو طائف سے پتھروں کی بوچھاڑ میں نکلنا پڑا۔ زید بن حارثہ اِس جانکاہ حالت میں اُن کو ساتھ لے کر طائف اور مکّہ کے درمیان ایک مقام نخلہ میں آئے اور یہاں پر ایک قبیلہ کے کئی سردار اُن سے قرآن سُن کر حیرت زدہ ہو گئے! قرآن حکیم میں چونکہ لفظ جنّ کی تشریح یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُم مِّنَ الْإِنسِ کے الفاظ میں کی گئی ہے۔ یعنی اے جنّوں کے گروہ! قیامت کے دن ہم تم سے پوچھیں گے کہ ہیں! تم نے تو بہت سے انسان اپنے پیچھے لگا لئے، اور سورۂ جنّ میں صاف طور پر اُن رسولؐ سے ملنے والوں کے متعلق اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ: (۷۲/۶) کے الفاظ میں تشریح کر دی گئی ہے کہ یہ وہ جنّ مرد تھے جن کی پناہ میں انسان مرد تھے۔ اس لئے جنّ کے لفظ سے سوائے "چودھری" یا "رہنما" یا "سربراہ" کے کوئی اور معنی نہیں لئے جا سکتے۔ بہرنوع نخلہ کے مقام پر سورۂ جنّ اُتری اور یہ کسی دُور دراز قبیلے کے بڑے بڑے پگڑ باندھے ہُوئے چودھری تھے جنہوں نے رسولؐ کی آمد کا سن کر اُن سے ملاقات کی تھی اور چونکہ سورۂ جنّ میں اُن کے ایمان لانے کا ذکر ہے اِس لئے یہ بھی تبلیغی جدوجہد تھی جو رسولؐ نے کسی قبیلہ کے سربرآوُردہ لوگوں سے کی۔ نخلہ سے رسولِ صلعم غارِ حرا پہنچے اور مطعم بن عدی اُن کو وہاں سے اپنے گھر مکّہ لے آئے۔

سنہ ۱۲ نبوی میں پانچ نمازوں کے حکم کا اعلان!

یہاں روایت ہے کہ رسولِ خداؐ کو جسمانی معراج ہُوا، لیکن قرآن میں اِس کی صریحاً تصدیق نہیں۔ البتہ اِس قدر ضرور ہے کہ سنہ ۱۲ نبوی کے رجب کی ۲۷ تاریخ کو جب کہ رسولؐ، اُمِّ ہانی کے گھر میں تھے انہوں نے وحی کی بنا پر پانچ نمازوں[×] کا اعلان کیا۔ اس کے بعد اِس سال کے

(×) معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت صرف پانچ نمازوں اور شاید اُن کے اوقات کا اعلان ہُوا تھا، لیکن باجماعت نماز کے قیام کا اعلان نہ ہُوا تھا، کیونکہ اُس صورت میں نمازیوں کے تیر کی طرح سیدھی کرنے اور سب جماعت کے امام کے پیچھے یک دم قیام و قعود اور رکوع و سجود کرنے سے (جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی مقتدی نے امام کی حرکت پر ذرا سی سُستی کی تو قیامت کے دن اُس کا سر گدھے کا ہوگا) مکّہ میں ایک ہنگامہ پیدا ہو جاتا۔ اسی بنا پر مکّہ کی زندگی میں رسولِ خداؐ کے خود امام جماعت ہونے کا ذکر نہیں۔ البتہ سورۃ الجمعہ (۶۲) میں جو مدینہ میں سنہ ۲ ھ میں نازل ہوئی رسولِ خداؐ (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

Marfat.com

بعد اس سال کے حج کے آخری چار امن کے مہینے آگئے تو رسولؐ پھر اپنی پناہ گاہ سے نکلے اور باہر سے آنیوالے قبائل میں تبلیغ شروع کردی۔ یہ تبلیغ زیادہ تو یثرب کے مشہور قبیلہ بنو خزرج کے افراد سے تھی جو مکہ کے شمال میں ۲۰۰ میل کے فاصلے پر بڑا شہر تھا اور بعد میں مدینہ یا مدینۃ النبی کے نام سے مشہور ہوا۔ بنو خزرج کے قبیلہ کا ربط ضبط مکہ کے بنو قینقاع اور بنو نضیر سے تھا جو یہودی تھے اور انہوں نے یہودیوں سے سنا تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے۔ اس تقریب سے ان لوگوں کی توجہ رسولؐ کی طرف ہوئی اور بالآخر اُن کے کچھ افراد ایمان لے آئے۔ رسولؐ کا میلان مکہ چھوڑنے کا تھا ہی، انہوں نے مدینہ جانے کا ذکر کیا تو بنو خزرج نے اُن سے کہا کہ اُن کی سخت ترین مخالفت قبیلہ اوس سے ہے اور جب تک اُن میں صلح نہ ہو وہ انتظار کریں۔ اگلے سال ۱۱ھ کے حج کے دنوں میں مدینہ کے چند افراد ایمان لے آئے۔ ان افراد میں قبیلہ اوس کے سوید بن صامت، ایاس بن معاذ، ابوذر غفاری اور ضماد آزدی تھے جو یمن کا ایک جادوگر تھا۔

قبیلہ اوس کا ایمان لانا، بعیت عقبہ اولیٰ اور بعیت عقبہ ثانیہ کے عظیم الشان واقعے!

ابوذر غفاری کو کفار مکہ نے خوب مارا کیونکہ وہ ذرا بڑھ بڑھ کر تبلیغ کرتے تھے۔ ابوذر اس بدسلوکی سے چڑ کر مدینہ چلے گئے اور وہاں جاکر خوب تبلیغ کی۔ اسی سال حج کے موقع پر قبیلہ اوس کے سردار طفیل بن عمرو آئے۔ مکہ والوں نے اُن کی بڑی خاطر کی لیکن رسول صلعم کو ملنے سے روکا۔ اتفاقاً انہوں نے رسول صلعم کو حرم میں قرآن پڑھتے سُنا۔ طفیل بن عمرو خود بڑے خطیب اور شاعر تھے، سُن کر ایمان لے آئے۔ ۱۲ھ نبوی کے حج کے دوران میں مدینہ کا چار پانچ مسلمانوں کا گروہ اپنے ساتھ سات اور افراد لایا۔ یہ عقبہ بن عامر، عوف بن حارث، جابر بن عبداللہ، قطبہ بن عامر، رافع بن مالک تبلانی اور ابو عمار تھے۔ یہ سب ایمان لے آئے اور عقبہ کے پاس جو مکہ کے باہر شمال کی طرف ایک پہاڑی تھی اور جہاں رسول صلعم لوگوں سے خطاب کرنے کے لئے جایا کرتے تھے، انہوں نے رسولؐ کے ہاتھ پر بعیت کی شرطیں کیں کہ ہم خدا کی عبادت کریں گے، اطاعت رسول صلعم کریں گے، کسی پر تہمت نہ لگائیں گے اور چغلی نہ کریں گے، چوری اور زنا نہ کریں گے، لڑکیوں کو قتل نہ کریں گے۔ یہ بعیت، بعیت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ ان بارہ افراد کی وجہ سے مدینہ میں بے حد تبلیغ ہوئی۔ رسولؐ خدا نے مصعب بن عمیر کو ساتھ کر دیا کہ تبلیغ کریں۔ یہ ایک انتہائی طور پر قابل اور سرگرم صحابی تھے۔ چنانچہ ان کی سرگرمی سے رئیس مدینہ اسعد بن زرارہ کا تمام قبیلہ اسلام لے آیا۔ اگلے سال یعنی ۱۳ھ نبوی میں حج تک مدینہ میں سو کے قریب مسلمان ہوئے اور ۷۴، مصعب کی قیادت میں حج کو آئے۔ انہوں نے رسول صلعم کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔ یہاں پھر اسی عقبہ کی پہاڑی پر معاہدہ ہوا کہ ہم تمام دنیا کی مخالفت مول لے کر رسول صلعم کی

(بقیہ تحت المتن) کے امام جماعت ہونے کا ذکر ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ باجماعت نماز اوّل اوّل مدینہ میں ہی قائم ہوئی جہاں حضرت عمر تیر چلا کر صفوں کو سیدھا کرتے تھے اور مقتدیوں کی سب حرکتیں فوجی اور جنگی ہوتی تھیں!

Marfat.com

حفاظت کریں گے: اِن ۷۳ اشخاص میں اسعدؓ بن زرارہ بھی تھے۔ یہ بیعت بیعتِ عقبہ ثانیہ کے نام سے مشہور رہی اور اِس بیعت کی برکت تھی کہ دینِ اسلام کی جڑیں صحیح معنوں میں مضبوط ہو گئیں:

۱۴ نبوی میں مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم، رسولؐ کے قتل کی کفارِ مکہ میں سازشیں:

رسولِ خداؐ کی اِن خفیہ کوششوں کی خبریں ابوسفیان اور ابوجہل کو برابر پہنچتی تھیں۔ مدینہ میں اِس زور شور کی کامیابی کے باعث اُن کے اوسان خطا ہو گئے۔ ابوسفیان اس وقت مکہ کا سردار تھا اور سیادت بنو ہاشم کے ہاتھ سے نکل کر جا چکی تھی۔ رسولِ خداؐ نے بیعتِ عقبہ اُولیٰ کے بعد ہی صحابہ کو خبردار کر دیا تھا کہ وہ اپنی حفاظت اپنے ہاتھ میں لیں کیونکہ مکہ غیر محفوظ ہے۔ اِس تنبیہ کے بعد مکہ کے مسلمان مدینہ کی طرف ہجرت کرتے جاتے تھے۔ بالآخر ۱۳ نبوی کے گزر جانے اور ۱۴ نبوی کے محرم اور صفر کے بڑے حصے کے بعد رسول صلعم نے ہجرت کی تاریخ ۲۷ صفر مقرر کی۔ اُدھر ابوسفیان نے بالآخر قریش کے سرداروں کا اجلاس طلب کر لیا۔ ایک تجویز یہ تھی کہ محمدؐ کو جلاوطن کر دیا جائے، لیکن اعتراض یہ کیا گیا کہ اُس کے باہر جانے سے وہ قبائل کو اپنی طرف کر کے ہم پر حملہ آور ہو گا۔ دُوسری یہ تھی کہ قید کر کے تکلیف میں مار دیا جائے۔ یہ بھی مسترد ہُوئی کہ اِس میں اُس کے بچ کر نکل جانے کا خطرہ تھا۔ ابوجہل نے بالآخر کہا کہ بہترین مؤثر شئے یہ ہے کہ محمدؐ کو قریش کے تمام قبائل کا ایک ایک شخص مل کر قتل کرے تاکہ انتقام لینے کی صورت باقی نہ رہے۔ سُورۂ انفال (۸) میں جو غزوۂ بدر ۲ھ کے بعد نازل ہُوئی وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ط وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ کے الفاظ کا اشارہ اِس سازش کی انہی تین تجویزوں کی طرف ہے یعنی جب کفار تیرے خلاف سازش کر رہے تھے کہ یا تم کو قید یا قتل یا جلاوطن کر دیں تو بھی اللہ اپنا مکر کر رہا تھا اور خدا بہترین مکر کرنے والا ہے۔

قرآن میں ایک ہی مضمون کو بار بار دُہرانے کی ضرورت کیوں تھی؟

مدینہ کی طرف ہجرت سے دینِ اسلام کی تحریک کا ایک نیا باب شروع ہوتا ہے جس کا اندازہ اُن حالات سے ہو گا جو مدینہ میں جا کر پیش آئے اور جس کی تفصیل آگے چل کر آئے گی۔ سرِدست بعثت کے پہلے پانچ سالوں کی وحی کے بعد ۶ نبوی سے ۱۳ نبوی کے آٹھ سالوں میں جو وحی نازل ہوئی وہ تیس بقیہ سورتیں ہیں جن کا مجموعی حجم جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، قرآن کا ۱/۲ حصہ ہے۔ اِن تیس سورتوں میں کفارِ مکہ کو بار بار پہلی قوموں کے ہلاک کر دیئے جانے کی دھمکیاں دے کر ڈرایا گیا ہے کہ وہ اپنے رویے سے باز آئیں۔ اِن بار بار تنبیہوں سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن میں ایک ہی مضمون کو مڑ مڑ کر دُہرانا کس شدید ضرورت کی وجہ سے تھا اور جو آج کا قاریٔ قرآن غیر ضروری سمجھ کر ذہن پر ایک بوجھ سا محسوس کرتا ہے۔ اِن تیس سورتوں کا خلاصہ پھر اُسی انداز سے درج کیا جاتا ہے جس طرح پر کہ پہلی ساٹھ سورتوں کے موضوعات کو سلسلہ وار درج کیا گیا تھا۔ ایک اندھی اور بہری قوم کے لئے جو دیکھتی اور سنتی نہ تھی، ماسوا اس کے چارہ نہ تھا کہ ہر نئی وحی پر اُن کی بالآخر

ہلاکت اور شکست کا اعلان ہوا اور اسی ضمن میں وہ عالم آرا اور ذہن انگیز سچائیاں بھی بیان ہوتی جائیں جو انسان کی نئی نئی دریافتوں کے بعد قرآن کو ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ رسول صلعم کو رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ اور خدائے عزوجل کو رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ابدالآباد تک ثابت کرتی جائیں۔

قرآن علمائے دہر کے لئے کیوں قابلِ توجہ کتاب ہے؟

یہ وہ موقف ہے جس کی وجہ سے قرآن اہلِ نظر کے لئے وہ بے مثال کتاب ہے کہ چودہ سو برس سے نہ صرف عقیدت مند مسلمانوں بلکہ دنیا کے بڑے سے بڑے متنوّر اہلِ علم کے لئے ایک ہیبت انگیز اور توجہ کے قابل کتاب مسلّم طور پر بنی ہوتی ہے۔ اس کی بظاہر بے ربطی سے جو اکثر اوقات تمام قرآن ہی نہیں بلکہ ایک سورت کی آیتوں کو مسلسل پڑھنے اور بالخصوص مختلف سورتوں کی موجودہ گڈمڈ ترتیب سے محسوس ہوتی ہے مرعوب ہے۔ صحیح معنوں میں عالم شخص ان سورتوں میں بے نیازانہ طور پر بے ربطی اور ظاہری پریشان خیالی کو دیکھ کر اس کو ایک انتہائی جلیل القدر مصنف کی تصنیف ماننے پر مجبور اس لئے ہے کہ انہی "بے ربط" عبارتوں اور موضوعوں کے اندر وہ صحیفۂ فطرت کی وہ عالم انگیز سچائیاں اور محرکِ ذہن معقولات دیکھتا ہے جن کی تصدیق آج صدیوں کی تلاش و تفتیش کے بعد بے گمان طور پر ہوتی جا رہی ہے اور نہ معلوم ابھی اور کتنی صدیاں درکار رہوں گی کہ قرآن کے وہ ناقابلِ فہم حصے جن کو دیکھ کر مخالف اس کو کسی جاہل اور کم علم شخص کی واہیات سمجھ کر اُن سے بیزار ہو جاتا ہے، بالآخر صحیفۂ فطرت کی مزید تحقیق و تلاش کے بعد اُسی طرح نمایاں طور پر سچ ثابت ہو جائیں جس طرح پر کہ قرآن کی معاشری، اقتصادی، اجتماعی یا اور باتیں بالآخر سچ ثابت ہو کر رہیں۔

ایک انتہائی طور پر قابلِ توجہ نکتہ جو آج کے مسلمانوں میں صحیح معنوں میں پھر وہی عمل پیدا کر سکتا ہے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں کبھی تھا، یہ ہے کہ ہلاکتِ اقوام کی بار بار تنبیہیں جو قرنِ اوّل کے مسلمانوں میں عرب قوم کو ہلاکت سے بچانے کے لئے مسلسل سعی و عمل پیدا کر رہی تھیں، اُن کا اطلاق خاص طور پر عہدِ حاضر کے مسلمانوں پر بدرجۂ اولیٰ اس لئے ہوتا ہے کہ آج کل کے مسلمان کفارِ مکہ سے زیادہ منکرِ خدا و رسول ہیں اور ہلاکت کے قریب خطرناک طور پر پہنچ رہے ہیں۔ اُن کو یہ تنبیہیں خاص طور پر اُسی طرح پر پھر بیدار کر سکتی ہیں جس طرح کہ قرنِ اوّل کے مسلمانوں کو بیدار کرتی تھیں، بشرطیکہ اُن میں سے ایک مختصر گروہ قرآن، رسول اور خدا پر اسی طرح کا ایمان و یقین پھر پیدا کرلے!

سورۃ الزخرف (۴۳) میں جو پہلی ساٹھ سورتوں کے بعد نازل ہوئی اور جس کا حجم قریباً ۱۱۵ سطریں ہیں، قرآن کو صحیفۂ فطرت کے قانون کا عربی زبان میں ملخص (مختصر) حسبِ ذیل حیرت انگیز الفاظ میں کہا گیا ہے:-

بقایا اِس کی سورتوں کی تشریح کا آغاز!

حٰمٓ ٥ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ٥ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ٥ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ٥ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ٥ وَكَمْ اَرْسَلْنَا

مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ○ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ
بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ○ : (۴۳/۲)

اے لوگو! (صحیفۂ فطرت کی) روشن کتاب (جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے) اس امر کی صاف شہادت دے رہی ہے کہ فی الحقیقت ہم نے صحیفۂ فطرت (کے قانون) کو ہی عربی زبان کا قرآن اس لئے بنا دیا ہے کہ تم لوگ عقلمند بن جاؤ اور بے شک یہ قرآن اس اُمّ الکتب کا (یعنی پورے صحیفۂ فطرت کا جو کروڑوں اور اربوں میل تک کی وسعت رکھتا ہے) ایک حصّہ ہے جو ہمارے پاس (لَدَيْنَا) موجود ہے اور جو انتہائی طور پر بلند اور پُر از حکمت کتاب ہے تو کیا پھر ہم ایسی (عزیز القدر، بلند نگاہ اور حکمتوں سے پُر) کتاب کو (جس کی قدر و قیمت پچھلی ساڑھے تیرہ صدیوں سے ثابت ہو چکی ہے) تم سے کیوں اس بنا پر اُچک نہ لیں کہ تم ایک حد سے بڑھنے والی اور نافرمان قوم بن گئے ہو (اس بات پر غور کرو کہ) ہم نے کتنے (بے شمار) نبی پہلی اُمتوں میں (انسان کو راہ دکھلانے کے لئے) بھیجے، لیکن کوئی نبی ان کے پاس آتا ہی نہ تھا مگر یہ کہ وہ اس کو مخول میں اُڑا دیتے تھے۔ تو (کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان (آج کل کے کفّارِ مکّہ) سے کہیں بڑھ کر زور والوں کو ہلاک کر دیا اور (اب جب کہ) پہلوں (کے دردناک انجام) کی مثال گزر چکی ہے (تو یہ لوگ کیوں عبرت نہیں پکڑتے)۔

اس کے بعد قومِ ابراہیم کی ہلاکت کے بیان کے بعد کفّارِ مکّہ کے متعلق کہا:-

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ○ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ
رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ
بَعْضًا سُخْرِيًّا ۭ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ : (۴۳/۲)

اور کفّارِ مکّہ جو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ قرآن مکّہ و مدینہ کے کسی بڑے (دولت مند) شخص پر کیوں نہیں اتارا گیا تو (اُن کو کہہ دو کہ) کیا تم خدا کی رحمت کو تقسیم کرنے کے چودھری ہو۔ ہم نے تو (مکّہ اور مدینہ کے بڑے) شخصوں کو دنیاوی زندگی میں عیش و عشرت کو تقسیم کر کے بعض کو بعض پر کئی درجے فضیلت دے دی ہے تاکہ ایک دولت مند دوسرے کو اپنا خادم بنا کر کشمکشِ حیات میں سبقت لے جائے لیکن اللہ کی رحمت (یعنی وحی کا نزول کرنا) ان سب خزانوں سے جو وہ جمع کر رہے ہیں اچھا ہے۔ (اتنا بڑا انعام ہم دولت مندوں کو نہیں دیا کرتے)۔

بقایا اس سورت کا زیادہ تر پہلی قوموں کی ہلاکت کا بیان ہے جو خدا کے قانون سے منکر ہو کر اپنی طاقتیں مسلوب کر گئیں۔

سورۃ الزخرف کے بعد سورۃ الجنّ (۷۲) نازل ہوئی جس کا حجم ۲۸ سطریں ہیں اور حسبِ ذیل الفاظ میں ہے۔ اس سورت کے متعلق بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ شعب ابی طالب میں رسول صلعم کی قید کے دوران میں نازل ہوئی تھی اور اس وقت سنہ نبوی تھا۔ سورت کا مضمون اس واقعہ کی تصدیق نہیں کرتا کیونکہ مکّہ سے باہر کے لوگوں کی رسول صلعم سے ملاقات کا واقعہ لامحالہ ایسے وقت میں ہوا ہو گا کہ رسولؐ آزاد تھے اور ہر شخص بلا تکلف اُن تک پہنچ سکتا تھا۔ وہ اگر اس دوران میں قید ہوتے تو ملاقاتیوں کا یہ گروہ ضرور اُن کی قید کی طرف اشارہ کرتا۔

Marfat.com

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ
فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۙ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۙ وَّاَنَّهٗ
كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۙ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۙ وَّاَنَّهٗ كَانَ
رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ
اَحَدًا ۙ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاۗءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ
لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ
اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۙ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَاۗىِٕقَ قِدَدًا ۙ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ
لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۙ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ
فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۙ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا
رَشَدًا ۙ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۙ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّاۗءً غَدَقًا ۙ
لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۙ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ
اَحَدًا ۙ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۙ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ
اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۙ قُلْ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۙ قُلْ اِنِّىْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ڏ وَّلَنْ
اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۙ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ حَتّٰٓي اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۙ
قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ۙ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰي غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ
اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۙ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ
رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝ (۷۲: ۱-۲۸)

اے محمدؐ! کہہ دو کہ مجھ پر وحی ہوئی ہے کہ (باہر سے آئے ہوئے) چوہدریوں کے ایک گروہ نے (مجھ سے) قرآن کے حقائق سُن کر کہا کہ درحقیقت ہم نے عجیب وغریب قرآن سُنا ہے جو نیکی کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ ہم اس کی صداقت پر ایمان لے آئے ہیں اور اب اس ہدایت کے سُن لینے کے بعد ہرگز ہرگز ہم قانونِ خدا پر عمل کرنے کے سوا کسی ماسوا کے حکم پر عمل کرکے اُس کو پروردگارِ عالم کا شریک نہ بنائیں گے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خدا کی شان اس قدر بلند وبالا ہے کہ اُس نے نہ تو کسی بیوی کا ساتھ پکڑا ہے اور نہ اس کا کوئی بیٹا ہی ہے۔ اور (اگرچہ اس سے پہلے ہم حقیقتاً عیسائی مذہب کے تھے لیکن) ہم میں سے بے وقوف اور ناسمجھ لوگ ہی تھے جو خدا کے متعلق یہ بکواس کیا کرتے تھے اور اب ہم اس خیال میں ہیں

کہ ہم میں سے کوئی رہنما (الجن) یا مقتدی لوگ (الانس) خدا پر جھوٹ نہ بولیں گے۔ اور یہ (ملاقات کرنے والے لوگ) درحقیقت رہنما انسانوں کے گروہ تھے جن کی پناہ میں عوام الناس انسانوں کے لوگ پناہ لیا کرتے تھے، تو ان رہنماؤں نے ان میں (خدا سے) سرکشی کی زیادتی کر دی تھی اور انہوں نے درحقیقت (اپنے دلوں میں) اسی طرح گمان کر لیا تھا جس طرح کہ تم گمان کرتے ہو کہ خدا کسی کو (گناہوں کی باز پرس کے متعلق) اپنے دربار میں پیشی کے لئے مبعوث نہ کرے گا۔ اور ہم نے درحقیقت (اپنی رہبری اور چوہدرپن کے گمان میں) آسمانوں تک پہنچ کر وہاں سے اپنے مقتدی گروہوں کے لئے پیغام لانے کے دعوے کئے تھے لیکن بالآخر ہم کو معلوم ہوا تھا کہ آسمان پر ہم لوگوں کو پہنچنے سے منع کرنے کے لئے سخت پہرہ دار اور پھٹنے والے تارے گروہ در گروہ مقرر ہیں اور ہم درحقیقت (اپنے چوہدرپن کے زمانے میں) اپنے مقتدیوں کو اپنے ساتھ وابستہ کرنے کے لئے اُن کو کہا کرتے تھے کہ ہم نے آسمان پر بیٹھکیں بنالی ہیں تا کہ آسمانی راز سن سکیں لیکن معلوم یہی ہوتا ہے کہ جو کوئی سُننے کی کوشش کرتا ہے اُس پر ایک تاک لگایا ہوا ستارہ پھٹنے کے لئے ملتا ہے اور ہمیں (اب تک) معلوم نہیں ہوا کہ (خدائے برتر و بالا نے) زمین کے باشندوں کے لئے نقصان کا ارادہ کیا ہے یا اُن کے پروردگار نے ارادہ کیا ہے کہ وہ راہِ راست پر آجائیں۔ اور درحقیقت ہم میں سے بعض تو صلاحیت پا جانے والے افراد ہیں اور بعض وہ ہیں جن سے اِس کی اُمید نہیں کیونکہ ہم مختلف طریقوں پر چل رہے تھے اور ہم نے اب سمجھ لیا ہے کہ ہم اِس زمین میں خدا کو عاجز ہرگز نہ کر سکیں گے اور نہ (اس کے قانون سے) بھاگ کر اُس کو عاجز کر سکیں گے۔ تو جب ہم نے (قرآن کی) ہدایت کو سُن لیا، ہم فی الحقیقت اس پر ایمان لے آئے تو (اب ہمارا یقین ہے) کہ جو شخص اپنے پروردگار پر ایمان لے آتا ہے اس کو نقصان اور ظلم کا خوف نہیں رہتا اور یہ کہ ہم میں سے بعض (خدا کو صحیح معنوں میں) تسلیم کر چکے ہیں اور بعض ظالم ہیں، سو وہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے اور یہ کہ اگر وہ سیدھے رستے پر قائم رہتے تو ہم اُن کو کثرت سے پانی دے کر (اُن کے رزق میں) فراخی اِس لئے کر دیتے کہ ہم اُن کو مرفہ الحالی میں آزمائیں (کہ وہ ہم سے کیا سلوک کرتے ہیں) اور جو شخص اپنے پروردگار کا (ہر وقت اپنے دل میں) کھٹکا رکھنے سے منہ موڑے گا تو خدائے برتر بھی اُس کو سخت عذاب میں ڈالے گا۔ اور (یہ بات بھی مسلّم ہے کہ) (اِس کائنات فطرت میں) سجدے (یعنی جھک جانے کے اعمال) بھی (صرف) خدائے پاک کے لئے سزاوار ہیں، تو اے لوگو! تم کو شایاں نہیں کہ خدا کے ہوتے ہوئے کسی دُوسرے متنفس کو (مدد کے لئے) پکارو۔ اور (ہم نے اس ملاقات میں جو رسُول صلعم سے کی ہے، اِس امر کو بھی محسوس کیا ہے) کہ جب جب اس خدا کے بندے نے (کسی جگہ) کھڑا ہو کر خدا کو پکارا (تا کہ لوگ خدا کو اپنا حاکم تسلیم کرنے والے بن جائیں) یہ کفار کہ قریب تھا کہ ٹھٹھ کے ٹھٹھ (اس کی مخالفت میں ہو کر) اس پر ٹوٹ پڑیں۔ اے محمدؐ! ان کو کہہ دو کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کو پکارتا ہوں اور کسی دُوسری شے کو اُس کے برابر نہیں سمجھتا۔ انہیں کہہ دو کہ میں بذاتِ خود کسی نقصان یا فائدہ پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا۔ کہہ دو کہ کوئی شخص مجھے اللہ (کے غیظ و غضب) سے ہرگز بچا نہ سکے گا اور نہ میں ہرگز اُس کے سوا کوئی دُوسری جائے پناہ کو حاصل کر سکوں گا اِلّا یہ کہ خدا کی طرف سے جو مجھے (خدا کے بندوں تک) پہنچانا ہے اور جو (اُس کے) پیغامات ہیں (وُہ صحیح سلامت اُن تک پہنچا دُوں) اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسولِ صلعم کی نافرمانی کرے گا تو بلاشبہ اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ تمام قوم ہمیشہ تک رہے گی۔ (اور یہ معاملہ) یہاں تک (ہوگا) کہ جب وُہ اس عذاب کو جس کی دھمکی اُنہیں دی

Marfat.com

جا رہی ہے، آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو پھر عنقریب اُن کو علم ہو جائے گا کہ کونسا فریق مددگاروں کے لحاظ سے کمزور ہے یا کس کی تعداد کم ہے۔ اَے محمدؐ! انہیں کہہ دو کہ مَیں نہیں جانتا کہ جس عذاب کی دھمکی تمہیں دی جا رہی ہے وہ قریب ہے یا میرا پروردگار اس کے لئے کوئی مدت مقرر کرے گا۔ وہی (جو کچھ آئندہ پردہ) غیب (سے ظہور میں آنے والا ہے) جانتا ہے اور اس غیب سے کسی کو آگاہ نہیں کرتا۔ اِلاّ یہ کہ اپنے پیغامبروں میں سے جس کو پسند کرے (اُن پر وُہ غیب ظاہر کر دے، کیونکہ وُہ اس پیغامبر کے سامنے اور پیچھے بھی اپنے محافظ لگا رکھتا ہے کہ اس کو معلوم ہو جائے کہ ان رسُولوں نے اپنے پروردگار کے پیغامات (اُس کے بندوں تک من وعن اور دیانت داری سے) پہنچا (بھی) دیئے ہیں (یا نہیں) اور خدائے پاک حاوی ہے اُن پیغامات پر جو اُن کے پاس ہیں اور اُس نے ہر شئے کی گنتی کو شمار کر رکھا ہے۔

سُورۃ اَلجنّ کی تعلیم کے نفع مند نتائج!

تمام سُورت کے سیاق و سباق سے اخذ ہوتا ہے کہ باہر کے دیہات و مضافاتِ مکّہ کے کچھ چوہدری یا معتبر اشخاص رسول صلعم کے متعلق سُن کر اُن سے ملاقات کے لئے آئے۔ رسولؐ نے اُنہیں قرآن سنایا اور وُہ اِس سے بہت متاثر ہوئے، حتیٰ کہ ایمان لے آئے۔ اپنی اپنی جگہوں پر واپس ہو کر اُنہوں نے لوگوں کو تبلایا کہ ہم نے رُشد و ہدایت والی ایسی ایسی بات مکّہ کے ایک شخص سے سُنی ہے جو اپنے آپ کو خُدا کا پیغامبر کہتا ہے اور اس ہدایت کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کے قانون کے سوا کسی دُوسرے بُت یا خواہش نفسانی پر عمل کر کے اُس کو خُدا کے برابر نہ بناؤ ورنہ تم کو جہنم کی آگ میں دھکیل دیا جائے گا اور تم ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ یہ "جنّوں" کا گروہ وہ فریق تھا جس کی پناہ میں "انس" کا گروہ بکثرت تھا اور وہ عوام الناس کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے دعوے کیا کرتے تھے کہ ہم آسمان کی باتیں سُن کر آتے ہیں اور ہم نے سُننے کے لئے وہاں اپنی بیٹھکیں بنا رکھی ہیں۔ عوام ان دعووں کی وجہ سے اُن سے لگے رہتے اور وہ اُن کے چوہدری بن کر اُن کو جدھر چاہتے، حیوانوں کی طرح ہانکتے رہتے تھے۔ اِس رُشد و ہدایت سے جو اُنہوں نے قرآن سُننے کے بعد حاصل کی، اُن کو محسوس ہُوا کہ اُن کے یہ دعوے محض غلط تھے اور انسانوں کا خُدا کی باتیں سُننے کے لئے آسمان تک پہنچنا ممکن نہیں کیونکہ آسمان میں خُدا کے پہرہ دار بکثرت ہیں جو ٹوٹنے والے ستارے بن کر اُن پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور آگے جانے سے روکتے ہیں۔ بہر نوع اس تحقیق سے ان چوہدریوں نے یہ اخذ کیا کہ انسان انسان پر حاکم نہیں ہو سکتا اور جنّ و انس سب کو خدائے برتر کے آگے جُھک جانا اور اُس کے حُکموں کی تعمیل بلا شرکت غیرے کرنا لازمی ہے۔ اِس سُورت میں یہ مضمون بھی ہے کہ رسول صلعم جہاں لوگوں کو خدا کی طرف بُلانے کے لئے کھڑا ہوتا ہے، کفارِ مکّہ جوق در جوق اِس کے مخالف بن کر اُس پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور اس کے پیغام کو ناکام کرنا چاہتے ہیں۔ اِس سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ ان دنوں کہ مُلاقات ہُوئی، رسول صلعم مکّہ میں "آزاد" تھے اور کم از کم شعب ابی طالب کے علاقہ میں قید نہ تھے۔

سورۃ الملک کے عظیم الشان حقائق:

سورۃ الجن کے بعد سورۃ المُلک (۶۷) نازل ہوئی جس کا حجم ۴۷ سطریں ہیں۔ اس سورت میں انتہائی قابلِ توجہ حسبِ ذیل آیات ہیں جن میں آنیوالی نسلوں کے لئے مُستقل سبق ہے:-

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیْرٌ ۝ (۶۷: ۱-۴)

وہ (بے مثال) شخصیت برکتوں اور فضیلتوں کا سرچشمہ ہے جس کے ہاتھ میں کائناتِ فطرت کی پوری حکومت ہے اور وہ ہر شے پر (کامل) اختیار رکھتا ہے (اور جس سے وہ مناسب سمجھتا ہے کام لیتا ہے)۔ وہ وہ (برگزیدہ) ہستی ہے جس نے (اس بیکراں صحیفۂ فطرت میں اپنے مکمل طور پر مختار ہونے کے باعث ایک انتہائی طور پر انوکھی اور باقی کائنات کو انتہائی طور پر عاجز اور اس کے مطیع کر دینے والی تجویز کی ہے اور وہ تجویز یہ ہے کہ اُس نے) موت اور حیات کو پیدا کیا اور وہ اس لئے کہ تم انسانوں کا امتحان کرے کہ تم میں سے کون از روئے عمل بہترین ہے (گویا جو قوم بہترین عمل کرے اُس کا غلبہ رُوئے زمین پر برقرار رکھ کر اُس کو زندہ رکھے اور جس قوم کا عمل ناقص ہو اُس کو ہلاک کر دے) اور وہ خدائے پاک انتہائی طور پر غالب اور انتہائی طور پر (قوموں کے چھوٹے چھوٹے گناہوں کی) پردہ پوشی (بھی) کرنے والا ہے۔ وہ (وہ عظیم الشان خالق) ہے جس نے ایک دُوسرے کے اُوپر (طبقوں کے طور پر) سات آسمان پیدا کر دیئے۔ تُو اُس انتہائی طور پر رحم کرنے والے خدا کی پیدائش میں کوئی فرق یا کسر نہیں دیکھے گا۔ ہاں تو پھر مُڑ کر نگاہ کر۔ کیا تُو (اس حیرت انگیز صنعت میں) کوئی نقص دیکھتا ہے۔ (نہیں) ایک دفعہ اور نگاہ کر لے تو کوئی رخنہ دیکھتا ہے؟ (نہیں نہیں) پھر (ایک بار نہیں بلکہ دو بار) اپنی آنکھ کو (نظارے کے لئے) واپس کر۔ تیری آنکھ تیری طرف ناکام اور خستہ ہو کر واپس آجائے گی۔

پھر کارخانۂ قدرت کو اس قدر بے عیب بیان کرنے کے بعد کہا کہ جو قومیں خدا کی منکر ہیں یا دُوسرے الفاظ میں خُدا کے قانون پر عمل نہیں کرتیں اُن کو اس دُنیا اور آخرت میں عذابِ جہنّم ہے۔ کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے کانوں اور ذہنوں کا استعمال نہیں کرتے۔ گویا نہیں دیکھتے کہ اس صحیفۂ کائنات میں اقوام کی بہتری کی بنیاد اطاعتِ قانونِ خدا پر ہے، اس لئے جہنّم داخل ہوتی ہیں: وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۝ (۶۷: ۱۰)

پھر کچھ آگے چل کر انسان کے اشرف الخلق ہونے کی فضیلت یہ بیان کر کے کہ ہم نے انسان کو آنکھ، کان اور ذہن عطا کیا، جو

کسی دُوسری مخلوق کے پاس نہیں، انسان سے شکایت حسبِ ذیل الفاظ میں کی ہے:۔

قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ (۶۷)

اے محمدؐ! کہہ دو کہ خداوہ پاک ذات ہے جس نے تم کو نیست سے ہست کیا اور (سب سے بڑے احسان کی بات یہ ہے کہ اس نے تمہیں کان اور آنکھیں اور ذہن عطا کئے (تاکہ تم کارخانۂ قدرت کو بغور دیکھ کر اس نتیجے پر پہنچو کہ یہاں نافرمانی کی گنجائش ہرگز نہیں اور اس طرح عذابِ خدا سے بچو لیکن افسوس ہے کہ) تم میری ان عظیم الشان نعمتوں کی بہت ہی کم قدر کرتے ہو۔

بنی نوعِ انسان کو سمع و بصر اور ذہن کی عظیم الشان نعمتوں کا عطیہ

جیسا کہ آگے چل کر واضح ہوگا، سمع، بصر اور فؤاد انسان کے وہ اعضائے شریفہ ہیں جن کے ذریعے سے تمام علم حاصل ہوتا ہے۔ ان نعمتوں کا ذکر کرنا اور اس کے بعد یہ شکایت کرنا کہ انسان ان کی کماحقہٗ قدر نہیں کرتا، اس امر کی دلیل ہے کہ قرآن کریم کے بتائے ہوئے صراطِ مستقیم کی تمام بنیاد مشاہدے اور علم پر ہے، ظن و گمان پر نہیں۔ یہ وہ عظیم الشان آیت ہے جس کی قدر و قیمت اس سے واضح ہوتی ہے کہ انسان نے ہزار ہا سال تک اٹکل پچو باتوں پر یقین کر کے قوموں کی قسمت بگاڑ لی اور جب ہزار ہا سال کی گمراہی کے بعد یورپ نے علم کی وہی تعریف اختیار کی جو قرآن نے ایک ہزار سال پہلے دی تھی اور مشہور فلسفی بیکن نے اعلان کیا کہ علم وہی ہے جس کی تصدیق انسان کے کان، آنکھ اور ذہن کرلیں، باقی سب وہم و گمان ہے، تو اس وقت سے یورپ کا موجودہ عروج شروع ہوا جو اس کو اس وقت تک حاصل ہے۔ (فتدبر)۔

سورۂ المومنون کے عالم آرا حقائق، انسانی سمع و بصر کی ابتدا، انسانی اُمت کی وحدت!

سورۂ المُلک کے بعد سورۂ المومنون (۲۲) نازل ہوئی جس کا حجم ۱۲۸ سطریں ہیں۔ اس سورت کے شروع میں ایمان والی قوم کا لائحہ عمل اور اُن کی کامیابی کا راز حسبِ ذیل عظیم الشان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (۲۳)

بے شک ایمان لانے والے فلاح پاگئے (فائز المرام ہوگئے اور اپنی مراد کو پہنچ گئے) اور یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کے سامنے رسمی طور پر

کھڑا ہونے کے وقت (کامیاب ہونے اور اپنی قوم کو کامیابی کی منزل تک پہنچانے کی دُھن میں) گڑگڑاتے (اسی طرح) ہیں (جس طرح کہ ایک محتاج اپنے مُنعم سے اپنی مُراد حاصل کرنے کے لئے گڑگڑاتا ہے)۔ وہ وہ لوگ ہیں جو ہر بے نتیجہ اور بے ہودہ بات کی طرف توجہ کرنے (اور اس طرح اپنی طاقتیں ضائع کرنے) سے کتراتے ہیں۔ وہ وہ لوگ ہیں جو اپنی شرمگاہوں کو (زنا سے) بچاتے ہیں، سوا اپنی بیویوں کے اور اُن عورتوں کے جن پر اُن کے دونوں ہاتھوں نے (میدانِ جنگ میں اور زور سے) قبضہ کیا ہو۔ کیونکہ ان دونوں حالتوں میں وہ بالکل قابلِ ملامت نہیں۔ اور جو لوگ یہ چاہیں کہ ان کے سوا غیر عورتوں سے مجامعت کرنے کی اجازت ہو تو وہ ظالم اور حد سے بڑھنے والے ہیں اور مومن لوگ وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور اقراروں کا (پورا) لحاظ رکھتے ہیں اور وہ لوگ ہیں جو خدا کے حضور میں کھڑے ہو کر بندگی کے اقرار کی پوری حفاظت کرتے ہیں۔ (یعنی ہر اقرار کے بعد پورا لحاظ اس امر کا رکھتے ہیں کہ وہ چوبیس گھنٹے خدا کے ملازم بنے رہیں اور کوئی فعل ایسا نہ کریں جو خدا کے احکام کے خلاف ہو) تو (سمجھ لو کہ) یہی وہ لوگ ہیں جو (اس دنیا اور آخرت میں) جنت کے وارث ہوں گے اور وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔

یہ وہ عظیم الشان اخلاق ہے جو قرآن حکیم نے زندہ قوموں کا اُس وقت تک بتلایا تھا۔ اس اخلاق سے خدا کے قانون کی چوبیس گھنٹوں کی تعمیل لازم آتی ہے اور پچھلی تریسٹھ دعووں کے بعد اب کی دفعہ دو عظیم الشان اعمال کا اضافہ کر دیا ہے۔ اول یہ کہ مومن قوم کو لغو باتوں سے بچنا چاہیئے اور دوئم یہ کہ مومن وہ ہے جو امانت میں خیانت نہ کرے، اور جو اقرار کسی سے کر لیا ہے اُس کو ہر نوع پورا کرے۔ پھر کہا ہے:-

انسان کی پیدائش کی کیفیت اور آئندہ ارتقا

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۝ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ (۲۳/۱)

اور درحقیقت ہم نے انسان کو مٹی کے ایک خلاصہ سے پیدا کیا۔ پھر اُس مٹی کے خلاصہ کو ہم نے ایک محفوظ جگہ میں نطفۂ منی بنا دیا۔ پھر اُس منی کے نطفہ سے ہم نے ایک بستہ خون بنایا اور اس بستہ خون کو گوشت کا ایک لوتھڑا بنا دیا۔ پھر اُس لوتھڑے سے ہم نے ہڈیاں بنائیں۔ پھر ان ہڈیوں پر گوشت مڑھ دیا۔ پھر اس کے بعد ہم انسان کو (اُس سے بلند تر) دوسری پیدائش کر دیں گے۔ تو یہ بہترین پیدا کرنیوالا خدا بڑا باعثِ برکت ہے (جو انسان کو رفتہ رفتہ بلند تر مخلوق تک چڑھاتا جائے گا)۔

انسان کی پیدائش کی یہ ترتیب از روئے علم حیرت انگیز طور پر درست ہے اور انسان کو اس سے بھی کسی برتر مخلوق کے بنا دینے کا اشارہ اس سے بھی زیادہ ولولہ انگیز ہے۔ اس کے بعد "سات آسمانوں" کی حقیقت اور زمین پر پانی کے وجود کو حسبِ ذیل پُرمعنی الفاظ میں واضح کیا ہے:-

Marfat.com

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غَافِلِينَ ○ وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَّاهُ فِي الْأَرْضِ ۖ وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهِ لَقَادِرُونَ ○ : (۲۳/۱)

اور فی الحقیقت ہم نے تمہارے اُوپر سات آسمان اِس لئے پیدا کر دیئے ہیں جن (سات راستوں پر ستاروں اور سیاروں کے تمام نظام گھوم رہے ہیں) اور ہم نے سب کے واسطے الگ الگ کر کے (ان نظاموں کو ایک دُوسرے سے ٹکرانے سے) محفوظ کر دیا۔ کیونکہ ہم اپنی پیدائش سے غافل نہیں تھے اور ہم نے آسمان سے اندازے کے مطابق پانی نازل کیا اور اس پانی کا مسکن زمین میں کر دیا لیکن ہم درحقیقت اِس پر بھی قادر ہیں کہ (اور ستاروں کی طرح جہاں پانی کا نام ونشان نہیں، نہیں دیتے ہوئے پانی کو بھی) زمین سے اُچک لیں۔

اِن آیات کی علمی قدر وقیمت ان الفاظ سے واضح ہے جو میں نے ترجمے میں لکھے ہیں اور عیاں ہو جاتا ہے کہ قرآن حکیم کی ہر آیت میں علم وخبر کا بحر کس قدر پوشیدہ ہے۔ اِس کے بعد چوپاؤں اور مویشیوں کے متعلق لکھا ہے:۔

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۖ نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ○ : (۲۳/۱)

اور فی الحقیقت تمہارے لئے چوپاؤں میں ایک (بہت بڑی) عبرت اور نصیحت ہے۔ ہم تم کو جو کچھ اُن کے پیٹوں میں (دودھ) ہے، پلاتے ہیں اور تمہارے واسطے ان میں بہت سے فائدے ہیں اور اسی میں سے بعض ہیں جن کو تم کھاتے ہو۔

پھر نوح علیہ السلام کی قوم کے دردناک انجام کو واضح کر کے کہ وہ سب کی سب طوفان میں غرق کر دی گئی، رسولؐ کو کہا ہے:۔

وَقُل رَّبِّ أَنزِلْنِي مُنزَلًا مُّبَارَكًا وَأَنتَ خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ○ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ وَإِن كُنَّا لَمُبْتَلِينَ ○ ثُمَّ أَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ○ : (۲۳/۲)

(اے محمدؐ: نوح کی قوم کے اِس دردناک انجام کے بعد) تُو کہہ کہ اے میرے پروردگار مجھ پر (اور میری قوم پر) تو کوئی برکت دینے والی شے نازل کر کیونکہ تُو سب سے بہتر نازل کرنے والا ہے اور ان (عذابوں) میں (جو ہم نے نازل کئے، سمجھنے والے لوگوں کے لئے) کئی نشانیاں ہیں (جو ان کو راہِ راست پر لا سکتے ہیں اور ہمارے لئے تو سوائے اِس کے کوئی چارہ ہی نہ تھا کہ ہم (قوموں کو) آزمائش اور امتحان میں ڈالنے والے بنتے۔ اور پھر ہم نے اس (قوم کو ہلاک کرنے) کے بعد ایک دُوسری اُمت کو (آزمائش کے لئے) کھڑا کر دیا۔

پھر دُوسری امتوں کی اسی طرح کی ہلاکت کا تذکرہ کر کے کہا:۔

ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۖ كُلَّ مَا جَاءَ أُمَّةً رَّسُولُهَا كَذَّبُوهُ ۚ فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُم بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ ○ : (۲۳/۳)

پھر ہم نے اپنے ایلچی اُن کے پاس پے درپے بھیجے لیکن جب جب کوئی رسُول کسی اُمت کے پاس آیا تو انہوں نے اس کو جھٹلایا پھر

Marfat.com

ہم ایک رسول کو دُوسرے کے پیچھے چلاتے رہے۔ حتّٰی کہ ان اُمتوں کو (دردناک عذاب پے در پے دے کر آنیوالے لوگوں کے لئے) کہانیاں بنا دیا۔ تو جو قوم (ہمارے قانون کو تسلیم کر کے ہم پر) ایمان نہیں لاتی وہ دُور دفع ہو جائے (تو اچھی ہے)۔

انسانی سمع و بصر اور فواد کی ابتداء

پھر موسیٰ اور ہارُون کے ذریعے سے فرعونی قوم کی ہلاکت کا ذکر ہے۔ پھر بالآخر سورۃ الملک کے قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ ○ (۶۷/۲) کے بعد جس کی تشریح اوپر ہو چکی[x] حسب ذیل حیرت انگیز علم و خبر اس سے بھی زیادہ ولولہ خیز اور ذہن انگیز آیت میں حسب ذیل الفاظ میں بیان کی جو نہ معلوم بنی نوع انسان کو آئندہ کتنی صدیوں تک مصروف کار رکھے:-

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ ○ (۲۳/۵)

اور وہ (فاطر زمین و آسمان) وہ (جلیل القدر خالق) ہے جس نے (نہ صرف وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ہی نہیں کیا یعنی نہیں کان، آنکھ اور ذہن ہی عطا نہیں کئے بلکہ تمہارے لئے السمع (یعنی کان) اور الابصار (یعنی آنکھوں) اور الافئدۃ (یعنی ذہن) کی پیدائش کی) ابتدا کر دی (: اَنْشَاَ لَکُمْ) (جس ابتدا کے بعد تم اس کان، آنکھ اور ذہن کو بلند ترین منزلوں تک پہنچا کر خود خدا کے ہم پلہ بن سکتے ہو!!) (افسوس کہ) بہت کم ہے جو تم (ان عزیز القدر عطیوں کی) قدر کرتے ہو!

اگر خدا ایک سے زیادہ ہوتے تو وہ ایک دُوسرے پر چڑھائی کر کے سب کو فنا کر دیتے!

پھر کئی تمہیدوں کے بعد خدا کے وجُود کے متعلق یقین دلانے کے لئے کہا:-

قُلْ مَنْۢ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰی تُسْحَرُوْنَ ○ بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَکٰذِبُوْنَ ○ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا کَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ کُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ○ (۲۳/۵)

اے محمدؐ! ان سے پُوچھو کہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر شئے کی مکمل حکومت ہے اور وُہی (ہر شئے کو زیادہ طاقت ور شئے کے ظلم سے) پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں (کسی شئے کو) پناہ نہیں دی جا سکتی۔ تو فوراً یہ کافر کہہ دیں گے کہ وہ اللہ ہی ہے۔ پھر کہو کہ (اگر یہ حقیقت حال ہے) تو تم کو کہاں سے جادُو کر دیا جاتا ہے (کہ تم اس خدا کے قانُون کو نہیں مانتے)۔ اصل بات تو یہ ہے کہ ہم تو ان (کفار

(x) دیکھو صفحہ ۱۷۳

ملّ کے پاس سچائی لائے ہیں اور یقیناً یہی ہیں جو اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ خدائے عزّ و جل نے تو کوئی بیٹا نہیں پکڑا اور نہ اُس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے (جس کو تم اس کا شریک بنا رہے ہو) اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو ساتھ لے کر دُوسرے خدا پر چڑھائی کرتا (اور ایک دوسرے سے لڑکر سب خدا فنا ہو جاتے)۔ تو خدا اِن سب الزاموں سے بالاتر اور پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ وہ تو سب کھلی اور چھپی بات کا جاننے والا ہے۔ اِس لئے وہ بلند و بالا ہر اُس چیز سے ہے جس کو وہ خُدا کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

پھر خُدا کے لاشریک ہونے کی اِن مُسکت دلیلوں کے بعد اِس سُورت کے اخیر میں کہا:۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۝: (۲۳)

تو کیا تم نے گمان کر لیا ہے کہ ہم نے تم انسانوں کو بے مطلب پیدا کیا اور تم ہمارے پاس (حساب دہی کے لئے) واپس نہ آؤ گے تو بلند و بالا ہے وہ سچا بادشاہ جس کے برابر کوئی حاکم نہیں۔ وہ حاکم اعلیٰ ہے (اُس) معزز تختِ حکومت کا (جو تمام کائنات پر حاوی ہے)۔

تمام بنی نوع اِنسان ایک اُمت ہیں!

اسی سُورت میں ایک اور عظیم الشان نکتہ بیان کیا جس کو آج ہزار ہا سالوں کے بعد بھی بنی نوع اِنسان نہیں سمجھے اور وہ نکتہ یہ ہے کہ تمام اِنسانی اُمت ایک اُمتِ واحدہ ہے جس میں فرقہ بندی پیدا کرنا ایک بے ہوشی اور دیوانہ پن ہے۔ یہ آیات حسبِ ذیل ہیں اور اِنتہائی غور کے لائق ہیں:۔

وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝: (۲۳)

اور فی الحقیقت (اَے بنی نوع اِنسان!) یہ تمہاری اُمت تو ایک اُمتِ واحدہ ہے اور مَیں تمہارا (واحد) پروردگار ہوں، تو بس مجھی سے خوف زدہ ہو کر (ایک اُمت بنے رہو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو) لیکن اِنسانوں نے تو اپنے معاملے کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے الگ کر دیا اور اب ہر گروہ اِس بات پر خوش ہو کر الگ بنا بیٹھا ہے جو اس کے پاس ہے۔ تو اَے پیغمبرؐ! تم اُن کو اِس مدہوشی میں ایک وقت تک چھوڑ دو۔ (پھر اِس وقت کے گزرنے کے بعد اُن کو پتہ لگ جائے گا کہ اِس تفریق کے باعث اُن کا انجام کیا دردناک ہے۔

اہلِ نظر کے نزدیک قرآن حکیم کی یہ صرف تین آیتیں ہی اِس بات کا مدلّل ثبوت ہو سکتی ہیں کہ قرآن خدائی کتاب ہے۔ کیونکہ ہزار ہا سال کے بعد بھی اِنسان نے اب تک غور نہیں کیا کہ بنی نوع اِنسان، کائنات کی اور ہزار ہا بلکہ لاکھ ہا انواع کی طرح، ایک اُمت ہے اور اِس کے اندر تفریق پیدا کرنا پرلے درجے کی گمراہی اور احمقیت ہے!

Marfat.com

سورۂ انبیا میں چار عظیم الشان علمی اور کائناتی حقائق کا اعلان!

سورۃ المومنون کے بعد سورہ الانبیا (۲۱) [×] نازل ہوئی جس کا حجم کم و بیش ۱۶۹ سطریں ہیں۔ اس سورت میں پچھلی سورت کے لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (۲۳/۵) کے بعد (یعنی اگر کئی خدا ہوتے تو اپنا اپنا لاؤ لشکر لے کر ہر خدا دوسرے خدا پر چڑھائی کر کے سب کو فنا کر دیتے)۔ زیادہ واضح طور پر خدا کے ایک ہونے کی دلیل حسب ذیل الفاظ میں دی گئی ہے:۔ (دیکھو صفحہ ۱۷۶)۔

خدا کے ایک ہونے کی قطعی دلیل!

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ (۲۱/۲)

اگر اس زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور خدا بھی ہوتے تو زمین و آسمان دونوں بگڑ (کر ختم ہو) جاتے۔ تو عرش کا پروردگار ان تمام الزاموں سے پاک ہے جو یہ کفار لوگ بیان کرتے ہیں۔

اس کے مابعد طول و عرض کائنات میں تہلکہ مچا دینے والی دو دلیلیں مذکورہ بالا قطعی دلیل سے بھی ہزار ہا درجے بلند تر، علم افزا محرکِ ذہن اور مہیج اعضا خدا کے لاشریک ہونے کے بارے میں حسب ذیل الفاظ میں دیں:۔

زمین و آسمان پیدائش سے پہلے کیا تھے؟ تمام زندہ اشیاء کی تخلیق ایک ہی پانی سے ہوئی!

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۖ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ۝ (۲۱/۲)

کیا ان منکرِ خدا اور کافر لوگوں نے اس بات کی طرف غور نہیں کیا کہ یہ آسمان اور زمین (اپنی پیدائش کے ابتدائی مرحلوں میں) ایک گڈمڈ فضائی ہیولا تھے (جو ہیولا اس کائنات کی تخلیق کا باعث ثانی، خدا کے باعثِ اوّل ہونے کے علاوہ تھا)۔ پھر ہم نے (اس ہیولے سے) ان دونوں کو پھاڑ کر رکھ دیا [××] (نیز کیا ان ناسمجھ اور کم نظر لوگوں نے اس پر بھی غور نہیں کیا کہ) ہم نے ہر زندہ شے کو (جو اس زمین و آسمان میں ہے) ایک ہی مخصوص پانی سے (جو لازمۂ حیات ہے) بنایا۔ تو کیا خدا کے ایک ہونے کی اس ناقابلِ ردّ دلیل کے بعد) یہ لوگ (خدا پر) ایمان نہ لائیں گے؟

(×) اس سورت کے دوسرے رکوع میں صحیفۂ فطرت کے برحق ہونے کا اشارہ اس طرح پر ہے کہ ہم نے آسمانوں اور زمین کو کھیلتے کھیلتے نہیں بنایا: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِينَ ۝ (۲۱/۲) (××) منظار اللون اور دیگر آلات سائنس کی قطعی شہادت سے ثابت ہے کہ زمین اور آسمانی کُرّوں کا وجود ایک ہی توام سے بنا ہے (دیکھو صفحہ ۱۹، ۲۰ "تذکرہ" اصل کتاب)۔

Marfat.com

پھر کہا:۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ○ (۲۱/۳۳)۔

اور وہ عظیم الشان خالق ہے کہ اُس نے رات اور دن کو پیدا کیا اور سورج اور چاند جیسے عظیم الشان کُرّوں کی تخلیق کی۔ یہ دن اور رات اور چاند اور سورج سب کے سب اپنے اپنے مقرر کئے ہوئے دائروں میں تیر رہے ہیں۔

اِس کے بعد لوط، داؤد، سلیمان وغیرہم من الانبیاء کے متعلق کہا کہ ان سب کو حکومت اور علم عطا کئے گئے تھے۔ داؤد کے ماتحت پہاڑ اور پرندے تھے۔ ان کو زرہوں کے بنانے کا علم دیا گیا۔ سلیمان کے ماتحت ہوا کر دی گئی اور کئی اڑیل غوطہ زن مزدور اُن کو کام کروانے کے لئے دیئے گئے۔ اسمٰعیل، ادریس اور ذوالکفل بڑے استقلال والے اور کامیاب پیغمبر تھے۔ وہ زمین کے وارث صالحین میں سے تھے۔ پھر کچھ دیر بعد اُسی سورۂ المومنون کے مضمون کا اعادہ کیا کہ سب بنی نوع انسان ایک اُمّت ہیں اور انہوں نے قانونِ خدا کی نافہمی کے باعث اپنے آپ کو الگ الگ ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا ہے اور وہ کسی صورت میں ایک اُمّت نہیں ہو سکتے جب تک کہ ایک خدا کے ملازم نہ بن جائیں۔ یہ آیات حسب ذیل ہیں:۔

"تمام بنی نوع انسان ایک اُمّت ہیں" کا اعادہ

إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ○ وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ ۖ كُلٌّ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ ○ (۲۱/۹۲-۹۳)

(اے انسانو!) تم انسانوں کا یہ گروہ حقیقت میں ایک واحد گروہ ہے اور میں تم (سب) کا (واحد) پروردگار ہوں، اس لئے تم (سب کے سب) میرے ملازم بن جاؤ (تاکہ ایک آقا کے بن کر ایک ہو جاؤ) لیکن انسانوں نے اپنے معاملے کو آپس میں (ضد کر کے) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ تو اب اور کوئی چارہ سوائے اِس کے نہیں کہ سب کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے (ہم اُن سے باز پرس کر کے رہیں گے)۔

پھر کچھ دیر بعد وراثتِ زمین کا ایک عظیم الشان اصول یہ کہہ کر پیش کیا کہ یہ ان قوموں کو ملتی ہے جو قومیں خدا کی ملازم بن کر صالح العمل ہیں۔ گویا قانونِ فطرت کے مطابق عمل کرنے سے بادشاہت زمین ملتی ہے، کسی اور طریقے سے نہیں۔ یہ الفاظ حسب ذیل ہیں اور چار تاکیدوں[*] کے بعد کہے گئے ہیں:۔

وراثتِ زمین صرف "صالحین" کے لئے ہے!

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ○ إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ

(*) لَ، قَدْ، کَتَبْنَا اور اَنَّ کے علاوہ اِنَّ اور لَ مزید تاکیدیں ہیں۔

Marfat.com

عٰبِدِیْنَ ○ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ (۲۱)

اور بے شک اور درحقیقت ہم نے زبور میں (ضروری) عبرت دہانی کے بعد طے شدہ فیصلہ کر دیا تھا کہ زمین کے وارث ہمارے صالح العمل بندے ہیں۔ بے شک اس فیصلے میں خدا کی ملازم قوم کے لئے ایک بڑا عظیم الشان پیغام ہے۔ اور (اے محمدؐ! اس عظیم الشان پیغام کے دینے کے بعد ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ) ہم نے تم کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ تم تمام جہان کے لئے ایک رحمت کے طور پر ہو۔

سنہ ۶ نبوی کے دوران میں باقی نازل شدہ سورتیں سورۃ الفرقان (۲۵)، سورۃ بنی اسرائیل (۱۷)، سورۃ النمل (۲۷) اور سورۃ الکہف ہیں، جن کا حجم علی الترتیب ۱۲۰، ۲۰۲، ۱۴۹ اور ۲۱۱ سطریں ہیں۔ ان سورتوں کا مختصراً آئندہ صفحات میں دیا جاتا ہے۔

سورۃ الفرقانؑ میں جہاد کی طرف خفیف اشارہ

معلوم ہوتا ہے کہ ان ایام میں کہ یہ سورتیں نازل ہوئیں کفار مکہ کا تشدد زوروں پر تھا۔ قرآن کو جھوٹ اور پرانے ڈھکوسلے کہا جاتا تھا۔ رسول صلعم کو کہا جاتا تھا کہ یہ کہاں کا رسول ہے کہ ہماری طرح کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے، اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترا جو لوگوں کو عذاب سے ڈراتا۔ پھر کہا جاتا کہ قرآن سب کا سب ایک بار کیوں نہ اترا، وغیرہ وغیرہ۔ پھر اسی سورۃ فرقانؑ میں موسےؑ اور ہارون کے فرعون کی طرف بھیجے جانے کی حکایت ہے۔ پھر نوح، عاد، ثمود، اصحب خندق وغیرہ کی کہ ان کی قومیں ہلاک کر دی گئیں۔ پھر پہلی دفعہ کفار سے جہاد کا حکم ہے: فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ○ (۲۵) یعنی کافروں کی بات نہ مان اور اسی قرآن کے ذریعے سے ان سے ایک بہت بڑا جہاد کر۔ گویا پورے طور پر قتال بالسیف کا حکم نہیں، بلکہ قرآن کے ذریعے سے ہی ان کے الزاموں کا جواب دینا مقصود تھا۔

"خدا کے بندوں" کی تعریف!

پھر "عباد الرحمٰن" یعنی اللہ کے ملازموں کی تعریف کی گئی ہے کہ وہ زمین پر دھیمے دھیمے چلتے ہیں اور جب ناواقف لوگ ان سے ملتے ہیں تو ان کو سلام کہتے ہیں اور راتیں بسر کرتے ہیں خدا کی اطاعت میں۔ اور عذاب جہنم سے ڈرتے رہتے ہیں اور جب قوم کی بہتری کے لئے قربانی مال کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں اور کسی لغویات کے درپے نہیں ہوتے اور جھوٹی شہادت نہیں دیتے وغیرہ وغیرہ۔

سورۃ بنی اسرائیل میں رسولؐ کو سمیع اور بصیر کے عظیم الشان القاب

سورۃ بنی اسرائیل (۱۷) کے شروع میں ہے کہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کے سفر کے دوران میں رسولِ خدا کو کائنات فطرت کی نشانیاں دکھلائی گئیں جن نشانیوں کی وجہ سے رسولؐ تمام کائنات کے راز کو سمجھ گیا اور وہ رسولؐ درحقیقت بڑا ہی سننے والا اور بڑا ہی

Marfat.com

دیکھنے والا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر رسولؐ کا غیر ممالک میں تجارتی سفر تھا جس کے دوران میں وہ کائنات فطرت کی ماہیت پر انتہائی غور و فکر کرتے رہے تھے اور خدا کے قانون کے متعلق کسی نتیجہ خیز بات پر آنے کے لئے اپنے سمع و بصر کو استعمال کرتے تھے:۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ (۱۵)

اس آیت سے طے ہو جاتا ہے کہ رسول صلعم انتہائی سمع اور انتہائی بصر کے مالک تھے اور اُن کو تمام وحی اسی بصیرت کے سبب سے حاصل ہوئی۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کا ذکر ہے کہ انہوں نے دو دفعہ قانونِ خدا سے بغاوت کی اور سزا کھائی۔ پھر نتیجہ کے طور پر کہا کہ قرآن قوموں کو سب سے زیادہ سیدھے رستے کی طرف لے جاتا ہے اور ایماندار صالح العمل کو انتہائی اجر کی بشارت دیتا ہے: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا ۝ (۱۵) پھر کہا کہ اس کائنات سعی و عمل میں کوئی شخص کسی کے بوجھ کو نہیں اُٹھائے گا: وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ (۱۵) یعنی ہم قوموں کو عذاب نہیں دیتے جب تک کہ اُن کی طرف پیغامبر نہ بھیج دیں تاکہ اتمامِ حجت ہو جائے اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں تو اُس کے آسودہ حال لوگوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ بدکاریاں کریں پھر اُن پر اتمامِ حجت ہو جانے کے بعد اُس کو بُری طرح ہلاک کر دیتے ہیں:۔ وَ اِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْیَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا فَفَسَقُوْا فِیْهَا فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا ۝ (۱۵) پھر ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓی اِلَیْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ (۱۵) یعنی حسبِ ذیل امور ہیں جو خدائے علیم نے تم پر بطورِ حکمت وحی کئے ہیں، کے الفاظ کہہ کر قرآن کی عظیم الشان حکمت کو حسبِ ذیل عرفانی الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

قوموں کو ابدالآباد تک غالب اور متمکن فی الارض رکھنے کے لئے قرآن عظیم کی دس عظیم الشان الٰہی حکمتیں:

(۱) وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ (۱۵) یعنی قوموں کو کامیابی کی منزل تک پہنچانے کے لئے تیرے پروردگار نے فیصلہ کر دیا ہے کہ سوائے خدا کے کسی دوسری شے کے محکوم نہ ہو اور اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

(۲) وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝ (۱۵) یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو اس کا حق ادا کر دے نیز مسکین اور مسافر کا، اور فضول خرچی نہ کرو۔

(۳) وَ لَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ (۱۵) یعنی نہ دوسرے رشتہ داروں اور مسکینوں اور مسافروں سے عمدہ سلوک کرنے کے بارے میں بُخل کرو اور نہ انتہائی کشادگی اختیار کرو کہ بعد

ہیں لوگ ملامت کریں اور محتاج ہو جاؤ۔

(۴) وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (پ۱۵)

یعنی اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں اور اُن کو رزق دیتے ہیں بے شک ان کو قتل کرنا بڑا جرم ہے۔

(۵) وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ : (پ۱۵) یعنی زنا کے نزدیک بھی نہ پھٹکو، کیونکہ بلاشبہ یہ ایک بے حیائی ہے اور بُرا راستہ ہے۔

(۶) وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّى الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝ : (پ۱۵) یعنی انسان آزاد ہے اور کسی کی جان کو قتل کرنا جس کو اللہ نے حرام کر دیا، الا یہ کہ وہ قتل از روئے حق ہو، منع ہے۔ اور جو شخص ظلم کے طور پر قتل کر دیا گیا تو ہم نے اُس کے وارث کو اس کا بدلہ لینے کا پورا اختیار دے دیا ہے۔ پس کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ قتلِ انسان میں زیادتی کرے اور بے شک اُس کو قانونِ حکومت کی طرف سے مدد ملنی چاہیئے۔

(۷) وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝ : (پ۱۵) اور یتیم کے مال کے نزدیک بھی مت پھٹکو، الا یہ کہ تمہارا اُس سے سلوک احسن طریقے سے ہو یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے اور اپنے اقراروں کو (بہرحال) پورا کرو کیونکہ عہد ایک ایسی چیز ہے جس کی باز پرس ہوگی۔

(۸) وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ : (پ۱۵) یعنی اپنے تولوں کو پورا کیا کرو۔ جب تولا کرو تو سیدھی ڈنڈی سے وزن کرو۔ یہی شے تمہاری قومی مضبوطی کے لئے بہترین اور از روئے انجام اچھی ہے۔

علم کی عالم آرا تعریف!

(۹) وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝ : (پ۱۵)۔ اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں (کیونکہ علم وہ شے ہے جو یقینی ہے) اور کان، آنکھ اور ذہن سب کے سب اس شے کے متعلق پوچھے جائیں گے کہ آیا تم نے اس شے کو سنا تھا، دیکھا تھا اور سمجھا بھی تھا اور اگر تم نے کسی شے کو سننے، دیکھنے اور سمجھنے کے بغیر علم یقین کر لیا تو تم سے اس کے متعلق گرفت ہوگی۔

(۱۰) وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝ : (پ۱۵)۔ اور زمین پر اکڑ کر مت چل، کیونکہ تو اپنے اکڑ کر چلنے سے زمین کو پھاڑ تو نہیں دے گا اور نہ ایڑیاں اونچی کر کے تو پہاڑوں جتنا لمبا ہی ہو جائے گا۔

Marfat.com

اِس کے بعد کہا :- ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ : (۱۷/۴) یعنی اَے محمدؐ ! یہ ہے جو تیرے پروردگار نے مجھ پر (خدائی) حکمت میں سے وحی کیا ہے (گویا اِس کے علاوہ اور حکمتیں بھی ہیں جو بعد میں وحی کرے گا)۔ (یہ حکمتیں انسانی ترقی کی جان ہیں کیونکہ فاطرِ زمین و آسمان کی بتلائی ہوئی حکمتیں ہیں اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ) اللہ کے سوا کوئی دُوسرا حاکم (اپنے دِل پر) نہ بنا۔ اگر بنایا تو تجھے جہنّم میں ملامت کیا ہُوا اور دُھتکارا ہُوا ڈال دیا جائے گا۔

دس الٰہی حکمتوں کا خلاصہ !

یہ وہ دس عظیم الشان حکمتیں ہیں جن پر قرآنِ عظیم نے مومنوں کی اِنتہائی مضبوطی کا دار و مدار رکھا ہے۔ آج اِنسانی تاریخ اِس امر کی شاہد ہے کہ ہر زندہ قوم میں حسبِ ذیل اخلاق بدرجۂ اتم ہونا لازم ہے : (۱) وہ قوم قانونِ خُدا کے سوا کسی دُوسرے قانون پر نہ چلے۔ اپنے عزیزوں، یتیموں اور مُسافروں کی دنیاوی بہتری کے لئے ہر ممکن اور منظّم جد و جہد کرے، قربانیٔ مال میں میانہ روی اِختیار کرے، اپنی اَولاد کے محسوسات کو ترقی کے اِنتہائی مدارج تک پہنچانے کے لئے زندہ رکھے اور اُن کو بے حس بنا کر قتل نہ کرے۔ زنا سے انسانی حقوق کا احترام کرکے بچے۔ اِنسانی زندگی کو انتہائی طور پر محفوظ اور بیش قیمت قرار دے۔ قومی مال میں بددیانتی نہ کرے۔ اپنے اِقراروں کو پُورا کرے۔ تجارت میں اِنتہائی ایمانداری اِختیار کرے۔ اپنے تمام معاملات اور محسُوسات کی بنیاد علم اور حقیقت پر رکھے۔ ظن و گمان، وہم اور اٹکل پچو قانون پر یقین کرنے سے پرہیز کرے اور سلطنت کی بنیادیں مضبوط کرنے کے لئے کسی طرح کا قومی غرور اور کبریائی اِختیار نہ کرے بلکہ تمام بنی نوعِ اِنسان کو بلا لحاظِ رنگ و نسل ایک اخوت میں مُنسلک کر دے۔

آج دُنیا کے مُسلّم ترین ذہن اِس امر کا کھُلے دِل سے اِقرار کریں گے کہ قرآن نے قومی ترقی اور زندگی کا جو معیار اُوپر کے لفظوں میں قائم کیا ہے وہ اِس قدر بلند، اِس قدر مکمل اور اِس قدر حیات انگیز ہے کہ اِس سے بہتر لائحہ عمل کسی بڑی سے بڑی متنوّر اور متقدّم قوم کے لئے وضع نہیں ہو سکتا !

عِلم کی بے مثال، ذہن انگیز اور حقیقت کُشا تعریف !

سچائی کی ماہیت اور تحقیقات میں دُنیا پچھلے ہزارہا سالوں سے لگی ہے۔ اُن کو سمجھنے والے آج بالخصوص اِس امر کا کھُلا اعتراف کریں گے کہ قرآنِ عظیم نے حکمتوں کی مذکورہ بالا فہرست میں عِلم کی جو تعریف کی ہے وہ اِس قدر جامع و مانع ہے کہ یورپ صدہا سال تک وہم و گمان کے چکّر میں دردناک طور پر مُبتلا رہا اور جب تک اِنگلستان کے ایک فلسفی بیکن نے تین صدیاں ہُوئیں غالباً قرآن میں سے اِشارہ حاصل کرکے "نوُوم آرگینم" میں عِلم کی بعینہٖ وہ تعریف نہ کی جو قرآن نے کی، یعنی یہ کہ عِلم وُہ ہے جس کی تصدیق کان، آنکھ اور ذہنِ سلیم کریں، یورپ اِس چکّر سے نہ نکل سکا۔ اِس تعریف سے واضح ہے کہ انسانی کان، آنکھ اور ذہن جو کچھ سُنتے، دیکھتے اور سمجھتے ہیں،

Marfat.com

وہ صرف صحیفۂ فطرت کی اشیا سے دریافت کرتے ہیں کیونکہ اُن کے سامنے کوئی اور شے سوائے صحیفۂ فطرت کے نہیں۔ اس تے علم صرف وہ ہے جو صحیفۂ فطرت سے اخذ ہوتا ہے۔ جو شے سننے، دیکھنے اور سمجھنے کے بغیر حاصل ہو وہ وہم اور گمان ہے، علم اور حقیقت ہرگز نہیں۔ سننے اور دیکھنے کے علاوہ ذہن کی تصدیق بھی لازمی اس لئے ہے کہ بعض دفعہ سُننے اور دیکھنے کے بعد بھی ہو سکتا ہے! مثلاً ریل گاڑی میں درخت پیچھے کی طرف دوڑتے نظر آتے ہیں لیکن ذہن اس کی تصدیق نہیں کرتا۔ الغرض علم کی یہ قرآنی تعریف دُنیا کی سب سے بڑی حکمت ہے۔ جس کی قدروقیمت آج انسان کی علم میں حیرت انگیز ترقی اور علم کے ذریعے سے حصولِ طاقت کے بعد واضح ہے اور صرف یہی ایک آیت قرآن کے منجانب اللہ ہونے کی مُسکت دلیل اور رسولِ خدا کے سمیع و بصیر ہونے کی قطعی شہادت ہے۔

انسان سے برتر مخلوق کائنات میں موجود ہے!

سورۂ بنی اسرائیل کے باقی حصّوں میں حسبِ ذیل مزید حقائق اور احکام کا اعلان ہے:-

(۱) وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ○ (۷۰/۱۷)

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم نے بنی نوعِ انسان کو (باقی مخلوق پر جو زمین پر بس رہی ہے) معزز کیا اور اُس کو خشکی اور تری پر غالب کر دیا (یعنی کوئی زمانہ آئے گا کہ بنی نوعِ انسان بر و بحر پر صحیح معنوں میں قابض ہوں گے اور اُن پر اپنا حکم چلائیں گے) اور ہم نے اس کو پاکیزہ چیزیں دیں اور جو کچھ ہم نے پیدا کیا ہے اُن میں سے اکثر پر اس کو فوقیت دی۔

گویا انسان تمام مخلوقِ خدا سے افضل نہیں۔ بلکہ اس سے بھی بہتر مخلوق اس کائنات میں موجود ہے۔ پھر کہا:-

راہِ راست اسی دُنیا میں ہے!

(۲) وَمَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا ○ (۷۲/۱۷)

اور جو قوم اس دُنیائے کسب و عمل میں اندھی رہی (اس کو راہِ راست چلنے کی توفیق نہ رہی) تو وہ آخرت میں (اور آخرکار) بھی اندھی رہے گی، بلکہ اور بھی زیادہ گمراہی کے راستہ پر ہوگی۔

قرآن کا مطالعہ فجر کے وقت اور رات کی خاموشیوں میں ہو!

(۳) أَقِمِ الصَّلَاةَ (*) لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ ۖ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ

(*) یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس وقت تک کہ یہ وحی نازل ہوئی، کوئی باضابطہ حکم مسلمانوں یا رسول صلعم کو پانچ وقت نماز پڑھنے کا صادر نہیں ہوا تھا، لیکن اَلصَّلٰوۃَ کا لفظ باضابطہ طور پر پہلی دفعہ اس سُورت میں آیا ہے۔

كَانَ مَشْهُوْدًا ○ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ (*) نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ وَقُلْ
رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ○ وَقُلْ
جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ○ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ
لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ○ : (۱۵/۹)

(اے محمدؐ!) خدا کے حضور میں کھڑے ہو کر بندگی کا رسمی اقرار زوالِ آفتاب سے رات کے اندھیرے تک (کے وقتوں میں) قائم کرو اور قرآن کا مطالعہ صبح سویرے نور کے تڑکے (پر محدود رکھو) کیونکہ قرآن کا فجر کے وقت مطالعہ (جب کہ نور کی پو پھٹ رہی ہو) گواہی دی ہوئی بات ہے (کہ کسی شے کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے بہت مفید ہے)۔ اور رات کے ایک حصے میں (بھی) قرآن ساتھ لے کر علیحدگی (*) اختیار کرو (تاکہ خاموشی کے وقتوں میں اس پر مزید غور و خوض ہو)۔ یہ (صرف) تمہارے لئے ایک فاضل حکم ہے، قریب ہے کہ خدا اس (مزید غور و خوض کے باعث) تمہیں قرآن فہمی کی فضیلت اور برتری کے کسی پسندیدہ مقام تک پہنچا دے۔ اور کہو کہ اے پروردگار! مجھے اگر کسی جگہ داخل کرنا ہے تو سچائی کا داخلہ عطا فرما اور اگر کسی جگہ سے خارج کرنا ہے تو سچائی کا نکلنا نصیب کر اور (وحی کی صحیح غرض و غایت تک پہنچنے کے لئے) مجھے اپنے ہاں سے (اور اپنی سرکار سے) ایک (روشن اور) غلبہ پیدا کرنے والی سند عطا کر۔ اور اے محمدؐ! اعلان کر دو کہ (اس قرآن کے وحی ہونے کے بعد) سچائی آگئی اور جھوٹ ناپید ہو گیا اور بے شک جھوٹ اس قابل ہی تھا کہ (میدان سے) فرار ہو جائے۔ اور ہم تو قرآن میں سے وہی شے نازل کرتے ہیں جو ایمان لانے والوں کی (قلبی اور اخلاقی) بیماریوں کو شفا دیں اور ان کے لئے (آگے چل کر) رحمت ثابت ہوں اور قرآن حکیم تو ظالم کاروں کو نہیں بڑھاتا، مگر گھاٹے میں!

"الروح" کے متعلق تشریح، جن و انس مل کر بھی قرآنِ عظیم جیسی تصنیف پیدا نہیں کر سکتے!

(۴) وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ○ وَلَئِنْ
شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ○ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ
رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ○ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ
هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ○ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ
مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ○ : (۱۵/۱۰)

(*) فَتَهَجَّدْ بِهٖ کے الفاظ میں بہٖ پر غور کرنا ضروری ہے جس سے مقصد یہ ہے کہ رات کو قرآن ساتھ لے کر "تہجد" کر تاکہ اس خاموشی کے وقت میں قرآن پر انتہائی غور و خوض کر سکے۔ گویا تہجد کوئی نماز نہ تھی!

Marfat.com

اور یہ (مکہ کے کٹ حجتی کفار لوگ سورۃ القدر (۹۷) میں جو سنہ نبوی میں نازل ہوئی تھی، لیلۃ القدر کے بیان کے ضمن میں [x] تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ ۵ (۴) کے الفاظ دیکھ کر تم سے سوال کرتے ہیں کہ (ملٰئکۃ کا لیلۃ القدر میں نازل ہونا تو خیر سمجھ میں آگیا) یہ الرّوح کیا شے ہے (اس کا ذکر تو ہم نے پہلے کہیں نہیں سُنا) - ان (بکواسیوں) سے کہہ دو کہ الروح (بھی) میرے پروردگار کے امروں (یعنی قانونوں) میں سے ایک امر ہے۔ اور تم کو تو علم میں سے بہت ہی تھوڑا حصہ دیا گیا ہے (تم کیا سمجھو کہ الروح کیا شے ہے) - اور اے محمدؐ! اگر ہم مناسب سمجھیں گے تو (اُس وقت کہ تمہاری پیدا کی ہوئی جماعت قرآن کے غرض و مقصد سے منحرف ہو کر گمراہی کی طرف گھسیٹی جائے گی اور شکست و ریخت کے سوا اس کا کوئی انجام نہ ہوگا) ہم اس شے (یعنی قرآن) کو جو ہم نے تم پر وحی کی ہے، اُچک لے جائیں گے (حتیٰ کہ ان میں قرآن کی اصلی تعلیم اور اخلاق کا نام و نشان نہ رہے گا)۔ پھر اُس وقت تو ہرگز اپنے واسطے اِس (یعنی قرآن) کو (واپس) لانے کے لئے ہمارے سامنے کوئی حمایتی (یا سفارشی) نہ پائے گا۔ الّا یہ کہ (تمہاری جماعت کی خستہ حالی اور تمہارے واویلا کو دیکھ کر) تمہارے پروردگار کی رحمت (ان کو پھر راہ راست پر لے آئے اور قرآن کی دی ہوئی تعلیم بحال ہو جائے) کیونکہ درحقیقت خدا کا فضل تم پر بہت ہی بڑا ہے۔ اے محمدؐ! کہہ دو کہ اگر جن و انس (یعنی انسانوں کا رذیل اور متقدی طبقہ دونوں مل کر) اِس بات پر مجتمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسی (جامع اور مانع، عظیم الشان اور حیرت انگیز اصولوں اور نکات کو واضح کرنے والی کتاب) کی طرح کی کوئی اور کتاب لے آئیں تو ہرگز اس جیسی (عظیم المرتبت تصنیف) پیدا نہ کر سکیں گے خواہ ان میں سے ایک طبقہ دوسرے کی امکانی مدد بھی کرے۔ اور درحقیقت ہم نے بنی نوع انسان کے لئے اِس قرآن میں مختلف نقاطِ نظر سے ہیر پھیر کر کے ہر طرح کے بیانات دے دیئے ہیں، لیکن اکثر انسان کفرانِ نعمت کر کے اس کی تعلیم اختیار کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

انہی چند سورتوں میں جن کی تشریح اوپر ہوئی، قرآن کی فضیلت اور برتری صحیح علم و خبر میں اِس قدر عیاں ہے کہ بعثت کے پہلے پانچ چھ سالوں کے اندر قرآن کا یہ دعویٰ کہ اِس کتاب کا مثل پیدا کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے از خود متحقق ہو جاتا ہے بلکہ یہ امر بھی قرین قیاس ہو جاتا ہے کہ کفارِ مکہ کی تمام عداوت اور رخنہ اندازی کے باوجود رسولِ خدا کا اپنی لائی ہوئی وحی کے سچ ہونے کے متعلق مکمل یقین ہی مخالفین کی انتہائی مخالفت اور ایذا دہی کو بے اثر کر رہا تھا اور یہ وہ حوصلہ افزا منظر تھا جو روز بروز جماعت کے مٹھی بھر پیروؤں کے عزم و استقلال کو مضبوط تر کر کے کفار کے حوصلوں کو بالآخر توڑنے میں کامیاب ہو کر رہا:-

صاحب علم لوگ قرآن کی حقیقتوں کے سامنے گر گر کر سجدے کرتے ہیں،

(۵) وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰہُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ، وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۵ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰہُ

(x) دیکھو صفحہ ۹۵

Marfat.com

لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ○ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ○ وَّ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ○ وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ○ السجدة : (۱۲/۱۴)

اور ہم نے قرآن کو سچائی (کا سرتاپا مجسمہ) بناکر نازل کیا اور وہ سچائی ہی کو لے کر اترا۔ اور اے محمدؐ! ہم نے تم کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ تو تعمیل کرنے والی قوم کو (غالب اور کامیاب ہونے کی) خوشخبری دینے والا اور منکروں کو عذاب (مغلوبیت اور شکست) سے ڈرانے والا ہے اور یہ قرآن جو ہم وقتاً فوقتاً ٹکڑے ٹکڑے کر کے تم پر بھیج رہے ہیں، اس لئے ہے کہ تو اس کو بنی نوع انسان پر ٹھہر ٹھہر کر سنائے اور اسی غرض سے ہم نے اس کو بار بار نازل کیا۔ اے محمدؐ! کہہ دو کہ اس کو تسلیم کر دیا نہ کرو تمہارا اختیار ہے لیکن وہ لوگ جن کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے (اور اس کے حقائق کی اہمیت کو سمجھنے کے اہل ہیں) ان کو جب یہ قرآن سنایا جاتا ہے تو وہ (اس کے عالم آرا اور حیات انگیز نکات کو دیکھ کر) ٹھوڑیوں کے بل اور سجدہ کرتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں کہ بلند و بالا ہے ہمارا پروردگار! اور ضرور ہے کہ (قوم کی اجتماعی مرفہ الحالی اور غلبے کا) جو وعدہ ہمارے پروردگار نے (ان نکات کی ملاحظہ تعمیل کے بدلے میں) کیا ہے، لازم ہے کہ پورا ہو کر رہے اور یہ لوگ گر پڑتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل (کثرت یقین کے سبب سے) روتے ہوئے اور (انہی عالم آرا حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے) قرآن ان کی عاجزی (یعنی شدت اطاعت) کو زیادہ کر دیتا ہے۔

اہل علم لوگوں کے دلوں کی یہ کیفیت جو ان آیات میں بیان کی گئی ہے بادی النظر میں مبالغہ معلوم ہوتی ہے لیکن اگر بلند و بالا نظر سے دیکھا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ صحیح معنوں میں **علم** والا شخص حقیقتوں کا اعتراف فوراً کر لیتا ہے اور اس سے بے حد متاثر ہوتا ہے اور اس کے تاثر کی حد بعض وقت یہاں تک بھی ہو سکتی ہے کہ وہ حق بات کو تسلیم کرتے ہوئے سجدے میں گر پڑے اور زار و قطار رونے لگے۔ فتدبر!

سورۃ النمل میں انبیا کے علمی مقام کی مزید تشریح، علم اور حکم کا توام ہونا!

سورۃ بنی اسرائیل کے بعد سورۃ **النمل** (۲۵) نازل ہوئی، جس کا حجم ۱۴۹ سطریں ہے۔ اس سورت کے نمایاں خد و خال حسب ذیل ہیں:-

طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ○ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ (x) هُمْ يُوْقِنُوْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ

(x) یہاں اَلْاٰخِرَۃ کے معانی میں نے کئے ہیں جو انتہائی توجہ کے لائق ہیں۔

Marfat.com

أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ۝
وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ ۝ : (۲۷)

(اے لوگو!) یہ قرآن کی آیات ہیں بلکہ اس روشن کتاب (یعنی صحیفۂ فطرت کے قانون) کی (مدون) آیتیں ہیں (جو تمہارے سامنے ہے) (ان آیات کی سچائی پر) ایمان لا کر عمل کرنے والوں کے لیے (یہ دستور العمل) ایک ہدایت اور (کامیابی کی) خوشخبری ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو الصلوٰۃ کو قائم کرتے ہیں اور الزکوٰۃ کو ادا کرتے ہیں اور قوم کے نیک انجام کے متعلق ان کو مکمل یقین ہے۔ وہ لوگ جو قوم کے نیک انجام اور اس کے بالآخر غالب ہو جانے کی اہمیت پر یقین نہیں رکھتے (اور اس لئے غفلت میں اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں) ان کے (عیش و عشرت والے اور غفلت افزا) اعمال اور (بے پرواہ رہ کر قوم کی شکست و ریخت کی منازل تک پہنچانے والے) عمل ہم خوبصورت بنا کر ان کو دکھاتے رہتے ہیں اس لئے وہ (اندھیرے میں) اپنے سر ٹکراتے پھرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو سخت ترین عذاب لاحق ہوگا اور وہی بالآخر گھاٹے میں رہیں گے اور اس میں شک نہیں کہ تجھ پر یہ قرآن ایک انتہائی علم والی اور انتہائی حکمت والی ہستی کی طرف سے القا کیا جا رہا ہے۔

یہ دوسری دفعہ ہے کہ الصلوٰۃ کو قائم کرنے کا تخیل مکہ کی اسلامی جماعت میں رائج کیا جا رہا ہے اور پہلی دفعہ ہے کہ الزکوٰۃ کا لفظ استعمال کیا گیا تاکہ مسلمانوں میں قوم کی خاطر اپنے مال کی قربانی کرنے کا تخیل پیدا ہو لیکن اس وقت تک نہ الصلوٰۃ اور نہ الزکوٰۃ کو کسی خاص طریقے سے ادا کرنے کے کوئی باضابطہ احکام نافذ ہوئے تھے۔

اس تمہید کے بعد قرآن کو فی الحقیقت حکمت اور علم سے بھری ہوئی کتاب ثابت کرنے کے لئے وحی نے حسب ذیل تاریخی واقعہ کی تفصیل دی تاکہ مکہ کے ساٹھ ستر مسلمانوں کو ابھی سے معلوم ہو جائے کہ جب اُن کو آگے چل کر زمین کی وراثت مل جائے تو اُن کا لائحہ عمل کس انداز کا ہونا چاہیئے۔

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے علم کی قرآنی تشریح!

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا ۖ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَىٰ كَثِيرٍ مِنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ ۖ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ ۝ وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝ حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْا عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ۝ (۲۷)

Marfat.com

اور بالتحقیق ہم نے داؤد اور سلیمان کو (اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے لئے) علم (صحیفۂ فطرت) عطا کیا تھا۔ پھر (جب اُن کو اِس علم میں مہارت حاصل ہوگئی اور وہ اپنی سلطنت کو شان و شوکت کے کمال تک لے گئے تو) انہوں نے کہا کہ سزاوار حمد وہ خدا ہے جس نے ہم کو اپنے ایماندار بندوں میں سے بھی اکثر پر فضیلت دے دی اور اب ہم روئے زمین پر سب سے زیادہ طاقت ور ہیں۔ اور داؤد کا وارث سلیمان ہوا تو اُس نے کہا۔ اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی سکھلا دی گئی ہے (یعنی علم فطرت کے زور سے ہمارے سائنس دانوں نے پرندوں کی زبان سمجھ لی ہے اور اب ہم جس طرح چاہیں پرندوں کو حکم دے کر اپنے مطلب کے لئے استعمال کر سکتے ہیں) اور ہم کو تمام دنیا کی نعمتیں عطا کر دی گئی ہیں اور فی الحقیقت یہ ایک کھلے طور پر خدا کا فضل ہے اور جنّ و انس اور پرندوں کے لشکر (ٹھٹھ کے ٹھٹھ) سلیمان کے لئے جمع کئے گئے (تاکہ وہ ملکہ سبا کے ملک پر حملہ کریں) اور وہ ٹولیوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ پھر جب وہ لشکر وادی النمل (یعنی چیونٹیوں کے میدان) میں پہنچے (جہاں کہ ملکہ سبا نے دشمن کے حملہ کو روکنے کے لئے زہریلی چیونٹیوں کے لشکر پہلے ہی اس لئے تیار کر رکھے تھے کہ جونہی غنیم ملک پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھے، وہ چیونٹیاں ان کو ڈنک مار مار کر ہلاک کر دیں) تو (سلیمان کے لشکروں کو جو پہلے ہی ایسے خطرناک آلات سے مسلح تھے کہ چیونٹیوں کو تباہ کر کے آگے بڑھیں، دیکھ کر) ایک چیونٹی نے (جو غالباً چیونٹیوں کے لشکر کی سردار تھی) کہا کہ اے چیونٹیو! (سلیمان کا لشکر بڑے زبردست آلات سے مسلح ہے تاکہ تم سب کو ہلاک کر دے، اس لئے) اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کا لشکر تم سب کو کچل ڈالے اور تم کو خبر تک نہ ہو۔ پھر (سلیمان کا لشکر غالب ہو گیا اور چیونٹیاں یا اپنے اپنے بلوں میں گھس گئیں یا اُس کے لشکر نے سب کو ہلاک کر دیا تو) سلیمان کی باچھیں (چیونٹی کے اس قول پر) کہ بلا مقابلہ سپر اندازی ہوئی، کھل گئیں اور وہ (بزبان حال) پکار اُٹھا کہ اے میرے پروردگار! مجھے اس بات کی توفیق دے کہ میں (صحیح معنوں میں) تیری اُس نعمت کی قدر کروں جو تو نے مجھے (اس قابلیت کی بنا پر) عطا کی (کہ میں ایسا جرّار لشکر تیار کر سکوں جس کے مقابلے کی کوئی دوسرا لشکر تاب نہ لا سکے) بلکہ میرے والد کو بھی عطا کی (کیونکہ میرے والد کے انتہائی سعی و عمل کی وجہ سے ہی میں قوت اور شوکت کے اس درجہ تک پہنچا ہوں) تو مجھے توفیق دے کہ میں (مزید قوت اور شوکت حاصل کرنے کے یہی) صالح اعمال کرتا جاؤں جن کو تو پسند کرتا ہے اور تو مجھ کو اپنی رحمت اور مہربانی سے (جو تو نے مجھے قانون خدا کو صحیح طور پر سمجھا کر کی ہے) اپنے صالح العمل بندوں (کی فہرست) میں داخل کر دے (تاکہ منشائے پیدائش کائنات جو اِس دُنیا میں مادی قوت حاصل کر کے صحیفۂ فطرت کی ماہیت کو پالینا ہے، حاصل ہو جائے)۔

انبیاء کے "عمل صالح" کے بالمقابل آج کل کے "عمل صالح" کے تخیل کا مقابلہ!

وادی النمل کا یہ حیرت انگیز قصہ، پھر آج کل کے مولویوں کی "عمل صالح" کے متعلق اس تعلیم کے بالمقابل کہ "اللہ کا فضل" چاہتے ہو تو تسبیحیں پھیرتے جاؤ اور خدا کا نام روزانہ کئی ہزار بار رٹو، پھر حضرت سلیمان کے عمل صالح کی تعلیم کہ اگر دشمن نے چیونٹیوں کا لشکر تمہاری فوجوں کو ہلاک کرنے کے لئے تیار کیا ہے تو تم بھی ایسے خطرناک آلات تیار کرو کہ چیونٹیوں کے لشکر اپنے بلوں میں گھس جائیں اور میدان صاف

Marfat.com

ہو جائے، پھر "اِنَّ الْاَرْضَ ... عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ" کے بارے میں آج کے مسلمان کا یہ خانہ بر انداز تخیل کہ "زمین کے وارث وہ نیک بندے ہوا کرتے ہیں جو تمام دن رات سجدے ہی کرتے رہتے ہیں" اور اس کے مقابلے میں حضرت سلیمان کا "فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ" کے متعلق یہ تخیل کہ "ضرور گڑا گڑا کر جنوں اور انسانوں بلکہ پرندوں کے لشکر تیار کرکے دوسرے ملکوں پر حملہ کرو تاکہ زمین پر تمہاری سلطنت وسیع تر ہو اور تم تمام دنیا کی ایماندار قوموں میں سے بھی جو اس وقت وارث زمین ہوں، زیادہ فضیلت والی قوم بن جاؤ"! ان سب متضاد تخیلات کا موازنہ کرکے ہر سلیم الذہن شخص ایک ہی نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ قرآن کی تعلیم آج کے زمانے میں قطعی طور پر بگڑ چکی ہے اور قرن اول کی تعلیم اور آج کل کی تعلیم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ غالباً اسی خدشے کی بناء پر قرآن حکیم نے سورۃ الفرقان (۲۵) میں جو گزر چکی ہے[x] حسب ذیل الفاظ کہے تھے:۔

بے عمل اور بدکردار قوموں کا قرآن کو بالآخر چھوڑ دینے کی پیشگوئی!

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِیًا وَّنَصِیْرًا ۝ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا ۝ وَلَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا ۝ (۲۵/۲)۔

اور (جب قرآن کی تعلیم کے منکروں پر عذاب کا دن سخت قریب آجائے گا اور ظالم اپنے دونوں ہاتھ کاٹے گا کہ اے کاش! میں رسول کا بتایا ہوا راستہ اختیار کرتا اور نہ بناتا فلاں شخص کو دوست جس نے مجھے اس نصیحت سے ہٹا دیا جو قرآن نے مجھ تک آجانے کے بعد مجھے دی تھی ـــــ یہ ان آیات کا مفہوم ہے جو اس سے پہلے کی ہیں) تو رسول پکار اٹھے گا کہ اے میرے پروردگار! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو (بکواس سمجھ کر) چھوڑ دیا (اور اس کی تعلیم کو اپنے مطلب کی تعلیم بنا کر اس کے اصلی مفہوم سے دور ہو گئے) (ہاں ہاں) اسی طرح ہم نے جرم کرنیوالے لوگوں کو ہر نبی کا دشمن بنا رکھا ہے (تاکہ اس کی دی ہوئی تعلیم کو بگاڑتے رہیں) اور راہِ راست پر چلانے اور قوم کو غالب کرنے کے لئے تیرا پروردگار کافی ہے۔ اور یہ قرآن کے منکر (وحی کے بار بار نازل ہونے اور پھر ان وحیوں میں بار بار ان کو عذاب خدا سے ڈرانے کو نفسیاتی طور پر اپنے لئے وبالِ جان سمجھ کر) کہتے ہیں کہ اس رسول پر قرآن سب کا سب ایک دفعہ کیوں نازل نہیں ہوا (تاکہ ہم اس کو صرف ایک دفعہ سن کر یکدم اس کے وبال سے چھوٹ جاتے)۔ ہاں ایسا اس لئے ہوا کہ ہم قرآن کو بار بار نازل کرنے اور کافروں کو عذاب کی دھمکیاں بار بار دینے سے تیرے دل کو مضبوط کرتے جائیں اور (اسی لئے) ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر اتارا۔ اور یہ کافر نہیں لاتے تیرے پاس (تمہیں دکھ دینے کے لئے) کوئی (انوکھے اور عجیب و غریب اعتراض کی) مثال مگر یہ کہ ہم (فوراً) بھیجے (اس اعتراض کا دندان شکن جواب ناقابل

(x) یعنی اس سے پہلے وحی ہوئی تھی (دیکھو صفحہ ۱۸۰

Marfat.com

(ق) سچائی اور بہترین تفسیر و تشریح کے ساتھ دے دیتے ہیں۔

سُورۃ النّمل میں ایک عظیم الشان علمی طبقات الارضی حقیقت کا اعلان!

سُورۂ نمل میں وادیٔ النّمل کے مذکورہ بالا قصے کے بعد ملکہ سبا کی طرف حضرت سلیمان کے ایک خط کا ذکر ہے جس میں حضرت سلیمان نے ملکہ کو اطاعت قبول کرنے کا بلاغ آخیر دیا اور اس کے بعد ملکہ نے غیر مشروط اطاعت اس لئے قبول کی کہ سلیمان کا لشکر بدرجہا زیادہ طاقت ور تھا اور وہ اس کے مقابلے کی تاب نہ لا سکتی تھی۔ اسی تسلسل میں عاد و ثمود اور لُوط کی قوموں کا ذکر ہے کہ وہ سب کی سب خدا کی نافرمانی کی سزا میں ہلاک کر دی گئیں۔ لیکن خدا کو اپنا واحد حاکم تسلیم کرنے کے ان مسکت دلائل کے بعد قرآن اس کے بعد دُوسری قطع کے دلائل پیش کرتا ہے: مثلاً یہ بتاؤ کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو انسان کے لیے کی جگہ بنایا (حالانکہ ہزار ہا ستارے ایسے ہیں جن میں کوئی انسانی آبادی نہیں!) کس نے زمین میں نہریں اور پہاڑ بنائے؟ کون ایک مخلوق کو بار بار پیدا کرتا ہے؟ پھر قرآن کہتا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ: ءَ اِلٰـهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ: (۲۷/۵)۔ پھر کہا:۔

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِىْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝: (۲۷/۶)۔

اے محمدؐ! ان (بدکردار لوگوں) کو کہہ دو کہ جاؤ زمین میں پھرو اور (اپنی آنکھوں سے) دیکھو کہ جرم کرنے والوں کا کیا انجام ہُوا؟ اور (اے رسولؐ!) تو ان (کی اُن ایذاؤں) کا غم نہ کھا (جو وہ تجھیں دے رہے ہیں) اور جو (شرمناک تدبیریں تیرے خلاف کر کے) مکر کر رہے ہیں، ان سے تنگ دل نہ ہو۔

پھر کہا تم مُردوں کو کیا سُناؤ گے، تم بہروں کو اپنی پکار کیا سنا سکتے ہو جب وہ پیٹھ پھیر کر لوٹ جاتے ہیں: اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝: (۲۷/۶) پھر جب ہمارے عذاب کا حکم پہنچے گا تو بات نہ کر سکیں گے: وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝: (۲۷/۶) الغرض تمام سورت اس امر کی شاہد ہے کہ ان ایّام میں کفارِ مکہ کی ایذا دہی حد تک پہنچ گئی تھی اور کفارِ مکہ بار بار کی دھمکیوں سے جو قرآن دے رہا تھا، کھسیانے ہو کر رسول صلعم کے خلاف تدبیریں کر رہے تھے۔ اسی ضمن میں ایک عظیم الشان علمی نکتہ حسب ذیل لازوال الفاظ میں واضح کیا:۔

پہاڑ بادلوں کی طرح "چل" رہے ہیں!

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِىَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِىْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَىْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ۝: (۲۷/۷)

Marfat.com

اور اے محمدؐ! تو پہاڑوں کو دیکھتا ہے اور اندازہ کرتا ہے کہ وہ جمے ہوئے ہیں (اور ہمیشہ تک رہیں گے) حالانکہ وہ بادلوں کی طرح آتے اور جاتے رہتے ہیں۔ (یعنی چند ہزار یا چند لاکھ سالوں میں یہی بڑے بڑے پہاڑ جو بظاہر ناقابلِ شکست معلوم ہوتے ہیں۔ موسموں اور ہواؤں اور دریائی پانیوں وغیرہ کی شکست وریخت (یعنی تعریۂ برّی و بحری دمائی) کی وجہ سے ایک جگہ ملیامیٹ ہوجاتے ہیں اور دوسری جگہ اسی طرح نمودار ہوجاتے ہیں جس طرح کہ بادل ایک جگہ سے چل کر دوسری جگہ پر گھر جاتے ہیں)۔ تو یہ اُس خدائے (بے مثال) کی (انتہائی) کاریگری ہے جس نے ہر شے کو خوب پختہ بنایا۔ (پھر پختہ بنا کر بھی اس میں ریزہ ریزہ ہوجانے کی استعداد رکھی تاکہ کسی شے کو دائم اور قائم رہنے کا گھمنڈ نہ ہو)۔ اور (اسی طرح وہ کفارِ مکہ جن کو اپنے طاقت ور ہونے کا غرور بیجا ہے' پہاڑوں کی طرح شکست کھا کر رہیں گے)۔ وہ پُورے طور پر اُن (شکست افزا اور طاقت کُش) اعمال سے باخبر ہے جو تم کفارِ مکہ (رسولؐ کو ایذائیں دے دے کر) اور (اپنے خلاف ایک ہیبت انگیز طاقت پیدا کر کے) کر رہے ہو۔

علم طبقات الارض کی رُو سے پہاڑوں اور صفحۂ زمین پر مسلسل انقلابات کی سرگزشت:

مرورِ مدت کے بعد عظیم الشان پہاڑوں کے صفحۂ زمین پر سے نیست ونابود ہوجانے اور تعریۂ برّی و بحری دمائی کی وجہ سے سمندروں کی تہہ میں عظیم الشان نئے نئے اور تہ بہ تہ طبقوں کے نمودار ہوجانے کی تفصیل علم طبقات الارض (جیالوجی یا بالفاظ دیگر تاریخ زمین) کا ایک شاندار باب ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ زمانوں کے گزر جانے سے موسموں، ہواؤں، بارشوں، دریاؤں، سمندروں اور زلزلوں کے تخریبی اثرات کے باعث رُوئے زمین پر کیا کیا تہلکہ انگیز انقلاب وقتاً فوقتاً آتے رہے ہیں:

زمین کے طبقات صحیفۂ فطرت کی وہ روشن کتاب ہے جس کے اوراق میں زمین کی پیدائش کی پُوری کتاب لکھی ہے

علم طبقات الارض کے طالب علم کو چونکہ زمینی انقلاب کی ہر منزل پر لاکھوں بلکہ کروڑوں برس کے زمانوں سے واسطہ پڑتا ہے اس لئے وہ زمین کے رنگا رنگ، قسما قسم اور تہ در تہ طبقوں میں لاکھوں اور کروڑوں برس کے حالات وسانحات کی متحرک تصویر دیکھتا ہے اور چونکہ انہی طبقوں کے اندر نیچے سے لے کر اوپر تک ہزارہا مختلف قسم کے حیوانوں کی جو اُن زمانوں میں جب کہ یہ طبقے سمندر کے اندر بن رہے تھے، پیدا ہوئے، دبی ہُوئی ہڈیاں اور ڈھانچے دیکھتا ہے' وہ ان طبقوں کو صحیفۂ فطرت کے "اوراق" سے اور طبقاتِ زمین کو صحیفۂ فطرت کی "کتاب" سے تشبیہہ دیتا ہے، جس کتاب میں رُوئے زمین کے پچھلے کروڑوں برس کے احوال وواقعات کی تاریخ لکھی ہے۔ اسی تناسب سے قرآن عظیم نے صحیفۂ فطرت کو الکتٰب المبین یعنی روشن کتاب(×) کہا ہے۔ علم طبقات الارض کی ایجاد ابھی پورے ڈھائی سو برس نہیں ہوئے، ہوئی تھی اور

(×) دیکھو اس سورت کا شروع صفحہ ۱۸۷

Marfat.com

اس وقت سے ہزاروں بلکہ لاکھوں سائنس دان اِس کی تدوین و تکمیل میں لگے ہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ عرب کے اِس عظیم المرتبت اور جلیل القدر نبی محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام (جس کو بے شعور اور بے وقوف مسلمان اَن پڑھ اور اُمّی سمجھتا ہے) کی نگاہ کس قدر گہری تھی کہ چودہ سو برس پہلے جب کہ دنیا جہالت کے اندھیرے میں غرق تھی، اُس نے اپنی وحی میں ریگستانِ عرب میں بیٹھے بیٹھے یہ کہہ دیا کہ یہ صحیفۂ فطرت ایک روشن کتاب ہے جس پر تمام کائنات کی پوری تاریخ لکھی رکھی ہے اور یہ پہاڑ جو روئے زمین پر میخوں کی طرح گڑے ہیں اور جن کے اکھڑ جانے کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا، اسی طرح ناپائدار ہیں جس طرح کہ بادل، جو ایک جگہ سے دُوسری جگہ لمحوں میں بدلتے جاتے ہیں!! "فتدبر"۔

ایسے شہنشاہِ علم و خبیر پر ہزاروں سلام ہوں جس نے کائنات کو اس غور و فکر سے دیکھ کر انسان کے لئے وہ راہ تجویز کی جو ابداً لآباد تک راہِ راست رہے گی!!

سورۃ النمل کے بعد سورۃ الکہف (۱۸) نازل ہوئی جس کا حجم ۱۱۲ سطریں ہیں اور جو ۱۳ نبوی کی آخری وحی ہے، جس کے بعد مکّی زندگی کے آخری دور ابتلا کے سات سال شروع ہوتے ہیں اور جو ابتلا اس امتحانی دور سے اِس قدر زیادہ حوصلہ کش اور ہمت شکن ثابت ہوا کہ بالآخر رسولؐ کو مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔ اِس سورت میں اصحاب کہف کی کہانی اس قدر مختصر اور دقیق الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ بغور مطالعے کے بعد بھی فہم و ادراک میں نہیں آتی اور حیرت ہوتی ہے کہ باوجودیکہ اِس سورت کے شروع میں حسب ذیل الفاظ ہیں:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝ : (۱۸)

حمد و ثنا اُس (پاک) ذات کے لئے ہے جس نے اپنے بندے پر قانونِ خدا (الکتٰب کی صورت میں) نازل کیا اور اِس میں کسی قسم کی کوئی کجی نہیں رکھی۔ یہ الکتٰب سیدھی (اور کسی ٹیڑھاپن کے بغیر) اس لئے ہے کہ وہ لوگوں کو نہایت واضح طور پر اور بغیر کسی اشتباہ کے خدا کے سخت ترین عذاب سے ڈرانے اور ایمانداروں کو جو مناسب عمل کر رہے ہیں، خوشخبری دے کہ ان کے لئے عمدہ اجر ہے۔

سورۃ الکہف قرآن کی مشکل ترین سورت ہے!

لیکن تمام قرآن کے طول و عرض میں یہی سورت ہے جو سب سے زیادہ مشکل ہے۔ اصحاب کہف کے متعلق کم از کم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ۳۰۹ برس تک ایک غار میں سوئے رہنے اور کسی کام کے سرانجام نہ دینے میں کیا شے قابلِ درس و عبرت ہے اِن کی گوشہ نشینی میں کیا شے تھی جس کے ذکر کرنے کی ضرورت آسمانی وحی کو ہوئی۔ ۳۰۹ برس تک وہ زندہ کیونکر رہے۔ اُن کے کتے کا ذکر قرآن جیسی عظیم المرتبت کتاب میں کرنے سے کیا مقصد پیشِ نظر تھا؟ اُدھر قرآن کے متعلق یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ اصحاب کہف

کی کہانی بے مطلب اور لایعنی ہو۔ مفسرین قرآن کی مرویانہ کہانی سے بھی طبیعت مطمئن نہیں ہوتی۔ اُن کا بیان ہے کہ چند نصرانی نوجوانوں نے کسی شہر افسوس (یا طرطوس) کے بادشاہ دقیانوس کے خوف سے جو عیسائیوں کے خلاف تھا، بھاگ کر اس باغ میں پناہ لی تھی۔ وہ وہاں سوئے رہے۔ لوگ اُن کی آنکھیں کھلی دیکھ کر سمجھتے تھے کہ وہ جاگتے ہیں۔ ۳۰۹ برس کے بعد خدا نے اپنی قدرت سے اُن کو زندہ کر دیا۔ پھر انہوں نے اپنے ایک آدمی کو کچھ روپیہ دے کر بھیجا کہ شہر سے کھانا لائے۔ سکوں کے پرانے ہونے کی وجہ سے اُن کا راز کھل گیا کیونکہ ۳۰۹ برس کے بعد دقیانوس کی جگہ ایک نصرانی بادشاہ اس شہر کا حکمران ہو چکا تھا۔ الغرض ان کے ساتھی کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا اور اس نے کہانی سنائی کہ وہ ۳۰۹ برس تک سوئے رہے اور پھر جاگ اٹھے۔ اس واقعہ سے لوگوں میں قیامت کے برحق ہونے کا یقین پیدا ہوا اور انہوں نے اس غار کے پاس اُن کی یادگار میں ایک مسجد بنا دی وغیرہ وغیرہ۔ مجھے اس کہانی کو باور کرنے میں تامل اس لئے ہے کہ اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا اور قرآن میں کسی بے مقصد شے کی گنجائش نہیں۔ لہٰذا عظیم الشان حقائق جو اس سورت میں ہیں، میں اُن کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

پہلے رکوع میں حسب ذیل عظیم الشان حقیقت کا اعلان ہے جو صدیوں تک بنی نوع انسان کا لائحہ عمل بن کر رہے گا۔

زمین کی ہر شے اس کو آراستہ کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہے!

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۝ وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا ۝ (۱۸)

(اے بنی نوع انسان!) درحقیقت ہم نے (معدنیات، جمادات اور نباتات وغیرہ کے) جو (بے شمار خزانے) (زمین پر یا اس کے اندر) پیدا کئے ہیں، زمین کے لئے بطور زیور کے بنائے ہیں۔ اور ان اشیا کے پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم انسانوں کا امتحان لیں، کہ اُن میں سے کونسی قوم (ان کا بہترین استعمال کر کے ان کو زمین کا زیور بناتی ہے اور ہمارے نزدیک) حسن عمل کرتی ہے اور یقین جانو کہ (انسان اس زمین پر ان خزانوں سے کماحقہ فائدہ اٹھانے کی غرض سے اس قدر لگاتار محنت کرے گا کہ) ہم اس زمین پر جو اونچی جگہ ہے اس کو انسان سے تہ و بالا کرا کر بالآخر) چٹیل میدان کر کے رہیں گے۔

یہاں صاف لفظوں میں قرآن کا حسن عمل (عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) یہ ہے کہ انسان اس زمین کو پورے طور پر آراستہ پیراستہ رکھے اور اس کی ہر شے کو اس قدر مفید عام کر دے کہ وہ شے زمین کا زیور بن جائے۔ دنیا کی سب زندہ قومیں روز اول سے اسی جدوجہد میں لگی ہیں لیکن قرآن اعلان کرتا ہے کہ ضرور ایک نہ ایک دن انسان زمین کے اندر کے تمام دفینوں اور معدنیات کو جو بالعموم پہاڑوں میں ہوتے ہیں، سطح پر لا کر اپنے استعمال میں لائے گا اور زمین کی اونچ نیچ برابر کر کے اس کو چٹیل میدان بنا دے گا۔

سورۃ الانشقاق میں (جو ترتیب نزول کے اعتبار سے ۲۹ ویں وحی ہے اور جس کی تشریح صفحہ ۱۱۱ سے ۱۱۲ تک آ چکی ہے) زمین کی اونچ

Marfat.com

یچ کے برابر ہونے کے بعد لازمی طور پر انسان کی خُدا سے مُلاقات ہونے کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں ہے :-

زمین کے خالی ہونے کے بعد خدا سے مُلاقات کا وقت آئے گا !

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝ وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَتَخَلَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ

اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ ۝ : (۸۴)۔

اور جب (پیہم انسانی کوشش کے باعث) زمین کو (تہ و بالا ہونے کی وجہ سے) برابر کر دیا جائے گا۔ اور وہ زمین (سب خزانوں کو) جو اس میں ہیں اُلٹ دے گی اور خالی ہو جائے گی اور وہ بھی (آسمان کی طرح) اپنے پروردگار کا حکم مانے گی جو اس کے لئے سزاوار ہے (اُس وقت) اے انسان! تُو فی الحقیقت (اپنے ہزار ہا سالہ عمل سے جو صحیفۂ فطرت کی دریافت کے متعلق کر رہا ہے) سخت کوشش کر رہا ہوگا کہ اپنے سعی و عمل کے زور پر (کدحاً) اپنے پروردگار سے ملاقات کرے تو (ضرور ہے کہ تُو) اس سے ملاقات کرنیوالا ہو جائیگا۔

ان دونوں سُورتوں کے الفاظ کی بنا پر غالب یہ ہے کہ یہ زمین کے ہموار ہو جانے کا وقت وہ وقت ہوگا کہ انسان زمین کے تمام وسائل ختم کر کے مزید وسائل کی تلاش میں زمین سے باہر کے اَرب ورَارب کُروں پر اپنا قبضہ جمائے گا اور صحیفۂ فطرت کی پُوری تسخیر کر کے اپنے پروردگار سے برابری کی مُلاقات کرنے کا حقدار ہوگا۔ فتدبّر!

سورۂ کہف کی اس عظیم الشان کائناتی حقیقت کے بعد اِس سُورت کے باقی رکُوعوں میں اصحاب کہف کے قصّے کی طرح ایک شخص کے دو باغوں کا قصہ، حضرت موسیٰ کی ایک شخص سے ملاقات کی مثال، ذوالقرنین اور یاجُوج ماجُوج کے متعلق اِلٰہی ارشادات، علیٰ ہذا القیاس کچھ اور حصّے ہیں جو میری سمجھ میں ابھی تک نہیں آئے، اس لئے ان کی تشریح کو آئندہ کسی وقت کے لئے چھوڑتا ہُوں۔ ان گیارہ رکوعوں کے بعد جن میں یہ امثال(۸) واقع ہوئی ہیں، آخری رکوع کا خلاصہ حسب ذیل ہے جو پہلے قصّوں کی تعلیم کے نتیجے کے طور پر ہے :-

"کلماتِ رب" لا متناہی ہیں، وہ صحیفۂ فطرت کی آیات ہیں اور اُن کی مکمّل دریافت کا نتیجہ ملاقاتِ خُدا ہے !

"تو کیا منکرین خدا نے یہ سمجھ لیا ہے کہ وہ میرے احکام کی تعمیل چھوڑ کر میرے بندوں کے حکموں پر چلنے سے اِس دُنیا میں کامیاب ہو جائیں گے، ان کے لئے یقیناً جہنم ہے۔ (اے محمدؐ) کہہ دو کہ دنیا میں گھاٹا کھانیوالی وہ قومیں ہیں جن کی اِس دُنیا میں (عرُوج کی کسی منزل تک پہنچنے کی) کوشش رائیگاں ہو کر رہ گئی اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں، اچھا کر رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے "آیاتِ خدا" (جو صحیفۂ فطرت یا وحی کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہیں) اور پھر (للطور نتیجہ) خدا کی ملاقات سے انکار کیا تو ان کی کوششیں ضائع ہو گئیں اور قیامت کے دن ہم اُن کو کوئی وزن نہ دیں گے بلکہ اُن کی سزا جہنم ہوگی، کیونکہ انہوں نے میری صحیفۂ فطرت کی آیتوں اور میرے رسُولوں کی لائی

---

(۸) ان قصّوں کو اسی سُورۂ کہف میں امثال کہا گیا ہے ولقد صرّفنا فی ھٰذا القراٰن من کلّ مثلٍ۔ اِسی بنا پر مَیں نے بھی ان قصّوں کو امثال کہا ہے۔

Marfat.com

ہوئی آیتوں) کو معمول سمجھا۔ (اے محمدؐ!) انہیں کہہ دو کہ اگر سمندر سیاہی بن جائیں تو خدا کے کلمات (یعنی صحیفۂ فطرت کے مطالعہ سے حاصل ہوئی ہوئی آیات) اس قدر لامتناہی ہیں کہ سمندر اور اس کے ساتھ ایک اور سمندر بھی ختم ہو جائے گا، لیکن کلمات اللہ[x] ختم نہ ہوں گے: قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝ (۱۸/۱۰۹)۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اگر "کلمٰتِ ربی" صرف قرآن کی آیتیں ہیں تو وہ تو چند صفحوں میں ختم ہو جاتی ہیں، لیکن صحیفۂ فطرت سے حاصل کی ہوئی آیتیں" شاید اگلے لاکھوں برس میں ختم نہ ہوں، اور انسانی تو میں اُن سے تا روز قیامت (جب کہ یہ کارخانۂ فطرت ختم کر دیا جائے گا اور ملاقاتِ رب واقع ہوگی) فائدہ حاصل کر کے ترقی کے فلک الافلاک تک پہنچ سکتی ہیں۔ اس لئے "کلمٰتِ ربی" کا مفہوم اور کچھ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اسی بنا پر سورۂ کہف کے آخری الفاظ حسب ذیل ہیں:- "تو جس قوم کو "ملاقاتِ رب" کی اُمید ہے، اس کو چاہیئے کہ عملِ صالح کرے اور صرف خدا کے قانون پر عمل کرے۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ (۱۸/۱۱۰)

خاکسار تحریک میں شمولیت کی شرطیں

تحریک میں شامل ہونے کے لیے خدا پر کامل یقین ☆ خاتم النبین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا دلی اقرار اور روز قیامت پر سچے ایمان کی ضرورت ہے۔

اس سے زیادہ مسلمانی ہمیں درکار نہیں' ہمارے نزدیک قرون اولیٰ کے مسلمان انہی تین چیزوں کو مضبوطی سے پکڑ کر دنیا میں سربلند ہو گئے تھے اور انہی تین پر عمل آج ہم پھر چاہتے ہیں باقی چیزوں میں امت کے درمیان اگر کچھ اختلاف ہے تو پھولوں کو مختلف رنگوں کا اختلاف ہونا چاہیے۔ اس کو بنائے فساد بنا لینا ہمارے نزدیک روا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تحریک میں سیاسی و مذہبی اختلاف کے متعلق بحث وجدال بھی منع ہے۔ ہم سیاست اور مذہب کے متعلق تمام بحث وجدال سے اس لیے بے نیاز ہو چکے ہیں کہ اس قسم کی خانہ جنگی قومی کمزوری کا باعث ہے۔

حضرت علامہ مشرقیؒ

(x) دیکھو سورہ الجاثیہ (۴۵) جو سورۂ کہف کی ۶۹ ویں وحی کے بعد ۲، ویں وحی ہے، صفحہ ۲۱۵ تا ۲۲۳ پر جہاں "آیات اللہ" یا "کلمات ربی" کی تعریف کی گئی ہے۔

(۱۵)(x)

سنہ ۶ سے سنہ ۱۳ نبوی کی

۲۱ بقایا مکی سورتوں کے حیات افزا اور عالم انگیز حقائق :

وحی کی وضاحت کے لئے کفار مکہ کی ایذا دہی کے احوال کا اعادہ، قید شعب ابو طالب کے دوران کی پہلی دس سورتوں کی تشریح، ملاقات رب کی ممکنات، تمکن فی الارض کے لازمات، مقصد پیدائش کائنات صحیفہ فطرت کی آیات کی اہمیت، فطرت مصدر حقیقت ہے، مسئلہ رزق اور مسئلہ کشمکش حیات، حضرت یوسف کا بے مثال کردار، مسئلہ انتخاب طبیعی !

سنہ ۶ نبوی کے اخیر تک کی ۶۹ سورتوں کا لب لباب پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے. نبوت کے ان چھ سالوں کے متعلق روایت ہے کہ سورۃ العلق (۹۶) یعنی پہلی سورت کی پہلی پانچ آیتوں کے نزول کے بعد وحی تین سال(x) تک منقطع رہی - اس لحاظ سے سنہ ۳ نبوی کے دوران میں سورۃ الفاتحہ (۱) تک ۴۸ سورتیں اور سنہ ۵ نبوی اور سنہ ۶ نبوی میں باقی ۲۱ سورتیں نازل ہوئیں.

دین اسلام کے سولہ "اولین" کے نام !

پہلے تین سال میں بشمولیت مستورات صرف چالیس افراد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور ان ایمان لانے والوں میں سے سب سے پہلے مسلمان جیسا کہ گزر چکا ہے، خدیجہ پھر علی اور زید بن ثابت پھر ابوبکر تھے. پھر حضرت ابوبکر کی کوشش سے حضرات عثمان، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن وقاص اور طلحہ داخل اسلام ہوئے. ان کے علاوہ عمار، خباب بن الارت، ارقم، سعد بن یزید، عثمان بن مظعون، عبیدہ اور صہیب رومی بھی جلد ایمان لانے والوں میں سے تھے - یہ سولہ مسلمان اولین میں سے تھے. حتیٰ کہ تین سال میں ان کی تعداد چالیس کے قریب ہو گئی اور وحی اس اثنا میں صرف سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیتوں تک محدود رہی !

(x) اس باب (۱۵) کے موضوعات ۲۵۰ صفحے تک گئے ہیں - (xx) بعض مؤرخین کے نزدیک وحی کا انقطاع صرف چھ ماہ رہا اور پھر دوسری سورت المدثر (۷۴) نازل ہوئی.

Marfat.com

کفارِ مکّہ کی ایذائیں

سنہ ۴ نبوی کے دوران میں ۴۸ سُورتوں کے اُترنے (یعنی ۴۸ دفعہ وحی ہونے) کے باوجود اِسلام لانیوالوں کی تعداد میں کوئی بڑا اِضافہ نہ ہُوا۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ :(الحجر ۱۵) اور وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ : (الشعراء ۲۶) کی آیتیں سنہ ۳ نبوی میں (اور بعض کے قول کے مطابق سنہ ۴ نبوی میں) اُتریں تو نبیؐ کے عزیزوں نے سب بات تمسخر میں اڑا دی اور مخالفت سخت تیز ہوگئی۔ کفار نے عمّار کو ریت پر لٹا کر مار مار کر بے ہوش کر دیا۔ اُن کی والدہ کو جو ابو حذیفہ مخذوم کی کنیز تھیں، ابوجہل نے برچھی مار کر مار دیا۔ اُن کے والد بھی قتل ہوئے۔ بلال کو تپتی ریت پر لٹا کر اُوپر پتھر رکھے گئے۔ حضرت زنیرہ حضرت عمر کے گھرانے کی کنیز تھیں۔ اُن کو اِس قدر مارا کہ اُن کی آنکھیں جاتی رہیں۔ ابوفکیہ کو جب مسلمان ہوئے اُن کا مالک صفوان بن امیہ تپتی ریت پر لٹاتا تھا کہ آپ کی زبان باہر نکل آتی۔ حضرت لبیبہ ایک کنیز تھیں۔ صہیب ایک رُومی غلام تھے، ان پر سخت مصیبتیں آئیں۔ زبیر بن العوام کو اُن کا چچا چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دُھواں دیتا تھا۔ ابُو ذر کو قریش نے مارتے مارتے ہلکان کر دیا۔ نبیؐ ایک دن حرم کعبہ میں تھے کہ کافر اُن پر ٹوٹ پڑے۔ حارث بن ابی ہالہ نے بچانا چاہا اور وہ بچاتے بچاتے قتل کر دیئے گئے۔ یہ سب اِس لئے تھا کہ عرب میں کوئی حکومت نہ تھی کہ ان مظالم کا انتقام لیتی۔ اسی طرح جیسا کہ گزر چکا ہے ایک دفعہ رسول صلعم حرم کے اندر خدا کے حضور میں کھڑے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے اُن کی گردن میں چادر ڈال کر اِس زور سے گھسیٹا کہ وہ گر گئے۔ حضرت ابوبکر نے اُن کو بچایا۔ ایک دن سجدے میں تھے کہ عقبہ نے ابوجہل کے اِشارے سے اوجھ اُن پر ڈال دی۔ الغرض پُورے پانچ برس اِس طرح گزر رہے تھے کہ رسُول صلعم نے اِشارہ کیا کہ جو لوگ اپنی خوشی سے تیار ہوتے ہیں، وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ ایک مختصر سی جماعت جس میں چودہ مرد اور چار عورتیں تھیں، اِس مطلب کے لئے تیار ہوئیں۔ ان کا مفصل حال گزر چکا ہے (*)

شاہِ حبش کی طرف سے کُفّارِ مکّہ کے وفد کی ناکامی!

سنہ ۵ نبوی کے اخیر میں ہجرت حبشہ کی وجہ سے کفارِ مکّہ میں ہیجان پیدا ہوا تو قریش نے جیسا کہ گزر چکا ہے، عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص کو حبش روانہ کیا۔ اُنہوں نے شاہِ حبش سے مطالبہ کیا کہ اِن مسلمانوں کو واپس کر دیا جائے۔ شاہ حبش نے مسلمانوں کو بلایا۔ حضرت علی کے چھوٹے بھائی حضرت جعفر مسلمانوں کی طرف سے جواب دہی کے لئے اُٹھے۔ جعفر طیارؓ نے سورۂ مریم پڑھی جس سے شاہِ حبش کافی طور پر متاثر ہُوا اور مسلمانوں کو واپس کرانے کا مطالبہ ناکام ہُوا۔ ناکامی پر قریش ابوطالب کے پاس گئے۔ اُنہوں نے ٹال دیا۔ بعد ازاں ابوجہل، عقبہ بن ربیعہ، شیبہ، ابوسفیان، عاص بن ہشام، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل وغیرہم ابوطالب کے پاس پھر گئے اور دھمکی دی

(*) دیکھو صفحہ ۹۰

ابوطالب نے اِس دھمکی کے بعد رسولؐ کو سمجھایا کہ وہ باز آئیں۔ مگر رسولؐ نے اپنے چچا سے کہا کہ "اگر میرے ایک ہاتھ میں چاند اور دُوسرے میں چاند بھی دے دیا جائے تو میں اپنی بات سے باز نہ آؤں گا"۔ اِس واقعہ کے کچھ دیر بعد کفّار نے پھر رسولؐ کو ترغیب دی کہ اگر دولت اور بادشاہت چاہتے ہو تو دیتے ہیں، خوبصورت ترین عورت کا مطالبہ کرتے ہو تو حاضر ہے۔ اِس واقعہ کے بعد کہتے ہیں کہ آیت قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ (۱۸/۱۱۰) یعنی سورۃ الکھف نازل ہوئی جو سنہ۶ نبوی کے آخری ایام میں تھی انہی ایام میں امیر حمزہ اِسلام لائے جو رسول صلعم کے رضاعی بھائی اور چچا بھی تھے اور دونوں نے ثوبیہ کا دُودھ پیا تھا اور عمر میں صرف تین برس کا فرق تھا۔ امیر حمزہ کے اِسلام لانے کے تین دن بعد عمر بن الخطاب جو اُس وقت ۲۷ برس کے تھے، تلوار ہاتھ میں لئے رسولؐ خدا کے قتل کے درپے ہوئے۔ نعیم بن عبد اللہ جو عمر کے قرابت دار تھے رستے میں ملے اور بتایا کہ محمدؐ کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ نعیم نے کہا کہ پہلے اپنی بہن کی خبر تو لے، وہ مسلمان ہو چکی ہیں۔ عمر غصّے میں بہن کے گھر آئے اور بہنوئی حضرت سعید کو مارنے لگے۔ فاطمہ نے چھڑانا چاہا تو اُن کو سخت مارا۔ حتیٰ کہ لہولہان ہو گئیں۔ پھر پُوچھا کہ کیا پڑھ رہی تھیں؛ حضرت فاطمہ نے لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ (۵۶/۷۹) سورۃ الواقعہ کے حکم کے مطابق اُن کا وضو کرایا اور سورۃ طٰهٰ (۲۰) پڑھنے کو دی۔ حضرت عمر نے اِس سُورت کو پڑھ کر کلمہ پڑھا اور ایمان لے آئے۔ پھر ارقم کے گھر گئے جو کوہ صفا کے دامن میں تھا۔ پھر فوراً رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول صلعم کے ساتھیوں کو خدشہ ہوا کہ بُری نیت سے آ رہے ہیں مگر رسولؐ نے اجازت دی۔ حضرت عمر نے پھر رسولؐ کی حاضری میں اِسلام کا اقرار کیا اور ایک کہرام مچ گیا۔ الغرض یہ واقعات سنہ۶ نبوی کے آخری ایام کے ہیں اور اِس وقت تک ۶۹ سُورتیں سورۃ الکھف تک نازل ہو چکی تھیں!

کفارِ مکہ کی مخالفت کا اِنتہائی زور!

سنہ۷ نبوی کے شروع میں باوجود اِس کے کہ حضرات حمزہ اور عُمر دائرہ اِسلام میں داخل ہو چکے اور مسلمانوں کی طرف سے اِسلامی جمعیت کا کافی طور پر شاندار مظاہرہ (x) بھی مکہ کی سرزمین اور حرم کعبہ میں ہُوا تھا، مکہ والوں کی مخالفت کم نہ ہوئی بلکہ زیادہ ہی ہوتی گئی۔ الغرض اِن واقعات کے فوراً بعد سنہ۷ نبوی کے دوران میں کفار کی ایک مجلس شوریٰ ہوئی جس میں بنو ہاشم سے ترکِ موالات کی قرار داد منظور ہوئی اور فیصلہ ہُوا کہ ان سے مکمل قطع تعلق کیا جائے۔ رسول صلعم اِس پر شعب ابی طالب کے مقام میں چلے گئے جو اُن کے چچا ابوطالب کی اپنی جائداد تھی۔ وہاں پر مکمل مقاطعہ کی وجہ سے رسولؐ تین برس تک مقید رہے۔

سنہ۱۰ نبوی کے آخری حصّے میں رسولؐ خدا شعب سے نکلے ہی تھے کہ ابوطالب کی وفات کا واقعہ پیش آیا۔ پھر فوراً ہی بعد حضرت

(x) دیکھو صفحہ ۸۰

Marfat.com

خدیجہ کا انتقال ہوا۔ ان دونوں حادثوں کی وجہ سے اس سال کو عام الحزن کہا جاتا ہے۔ ابوطالب سے موت کے وقت رسولؐ نے کلمہ پڑھنے کی استدعا کی۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ انہوں نے انکار کر دیا۔ اس وقت سورۃ القصص (۲۸) نازل ہوئی جس میں اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○ (۲۸/۵۶) کے الفاظ ہیں، یعنی تو جس کے متعلق خواہش کرتا ہے اس کو راہِ راست پر نہ لا سکے گا۔ وہ خدا ہی ہے کہ جس کو مناسب سمجھتا ہے راہ پر لے آتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو سب سے بہتر جاننے والا ہے۔ اس حساب سے سورۃ الکھف (۱۸) کے بعد جو ترتیبِ نزول کی رو سے ۶۹ ویں سورت ہے، سورۃ القصص (۲۸) تک جو نزول کے اعتبار سے ۷۶ ویں سورت ہے، دس مزید سورتیں سنہ ۱۰ نبوی کے اخیر تک نازل ہو چکی تھیں۔

سنہ ۷ نبوی سے سنہ ۱۰ نبوی تک کے چار سالوں میں ان دس سورتوں کا حجم تقریباً ۱۵۷۲ سطریں ہیں جو دورانِ قید کے تین سالوں اور عام الحزن میں نازل ہوئیں۔ سنہ ۱۱ نبوی سے سنہ ۱۳ نبوی کے بقایا تین سالوں میں گیارہ سورتیں نازل ہوئیں جن کا مجموعی حجم صرف ۷۹۱ سطریں تھیں۔

ان اکیس سورتوں کی تعلیم اب ذیل کے صفحات میں دی جاتی ہے لیکن جو شے دیکھنے کی ہے، یہ ہے کہ اگرچہ رسولؐ شعب ابی طالب میں قید کے دوران میں بھی امن کے سالانہ چار مہینوں میں مکہ میں کھلے طور پر تبلیغِ دین کرتے رہے اور عام الحزن کے دوران میں بھی تبلیغ کی، لیکن کفارِ مکہ کی مخالفت اس قدر شدید تھی کہ مکہ کے مسلمانوں کی تعداد میں کوئی گراں قدر اضافہ نہ ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسولؐ نے سنہ ۱۰ نبوی کے شروع سے ہی مکہ سے باہر تبلیغ کرنے کی ٹھانی۔ چنانچہ وہ زید بن حارث کی معیت میں طائف کی طرف گئے جو مکہ سے ستر میل دور تھا۔ وہاں وہ سب سے پہلے عمیر خاندان کے عبد یالیل، مسعود اور حبیب کے پاس جو تینوں بھائی تھے گئے۔ انہوں نے تمسخر اڑایا اور اوباشوں کو اکسایا کہ رسولؐ کو تنگ کریں۔ بالآخر ایک دن رسولؐ پر پتھروں کی بارش ہوئی۔ وہ وہاں سے بھاگے۔ غنڈوں اور چھوٹے چھوٹے شلونگڑوں نے تین میل تک پیچھا کیا اور آخر ایک باغ میں پہنچے جو مکہ کے رئیس عتبہ بن ربیعہ کا تھا۔ وہاں ان کو انگور کا ایک خوشہ بطور تحفہ دیا گیا جو مصالحت کی نشانی کے طور پر تھا۔ اس کشمکش میں زید بن حارث بھی زخمی ہوئے۔ وہ رسول صلعم کو لے کر نخلہ کے مقام پر پہنچے، جہاں چندے قیام کیا اور پھر مکہ آ گئے۔ پھر رسولؐ بنی حنیفہ کے قبیلے کے پاس پہنچے جو یمامہ میں آباد تھا۔ انہوں نے عمدہ سلوک نہ کیا تو بنوذہل بن شیبان کے پاس حضرت ابوبکر کو لے کر پہنچے۔ یہ لوگ کچھ مروت سے پیش آئے۔ ایک شخص مفروق نامی نے رسولؐ سے پوچھا۔ کیا تلقین کرتے ہو؟ رسول صلعم نے بنی اسرائیل (۱۷) کی کچھ آیتیں (لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (۱۷/۳۱) وغیرہ سنائیں مگر اس نے آبائی دین چھوڑنے سے معذرت کی پھر قبیلہ عامرہ کے پاس گئے۔ ان کے امیر فراس نامی نے کہا کہ اگر تم غالب آ گئے تو حکومت ہم کو دو۔

طائف کی ناکام تبلیغ کے بعد مدینہ کے وفود میں تبلیغ!

پھر ایامِ حج میں تبلیغ کرتے کرتے مدینہ کے چند افراد عقبہ میں ملے۔ یہ لوگ عقبہ بن عامر، اسعد بن زرارہ، عوف بن حارث، رافع

Marfat.com

بن مالک بن عجلان، قطبہ بن عامر اور عامر بن عبداللہ تھے۔ رافع بن مالک کو رسول صلعم نے تمام وحی جو اُتری تھی، دے دی۔ اُنہوں نے تبلیغ اسلام کا وعدہ کیا لیکن ایک سال گزر گیا، مدینہ سے کوئی خوشخبری کی اطلاع نہ آئی۔ اگلے سال رسولؐ پھر حج کے موقع پر اُن کی تلاش کرتے رہے۔ اس سال یعنی سنہ ۱۲ نبوی میں مدینہ سے بارہ اشخاص کا قافلہ رسول صلعم کی زیارت کے لئے آیا۔ ان کی ملاقات پھر عقبہ کے مقام پر ہوئی۔ ان میں سے پانچ اشخاص مسلمان ہو چکے تھے۔ باقی سات نے بیعت کی۔ پھر ایک سال کے اندر اندر مدینہ میں اسلام کا چرچا ہونے لگا۔ اگلے سال یعنی سنہ ۱۳ نبوی میں تہتر مرد اور عورتوں کا قافلہ عقبہ کے مقام پر آیا۔ رسولؐ خدا حضرت عباس کے ہمراہ وہاں پہنچے۔ اُنہوں نے مدینہ آنے کی دعوت دی۔ یہ بنو خزرج تھے۔ حضرت عباس ابھی تک ایمان نہ لاتے تھے لیکن انہوں نے تقریر کی کہ اگر مرتے دم تک محمد کا ساتھ دینے کا اقرار کرو تو دعوت قبول ہے۔ ابوالہیثم نے کہا۔ ایسا نہ ہو کہ جب آپ کو اقتدار حاصل ہو جائے تو آپ پھر مکہ واپس آ جائیں۔ سب نے بیعت شروع کی تو عباس بن عبادہ انصاری نے کہا کہ ہوش کرو، تم تمام دنیا کے ساتھ لڑائی مول رہے ہو۔

مدینہ کے بارہ سرداروں کی تقرری!

پھر رسول صلعم نے بارہ سردار مقرر کئے۔ اُسید بن حضیر (جو جنگ بعاث میں شہید ہوئے، ان کے باپ قبیلہ اوس کے سردار تھے) ابوالہیثم بن تیہان، سعد بن خیثمہ (جو جنگ بدر میں شہید ہوئے)، اسد بن زرارہ (امام نماز)، سعد بن الربیع (جو جنگ اُحد میں شہید ہوئے)، عبداللہ بن رواحہ (مشہور شاعر جو جنگ موتہ میں شہید ہوئے)، سعد بن عبادہ (مشہور صحابہ، سقیفہ بنی ساعدہ میں انہی نے پہلے خلافت کا دعوےٰ کیا تھا)، منذر بن عمر (بیئر معونہ میں شہید ہوئے)، براؔ بن معرور (بیعت عقبہ میں انہی نے انصار کی طرف سے تقریر کی تھی، ہجرت سے پہلے انتقال کر گئے) عبداللہ بن عمر (جو جنگ اُحد میں شہید ہوئے)، عبادہ بن الصامت (مشہور صحابی اور محدث تھے)، رافع بن مالک (جو جنگ اُحد میں شہید ہوئے)۔ ان بارہ سرداروں نے دین اسلام کی تحریک کو مدینہ میں مستحکم اس قدر کر دیا تھا کہ رسول خدا کو مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کی سُوجھی اور وہ اس کی تیاری میں لگ گئے۔ سنہ نبوی سے سنہ ۱۲ نبوی کی سورتوں کا لُبّ لباب اب سلسلہ وار بیان کیا جاتا ہے۔

وحی شدہ سورتوں کی تشریح کا آغاز

سنہ نبوی کی پہلی وحی اور مکی سورتوں کی ۷۰ ویں وحی سورۃ السجدہ (۳۲) تھی جس کا حجم پچاس سطریں ہیں۔ اس سورت کا مربوط اور ناقابل ردّ ترجمہ حسب ذیل الفاظ میں کیا جاتا ہے:۔

سورت کے مطالب پر غور کرنے سے پہلے جو بات انتہائی طور پر حیرت انگیز ہے، یہ ہے کہ اس سورت میں اُس دُکھ دَرد کے ذکر کا نام و نشان تک موجود نہیں جو رسولؐ اور اُن کے ساتھیوں کو اُن دِنوں پہنچ رہا تھا۔ رسولؐ کی لائی ہوئی وحی سب مقامی حالات سے بے نیاز ہو کر نوع انسان کو وہ لازوال سچائیاں دے رہی ہے جو ابدالآباد تک اس کی بہترین ضامن ہیں: خدا سے ملاقات کے

Marfat.com

بارے میں وہ نکتہ پیش کر رہی ہے جس کو سمجھنے کے لئے شاید صدیاں درکار ہوں وغیرہ وغیرہ۔ ان نکات کو پیش نظر رکھ کر اس سورت کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

سورۃ السجدۃ کے عالم انگیز حقائق کی تشریح اور اس کا ناقابل رد ترجمہ!

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝: (۳۲/۲)

(یہ قرآن) جہانوں کے پروردگار (اور تمام دنیا کے رب عالموں کی ہر شے کو نشو و نما دینے والے) کی طرف سے اس الکتٰب (یعنی صحیفۂ فطرت کے علم) کی (انسان پر) اتاری ہوئی صورت ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں (اور جو ایک مستقل حقیقت ہے)۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ: (۳۲/۳)۔

اے پیغمبر! کیا یہ لوگ (تجھے اس کے مشکل ترین (×) دستور العمل کو دیکھ کر) یہ کہتے ہیں کہ اس نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے (×)؟ ان کو کہہ دو کہ یہ تیرے پروردگار کی طرف سے ایک حقیقت ہے تاکہ تو اس قوم کو ڈرائے جس کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ شاید کہ وہ راہِ راست پر چلیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝: (۳۲/۴)۔

(تو اس راہِ راست کو سمجھنے کے لئے اس امر کی طرف خیال کرو کہ) خدا وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، چھ (بڑے بڑے لمبے) دنوں میں (جن کی مدت لاکھوں اور کروڑوں برس کی ہے) پیدا کیا اور پھر تخت (حکومت) پر جم کر بیٹھ گیا (تو جب حکومت اس کی ہے سوچو کہ) اس کے سوا تمہارا کوئی مددگار یا سفارشی نہیں (ہو سکتا)۔ پھر کیا اس سے نصیحت نہیں پکڑتے؟

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاۗءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝: (۳۲/۵)

وہ (حاکم اعلیٰ) آسمانوں سے لے کر زمین تک ایک قانون کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر وہ (قانون) اس خدا کی طرف ایک ایسے یوم (یعنی مدت) میں (آہستہ آہستہ) ارتقا کرتا ہے (یعنی پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے) جس کی مقدار تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار برس کی ہوتی ہے۔

(×) "گھڑے ہوئے ہونے" کا الزام اسی صورت میں لگایا جاتا ہے کہ دستور العمل مشکل نظر آئے۔ ورنہ یہ الزام دینے کی کیا ضرورت ہے!

Marfat.com

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ (۳۲:۶)

یہ ہے وہ آئندہ احوال کو جاننے والا اور موجودہ حالات کو پرکھنے والا خدا جو (قوموں کو) بڑا ہی عزت دینے والا اور (ان کی خوشحالی کے بارے میں اُن پر) بڑی رحمتیں برسانے والا ہے!!

الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ (۳۲:۷)

یہ وہی خدا ہے جس نے ہر شے کی خلقت کو بہتر سے بہتر کر دیا ہے اور جس نے انسان کی خلقت کو مٹی سے شروع کیا۔

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ (۳۲:۸)

پھر اس کی نسل کو گندے پانی کے ایک نچوڑے سے (قائم) کیا۔

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ (۳۲:۹)

پھر اس (کے اعضاء) کو درست کیا اور اس میں اپنی (ربانی صفات والی) روح کا ایک حصہ پھونک دیا اور تمہارے لئے کان، آنکھیں اور ذہن ارزانی کر دیا (لیکن افسوس ہے کہ) تم بہت ہی کم (ان اشیاء کی) قدر کرتے ہو (گویا غور سے فطرت کا مطالعہ کرو)۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ بَلْ هُمْ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝ (۳۲:۱۰)

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا ہم جب اس زمین میں (اس طرح پر) گمراہ ہو گئے (جس طرح کہ یہ پیغمبر ہم کو کرنا چاہتا ہے اور صحیفۂ فطرت کی ہدایتوں پر عمل کر کے ترقی کے انتہائی مقامات پر چڑھتے گئے) تو کیا فی الواقع ہم (اس سے بھی بہتر) نئی پیدائش ہو جائیں گے (تاکہ خدا سے روبرو ملاقات کرنے کے قابل ہو سکیں)۔ (انہوں نے کیا کسی بہتر یا نئی پیدائش میں بدلنا ہے)۔ بلکہ وہ تو (سرے سے) اپنے پروردگار کی ملاقات کے منکر ہیں![x]

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ (۳۲:۱۱)

انہیں کہہ دو کہ تم کو وہی موت کا فرشتہ ختم کر دے گا، جو تمہارے سپرد کیا گیا۔ پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے (تاکہ اپنے کیے کی سزائیں پاؤ)۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا

(x) اس ترجمہ کے سوا جو میں نے کیا ہے، اس آیت کا کوئی مربوط ترجمہ نہیں ہو سکتا اور نہ اوپر کی آیت کی دلیل کا سلسلہ قائم رہ سکتا ہے۔

Marfat.com

فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ۝ : (۳۲/۱۲)

اے ہمارے پروردگار، ہم نے (حقیقت کو) دیکھ لیا اور (اصلیت کو) سمجھ لیا۔ تو اب ہمیں (زمین کی طرف) واپس کر دے تاکہ ہم (وہاں) مناسب ترین اعمال کریں (جن کا تو نے حکم دیا تھا) اب ہم کو درحقیقت یقین ہو چکا ہے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝ : (۳۲/۱۳)

اور اگر ہم مناسب سمجھتے تو ضرور ہر متنفس کو اس کی راہِ ہدایت دے دیتے لیکن میری طرف سے یہ قول پورا ہو کر رہے گا کہ میں ضرور جنّ و انس سب کو جہنّم سے بھر کر رہوں گا (کیونکہ مجھے یقین ہے کہ انسان اپنی خودسری، خودرائی اور کبر کے باعث حقیقت حال اور اور اس کائنات جہاں کی پیدائش کے آخری منشا کو سمجھنے والا ہی نہیں)۔

فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا إِنَّا نَسِينَاكُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ : (۳۲/۱۴)

پھر (ہم ان لوگوں کو کہیں گے کہ) اس عذاب (جہنم) کو چکھو اس (گناہ) کی پاداش میں کہ تم آج اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے۔ بے شک ہم نے تم کو بھلا دیا اور یہ ہمیشگی کا عذاب چکھو، اس کی پاداش میں جو تم کرتے تھے۔

إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝ : (۳۲/۱۵)۔

(یاد رکھو) صرف وہی لوگ ہماری (صحیفۂ فطرت کی آیات کی) ہدایات کو (نفع مند) یقین کرتے ہیں، جو جس وقت یہ آیات (ان کے سامنے حقیقت کے طور پر آ کر ان کو بیدار کر دیتی ہیں یعنی) متنبہ کر دیتی ہیں تو وہ لڑکھڑا کر سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کے (کمال قدرت کو دیکھ کر) ترانۂ حمد گاتے ہیں اور وہ (صحیفۂ فطرت کو معنی لاشے یا ناقابلِ توجہ سمجھ کر) اکڑ نہیں کرتے۔

تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ (۳۲/۱۶)

(بلکہ) ان کے پہلو (اس اضطراب میں کہ وہ اس صحیفۂ فطرت کی ماہیت کو سمجھ کر ترقی کے فلک الافلاک تک پہنچیں) بستروں سے آشنا نہیں ہوتے، وہ اپنے پروردگار کو (سزا کے) خوف (سے) اور (دنیا میں بہترین چیزوں کے حاصل کرنے کی) طمع سے (ملاقات کی) دعوت دیتے رہتے ہیں اور (پھر) جو کچھ انعامات (نئی نئی ایجادات کی صورت میں) ہم ان کو عطا کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے (بہت سے) وہ (خلق خدا کی بہبودی کے لئے) عوام الناس کو عطا کرتے رہتے ہیں (گویا ایجادات کرنا ہی مطالعہ صحیفۂ فطرت کا مقصد ہے)

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ : (۳۲/۱۷)

Marfat.com

تو کوئی متنفس بھی نہیں جانتا کہ ایسے (صاحبِ علم و عمل) لوگوں کے لئے کیا آنکھوں کی ٹھنڈکیں اور لازوال انعامات چھپے پڑے رکھے ہیں جو اُن کے عمل کے بدلے میں بطورِ جزا دیئے جائیں گے۔ (مُراد ایجادات سے ہے)۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ۝ : (۳۲/۲)

تو کیا وہ قوم جو (صحیفۂ فطرت پر) ایمان لے آئی اُس کے برابر ہو سکتی ہے جو (منکر اور) بدکار ہو۔ ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔

اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًا ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ : (۳۲/۲)

تو وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اعمالِ صالحہ کئے ان کے لئے (بادشاہت زمین کے) جنات بطورِ پناہ کے ہوں گے اور یہ اُن کے اعمال کی جزا میں اللہ کی طرف سے اُتاری ہوئی مہمانی ہوگی۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ : (۳۲/۲)

اور جو منکر اور بدکار ہو گئے تو اُن کی جائے پناہ جہنم ہو گی، وہ اِس (ذلت، غلامی، دُکھ اور تنگی کی) زندگی میں جب بھی ارادہ کریں گے کہ اِس سے نجات پائیں تو بار بار اس میں دھکیل دیئے جائیں گے اور اُن کو کہا جائے گا کہ اِس جہنم کا مزا چکھو جس کو تم (مخول سمجھ کر) جھٹلا رہے تھے۔ (غور کرو کہ غلام قوموں کی حالت آج بعینہٖ یہی ہے)۔

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ : (۳۲/۲)۔

اور ضرور ہے کہ ہم ان قوموں کو چھوٹے چھوٹے وقتی عذاب ہلاکت کے بڑے عذاب کو چھوڑ کر (جو کہ ہماری انتہائی اور ناقابلِ معافی سزا ہے) دیتے رہیں تاکہ شاید وہ (غفلت اور کاہلی کے گناہوں سے) باز آ جائیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ[*] رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۝ : (۳۲/۲)

اور کون (قوم) اُس سے زیادہ ظالم ہے کہ اس کو اُس کے پروردگار کی آیات کے متعلق تنبیہہ کر دی گئی ہو اور پھر وہ ان سے رُوگردان ہو جائے۔ ہم تو ضرور (ایسے) مجرموں سے انتقام لے کر رہیں گے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۝ : (۳۲/۲)۔

---

[*] اِس لفظ "اٰیٰت" کے مفہوم اور اس سے پہلے اِنَّا یومن بایٰتنا کے مفہوم اور اس سے بھی پہلی آیت کے لاملئنّ جہنم والی آیت کے مفہوم کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے اور اس پر یقین کرنے کے لئے کہ آیات سے مُراد صحیفۂ فطرت کی آیات ہیں "حدیث القرآن" کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

Marfat.com

اور بالتحقیق ہم نے موسیٰ کو (یہی قانونِ فطرت) الکتٰب (کی صورت میں) دے دیا تھا (اور اس کی قوم اسی کے ذریعے سے ترقی کے فلک الافلاک تک پہنچ گئی تھی) تو (اے پیغمبر!) تم بھی خدا سے ملاقات کے بارے میں شک میں نہ پڑنا اور ہم نے الکتٰب کو بنی اسرائیل کے لئے ایک (معتبر) ہدایت بنا دیا تھا۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۚ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ○ : (۳۲/۲۴)

اور (وہ اس ہدایت کی طفیل تمدن اور عمران کی ان انتہائی منزلوں تک پہنچ گئے کہ) ہم نے انہی میں سے (بڑے بڑے جید) رہنما امام پیدا کئے جو ہمارے قانون کو پیش نظر رکھ کر اس وقت تک رہنمائی کرتے رہے جب تک وہ (سعی و عمل میں) مستقل مزاج رہے اور وہ ہماری (صحیفۂ فطرت سے ملی ہوئی اور وحی کی) آیات پر (کامل) یقین رکھتے تھے۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○ : (۳۲/۲۵)

(پھر ان میں الکتٰب کے علم کے متعلق، نیز وحی کی الکتٰب کی آیتوں کے متعلق اختلاف پیدا ہو گیا اور ان میں زوال شروع ہو گیا تو) بے شک تیرا پروردگار یوم حساب کو ان کے درمیان ان کے آپس کے اختلاف کا فیصلہ کرے گا (کہ زوال کا مجرم کون تھا؟)۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ۗ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ○ : (۳۲/۲۶)

کیا ان لوگوں کو یہ سوجھ نہیں آئی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو (انہی جرموں کے باعث) ہلاک کر دیا تھا جن کے گھروں میں وہ اب چل پھر رہے ہیں۔ اس میں بے شک (ان کے لئے) بہت اشارے ہیں، تو کیا وہ اس کو نہیں سنیں گے؟۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ۗ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ○ : (۳۲/۲۷)

اور کیا انہوں نے اس حقیقت کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم (اپنی رحمت کے) پانی کو (ہمیشہ اسی زمین کی طرف لے جاتے ہیں جو ہموار اور نیچی ہو (اور جس میں اونچ نیچ کی کجی نہ ہو)۔ (اسی طرح جو قوم ہموار اور اطاعت گزار ہو ہم اس پر ہماری رحمت کے پانی برسا کرتے ہیں)۔ پھر اس پانی سے ہم کھیتیاں اور سرسبز درخت اگاتے ہیں جن سے ان کے مویشی اور وہ خود بہرہ مند ہوتے ہیں (اور اسی طرح ایسی قوموں کو ہم نعمتوں سے مالا مال کر دیتے ہیں) تو کیا یہ لوگ اس حقیقت کو بصیرت کی نظر سے دیکھتے ہیں؟

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ : (۳۲/۲۸)

اور یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ یہ دن کب ہو گا جب (کائنات کی پیدائش کا آخری راز اور خدا سے دوبارہ ملاقات کا عظیم الشان واقعہ یعنی) فتح نمودار ہوگی، اگر تم جو کہہ رہے ہو فی الحقیقت سچ ہے۔

Marfat.com

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○ (۳۲ : ۲۹)

ان کو کہہ دو کہ اُس فتح کے دِن منکروں کو اُن کا ایمان کوئی نفع نہ دے گا اور نہ اُن کو کوئی مُہلت دی جائے گی۔

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ○ ع (۳۲ : ۳۰)

پس ان سے علیٰحدہ ہو جاؤ اور انتظار کرو (کیونکہ) یہ بھی (اپنی سزا ہی کا) انتظار کر رہے ہیں۔

سُورۃ السجدۃ میں عالم آرا اور ذہن انگیز کائناتی حقائق اور مُلاقاتِ خدا کے ممکنات کے متعلق پُرمعنی اشارے:

سورۃ السجدۃ کے طُول و عرض میں سب سے زیادہ قابلِ توجہ حسب ذیل الفاظ ہیں:۔

وہ وہ (عظیم الشان خدا) ہے جس نے ہر شے کی پیدائش کو بہتر سے بہتر کر دیا اور انسان کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے کی پھر انسان کی نسل کو ناپاک پانی کے ایک نچوڑ سے قائم کیا۔ پھر اُس انسان (کے اعضا) کو (اس مقصد کے لئے) برابر کیا۔ (جو اس کی پیدائش سے پیش نظر تھا)، پھر اس میں اپنی (ربانی صفات والی) رُوح کا ایک حصہ پھُونکا، اور (بالآخر) تمہارے لئے (صحیح معنوں میں صحیفۂ فطرت کو سُننے والے) کان، (صحیح معنوں میں اُس کو دیکھنے والی) آنکھیں، اور (صحیح معنوں میں سوچنے اور سمجھنے والے) ذہن عطا کر دیئے (لیکن افسوس ہے کہ) تم بہت ہی کم ان (عظیم الشان عطیوں) کی قدر کرتے ہو (اور بہت ہی کم ان کو صحیح طور پر استعمال کر کے میرے بنائے ہوئے صحیفۂ فطرت کی تلاش و تفتیش کرتے ہو)۔

اس سے پہلے کہا:۔

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو (لاکھوں اور کروڑوں برس کے) "چھ دِنوں" میں پیدا کیا۔ پھر (اُن پر حکومت کرنے کے لئے) تختِ سلطنت پر جم کر بیٹھ گیا۔

اس کے بعد اپنی عظیم سلطنت کے متعلق وضاحت حسب ذیل الفاظ میں کی کہ معلوم ہو جائے کہ اگر زمین و آسمان کی پیدائش لاکھوں اور کروڑوں برس میں ہوتی، تو اُس کے قانون کی تدبیر و تدوین بھی کہیں ہزاروں برس میں جا کر ہوتی ہے:۔

"وہ خدا آسمان سے زمین تک قانون کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر وہ قانون کہیں تمہاری گنتی کے ایک ہزار برس کے "یوم" میں خدا کی طرف (ارتقا کے نفاذ کی منزل تک) پہنچتا ہے۔"

الغرض انسان کو بڑی مدت میں پیدا کر کے اُس کے کان، آنکھ اور ذہن کے متعلق صحیح استعمال نہ کرنے کی شکایت کرنے کے بعد اگلی آیت میں کہا کہ لوگ تو سرے سے خُدا سے مُلاقات کے ہو جانے کے منکر ہیں؟

Marfat.com

سورۃ السجدۃ میں لقاء رب اور کائنات کی فتح کا دن "یَوْمُ الْفَتْحِ"

"خدا سے ملاقات" ہونے کا ذکر سورۃ الشقاق[1] کے بعد دوسری دفعہ اس سورت میں ہے۔ اور اوپر کے الفاظ سے ایک ہی نتیجہ مرتب ہوتا ہے، وہ یہ کہ اگر انسان نے اپنے کان، آنکھ اور ذہن کا پورا استعمال کر کے صحیفۂ فطرت کا انتہائی مطالعہ نہ کیا تو خدا کی ملاقات نہیں ہو سکتی اور وہ نامراد ہی رہے گا۔ اس سے پہلے سورۃ الحجر (۱۵) میں آ چکا ہے کہ ہم نے جو کچھ زمین اور آسمان اور اُن کے درمیان پیدا کیا، وہ برحق ہے[2]۔ سورۃ ص (۳۸) میں آ چکا ہے کہ ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اُن کے مابین ہے باطل پیدا نہیں کیا، بلکہ جو لوگ ان کو باطل سمجھتے ہیں وہ مفسد، فاجر اور جہنمی ہیں[3]۔ سورۃ الملک (۶۷) میں انہی الفاظ میں جو اس سورت میں ہیں وحی آ چکی تھی کہ تم ہمارے کان، آنکھ اور ذہن کے عطیوں کی بہت ناشکری کرتے ہو[4]۔ سورۃ المومنون (۲۳) میں بلکہ یہاں تک بھی کہہ دیا تھا کہ یہ سمع، بصر اور افئدۃ ابھی ابتدائی منزل میں[5] ہیں اور تمہارے اپنے سعی و عمل سے ان کا ارتقا فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا (۷۶/۲) کی حد تک[6] ضرور ہوگا۔ اُدھر سورۃ بنی اسرائیل (۱۷) میں خدا نے واشگاف الفاظ میں عِلم کی تعریف یہ کر دی تھی کہ علم وہ ہے جس کی تصدیق کان، آنکھ اور ذہن کر لیں۔ اس کے سوا جو کچھ ہے، ظن اور وہم ہے[7]۔ الغرض ان سب وحیوں کو جو پہلے ہو چکی تھیں، پیش نظر رکھ کر سورۃ سجدہ کا تمام مضمون قابل فہم ہو جاتا ہے۔ وہ یہ کہ اس دقیق ترین سورت میں جو رسول خدا صلعم کے انتہائی دُکھ اور ایذا دہی کے زمانے میں نازل ہوئی تھی، خدا نے بنی نوع انسان کو سمع، بصر اور فواد کے ذریعے سے ہی ملاقات رب کی منزل تک پہنچنے کا اعلان کیا۔ بلکہ اسی سورت میں مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ کے الفاظ کہہ کر اعلان کر دیا کہ وہ فتح کا دن آنے والا ضرور ہے جب کہ انسان کی پوری نوع اپنی ہمگی جدوجہد سے کائنات کی پیدائش کا آخری راز کھول کر خدا سے دوبدو ملاقات کرنے کی اہل ثابت ہو گی۔ وہ وقت انسان کے لئے ہزاروں سالوں کی بے مثال جدوجہد کے بعد یوم فتح کا ہو گا۔ کیونکہ وہ اُس دن اُس مشکل ترین مرحلے سے نکل کھڑا ہو گا جو خدائے زمین و آسمان نے اپنی ملاقات کے بارے میں متعین کیا ہے! فتدبر۔

ایک اور نکتہ جو اسی سورت میں رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا اور لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ : (۳۲/۲) کے الفاظ سے نکلتا ہے یہ ہے کہ جہنم میں جن و انس کو بھرنے کی دھمکی آگے چل کر سورۃ اعراف میں (۷/۲۲) دی گئی ہے اور وہاں تو یہاں تک کہا ہے کہ جو لوگ سمع، بصر اور فواد کا صحیح استعمال نہیں کرتے اُن کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ یہ سورۃ اعراف ۱۳ نبوی میں نازل ہوئی تھی۔

---

(۱) دیکھو صفحہ ۱۱۱ (۲) دیکھو صفحہ ۱۴۶ (۳) دیکھو صفحہ ۱۴۹ (۴) دیکھو صفحہ ۱۷۳ (۵) دیکھو صفحہ ۱۷۶
(۶) دیکھو صفحہ ۱۳۵ (۷) دیکھو صفحہ ۱۸۲

Marfat.com

سورۃ السجدہ کے بعد سورۃ حٰمٓ السجدہ (۴۱) نازل ہوئی جس کا حجم ۷۰ سطریں ہیں:-

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝
بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ
اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝
الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ (۴۱/۱)

حٰمٓ۔ یہ قرآن (انسانوں پر خدائی قانون واضح کرنے کے لئے) انتہائی رحم کرنے والے مہربان خدا کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ یہ ایک کتاب ہے جس کے احکام (آیات) کھول کھول کر عربی زبان میں صاحب علم قوم کے لئے واضح کئے گئے ہیں۔ یہ (قوموں کو قوت اور عزت کی) خوشخبری دینے والا اور محکومیت اور ذلّ و مسکنت کے جہنّم سے) ڈرانے والا ہے۔ تو ان میں سے اکثر منہ پھیر لیتے ہیں اور نہیں سنتے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ ہمارے ذہنوں (قلوب) پر جس شے کی طرف تو بلا رہا ہے، پردہ پڑا ہوا ہے اور ہمارے کانوں پر بوجھ ہے اور تمہارے ہمارے درمیان ایک حجاب ہے۔ تو تو اپنا کام کرتا جا۔ ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔ اے محمدؐ! انہیں کہہ دو کہ میں تو صرف تمہارے جیسا ایک انسان ہوں (فرق صرف یہ ہے کہ) مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے (اس موضوع کی) کہ تمہارا حاکم درحقیقت وہی ایک خدا ہے۔ پس سیدھے اسی طرف جاؤ اور اسی سے اپنی غلطیوں اور گناہوں کی پردہ پوشی طلب کرو اور حیف ہے اُن مشرکوں پر جو محبت مال اور زر پرستی کی وجہ سے زکوٰۃ نہیں دیتے اور اپنے (بُرے) انجام سے منکر ہیں۔ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے صلاحیت والے اعمال کئے، اُن کو بلا کم و کاست پوری مزدوری ملے گی۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً
لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ
قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَاۗءَ
الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ
صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۝ اِذْ جَاۗءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا
اِلَّا اللّٰهَ ۭ قَالُوْا لَوْ شَاۗءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰۗىِٕكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ فَاَمَّا عَادٌ

Marfat.com

فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۖ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ
هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ○ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ
نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ ۖ وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ ○
وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ فَأَخَذَتْهُمْ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا
يَكْسِبُونَ ○ وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ○ ع (۲۴)۔

اے محمدؐ! ان سے پوچھو کہ کیا تم اُس عظیم الشان خالق کے وجود سے اِنکار کرتے ہو جس نے زمین کو صرف "دو دنوں" میں پیدا کیا، اور اُس کے برابر کوئی اور حاکم بناتے ہو (غور کرو کہ) دُنیا جہان کا پروردگار اُس شان کا مالک ہے۔ اُسی نے زمین کے اوپر بڑے بڑے مضبوط پہاڑ کھڑے کر دئے اور اس کو (طرح طرح کی چیزوں سے) برکت دی اور اُس میں اس کی غذاؤں کے اُگانے کا پُورا اندازہ "چار دِنوں" کے اندر اندر کر دیا اور یہ غذائیں جو زمین پیدا کرتی ہے، تلاش کرنے والوں کے لئے برابر حصّہ کی دی گئی ہیں۔ پھر خدا آسمان کی طرف متوجہ ہُوا۔ درآنحالیکہ وہ (دھوئیں کی طرح کا) ایک ہیولا تھا پھر اُس نے آسمان اور زمین دونوں کو کہا کہ (اے خدا کی مخلوق!) چار و ناچار ہمارے حضور میں حاضر ہو جاؤ تو دونوں نے کہا کہ حضور! (خوشی سے اور سر جُھکا کر) آرہے ہیں۔ پھر "دو دنوں" کے اندر اندر اُن کو سات آسمان بنا دیا اور ہر آسمان میں اُس کا قانون (امرِ کام) وحی کر دیا اور نزدیک ترین آسمان کو چراغوں سے سجا دیا، اِس لئے (بھی) کہ وہ چوکیدار بن کر رہیں یہ ہے صاحب عزّت و علم خدا کا اندازہ (کون و مکان کے بارے میں)۔ اور اگر یہ لوگ مُنہ پھیرتے ہیں تو ان کو کہہ دو کہ میں نے تو تمہیں اُس کڑک سے جو آکر رہے گی عاد اور ثمود کی کڑک کی طرح ڈرا دیا ہے۔ اب تم جانو اور تمہارا کام۔ یہ وہ وقت تھا کہ خدا کے بھیجے ہُوئے رسُول اُن کے سامنے سے اور اُن کے پیچھے سے یہ کہنے آئے کہ خدا کے سوا کسی کے ملازم نہ بنو تو کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار، اگر اُس کی مرضی ہم کو راہِ راست پر لانے کی ہوتی تو فرشتے بھیجتا، اس لئے ہم تو ضرور اُس شئے سے جس کو تم لے کر آئے ہو مُنکر ہیں۔ اِسی طرح قومِ عاد نے بھی ناحق اکڑ کی اور غرور میں کہا کہ ہم سے طاقت میں زیادہ کون ہوگا۔ کیا ان لوگوں نے نہ دیکھا کہ وہ خدا جس نے اُن کو پیدا کیا تھا اُن سے طاقت میں زیادہ تھا۔ (اسی لئے) یہ لوگ ہمارے احکام سے مُنکر تھے، تو ہم نے عذاب خُدا کی ایک تند آندھی اُن پر منحوس دِنوں میں بھیجی تاکہ ہم اُن کو ذلّت اور مسکنت کا عذاب اِسی دُنیا کی زندگی میں چکھا دیں۔ اور آخرت کا عذاب تو اِس سے بھی زیادہ ذلیل کرنے والا ہے اور کوئی مدد ان کو نہ مل سکی۔ اِسی طرح قومِ ثمود کو ہم نے راہِ راست پر آجانے کا کہا تو اُنہوں نے بھی اندھا ہونا پسند کیا۔ پھر اُن کو بھی ذلّت کے عذاب کی بجلی نے اُن کے بداعمال کے بدلے آپکڑا۔ اور ہم نے ایمانداروں کو عذاب سے نجات دی اور اُن کو جو قانونِ خدا سے ڈرا کرتے تھے۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ○ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ
سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ

عَلَيْنَا ۖ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ○ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ○ : (۴۱/۳)۔

اور (ان کو وہ وقت یاد کراؤ کہ) خدا کے دشمن جہنم کی طرف صف بہ صف اور ٹولیوں میں تقسیم کرکے ہانکے جائیں گے۔ پھر جب وہ جہنم کے پاس پہنچ جائیں گے تو زبان حال اُن کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے جسم (ذلت و مسکنت کی زندہ تصویر بن کر) اُن کے بُرے اعمال کی گواہی دیں گے اور وہ اپنے جسموں کو کہیں گے کہ تم کیوں ہمارے خلاف گواہ بنے ہوئے ہو۔ وہ جسم پھر کہیں گے کہ دیکھو ہم کو طاقت گویائی اُسی ذات باری نے دی جو سب کو گویائی دیتا ہے اور وُہی ہے جس نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور اُسی کی طرف لَوٹائے جاؤ گے۔ اور تُم (گناہ کرتے وقت صرف دوسرے آدمیوں سے اپنے گناہ چھپاتے تھے لیکن) اپنے کانوں اور آنکھوں اور جسموں سے گناہ اِس خیال سے چھپاتے نہ تھے کہ وہ (کبھی خُدا کے سامنے تمہارے خلاف گواہی نہ دے سکیں گے) بلکہ تمہارا گمان تو یہ تھا کہ اللہ اکثر باتوں کو جو تُم کرتے رہو جانتا ہی نہیں اور خدا کے متعلق تمہاری اسی بدگمانی نے تمہیں ہلاک کردیا اور تم گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہوگئے۔ تو اب اگر وہ صبر کرکے بیٹھ بھی جائیں تو جہنم اُن کا ٹھکانا ہے اور اگر (ہائے وائے کرکے) مُعافی مانگیں تو مُعافی بھی نہ دی جائے گی۔ اور ہم نے تو اُن کے ہم نشین ہی ایسے مقرر کئے تھے جنہوں نے اُن کے سب اگلے پچھلے گناہوں کو عمدہ کر دکھایا یا پھر ان پر خدائی فیصلہ ان امتوں کا جو جن و انس میں سے گزری تھیں، ثابت ہوچکا کہ وہ گھاٹا کھانے والوں میں سے تھے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ○ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ○ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ○ : (۴۱/۴)

Marfat.com

اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ اِس قرآن کو نہ سنو اور پڑھتے وقت غل مچاؤ تاکہ تم غالب آجاؤ۔ تو ہم ضرور ان کافروں کو سخت ترین عذاب کا مزا چکھائیں گے اور اُن کی بدکرداری کا بدلہ لیں گے۔ دشمنانِ خدا کی سزا یہ آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ کا گھر بنائیں گے اور ہماری آیتوں سے انکار کا بدلہ یہ ہوگا اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو جن و اِنس میں سے وہ لوگ دکھلا دے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تاکہ ہم اُن کو اپنے قدموں تلے روندیں اور وہ انتہائی طور پر ذلیل ہوں۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے اقرار کیا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر اِس پر قائم رہے ان پر (ہماری رحمت کے) فرشتے ان کو غیبی مدد دینے کے لئے اس لئے اترتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور اِس جنت میں خوش رہو جس کا وعدہ تمہیں دیا جا رہا ہے۔ ہم اِس دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں اور تم کو اِس زندگی میں جو تمہارے نفس چاہیں گے ملے گا اور جس شے کا دعوے کرو گے وہ شے تمہاری ہوگی اور یہ تمہاری مہمانی پردہ پوشی اور رحم کرنے والے خدا کی طرف سے ہوگی۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَلَا تَسْتَوِي
الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝
وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ
فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا
تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا
فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى
الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ
اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ
خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ
وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ
اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ
اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ
وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝ (۲۴/۵)

اور کون از روئے قول بہتر ہے اِس سے جس نے لوگوں کو خدا کے حکموں کی تعمیل کے لئے بلایا اور خود بھی صالح عمل کیا اور اعلان کیا کہ میں فرماں بردار بندوں میں سے ہوں اور (یاد رکھو کہ) نیکی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی۔ اِس لئے برائی کے بدلے نیکی کرو تو فوراً وہ شخص جس کی

تجھ سے عداوت ہے، تیرا سرگرم اور مخلص دوست بن جائے گا۔ اور یہ رُتبہ سوائے اُن شخصوں کے جو متحمّل مزاج اور بڑے نصیبے والے ہوتے ہیں کسی کو نہیں دیا جاتا۔ اور اَے محمدؐ! اگر تجھے کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آئے تو اللہ کی پناہ مانگ۔ کیونکہ درحقیقت وہی بڑا سننے والا اور بڑا جاننے والا ہے۔ اور اسی خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی دن اور رات اور سُورج اور چاند ہیں۔ تو ہرگز نہ سُورج اور نہ چاند کے آگے جھکو، بلکہ اُس خُدا کے آگے سرِ تسلیم خم کرو جس نے ان دونوں کو پیدا کیا۔ اگر درحقیقت تم اُسی کے ملازم ہو۔ تو اگر یہ کافر (خدا کے آگے جُھکنے سے) اکڑیں تو (ان کو خبردار کردو کہ) اُس کے حضور میں ایسے لوگ (بے شمار) ہیں جو رات دن اسی خدا کی تقدیس میں لگے ہیں اور وہ ایسا کرتے نہیں تھکتے۔ اور یہ (خدا کی ایک عظیم الشان قدرتوں کی ایک) نشانی ہے کہ تُو زمین کو دیکھتا ہے کہ ویران اور بے آباد ہے پھر جب ہم اس پر پانی گراتے ہیں تو وہ حرکت میں آکر اُبھرتی ہے (اور چاروں طرف سبزی ہی سبزی نظر آتی ہے) تو بے شک وہی (غالب قوت) جس نے زمین کو زندہ کردیا (ہدایت کے نرم نرم ترشح سے) مُردہ قوم کو زندہ کردینے والا ہے اور وہی ہر شَے پر قادر ہے۔ تو کیا وہ شخص جو آگ میں ڈالا جائے گا اچھا ہے یا وہ بہتر ہے جو یومِ حساب کو امن میں ہو گا (اس لئے) جو چاہو کرو۔ خدا درحقیقت نہایت غور سے جو کچھ تم کر رہے ہو، دیکھ رہا ہے۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے خدا کی نصیحت سے جب وہ آئی انکار کیا (بدترین عذاب میں مُبتلا ہوئے) اور بے شک یہ قرآن بڑی قابلِ عزت اور بڑے پائے کی کتاب ہے۔ جھُوٹ نہ اس کے سامنے سے دخل پا سکتا ہے نہ پیچھے سے۔ یہ تو ایک انتہائی حکمت والے اور سزاوارِ حمد خدا کی طرف سے اُتاری ہُوئی تحریر ہے۔ (اَے محمدؐ!) تمہیں بھی وہی کچھ کہا جاتا ہے جو تم سے پہلے کے قاصدوں کو کہا گیا۔ بے شک تیرا پروردگار (بیک وقت) (قوم کے گناہوں سے) درگزر کرنے والا اور ساتھ ہی دردناک عذاب دینے والا ہے اور (اَے محمدؐ!) اگر ہم اس قرآن کو کسی عجمی زبان میں کردیتے تو یہ کفارِ مکہ اعتراض کرتے کہ کیوں اس کی آیتیں (ہم پر ہماری زبان میں) واضح نہ کی گئیں۔ یہ کیا کہ قرآن عجمی ہو اور رسولؐ عربی؟ انہیں کہہ دو کہ قرآن تو (صرف) اُن لوگوں کے لئے جو اس پر ایمان لائیں، ہدایت اور شفا ہے، لیکن جو ایمان ہی نہیں لاتے اُن کے کانوں میں ثقل ہے اور قرآن ان کے لئے اندھاپن (کی علامت) ہے اور ان (کی حالت یہ ہے کہ) اُن کو کہیں دُور سے بُلایا جا رہا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ○ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ○ اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۚ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ○ لَا يَسْئَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ؗ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوْسٌ قَنُوْطٌ ○ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ

Marfat.com

مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هٰذَا لِي ۙ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً ۙ وَلَئِنْ رُّجِعْتُ إِلٰى رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنٰى ۚ
فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا ۙ وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ○ وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ
أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ ۚ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ ○ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ
ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهِ مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ○ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ
حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ○ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ
مِنْ لِقَاءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ ○ ع : (۴۱)۔

اور ہم نے موسیٰ کو (قانونِ الٰہی) کتاب (کی شکل میں) دیا۔ پھر اس پر (عمل کے بارے میں) اختلاف کیا گیا اور اگر تیرے پروردگار سے (تاقیامت مُہلت کے بارے میں) ایک حکم پہلے سے ہی نافذ نہ ہوتا تو ان کا فیصلہ کر دیا جاتا۔ اور بلاشبہ وہ لوگ ابھی تک اس کے بارے میں حیرت انگیز شک میں پڑے ہیں۔ (اصل تو یہ ہے کہ) جس نے صالح عمل کیا تو وہ اپنے آپ کی بہتری کے لیے ہے۔ اور جس نے بُرائی کی تو وہ اس کے بُرے انجام کا ذمہ دار ہے اور تیرا پروردگار تو ہرگز اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ اس خدا کی طرف ہی اس بڑی گھڑی کا علم منسوب ہے (جو قوموں پر آتی ہے) اور اس کے علم کے بغیر کوئی پھل اپنے غلافوں سے نہیں نکلتا اور نہ کوئی عورت حاملہ ہوتی ہے اور نہ وضع حمل کرتی ہے اور جس دن وہ خدا پکار پکار کر کہے گا کہ (ہاں آج بتلاؤ) کہاں گئے میرے شریک (اور وہ کیوں بھاگ گئے) تو وہ کہیں گے، ہم نے تو آپ سے عرض کر دیا ہم میں سے کوئی گواہ اس کا نہیں اور سب کے سب جن کو وہ اس سے پہلے پکارا کرتے تھے ان سے (دُم دبا کر) بھاگ جائیں گے۔ اور وہ سمجھیں گے کہ ہمارے لئے کوئی مخلصی نہیں۔ انسان بھلائی مانگنے سے نہیں تھکتا لیکن اگر اس کو تکلیف پہنچے تو مایوس اور نااُمید ہو جاتا ہے۔ اور اگر ہم اس کو اپنی طرف سے تکلیف کے بعد رحمت کا مزا چکھا دیں تو کہنے لگتا ہے کہ یہ رحمت میرا حق ہے اور اگر میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹا بھی دیا گیا تو اس کے پاس میرے لئے بھلائی ہی بھلائی ہوگی۔ تو ہم ضرور کافروں کو جو کچھ وہ کرتے ہیں، بتا کر رہیں گے (کہ ہمارے پاس ان کی بھلائی ہے یا نہیں) اور ضرور ہم ان کو سخت ترین عذاب کا مزا چکھائیں گے۔ اور جب ہم انسان کو کسی نعمت سے مالا مال کرتے ہیں تو وہ ضرور ہم سے منہ پھیر کر کنارہ کش ہو جاتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگتا ہے۔ اے محمدؐ! ان کو کہہ دو کہ کیا تم نے سوچا ہے کہ اگر قرآن خدا کی طرف سے ہے اور تم اس کا انکار کرتے ہو تو جو شخص مخالفت میں دُور پڑا ہے اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا۔ ہم عنقریب دنیا میں اپنی نشانیاں ان کو دکھلا دیں گے اور خود ان کے نفسوں میں یہاں تک کہ ان پر متحقق ہو جائے کہ قرآن سچا ہے۔ کیا یہ بات کہ خدا ہر شے کو دیکھ رہا ہے، تیرے پروردگار کے لئے کافی ضمانت نہیں (کہ کوئی شخص اس کی سزا سے بچ نہیں سکتا) دیکھو (اصل حقیقت یہ ہے کہ) یہ لوگ خدا سے ملاقات کے بارے میں شک میں ہیں خبردار رہو کہ خدا ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے۔

Marfat.com

سُورۃ حٰمٓ السّجدۃ کی حیات افزا تعلیم کا خلاصہ

اِس سُورت سے جو نتائج اخذ ہوتے ہیں، حسب ذیل ہیں:- (۱) قرآن صاحبِ علم قوم کے لئے ہے (۲) جو قوم قربانیِ مال نہیں کرتی وہ مُحبتِ مال کے بُت کو پُوجتی ہے اِس لئے مُشرک ہے اور اس کا انجام ہلاکت ہے (۳) زمین و آسمان کی پیدائش چھ دنوں میں ہوئی تھی لیکن صرف زمین کی پیدائش "دو دنوں" میں ہُوئی۔ زمین پر غذاؤں کے اُگانے کا اندازہ "چار دنوں" (×) میں کیا گیا اور آسمان کو سات آسمانوں میں تقسیم کرنے کا اندازہ "دو دنوں" میں ہُوا۔ یہ سب اندازے از رُوئے علم قطعی طور پر دُرست ہیں جن کے لئے بڑی تفصیل درکار ہے اور جو علم طبقات الارض کا ایک مُستقل حصّہ ہے (۴) محکوم قوموں کے بہرے کان، اندھی آنکھیں اور ان کے ذِلّت اور مسکنت سے نحیف و نزار ہُوئے ہُوئے جسم بہ زبانِ حال کُھلی گواہی دیتے ہیں کہ یہ قوم جہنّم میں ہے (۵) خدا کی بتائی ہُوئی راہ پر چلوگے تو دُنیا میں بادشاہت اور عزت ہے ورنہ جہنّم کی آگ ہے (۶) قوم میں عذاب اُس وقت آتا ہے کہ لوگ بات کو نہ سُنیں اور آنکھیں اندھی ہوں۔ گویا نہ سُننے، نہ دیکھنے، نہ سمجھنے والی قوم جہنمی ہے۔

سُورۃ الجاثیہ میں پہلی بار لفظ "آیت" کا مظاہرِ فطرت کے معنوں میں استعمال اور عالم آرا کائناتی حقائق کا اعلان

سورۃ حٰمٓ السجدہ کے بعد سورۃ الجاثیہ (۴۵) نازل ہُوئی جس کا حجم قریباً ۵۰ سطریں ہیں۔ اِس سُورت کو مکمل طور پر نقل کرکے اُس کا مربُوط اور ناقابلِ ردّ ترجمہ دیا جاتا ہے۔

سُورت کے متن کے شروع میں انتہائی قابلِ توجہ لفظ "آیات" ہے جو بار بار آیا ہے اور چونکہ عام طور پر "آیت" کا لفظ قرآن کی آیتوں (یعنی فقروں) کے متعلق مُستعمل ہوتا ہے۔ اِس سُورت سے پہلی بار معلوم ہوتا ہے کہ قرآن نے آیت کا لفظ اپنی آیتوں کے علاوہ صحیفۂ فطرت کے مظاہر بلکہ صحیفۂ فطرت کی اشیا کے مطالعہ سے جو معلومات اخذ ہوتی ہیں اُن کے متعلق بھی یہی "آیات" کا لفظ استعمال کیا ہے دُوسری اہم بات جو اِس سُورت سے اخذ ہوتی ہے یہ ہے کہ پچھلی اکہتر (۷۱) وحیوں کے بعد پہلی بار یہ ہدایت کی گئی ہے کہ یہ آیات، آیاتِ خدا ہیں۔ ایمان والی، یقین والی، عقل والی، سمجھ فکر والی قوم کو چاہیئے کہ ان آیات کو صحیفۂ فطرت سے پُوری جد وجہد کے بعد تلاش کرے۔ ان کو حقیقت سمجھے، ان پر عمل کرے۔ اِن کے سوا کسی دُوسری بات پر ایمان نہ رکھے: تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ (۶:۴۵)۔ تیسرا عظیم الشان انکشاف جو اِس سُورت میں ہُوا ہے، یہ ہے کہ خدائے عظیم نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین پر یا اُس کے اندر ہے سب کا سب انسان کے لئے مسخر کر رکھا ہے، تاکہ

(×) سورۃ معارج میں لیوم (یعنی دن) کی مدت پچاس ہزار سال کہی ہے۔

Marfat.com

وہ ان کی تسخیر کرے، ان پر قبضہ کرے اور ان کو اپنے استعمال میں لائے۔ گویا انسان کے سامنے کروڑوں اور اربوں میل تک پھیلی ہوئی یہ تمام کائنات اس کا میدانِ عمل ہے۔ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○: (۴۵)

تمام کائنات انسان کی تسخیر کے لئے پیدا کی گئی ہے اور بطورِ انعام کے ہے اور یہی مقصدِ پیدائش کائنات ہے

چوتھا حیرت انگیز اور حوصلہ افزا اعلان جو اس سورت میں ہوا ہے یہ ہے کہ صحیفۂ فطرت اس دنیا میں واحد حقیقت ہے اور خدا نے صحیفہ فطرت کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ ان اشیاء کو جو پیدا کی گئی ہیں، انسان کو اس کے سعی و عمل کے عوض میں بطورِ انعام دے دیا جائے۔ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○: (۴۵)

صحیفۂ فطرت کو برحق اور واحد حقیقت یقین کرنے کا اعلان پہلی دفعہ سورۃ الدخان (۴۴) میں ہوا تھا جو ۵ نبوی میں نازل ہوئی تھی۔ اس کے بعد اسی شے کا اعلان سورۃ الحجر (۱۵) میں ہوا جو غالباً اسی سن کے اخیر میں تین وحیوں کے بعد نازل ہوئی۔ لیکن خدا کے بنائے ہوئے صحیفۂ فطرت کی تمام اشیا کے انسان کو بطورِ انعام دینے کی کوئی تخصیص ان دونوں سورتوں میں نہ تھی۔ سورۃ حٰمٓ السجدہ میں پہلی بار یہ تخصیص کر دی گئی ہے اور بتدریج بتایا گیا ہے کہ مقصدِ پیدائش کائنات کیا ہے!!

ان ملاحظات کے بعد سورۃ الجاثیہ کے موضوعات کی قدر و قیمت واضح ہو جاتی ہے اور دینِ اسلام کو دینِ خدا تسلیم کرنے والوں پر عیاں ہو جاتا ہے کہ خدا نے تسخیرِ کائنات کی کیا عظیم ذمہ داری مسلمان پر عائد کر دی ہے۔ اور قوموں کے تغلب اور تمکن فی الارض کا کیا معیار قائم ہے!

کیا اس معیار کے متعلق اطلاع پا جانے کے بعد دنیا کی سب سے زیادہ متنور اور متقدم قوم کا سب سے بڑا عالم اور سائنس دان شخص ایسا ہے جو قرآن کے آگے نہ جھکے اور اس کو دنیا کی سب سے بڑی اور آخری کتاب نہ مانے۔ یہ سورۃ الجاثیہ حسبِ ذیل الفاظ میں ہے:۔

سورۃ الجاثیہ کا مربوط اور ناقابلِ رد ترجمہ

حٰمٓ ○

حٰم۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○: (۴۵)

یہ الکتٰب اس خالقِ زمین و آسمان کی طرف سے انسان پر نازل ہوئی ہے جو انتہائی طور پر غالب اور بڑی حکمت کا مالک ہے۔

اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○: (۴۵)

Marfat.com

یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ صاحبِ ایمان لوگوں کے لئے آسمانوں اور زمین میں انسان کی ہدایت کے لئے بالضرور کئی (ہزارہا) احکام موجود ہیں۔

وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ۙ (۴۵/۱)

اور (اے لوگو!) تمہاری اپنی پیدائش میں اور جو کچھ خدا نے عظیم حیوانات کو (زمین پر) پھیلاتا ہے، کئی ہدایات (آیات) اس قوم کے لئے ہیں جو صحیفۂ فطرت (کے برحق ہونے) پر یقین کرتی ہے (آیات کے لفظ پر غور کرو جو بار بار آ رہا ہے)۔

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (۴۵/۱)۔

اور (لوگو!) دن اور رات کے اختلاف میں اور جو کچھ اللہ نے آسمان سے رزق (یعنی پانی) اتارا اور پھر اس پانی سے زمین کے مر جانے کے بعد زندہ کیا اور ہواؤں کے مختلف اطراف سے چلنے میں صدہا احکام و ہدایات اس قوم کے لئے ہیں جو صاحبِ عقل و دانش ہے۔

صحیفۂ فطرت کی آیات کو "اٰیٰتُ اللّٰہ" کا عظیم الشان لقب!

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ (×) نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ (۴۵/۱) (×:)

(اے محمدؐ!) یہ آیات اللہ کی آیات ہیں جو ہم تم کو حقیقت کے طور پر پڑھ کر سنا رہے ہیں پھر مجھے بتاؤ کہ اللہ کی بات اور اللہ کی (صحیفۂ فطرت سے اخذ کی ہوئی) آیات کے بعد یہ لوگ کونسی زیادہ سچ بات پر ایمان رکھیں گے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ۙ (۴۵/۱)

اس جھوٹے اور گناہ گار پر (جو فطرت کی حقیقت نہ دیکھنے کا) گناہِ عظیم کرتا ہے۔

يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ (۴۵/۱) (٭)

اور اس کو لاشے سمجھ کر اس سے اکڑتا ہے۔ (ہزار) حیف ہے کہ وہ خدا کی آیات کو سن رہا ہے کہ اس کے سامنے پڑھی جا رہی ہیں پھر وہ (جہالت کے باعث) اکڑتا ہے کہ گویا اس نے ان کو سنا ہی نہیں تو (اے پیغمبرؐ!) ایسے (نامعقول) شخص کو دردناک عذاب کی خوشخبری دو۔ (ایسے شخص کی حقیقت سے نفرت اور اکڑ ہی قوم کو ہلاک کر دے گی)۔

(×) کم از کم یہاں تک تو صاف ظاہر ہے کہ آیات سے مراد صحیفۂ فطرت کی آیات ہیں کیونکہ اور تو کسی شے کا ذکر نہیں ہوا۔

(×:) اور (٭) ان الفاظ نَتْلُوْهَا، تُتْلٰى عَلَيْهِ اور مُسْتَكْبِرًا کو پھر صفحہ ۲۲۲ پر دیکھو۔

Marfat.com

وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ : (۴۵)

اور (مزا یہ ہے کہ) جب وہ ہماری آیتوں میں سے کچھ کا علم حاصل کر لیتا ہے تو اُن کو ٹھٹھا مخول سمجھ کر بے معنی سمجھتا ہے[*]۔ تو یہی وہ لوگ ہیں جن کو ذلیل کر دینے والا عذاب (اِس دُنیا میں) ملے گا۔

مِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـــًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاۗءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ : (۴۵)

اور اِس عذاب کے بعد اُن کے پیچھے) جہنم ہوگا اور جو کچھ وہ کر رہے ہوں گے، اِس کا ان کو کچھ فائدہ نہ ہوگا اور نہ اس شے کا کہ اُنہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے سردار دُوسرے اشخاص پکڑ لئے ہیں اور اُن کو بڑا عذاب لاحق ہوگا۔

ھٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝ : (۴۵)

یاد رکھو کہ یہ جو کچھ ہم نے اُوپر واضح کیا ہے یہی ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے خدا کی (بھیجی ہوئی) آیتوں سے اِنکار کیا (اور ان کی ہدایت کے مطابق عمل کرنے سے گریز کیا) ان کو دردناک مصیبت سے آلودہ عذاب ملے گا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ : (۴۵)

(لوگو! یاد رکھو) خدا وُہ (قاہر اور غالب) ذات ہے جس نے تمہارے (فائدے کے) لیے سمندر کو مسخر (یعنی اِس امر کا پابند) کیا تاکہ اس میں خدا کے قانون (حکم) سے جہاز چلیں اور تاکہ تم اِنسان اپنی تجارت کر سکو اور تاکہ تم (اس کی بنائی ہوئی فطرت کی) صحیح قدر کر سکو۔

کائنات کی ہر شے انسان کے لئے ہے!

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ : (۴۵)

اور (لوگو! یہی نہیں بلکہ) اِس نے تمہارے (استعمال کی خاطر) **جو کچھ شے بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ بھی زمین میں ہے سب کا سب مسخر کیا**۔ بے شک اِس (نئے انکشاف) میں (جواب دیا گیا ہے) سوچ دوڑانے والی قوم کے لئے (ہزارہا) ہدایات

---

[*] معلوم ہوتا ہے کہ صحیفۂ فطرت سے بڑی بڑی ایجادوں کا علم حاصل کرنے کے بعد بھی صحیفۂ فطرت کے قائل نہ ہونے والے لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو شاید دنیا میں نوّے فیصدی ہیں۔

Marfat.com

موجود ہیں:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (۴۵/۲)

(اے پیغمبرؐ!) اِن لوگوں کو جو (صحیفۂ فطرت پر) ایمان لے آئے ہیں، کہہ دو کہ اِن لوگوں (کو نامعقول اور قابلِ رحم سمجھ کر اُن) سے درگزر کریں جن کو اُمید نہیں کہ خُدا کے دِن بھی آئیں گے (گویا وہ دن جن میں خدا اُن سے رُو بِرُو ملاقات کرے گا) تاکہ خدا اُن کو اُن کی بداعمالی کی سزا دے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا (×) فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ (۴۵/۲)

جس قوم نے (اِس کائناتِ فطرت کے احکام کی تلاش کے بارے میں) مناسب اور عمدہ عمل کیا تو اِس میں اُس قوم کی اپنی ہی بہتری ہے اور جس نے بُرا کیا تو اپنے لئے۔ (لیکن) پھر تم اپنے ربّ کی طرف ہی لوٹو گے (اور اُس کے حضور میں پیش کئے جاؤ گے کہ اپنی غفلت کی جواب دہی کرو)۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ (۴۵/۲)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو صحیح معنوں میں اور بالتحقیق الکتٰب، حکومت اور نبوّت دی۔ اور ہم نے اُن کو نہایت پاکیزہ نعمتوں سے مالا مال کیا اور اُن کو تمام دُنیا پر (انسانی تمدّن اور عمران کی پرشتی میں) فضیلت دی (گویا بنی اسرائیل تسخیرِ فطرت کے عملِ صالح سے ہی سرفراز ہوئے)۔

وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ (×٭) بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۝ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ (۴۵/۲)

اور قانونِ (فطرت) کی روشن حقیقتیں بھی اُن کو عطا کر دیں لیکن وہ آپس میں ایک دُوسرے سے باغی ہو کر علم اور حقیقت کے حامل ہونے کے پیچھے آپس میں پھٹ گئے اور انہوں نے اپنی سلطنت کو کمزور کر دیا (ورنہ اُن کی دُنیا پر مادّی فضیلت قطعی طور پر برقرار رہتی) لیکن اب بے شک تیرا پروردگار اِس آپس کے (المناک) اختلاف کے متعلق فیصلہ کرے گا (کہ کون فریق مجرم تھا)

(×) اُوپر کی آیت (صفحہ ۲۱۸) میں صحیفۂ فطرت کی ہر شے کو "اِنسان کے لئے" جتلا دینے کے بعد عَمِلَ صَالِحًا کا ذکر صاف بتلاتا ہے کہ فطرت کو مسخر کرنا ہی صلاحِ عمل ہے (×٭) اَلْعِلْمُ کے لفظ سے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کو صحیفۂ فطرت کا برحق علم عطا کر کے کہا گیا تھا کہ اسی علم سے اپنی سلطنت کو مضبوط کرو ورنہ ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ لیکن وہ اِس علم سے ہٹ کر وہم و گُمان کی طرف چلے گئے!

Marfat.com

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ[x] ○ : (۴۵/۲)

اب (اِن بنی اسرائیل کی سلطنت کے زوال کے بعد) (اے پیغمبر!) ہم نے تم کو قانونِ خدا کے ایک رستے (شریعة من الامر) (گویا قانونِ فطرت کی ایک شاخ) پر مقرر کر دیا ہے تاکہ تُو اِس راہ کی پیروی کر کے (اپنی قوم کو عروج اور فضیلت کی لازوال منزل تک پہنچا کے اور بنی اسرائیل کی سزا یافتہ قوم کی طرح) بے علم لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرے۔ یہ (بے علم لوگ جو صحیفۂ فطرت سے کچھ ہدایات اور آیات اخذ نہیں کرتے اور آپس میں اختلاف پیدا کر کے اپنی قوم کو جہنم کے گڑھے پر لا رکھتے ہیں)

اِنَّهُمْ لَنْ یُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ ○ : (۴۵/۲)

یہ کسی صورت میں بھی تجھے اللہ کے مقابلے میں فائدہ نہ دیں گے اور اِس میں شک نہیں کہ (فطرت کی حدود سے) تجاوز کرنے والے آپس میں جو کچھ کرتے ہیں، صلاح و مشورہ سے کرتے ہیں (کیونکہ ہر مجرم کا طبعی میلان جرم کی طرف ہے) لیکن خالقِ زمین و آسمان (صرف) اُس قوم کا دوست ہے جو (قانونِ خدا سے پورے طور پر) خائف ہے۔

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ[1] وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ○ : (۴۵/۲)

یہ (تمام نکات جو اِس سورت میں بیان ہوئے، ذہنِ انسانی کے لئے) بصیرت کی باتیں اور مستقل ہدایت ہے بلکہ (سر بسر ایک سرچشمۂ) رحمت اُس قوم کے لئے ہیں جو اِن کی صداقت پر یقین رکھتی ہو۔ (غور کرو کہ اب تک صرف فطرت پر غور کرنے کی بات ہوئی ہے)۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ[2] ۙ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ○ : (۴۵/۲)

کیا اُن (قوموں) نے جو (اِس دنیا میں) اپنے بُرے عمل سے زوال کو پہنچیں یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم اُن کو اُن قوموں کے برابر کر دیں گے جنہوں نے ایمان (کے لازمات کو) حاصل کر کے بہترین اعمال کئے۔ کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کی زندگیاں اور موتیں برابر کی ہوں گی؟ (یاد رکھو کہ) اُن کا یہ فیصلہ انتہائی طور پر غلط (اور بے معنی) ہے۔

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ○ : (۴۵/۲)

(x) العلم اور لا یعلمون کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اِن آیات میں کہا گیا ہے کہ بنی اسرائیل نے صحیفۂ فطرت سے کوئی علم حاصل نہ کیا تھا، اب رسول صلعم کو تنبیہ کی گئی ہے کہ تمہاری اُمت کہیں اِسی طرح بھٹک کر ہلاک نہ ہو جائے۔ (۱) هٰذا بصائر کے الفاظ بار بار کہہ رہے ہیں کہ صحیفۂ فطرت کو مسخر کرو۔ (۲) گویا فطرت کی تسخیر ہی ایمان اور عملِ صالح ہے (۳) گویا فطرت کو پیدا ہی اِس لئے کیا کہ اِنسان کو اس کی تسخیر پر انعام دیا جائے۔ فتدبّر!

اور اب (ان امور کے واضح کر دینے کے بعد کہ آسمانوں اور زمین میں صدہا احکام الٰہی موجود ہیں نیز یہ کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ انسانوں کے استعمال کے لئے خدائے علیم نے مسخر کر رکھا ہے، جو سنسنی خیز انکشاف کیا جا رہا ہے یہ ہے کہ) خدا نے آسمانوں اور زمین کو پیدا ہی بطور ایک حقیقت کے کیا ہے اور **اس پیدائش کا مقصد** یہ ہے کہ ہر نفس کو (انفرادی طور پر) اس کے عمل (یعنی تلاش صحیفۂ فطرت) کی جزا پورے طور پر دی جائے اور انسانی نسل پر ظلم نہ ہو۔

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً[1] ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ : (۲۵/۴)

کیا تو نے اس شخص کو دیکھا ہے کہ جس نے اپنی خواہش نفسانی کو ہی اپنا حاکم بنا لیا ہو اور باوجود جانتے ہوتے کہ اس دنیا کے اندر کوئی حاکم یا سردار بجز خدا کی ذات کے نہیں، خدا نے اس کو گمراہ کر دیا ہو اور اس کے علم کے تینوں مصدروں یعنی سمع و بصر پر مہر اور قلب پر پردہ ڈال دیا ہو۔ تو (کیا ممکن ہے کہ) ایسے شخص کو کوئی ہستی خدا کے بعد راہ دکھائے، کیا تم اس سے عبرت نہیں پکڑتے؟

وَقَالُوْا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا یُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ[2] ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ۝ : (۲۵/۴)

اور یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ بس یہی دنیاوی انفرادی زندگی ہی ہے (جو کسی مطلب کی ہے) اسی میں ہم زندہ رہتے ہیں اور پھر ہلاک ہو جاتے ہیں اور زمانہ ہی (خود بخود) ہم کو ہلاک کر دیتا ہے[2]۔ اس کے سوا کوئی اور محرک نہیں۔ نہ اس ہلاکت میں کسی قانون کی نافرمانی یا آخرت کی پرستش یا خدائی گرفت کا سوال ہی پیدا ہوتا ہے)۔ ان لوگوں کو **اس کا علم نہیں** اور وہ محض اٹکل پچو باتیں کر رہے ہیں، کیونکہ بقائے اصلح کے قانون سے ناواقف ہیں)۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ : (۲۵/۴)

اور جب ان پر ہماری روشن آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کی دلیل اس کے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ (اگر فی الحقیقت خدا کے احکام قوموں کو ہمیشہ کی زندگی دینے والے احکام ہیں تو) ہمارے باپ داداؤں کو پھر زندہ کر دو، اگر تم سچے ہو!

قُلِ اللّٰهُ یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یَجْمَعُكُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ

---

(۱) گویا سمع، بصر اور قلب کا استعمال کر کے فطرت کا علم حاصل نہ کرنا شرک اور گمراہی ہے (۲) مطلب یہ کہ یہ کہنا کہ صحیفۂ فطرت کو غور سے نہ دیکھنے اور اس سے آیات نہ تلاش کرنے سے قوموں پر عذاب آتا ہے، غلط ہے۔

Marfat.com

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ : (۴۵/۲)

ان کو کہو کہ خدا تمہیں زندہ کرے گا، پھر تمہیں مارے گا۔ پھر تمہیں روزِ قیامت کو جمع کرکے (تم سے تمہارے اعمال کا حساب لے گا) لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے کہ وہاں فرداً فرداً پوچھ ہوگی۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ : (۴۵/۲)

اور تمام آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ ہی کی ہے اور جس دن وہ وقت آگیا سب (صحیفۂ فطرت کو) جھٹلانے والے گھاٹے میں پڑ جائیں گے۔ (مُبْطِلُوْنَ کے لفظ پر غور کرو)۔

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ (۱) مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۱) ۝ : (۴۵/۲)

اور تو دیکھے گا کہ سب اُمتیں گھٹنے ٹیکے ہوئے سب اپنی اپنی کتاب کی طرف (جو اس کے لئے بنائی گئی تھی) بلائی جا رہی ہیں (اور اُن کو کہا جائے گا) کہ آج تم کو اس کی جزا دی جائے گی جو کچھ تم عمل کر رہے تھے۔

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ : (۴۵/۲)

یہ ہماری وہ کتاب ہے جو بالکل سچ بولتی ہے اور ہم جو کچھ تم کر رہے تھے، لکھواتے جاتے تھے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝ : (۴۵/۲)

پھر ایمان اور عملِ صالح والی قوم کو خدا اپنی رحمت میں لے گا اور یہ بڑی روشن کامیابی ہے۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۫ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ (۲) وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝ : (۴۵/۲)

اور منکر جماعت کو کہا جائے گا (جیسا کہ اس سورت کے شروع میں کہا گیا ہے) کہ کیا ہماری آیات تم پر پڑھی نہ جاتی تھیں تو تم ان سے نفرت کے باعث اکڑ کرتے تھے اور اس طرح تم مجرم قوم ہوگئے۔

---

(۱) تُجْزَوْنَ کے اور تَعْمَلُوْنَ کے الفاظ کو (صفحہ ۲۲۰ کی تیسری آیت) کے لِتُجْزٰى اور كَسَبَتْ سے ملا کر پڑھو تو واضح ہو جائے گا کہ صحیفۂ فطرت کو نہ دیکھنے سے اُمتیں ذلیل ہوتی ہیں اور دونوں جگہ سلسلۂ کلام ایک ہی ہے (۲) یہی تُتْلٰى اور اَسْتَكْبَرْتُمْ کے الفاظ اس سورت کی آٹھویں آیت میں ہیں۔ دیکھو صفحہ ۲۱۷۔

Marfat.com

وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُم مَّا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ إِن نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ ۝ : (۴۵/۴)

اور جب تم کو کہا گیا تھا کہ اللہ کا وعدہ اور ہلاکت کا وقت دونوں برحق ہیں اور ان کے واقع ہونے میں کوئی شک نہیں تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم جانتے ہی نہیں کہ وقت کیا شے ہے۔ ہم سوائے اس کے کہ شک کریں اس پر یقین ہی نہیں کر سکتے!

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ : (۴۵/۴)

پس اس وقت ان پر اپنی بد اعمالی کے بُرے نتیجے واضح ہوں گے اور جس کو وہ ٹھٹھا مخول سمجھتے تھے وُہی اُن پر آ پڑے گا۔

وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنسَاكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن نَّاصِرِينَ ۝ : (۴۵/۴)

پھر اُن کو کہا جائے گا کہ آج ہم بھی تم کو بھول جاتے ہیں جس طرح کہ تم نے اس آج کے دن کی ہماری مُلاقات کو بھلا دیا تھا اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے اور اب تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

ذَٰلِكُم بِأَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَغَرَّتْكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ۝ : (۴۵/۴)

یہ اس لئے کہ تم نے آیاتِ خدا کو مخول سمجھا اور دنیاوی تعیش اور غفلت نے تم کو دھوکہ میں ڈال دیا۔ پس آج تم اس عذاب سے نہ نکل سکو گے، نہ تمہیں مُعاف کیا جائے گا۔

فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ[1] الْعَالَمِينَ ۝ : (۴۵/۴)

پس اس پروردگارِ عالم اور خالقِ زمین و آسمان کی ہی تعریف ہونی چاہیئے۔

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ[2] ۝ : (۴۵/۴)

کیونکہ اس آسمانوں اور زمین میں اُسی کی کبریائی ہے اور وُہی صحیح معنوں میں انتہائی طور پر غالب اور حکمت کا مالک ہے۔

کیا سورۃ الجاثیہ کے اس مربوط، مدلل اور ناقابلِ رد ترجمے کے بعد اس امر کا یقین نہیں ہو جاتا کہ فاطرِ زمین و آسمان تعالیٰ نے اِس سُورت میں بنی نوعِ انسان کو، صحیفۂ فطرت کی آیات کو آیات اللہ کہہ کر اور تمام کائنات کو انسانی جد و جہد کا

---

(۱) تین جگہ رب کا لفظ ہے یعنی آسمانوں اور زمین کو فروغ اسی سے ہے اور دنیا کی قوموں کو فروغ صحیفۂ فطرت کے ذریعے سے دیتا ہے۔ تدبر!

(۲) یہی اَلْعَزِيزُ الْحَكِيمُ کے الفاظ سُورۃ الجاثیہ کے شروع میں ہیں۔

Marfat.com

انعام قرار دے کر، وہ راہ عمل دکھلا دی ہے جو بالآخر اس کی ملاقات زمین و آسمان کے مالک سے کرا کر رہے گی۔

سورۂ النحل کے عظیم الشان سبق اور پہلی دفعہ ہجرت بلکہ کفارِ مکہ کے خلاف مستقل مزاجی سے جہاد کے احکام؛

سورۃ الجاثیہ کے بعد سورۃ النحل (۱۶) نازل ہوئی جس کا حجم ۲۶۳ سطریں ہیں۔ اس سورت کے نمایاں خد و خال جیسا کہ آگے چل کر واضح ہوگا سورۃ الجاثیہ سے ملتے جلتے ہیں اور صحیفۂ فطرت کی طرف متوجہ کرنے کی ترغیب اس سورت میں بھی بدستور جاری ہے۔ کفارِ مکہ کی طرف سے ایذادہی کے ماحول ہے جو زور شور سے جاری تھا، بدستور بے نیازی ہے۔ البتہ اس سورت میں پہلی دفعہ ہجرت کرنے کا واضح اشارہ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول صلعم اس دھن میں تھے کہ بالآخر مکہ کو چھوڑنا پڑے گا۔ اس لئے اپنی مختصر جماعت کو ابھی سے اس مطلب کے لئے تیار کیا جائے۔ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ [1] : (۱۶/۶) آٹھ رکوع کے بعد پھر اسی ہجرت کی طرف دوسرا اشارہ ہے اور ایمان لانے والوں کو مصیبت میں صبر و استقلال اختیار کرنے کی تلقین بلکہ نرم الفاظ میں **جہاد** کرنے کا خفیف سا کنایہ بھی کر دیا ہے:۔ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ [2] (۱۶/۱۴) پھر مردار گوشت اور خون اور سور کے گوشت کو اس سورت میں حرام قرار دیا لیکن ابھی تک شراب کو حرام نہیں کیا بلکہ کھجوروں اور انگوروں میں سے نشہ دار شراب نکالنے کو رزق حسن یعنی عمدہ روزی قرار دیا۔ پھر اخیر میں کہا ہے کہ کفار کی ایذادہی کے بالمقابل صبر کرو اور رسول صلعم کو کہا کہ غم نہ کرو اور نہ ان تدبیروں کے خلاف اپنی جان کو تنگی اور تکلیف میں ڈالو جو یہ کفارِ مکہ کر رہے ہیں۔ سورت کے اہم حصوں کا سلسلہ وار ایضاح حسب ذیل

---

(۱) ترجمہ:۔ اور وہ لوگ جنہوں نے خدا (کا نام بلند کرنے) کی خاطر ان پر (پے در پے) مظالم ہونے کے بعد ترک وطن (اس نیت سے) کیا کہ وہ بالآخر دین خدا کو دنیا پر غالب کر دیں) تو ہم ضرور بالضرور اُن کو اسی دُنیا میں نہایت عمدہ جائے پناہ دیں گے اور آگے چل کر آخرت کا اجر تو اس سے بھی زیادہ ہوگا۔ اے کاش کہ وہ اس کا علم رکھتے؛

(۲) ترجمہ:۔ پھر ان حالات کے بعد تو بے شک تیرا رب ان لوگوں (کے ساتھ ہوگا) جنہوں نے (ناقابلِ برداشت) ایذاؤں کے بعد (خدا کے دین کو بلند کرنے کی خاطر) ہجرت کی اور پھر اس کے بعد جہاد (تلوار سے) کر کے (کفار پر غالب آئے) اور مستقل مزاج رہے: تو ایسے لوگوں کے لئے خدا ضرور بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ ان دونوں آیتوں میں ہجرت اور جہاد کے احکام صرف اشارے کے طور پر ہیں تاکہ کفارِ مکہ زیادہ مخالفت پر آمادہ نہ ہوں اور ابھی سے رکاوٹیں نہ ڈالنے لگیں۔

Marfat.com

الفاظ میں رکوع وار کیا جاتا ہے :-

سُورۂ النحل کے رکوع وار مطالب !

(۱) اَے کافرو ! ہلاکت کا حکم آنے والا ہے ، اِس لئے جلدی نہ کرو۔ وہ خدا جس کو مناسب سمجھتا ہے اُس پر اپنے فرشتے اور اپنے قانون کا لُبِ لُباب : یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝ (۱۶/۲) نازل کر دیتا ہے کہ صرف خدا کے قانون ہی سے ڈرو اور اُس کے سوا کوئی حاکم نہیں۔ اُس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ، اِس لئے کوئی خدا کے برابر نہیں۔ اسی نے اِنسان کو گندے پانی کے نطفے سے پیدا کیا اور اب وہ بیباک ہمارا کھلا دشمن ہے !

اسی خدا نے چار پایوں کو پیدا کیا جن میں تمہیں گرم رکھنے والے اُن کے چمڑے اور دُوسرے فائدے اور گوشت کا فائدہ ہے۔ تم ان مویشیوں کو صبح شام اپنی زینت کے لئے استعمال کرتے رہو۔ وہ تمہارے بوجھ اٹھاتے ہیں اور گھوڑے خچر اور گدھے سواری اور زینت کے لئے اور کئی اور مخلوق جن کو تم جانتے ہی نہیں ، پیدا کئے : وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (۱۶/۸)

(۲) اسی خدا نے آسمان سے پانی ، پینے ، اُگانے اور مویشیوں کو چرانے کے لئے اتارا۔ اسی پانی سے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور باقی پھلوں کے درخت اُگائے۔ اِن میں غور و فکر کرنے والی قوم کے لئے ایک آیت ہے۔ پھر دن اور رات اور سُورج اور چاند اور ستاروں کو مسخر کیا۔ ان میں عقلمند قوم کے لئے بہت سی آیات ہیں اور زمین میں مختلف رنگوں کی اور اشیا بھی ہیں جس میں غور کرنے والی قوم کے لئے ایک آیت ہے اور اسی خدا نے سمندر کو مسخر کیا تاکہ اِس میں سے تازہ گوشت اور پہننے کے موتی نکالو اور اسی سمندر کو کشتیاں پھاڑ کر نکل جاتی ہیں اور اِس لئے کہ تم اِس سمندر سے تجارتی فوائد حاصل کرو۔ اور زمین میں بڑے بڑے عظیم الشان پہاڑ (مناسب جگہوں پر) کھڑے کر دیئے تاکہ (گردش کرتے کرتے) زمین ایک طرف کو جُھک نہ پڑے (اور اُس کی گردش یکساں ہو اور علم الجمعیات کی رُو سے اُس کا ثقل یکساں رہے)۔ اور دریا اور راستے بنا دیئے تاکہ تم راہ پاؤ اور ستاروں سے بھی راستہ معلوم کرو اور خدا کی نعمتیں تو بے شمار ہیں۔

(۳) اور (باوجود ان تمام باتوں کے جو تمہیں بتائی جا رہی ہیں) کفارِ مکہ اِس سوال کے جواب میں کہ خدا نے تم پر کیا عجیب و غریب معلومات والی کتاب اتاری ، کہتے ہیں کہ یہ تو وہی پُرانے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ افسوس کہ کیا بڑا بوجھ ہے جو یہ لوگ اٹھا رہے ہیں !

(۴) ہاں ایسا مکر اِن سے پہلوں نے بھی کیا تھا تو خدا نے ان کی عمارت بُنیادوں سے گرا دی اور ان پر چھت گر پڑی اور ان کو ایسا پکڑا کہ اُن کو خبر ہی نہ ہوئی کہ عذاب کیونکر آیا۔ اور جب خُدا سے ڈرنے والوں سے پوچھا جاتا ہے کہ خدا نے تم پر کیا اتارا ، تو وہ کہتے

Marfat.com

ہیں کہ جو کچھ بھیجا بہت ہی اچھا بھیجا۔ تو اِن لوگوں کو بہت ہی عمدہ اِنعامات یعنی سرسبز باغوں کی بادشاہت، جن کی زمینوں میں عظیم الشان دریا ہوں گے، ملیں گے اور فرشتے ان پر سلام بھیجیں گے۔

(۵) ہم نے ہر اُمت میں ایک رسُول اِس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ خُدا کے ملازم بن جاؤ۔ پھر بعض ہدایت پا گئے، بعض نے سرکشی اور گمراہی اختیار کی تو جاؤ، زمین میں چلو پھر کر ان گمراہوں کا انجام کیا دردناک ہُوا!

قرآن میں از خود تدبّر کا پہلا حکم

(۶) اور جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ لگے رہنے کے باعث ہجرتِ وطن کی بعد اِس کے کہ ان پر ظلم ہُوا تو ہم اُن کو اِس دُنیا میں عمدہ ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا اجر اِس سے بھی زیادہ ہے ..... ہم نے تم پر قرآن اِس لئے اُتارا کہ تم واضح کر دو کہ ان پر کیا اتارا گیا اور نیز یہ کہ وہ خُود بھی غور و فکر کریں۔

(۷) اور اللہ کے سامنے تو ہر شئے جو زمین و آسمان میں چلنے والی ذی حیات مخلوق اور غیر ذی حیات فرشتوں میں سے ہے، سرِتسلیم خم کر رہی ہے اور وہ اکڑ نہیں کرتے اور اللہ سے ڈرتے ہیں اور جو حکم اُن کو ملتا ہے، فوراً بجا لاتے ہیں۔

(۸) ...... اور اللہ اگر انسانوں کو اُن کی نافرمانی کے بدلے میں پکڑتا تو زمین پر ایک چلنے والا وجود باقی نہ رہتا لیکن وہ اُن کو ایک وقتِ مقرّر تک ڈھیل دیتا ہے (تاکہ وُہ باز آجائیں)۔ پھر جب اُن کی بدکرداری کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے تو ایک گھڑی اِدھر نہ اُدھر باقی رہ سکتے ہیں.... اور ہم نے قرآن تجھ پر اِس لئے اُتارا کہ تو اُن پر وہ شئے واضح کر دے جس میں بنی نوع اِنسان اِختلاف کر رہے ہیں تاکہ اتحاد کے بعد اُن کے لئے قرآن باعثِ ہدایت درُست ثابت ہو جائے۔

(۹) اور مویشیوں میں تمہارے لئے عبرت ہے اور گوبر اور خون کے درمیان میں سے جو خالص دُودھ ہم اُن کے پیٹوں سے نکالتے ہیں، تمہیں پلاتے ہیں اور کھجوروں اور انگوروں کے پھل جن سے تم نشہ دار شراب اور عُمدہ رزق نکالتے ہو، یہ بھی باعث عبرت ہیں۔

(۱۰) اور غور کرو کہ ہم نے شہد کی مکھی پر وحی کر دی کہ پہاڑوں میں اور درختوں اور اُونچی جگہوں پر اپنے چھتے بناؤ (تاکہ باہر کے گزند سے محفوظ رہو)۔ پھر ہر قسم کے پھلوں سے رس چوس کر شہد بناؤ اور اللہ کے رستے پر چلتے رہو۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اِس مکھی کے پیٹ سے مختلف رنگوں کا شہد تیار ہوتا ہے جو اِنسانوں کے لئے (کئی بیماریوں کی) شفا ہے۔ اِس میں غور و فکر کرنے والی قوم کے لئے ایک آیت ہے۔

اغنیاء کی غُربا میں مال کی برابری کی تقسیم!

(۱۱) اور اللہ نے تم کو ایک دُوسرے پر رزق میں فضیلت دی ہے تو جن لوگوں پر خُدا کا فضل ہے۔ وہ اپنے ماتحت غریب لوگوں پر

Marfat.com

اپنا مال اِس طرح تقسیم نہیں کرتے کہ دونوں برابر مالیت کے ہو جائیں۔ تو کیا یہ لوگ اللہ کی دی ہوئی نعمت سے انکار کرتے ہیں۔

(۱۲) اور خدا نے تم کو اپنی ماؤں کے پیٹ سے نکالا اِس حالت میں کہ تم کسی شے کا علم نہ رکھتے تھے۔ پھر تم کو کان، آنکھ اور ذہن عطا کئے تاکہ تم اُن کی قدر دانی کرو (اور ان کا صحیح اِستعمال صحیفۂ فطرت کے مُطالعے کے متعلق کرو)۔

کیا تم نے پرندوں کی طرف نظر نہیں کی جو کہ خلائے آسمان میں پکڑے ہوئے ہیں۔ اُن کو سوائے خُدا کے کون تھامتا ہے۔ اِس میں ایماندار قوم کے لئے بہت سی آیات ہیں جن سے وُہ سبق لے سکتے ہیں!

یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو خوب جانتے ہیں لیکن پھر انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر کافر ہیں۔

قرآن میں ہر شئے کی تفصیل ہے!

(۱۳) اور ہم نے اَے محمدؐ! تم پر یہ کتاب اَیسی اُتاری ہے کہ اِس میں ہر شئے کا مفصل بیان ہے اور تسلیم کرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

(۱۴) خدا حکم دیتا ہے کہ ہر معاملے میں عَدل کرو (یعنی اِعتدال اختیار کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو) اور (دُوسروں کے ساتھ) نیکی کرو، اور اپنے قرابت داروں کی اِمداد کرو۔ وہ بے حیائی اور بدکرداری اور سرکشی سے روکتا ہے۔ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم عبرت پکڑو۔ اور اللہ کے اِقراروں کو جب تم نے آپس میں عہد و پیمان کر لیا (بہرحال) پُورا کرو اور پکا کر لینے کے بعد اپنی قسموں کو ہرگز نہ توڑو۔ درآنحالیکہ تم نے اپنے قول و قرار پر خدا کو ضامن بنایا ہے کیونکہ درحقیقت خدا، جو کچھ تم کرتے ہو اُس کا علم رکھتا ہے۔

بنی نوع اِنسان ایک اُمت ہیں!

اور اگر خدا مناسب سمجھتا تو تم بنی نوع انسان کو ایک اُمت بنا دیتا (لیکن تم چونکہ اپنی مرضی کے مالک ہو) اِس لئے جس کو مناسب سمجھتا ہے گُمراہ کر دیتا ہے اور جس کو مناسب سمجھتا ہے راہ راست پر لے آتا ہے اور ضرور ہے کہ تم بنی نوع اِنسان سے (جو فساد تم اِس زمین پر بنے گروہ در گروہ ہونے کے باعث مچا رہے ہو اور جس طرح پر زمین کے اَمن کو برباد کر رہے ہو) تمہارے اعمال کے متعلق پُوری گرفت ضرُور کرے گا۔

(۱۵) اور اَے محمدؐ! جب ہم (صُورتِ حال اور احوال کے بدلنے کے باعث) ایک حُکم کو (جو ایک خاص وقت کے لئے نازل کیا گیا تھا) دُوسرے حکم سے بدلتے ہیں تو یہ کفارِ مکہ (جھٹ) تمہیں کہہ دیتے ہیں کہ تم (خدا پر) اِفترا باندھ رہے ہو (خدا تو کبھی کچھ اور کبھی کچھ حکم نہیں دیا کرتا)۔ حقیقت یہ ہے کہ اِن میں سے اکثر کو علم ہی نہیں کہ احکام کیوں بدلے گئے۔ اے محمدؐ! انہیں کہہ دو کہ اِس قرآن کو رُوح القدس نے تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق اس لئے اُتارا کہ ایمان لانے والے لوگوں کو مضبوط کر دے اور مسلمانوں کے لئے

یہ قرآن ہدایت اور بشارت ثابت ہو۔

پھر دُوسری بار اعلان کیا جاتا ہے کہ درحقیقت تیرا پروردگار ان لوگوں کے ساتھ ہے جو مُبتلائے مصیبت ہونے کے بعد ہجرت کر گئے پھر انہوں نے جہاد کیا اور جمے رہے۔ بے شک تیرا پروردگار اس کے بعد اُن کے گناہوں سے درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا بہت ہوگا۔

(۱۶) سردست خُدا نے تم پر مُردار گوشت، خون اور سؤر کا گوشت اور وہ گوشت جو ماسوائے خُدا کے کسی دُوسرے معبُود کے نام پر حلال کیا گیا ہو، حرام کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی سرکش اور حدودِ خدا سے بڑھنے والا نہ ہو کر بے بسی اور مجبوری میں ان چیزوں کو کھالے تو خُدا بے شک اُس کو مُعاف کرنیوالا اور اُس پر رحم کرنے والا ہوگا۔

(۱۷) (اَے محمدؐ! ان حالات میں کہ تم کمزور اور بے بس ہو، ان کفار کو) اپنے پروردگار کے رستہ پر حکمت اور عمدہ نصیحت کرکے بُلایا کرو اور ان سے اچھے طریقے پر بحث کیا کرو (کہ لڑائی تک نوبت نہ پہنچے)۔ بے شک تیرا رب خُوب جانتا ہے کہ کون اُس کے بتائے ہُوئے رستہ سے بھٹک گیا اور کون راہِ راست پر ہے۔ اور اگر تم ان کفار پر سختی بھی کرو تو صرف اتنی کہ جتنی سختی تم سے کی گئی ہو۔ اور اگر تم صبر کرو تو اور بھی اچھا ہے۔ ہاں صبر کرو کیونکہ تمہارا صبر بھی اللہ کی خاطر ہی ہے اور ان کے متعلق غم نہ کرو اور نہ ان تدبیروں کے متعلق جو یہ تمہارے متعلق کر رہے ہیں، دل تنگ ہو جاؤ، کیونکہ خُدا بے شک اُن کے ساتھ ہے جو قانونِ خُدا سے ڈرتے رہتے ہیں اور عُمدہ عمل کرتے ہیں۔

سُورۃ النحل کی تعلیم کا خلاصہ!

اِس سُورت سے جو مُستقل سبق اخذ ہوتے ہیں، حسبِ ذیل ہیں:-

(۱) خُدا نے ایسی مخلوق بھی پیدا کی ہے جس کا انسان کو سرے سے علم ہی نہیں۔ دیکھو اُوپر (۱) (۲) آسمان سے جو پانی زمین پر گر کر پھلوں کو اُگاتا ہے اُس میں غور و فکر کرنے والی قوم کے لئے ایک آیت ہے، دن رات سُورج اور چاند کے مسخر کرنے میں عقلمند قوم کے لئے بہت سی آیتیں ہیں جو باعث ہدایت بنی نوع انسان ہو سکتی ہیں، زمین میں مختلف رنگوں کی جو مخلوق پیدا ہوتی ہے، اُس میں غور کرنے والی قوم کے لئے ایک آیت ہے، دیکھو اوپر (۲) (۳) زمین پر جو پہاڑ ہیں، اُن کا اپنی اپنی جگہ پر اِس لئے کھڑا کیا ہے کہ زمین اپنی گردش میں ایک طرف کو جُھک نہ پڑے۔ اس سے غالباً اِس کی طرف اشارہ ہے کہ جہاں پہاڑ واقع ہیں وہاں زمین کے اندر کے مادے اِتنے وزنی نہیں، جتنے دُوسری جگہوں کے۔ اِس طرح سے زمین کے ان حصّوں کے حالات دریافت ہو سکتے ہیں جہاں انسان کی رسائی نہیں، دیکھو اوپر (۱) (۴) دُنیا میں اکثر اشیا خدا کی پُوری اطاعت کر رہی ہیں۔ دیکھو اُوپر (۶)۔ (۵) اغنیا کو فقرا پر مال اِس طرح تقسیم کرنا چاہیئے کہ دونوں فریق برابر ہو جائیں دیکھو اوپر (۱۰)۔ (۶) کان، آنکھ اور ذہن سے علم حاصل ہوتا ہے، پرندوں کی پرواز سے انسان کو بہت سے سبق (یعنی آیات) حاصل ہوتے

Marfat.com

ہیں۔ انسان اس سے ہوا میں اُڑنے کا سبق حاصل کرے۔ دیکھو اُوپر (۱۱)۔ (۷) قرآن میں ہر (کارآمد) شے کا مفصل بیان ہے جو انسان کے لئے فائدہ مند ہے۔ دیکھو اُوپر (۱۲)۔ (۸) عدل کرنا، نیک سلوک کرنا، قرابت داروں کی امداد کرنا، بے حیائی کے کاموں سے بچنا، اقراروں کو پورا کرنا زندہ قوم کے افعال ہیں۔ خدا کا منشا یہ ہے کہ بنی نوع انسان ایک اُمت بن کر رہے اور آپس میں تفرقہ پیدا نہ کرے۔ دیکھو اوپر (۱۳)۔

سُورۃ الرّوم میں دینِ فطرت کی حقیقت کی تعریف اور دولت کی برابر کی تقسیم!

سورۃ النحل کے بعد سورۃ الروم (۳۰) نازل ہوئی جس کا حجم ۱۱۱ سطریں ہیں۔ اس سُورت کے شروع میں کفارِ مکہ کے اس طعنے کا جواب ہے کہ ایرانی جو آتش پرست کافر تھے، رُومیوں پر جو عیسائی اور اہلِ کتاب تھے، غالب آگئے۔ اور یہ غلبہ ۵ نبوی میں بُصریٰ اور اذرعات کے مقامات کے درمیان حاصل ہُوا تھا جس میں قیصرِ رُوم کی فوجوں کو قسطنطنیہ تک بھاگنا پڑا تھا۔ کفار مسلمانوں کو کہتے تھے کہ تم بھی اسی طرح مغلوب ہو گے جس طرح مجوسیوں نے تمہارے عیسائیوں کو شکست دی تھی۔ قرآن نے اس طعنہ کا جواب دیا کہ عنقریب آٹھ نو سال (فِیۡ بِضۡعِ سِنِیۡنَ) میں ایرانی مغلوب ہوں گے اور ایسا ہی ہُوا۔ رُومیوں نے ایرانیوں کو نو برس بعد شکست فاش دی۔

صحیفۂ فطرت برحق ہے۔ کائناتِ فطرت ایک مُقرر وقت تک ہے!

اس کے بعد پھر قرآن نے تصدیق کی کہ جو کچھ زمین و آسمان میں پیدا کیا گیا ہے وہ برحق ہے اور صحیفۂ فطرت کی پوری تسخیر و دریافت انسان پر لازم ہے اور اسی تسخیر و دریافت کا لازمی نتیجہ مُلاقاتِ رب ہے: اَوَلَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ ۟ مَا خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَہُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَاِنَّ کَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآیِٔ رَبِّہِمۡ لَکٰفِرُوۡنَ ○ (۳۰/۸) (*) نیز یہ حقیقت بیان کی کہ یہ کارخانۂ فطرت ایک وقتِ مقرر تک ہے، اس لئے یہ ملاقاتِ رب اس مدت کے اندر اندر ہو جانی چاہیئے۔ اس کے بعد یہ سب کائنات فنا کر دی جائے گی۔

دُوسرے رکوع میں پھر کہا کہ جن لوگوں نے ہماری آیات اور ملاقاتِ خدا کے نظریئے کو جھٹلایا وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ : وَاَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَکَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآیِٔ الۡاٰخِرَۃِ فَاُولٰٓئِکَ فِی الۡعَذَابِ مُحۡضَرُوۡنَ ○ (۳۰/۱۶)

(*) ترجمہ: کیا لوگوں نے اپنے نفسوں کے اندر (یعنی بطورِ خود) غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا نہیں کیا مگر یہ کہ ان کی پیدائش حقیقت پر مبنی ہے اور یہ کہ کارخانۂ قدرت ایک وقتِ مقرر تک ہے (جس مقررہ مدت کے اندر اندر اس حقیقت کی تلاش لازمی امر ہے تاکہ خدا کی ملاقات بندے سے لازمی ہو جائے)۔ لیکن (باوجود اس کے) اکثر لوگ خدا سے ملاقات کے منکر ہیں۔

Marfat.com

پھر کہا کہ یہ خدا کی عظیم الشان "آیات" میں سے ہے کہ اُس نے تمہاری تسکین کے لئے تم ہی میں سے تمہارے جوڑے (یعنی بیویاں) پیدا کئے اور تم میں آپس میں محبت پیدا کر دی اور یہ منظر ایسا ہے کہ غور و فکر والی قوم کے لئے اِس میں بہت سی "آیات" حاصل ہوتی ہیں گویا مرد اور عورت کے ازدواجی تعلقات کا جنسی علم بھی وہ علم ہے جس سے اِنسان کو بہت سی معلومات ملتی ہیں۔ اِنسان نے ابھی تک اِس جنسی علم کے متعلق کافی ترقی نہیں کی۔

پھر دعویٰ کیا کہ اِنسان و زمین کی پیدائش میں اور انسانوں کی مختلف زبانوں اور ان کے جسموں کے مختلف رنگوں کے مطالعوں میں بہت سی آیات صاحبِ علم لوگوں کے لئے ہیں: وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ○ : (۳۰)

پھر کہا کہ دن کو تمہارا کاروبار میں لگ جانا اور رات کو تمہارا سو رہنا وہ مناظر ہیں جن میں اُس قوم کے لئے جو اپنے سمع کا استعمال کرتی ہے۔ لِقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ بہت سی آیات ہیں جو اِنسان کے فائدے کے لئے ہیں۔ یہ نیند کے متعلق معلومات ابھی انتہائی ابتدائی منزل میں ہیں اور انسان نے نیند کے متعلق ابھی کافی سوچ بچار نہیں کی۔ نیز یہ بھی ایک معمّا ہے کہ اِنسان کے کان کا نیند کے علم میں کیا دخل ہے؛

پھر کہا کہ یہ بھی خدا کی "آیات" میں سے ہے کہ وہ تمہیں آسمان کی بجلی کو خوف اور نفع دونوں نقاطِ نظر سے دکھلاتا ہے اور آسمان سے پانی گرا کر زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ ان سب میں عقلمند قوم کے لئے کئی "آیات" ہیں جو انسان کے لئے مفید ہیں۔ بجلی سے نفع حاصل کرنے کے اشارے سے یقیناً وہ معلومات مُراد ہیں جو اب صدیوں کے بعد انسان نے بجلی سے روشنی بنا کر اور مشینیں چلا کر حاصل کی ہیں۔

دولت کو برابر تقسیم کرنے کا دوبارہ حکم

پھر کچھ دُور آگے چل کر چوتھے رکوع میں دُوسری بار کہا کہ تم اِنسان وہ نفس پرست ہو کہ تم کبھی یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ اپنی دولت میں اپنے ماتحت غریبوں اور مسکینوں کو برابر کا شریک کر دو۔ تم ان سے بھی اتنا ہی غیریت کا سلوک کرتے ہو جتنا کہ تم ان لوگوں سے ڈرتے ہو جو تمہارے برابر کے ساتھی ہیں۔ عقلمند اور اشارے سمجھنے والی قوم کے لئے ہم یہ آیات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں: هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاۗءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ : (۳۰) مقصد یہ ہے کہ انسان دُوسرے اِنسان کو اپنا صحیح معنوں میں ساتھی کبھی نہیں بنانا چاہتا اور اپنے نفس کے باعث انتہائی تفریق و شکست میں مُبتلا ہے جو اُس کے لئے باعثِ ہلاکت ہے۔ پھر بطور نتیجہ کے حسبِ ذیل الفاظ میں واضح کیا:-

Marfat.com

دین فطرت کی تعریف !

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ
ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا
لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ (۳۰/۴)

(تو اے محمدؐ!) تو اپنی توجہ خالصتہً اور سب سے منہ موڑ کر اس راہ عمل کی طرف لگا دو (جو تجھ کو بتلائی گئی ہے) یہ راہ عمل خدا کی بنائی ہوئی وہ فطرت ہے جس پر اس نے تمام بنی نوع انسان کو پیدا کیا (اور یاد رکھو کہ) خدا کی پیدائش میں کسی تبدیلی کا امکان نہیں۔ یہی مضبوط اور سیدھا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے۔ اور وہ دین یہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان اسی ایک ذات باری کی طرف رجوع کریں اور صرف اسی کے قانون سے خوف زدہ رہ کر الصلوٰۃ پر قائم رہو (جس میں اونچے نیچے امیر غریب سب کو ایک قطار میں یکساں طور پر خدا کے آگے جھک جانے کا حکم ہے) اور ہرگز ان ماسوا پرستوں میں سے نہ ہو جانا جو (وہ لوگ ہیں جنہوں نے مختلف خداؤں کے پیچھے لگ کر) اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور گروہ در گروہ بن گئے۔ اب ہر گروہ اس بات پر خوش ہے جو (اس نے تفرقہ پیدا کرنے کے لئے) اپنے پاس (سے بنالی) ہے۔

دین فطرت غریب اور امیر میں فرق نہیں کرتا !

پھر اسی اوپر کے محاکمہ کے تسلسل میں کہ امیر برداشت نہیں کر سکتا کہ غریب کو اپنا برابر کا ساتھی بنائے، انسان کو کہا کہ اس دین قیم پر چلے جو خدا کی بنائی ہوئی فطرت ہے۔ وہ فطرت یہ ہے کہ چونکہ تمام انسان ایک نوع سے ہیں، اس لئے سب انسان غریب ہوں یا امیر، گورے ہوں یا کالے، ایک قوم کے ہوں یا دوسری قوم کے، برابر ہیں اور اس لحاظ سے ان میں کامل یک جہتی اور اتحاد و اتفاق ہونا چاہیئے، اسی چوتھے رکوع میں کہا:-

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝
فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ
وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ
وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝ (۳۰/۴)

کیا ان تفرقہ پرداز لوگوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ خدا جس کو مناسب سمجھتا ہے رزق کی فراخی دے دیتا ہے اور جس کو مناسب سمجھتا ہے ایک اندازہ کے مطابق دیتا ہے۔ بے شک اس واقع الامر میں اس قوم کے لئے جو خدا کے عدل و توازن پر پورا ایمان رکھتی ہے، بہت سی آیات ہیں جو اس کو ہدایت دے سکتی ہیں۔ تو ان سب باتوں کو ملحوظ نظر رکھ کر اے محمدؐ! تو اپنے قرابت داروں کو ان کا حق دے دے

Marfat.com

(تاکہ تیری بے انصافی کے باعث بنی نوع انسان میں پھوٹ پیدا نہ ہو) اور مسکین کو اس کا حق دے اور مسافر کو اُس کا حق دے۔ یہی بات بہتر ہیں اُن لوگوں کے لئے ہے جو اللہ کی رضامندی چاہتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو (بالآخر اُس دُنیا میں) کامیاب ہو کر رہیں گے اور (ان کفار مکہ کو جو محبتِ مال میں مست ہیں اور قوم کی بہتری کے لئے ایک پیسہ کی قربانی نہیں کرتے، کہو کہ) جو کچھ تم سُود پر دیتے ہو تاکہ لوگوں کا مال بڑھتا ہی بڑھتا جائے تو درحقیقت وہ خدا کے نزدیک بڑھتا قطعاً نہیں بلکہ تمہیں مال مست بنا کر تمہاری قوم کو ہلاکت کے نزدیک تر لا رہا ہے) اور جو کچھ خدا کی رضامندی سمجھ کر زکوٰۃ کے طور پر دیتے ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جو (قوم کے مال کو) بڑھا رہے ہیں (اور اُس کو زندگی اور مضبوطی کے مقام تک پہنچا رہے ہیں)۔

پھر اُس تمام حکمت اور استدلال کو اور واضح کرنے کے لئے ایک آیت کے بعد ہی کہہ دیا:۔

دینِ قیّم کیا ہے؟

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي
عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ○ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ
قَبْلُ ۚ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ○ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ
لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ○ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ
يَمْهَدُونَ ○ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ○ (۳/۵)

(اے محمدؐ!) بنی نوع انسان کے اپنے ہاتھوں اِس زمین کے برّ و بحر میں فساد ظاہر ہو چکا ہے تاکہ خدائے زمین و آسمان ان کو اُن کے بعض اعمال کا مزا اس لئے چکھائے کہ شاید وہ راہِ راست پر آجائیں۔ انہیں کہہ دو کہ جاؤ زمین پر چلو پھرو اور دیکھو کہ ان سے پہلے ان قوموں کا کیا حشر ہوا جو اکثر مشرک اور ماسوا پرست تھیں۔ تو اے رسولؐ! تُو اپنی توجہ اُس مضبوط دین کی طرف لگائے رکھ پیشتر اس کے کہ وہ کڑا وقت آپہنچے جس سے چھٹکارا خدا کے عذاب کے باعث نہ ہوگا اور لوگ اُس دن الگ الگ (اپنے عملوں کے مطابق) تقسیم کر دیئے جائیں گے (اور عذابِ خدا سے بچنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ سکے گی) (اصل بات تو یہ ہے) کہ جس نے خدا کے قانون سے انکار کیا تو اس انکار کے نتائج کی ذمہ داری اسی پر ہے اور جس نے صالح عمل کیا تو وہ بھی اپنی ہی بہتری کی تیاری کر رہے ہیں۔ اور یہ سب کچھ اُس لئے ہے کہ خدا ایماندار اور صالح عمل والی قوم کو اپنے انعام سے جزا دے، کیونکہ وہ درحقیقت کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

اگلے رکوع کا مقصد پھر اسی عذابِ خدا کو بار بار یاد دلا کر کفار کے دلوں میں خوف پیدا کرنا ہے کہ اُن کا حشر بُرا ہوگا۔

Marfat.com

دینِ اسلام کے عالم آرا اور دُنیا گیر "مذہب" بالآخر ہو جانے کا بیّن ثبوت !

۷ نبوی سے ۱۰ نبوی تک کی دس سورتوں میں سے (جب کہ رسولؐ خدا شعب ابی طالب میں مقید تھے اور کفّارِ مکّہ نے زندگی کی اکثر سہولتیں اُن پر حرام کر دی تھیں) پہلی پانچ سورتوں یعنی سورۃ السجدہ (۳۲) سورۃ حٰم السجدہ (۴۱)، سورۃ الجاثیہ (۴۵)، سورۃ النحل (۱۶) اور سورۃ الروم (۳۰) کے مطالب اُوپر کی سطور میں واضح کر دیئے گئے ہیں۔ ان سورتوں کے مجموعی مطالعے سے جو شے نمایاں ہے، یہ ہے کہ ان میں قرآن کے فقروں کو آیات کہنے کے علاوہ مظاہرِ فطرت کو بھی آیات بلکہ آیات اللہ کہا گیا ہے اور بڑے ولولے سے "ایمان والی"، "فہم والی"، "یقین والی"، "عقل والی"، "غور و فکر والی"، "عبرت پکڑنے والی"، "سننے والی"، "علم والی قوموں"[x] کو کہا ہے کہ وہ ان مظاہر سے آیاتِ خدا کی تلاش شدّ و مدّ سے کریں۔ چنانچہ سورۃ السجدہ میں ایک دفعہ، سورۃ حٰم السجدہ میں دو بلکہ تین دفعہ، سورۃ الجاثیہ میں پانچ دفعہ، سورۃ النحل میں نو دفعہ، سورۃ الروم میں چھ دفعہ ان قوموں کی طرف خطاب ہے اور ساتھ ہی **مُلاقاتِ ربّ** اور **یوم فتح** کا ذکر ہے جس مرحلے تک پہنچنے کا ذریعہ آیاتِ خدا کی تلاش اور جدّ و جہد کی فراوانی قرار دیا ہے۔ ایک ایسی کتاب کے لئے جس کی تمام بُنیاد حقیقت اور علم پر ہو، بنی نوع انسان کو ایسا سبق دینا لازمی تھا اور ایسے سبق کو جو کروڑوں انسانوں کی صدیوں تک جدّ و جہد کرنے کے بعد بھی ختم نہ ہو سکتا تھا، انسان کا دائمی دستور العمل بنا دینا بلکہ اس کو دین و ایمان، علم و یقین اور غور و فکر کی بُنیاد قرار دینا ہی اسلام کے عالم آرا اور دُنیا گیر مذہب (یعنی راہ عمل) ہو جانے کا بیّن ثبوت ہے۔ انہی معنوں میں قرآن عظیم کے متعلق تِبۡیَانًا لِّكُلِّ شَیۡءٍ[1] (۸۹/۱۶) ہونے کا دعویٰ محقق ہے اور اسی بنا پر وہ ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ[2] (۵۲/۶۸، ۲۷/۸۱) ہے۔ ہر قوم جو آیاتِ خدا کی تلاش میں لگی ہے، دائرۂ اسلام میں داخل ہے۔ جہاں جہاں انسان کو فطرت کے مطالعے سے کوئی راحت بخش ایجاد ملتی ہے وہ قُرَّةَ اَعۡیُنٍ[3] (۷۴/۲۵) یعنی "آنکھوں کی ٹھنڈک" میں داخل ہے جوں جوں علم کے زور سے فطرت کا راز اور اس کے ممکنات عیاں ہوتے جا رہے ہیں، علمی ایجادیں سَنُرِیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ[4] (۵۳/۴۱) کے وعدے کی تکمیل کے طور پر ہیں۔ آج انہی آنکھوں

(x) قوم کا لفظ اگرچہ قرآن عظیم میں کسی مخصوص گروہ مثلاً قوم نوح، قوم ابراہیم وغیرہ کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے لیکن متذکرہ صدر آیات لقوم یعقلون وغیرہ میں اس کا مفہوم صرف وہ لوگ ہیں جو عقل رکھتے ہیں، علم رکھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ وہ کسی "مذہب" قوم یا ملک کے لوگ ہوں۔ اس لحاظ سے قرآن کا یہ خطاب بنی نوع انسان کی طرف ہے اور ہر ملک، قوم اور مذہب کے لوگوں کو آیاتِ خدا مل سکتی ہیں، اسی لحاظ سے قرآن ذکر للعلمین ہے (۱) ترجمہ: قرآن ہر شے کی تفصیل ہے (۲) ترجمہ: تمام دنیا کے لئے (باعثِ عبرت و نصیحت ہے (۳) ترجمہ: آنکھوں کی ٹھنڈک (۴) ترجمہ: ہم عنقریب ان کو اپنی آیتیں دکھلا دیں گے جو صحیفۂ فطرت کے گوشے گوشے (آفاق) میں ہیں۔ صحیفۂ فطرت میں آیاتِ خدا کو تلاش کرنے کی اس ترغیب سے جو ان آیاتِ قرآن میں ہے واضح ہو جاتا ہے کہ بنی نوع انسان پر آئندہ چل کر یوم فتح ضرور آنے والا ہے جس دن کو کائنات کی پیدائش کا راز کھل کر رہے گا اور وہی دن فاطر زمین و آسمان سے ملاقات کا دن ہو گا۔

کی ٹھنڈ کون" اُور جد وجہد کے نتیجوں کو پاکر انسان آسمانوں میں اُڑ رہا ہے اور برّ و بحر پر اُس کی حکومت مکمل ہو رہی ہے۔ اس سورت سے پہلے سورۂ کہف (۱۸) میں انہی دریافتوں اور ایجادوں کی وجہ سے آیاتِ فطرت کو کلماتُ رَبِّی[+]: (۱۶؍۱۲) کہا تھا، بلکہ کہا تھا کہ اگر تمام درخت قلم بن جائیں اور سات سمندر سیاہی ہو جائیں تو کلمات رب ختم نہیں ہو سکتے!! ان امور کی تفصیل اپنے مقام پر آ چکی ہے یا آگے آئے گی۔ سردست صرف یہ بتلانا ہے کہ فطرت کی دریافتوں کو آیات خدا کہنا یا صحیفۂ فطرت کو واحد حقیقت قرار دینا خدا کا حق ہے کیونکہ فطرت کا خالق، باعثِ اوّل اور آمر وہی ہے! انسان خدا پر ایمان ہرگز نہیں رکھ سکتا جب تک کہ سب سے پہلے اُس کی بنائی ہوئی فطرت کے برحق اور مصدرِ حقیقت ہونے پر مکمل ایمان نہ رکھے۔ یورپ، رُوس اور امریکہ کی زندہ قومیں آج یہی کر رہی ہیں اور اس لئے اُن کا خدا پر ایمان قولی ایمان والی قوموں سے بدرجہا افضل، بدرجۂ اُولیٰ مکمل، اور منطقی طور پر سب سے زیادہ نفع مند، نتیجہ خیز اور لائق تبریک و تہنیت ہے۔ اسی لئے ان کو فطرت کے خزانۂ عامرہ سے بے اندازہ انعام مل رہے ہیں اور مسلمانوں کو خدائے عادل کئی صدیوں سے پوچھتا تک نہیں! فتدبر۔

وہی قوم خدا سے مُلاقی ہونے کا دعوےٰ کر سکتی ہے جو فطرت کے چپّے چپّے کی چھان بین کر کے خدا کو فی الحقیقت ڈھونڈ رہی ہے۔ گوشوں میں آنکھیں بند کر کے، اونگھ اونگھ کر یا اللہ اللہ جپ کر خدا کو ڈھونڈنا دانشمند قوموں کا شیوہ نہیں، باؤلوں اور بے شعوروں کا فعل ہے۔ اسی بنا پر میں نے اپنی آخری قید کے دوران میں کہا تھا۔[×] ؎

کہاں نصیب یہ رُتبہ مری ممتؔ کو | جھپٹ کے قبضے میں لے لوں تن دل آزار کو
چُھپا رکھا ہے کہاں پردۂ باعثِ عالم | ملوں تو غصّے میں اَرض و سما کے پہنا کو
وہ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا کو دو تنبیہہ | کہ گم نہ کر دے خلافت کے منصبِ اعلیٰ کو (تحت زیبا؟)
کہاں ہے وہ ھُوَ الْاَوَّل کہ جس نے بالآخر | بشر پہ ختم کیا جگ کے اس تماشا کو

(+) قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ○: (۱۶؍۱۲) نیز سورۂ لقمان (۲۱) میں جو بعد میں نازل ہوئی کہا: وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○: (۳؍۱) یعنی اگر رُوئے زمین کے سات سمندر سیاہی اور درخت قلمیں بن جائیں تو کلماتِ ربّ ختم نہیں ہو سکتے۔ گویا صحیفۂ فطرت کی آیات جن کو "آیات اللّٰہ" یا "کلمٰتِ ربّ" کہا گیا ہے، لامتناہی ہیں۔

(×) ۹ اور ۱۰ نومبر ۱۹۵۸ء کو یہ نظم دو گھنٹے میں لکھی گئی تھی۔

مری نگہ میں نہ زیبا ہے مردِ آدم کو
کہ ہو ہوا کے رکھے بند چشم بینا کو

مچا رکھا ہے اِک ہنگامہ چار سُو جگ میں
کوئی سمجھا دے اُس آرائے حشر برپا کو

وہ ناخلف بشر اُس علم پر بھی ہے عاجز
کہ جس نے ڈھانپ رکھا ہے عَلّم کے اسمآ کو

ملک تو سجدہ و تقدیس سے ہی جا پہنچے
سُنا دو طعنہ بشر مدعیٔ اللہ کو،

نہ کر دے گُم کہیں غفلت میں رہبریٔ جہاں
خبر کرو مرے سمع و بصر کے دارا کو

ہوا ہے راز کہیں مُلّوں سے بھی مستور!
اُٹھاؤ راہ سے اِس مسجد و مصلاّ کو

ملاّئے دب اگر ہے وہ علیم بشر
جو جانتا ہے عیاں حُسن کے تقاضا کو!

تمہارے کام کا قرآں رہا نہیں دے دو
غرض سے نفع کی مغرب کے مردِ دُنیا کو

خدائے عالیاں کی تلاش ہر سُو ہے
فلک پہ چڑھ کے، یہ کہہ دو امام و مُلاّ کو

ہے عشق جہدِ مسلسل، تب و تواں، تگ و دو
کہاں ہے جگہ یہاں لُطف کو، مدارا کو

جو وصل کی ہے تمنا حریف اُس کے بنو
عمل میں لاؤ اُس ادراک بے تحاشا کو

منائے ہونگے بہت دین پہ مشرقی کے سوا
کہاں منا لوگے اِس مردِ بے محابا کو!

سُورۂ ھُوْد کے عظیم الشان اور عالم آرا حقائق، ایک آیت میں پورے قانونِ فطرت کا حُسن

سورۂ الرّوم کے بعد سورۂ ھُوْد (۱۱) نازل ہوئی جس کا مجموعی حجم ۲۱۱ سطریں ہیں۔ اِس سُورت کے شروع میں قرآن کے متعلق ایک قابلِ غور دعویٰ حسبِ ذیل الفاظ میں ہے:۔

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ
اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۙ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا
حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ
عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝: (۱۱/۱)

یہ وہ کتاب ہے کہ اِس کی آیات کو ناقابلِ ردّ طور پر مضبوط کر دیا گیا اور پھر انتہائی حکمت اور علم و خبر والے خدا کی طرف سے اِن آیات کی تفصیل کی گئی ہے (اور اِس سب علم و خبر کا خلاصہ یہ ہے کہ اے اِنسانو! فاطرِ زمین و آسمان کے سوا کسی کی ملازمت اختیار نہ کرو درحقیقت میں محمدؐ اِس خدا کی طرف سے تم کو ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔ نیز یہ کہ تم اپنے پروردگار سے اپنے پچھلے گناہوں کے

متعلق پردہ پوشی کی خواہش کر کے اُس کے جاری کردہ قانون کی طرف لوٹ آؤ تو وہ تمہیں ایک وقتِ مقررہ تک عُمدہ سامانِ حیات کر دے گا اور ہر اُس قوم کو جو آگے بڑھنے کی اہل ہے، بڑائی دے گا۔ اور اگر تم نے اُس کے بنائے ہوئے قانون سے رُوگردانی کی تو میں تم پر ایک بڑے دن کے دردناک عذاب کا خطرہ دیکھ رہا ہوں۔

سُورۂ ھُودؔ میں حیرت انگیز علمی حقائق کا اعلان!

مسئلہ ارتقائے انواع اور مسئلہ کشمکشِ حیات، مسئلہ بقائے اصلح و مسئلہ حفظِ نفس،

علم طبقات الارض اور علم اعضار الحیوان کے دقیق مسئلوں کی طرف اشارے!

بنی نوع انسان کے متعلق صحیفہ فطرت کے اُس واحد اور غالب قانون کو اس عمدہ طور پر مختصر کر دینے کے بعد اس سُورت کے پہلے رکوع میں پانچویں اور چھٹی آیتیں نہایت دقیق اور پُرمعنی آیات ہیں جن کو واضح کرنے کے لئے بڑی تفصیل درکار ہے۔ ان آیات کا موضوع طبقات الارض میں ارتقائے انواعِ حیوانی کے مسئلہ کا ایک مستقل اور عظیم الشان باب ہے۔ اِس باب میں طبقات الارض کی مختلف تہوں کے اندر حیوانات کے بقیہ ڈھانچوں (یعنی رُکازات) کی مسلسل چھان بین کے بعد عالمانِ فطرت اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ نشاۃ آفرینش کے مختلف اوقات میں (جو لاکھوں اور کروڑوں برس پہلے کے سمندروں کی تہہ میں بنے ہوئے طبقوں کے ایک دُوسرے کے اُوپر ترتیب وار واقع ہونے کے باعث مقرر کئے جا سکتے ہیں اور چھ بڑے بڑے طویل المیعاد زمانوں (سِتَّةِ اَيَّام) میں تقسیم کئے گئے ہیں۔

فطرت کی حیوانی انواع میں مسئلہ تلاشِ رزق!

حیوانی نوعیں رزق کی تلاش میں سرگرداں رہیں اور جس حیوانی نوع کو کارخانۂ فطرت سے جس آسانی سے رزق میسر ہوا اُسی قدر وہ نوع رُوئے زمین پر پھیلتی پھولتی اور پھیلتی رہی، حتیٰ کہ اُس نوع کو کشمکشِ حیات میں دُوسری ادنیٰ نوعوں پر غلبہ حاصل ہوا اور وہ نوع ارتقاء کر کے اُس سے بہتر نوع بننے کے مرحلے طے کر گئی۔ اسی طرح وہ نوعیں جن کو رُوئے زمین پر رزق آسانی سے میسر نہ ہو سکا وہ کشمکشِ حیات کے باعث بالآخر فنا ہوتی گئیں یا انہوں نے اپنے اعضاء و جوارح میں ماحول کے مطابق آہستہ آہستہ انقلاب پیدا کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ وہ نوعیں اپنے نئے ماحول کے مطابق کشمکشِ حیات کے دباؤ سے نئی طرزِ رہائش اختیار کرتی گئیں۔ الغرض مختصر الفاظ میں ارتقائے انواع کا مسئلہ دراصل رزق کے میسر یا نا میسر ہونے یا بالفاظِ دیگر حفظِ نفس کا مسئلہ زیادہ تر رہا ہے۔ آج اِس زمانے میں اِنسانی قوموں کے اندر بھی یہ بات نمایاں طور پر ہے کہ جس قوم کو رزق میں آسانی میسر ہے وہ بہ نسبت

دُوسری قوموں کے زیادہ غالب اُور طاقت ور ہے اور کم رزق والی قوموں پر غلبہ حاصل کر کے رُوئے زمین پر زیادہ متمکن اور متسلط ہونے کی سعی کر رہی ہے۔

دُوسری شئے جو طبقات الارض کے غائر اور بلیغ مطالعے سے اخذ ہوتی ہے، یہ ہے کہ جن حیوانی انواع نے صحیفۂ فطرت کے موانعات اور امتناعات کا جو رزق یا دُوسرے لازمات حیات (مثلاً سردی یا گرمی یا جغرافیائی رعایات مثلاً خشکی یا تری کے مساکن و مقامات کا میسر ہو جانا وغیرہ) کے نہ ملنے کے باعث لاحق ہوتے ہیں، اپنے اعضاء کی جدوجہد سے کامیاب مقابلہ کر کے اپنے اعضاء میں تبدیلی پیدا کی، وہ نوعیں بہتر اعضاء کے حصُول کے بعد ارتقاء کرتی گئیں اور ان اعضائی انقلابوں کی وجہ سے بہتر نوعیں بنتی گئیں۔ مثال کے طور پر ابتدائے آفرینش میں صرف رینگنے والے جانور پیدا ہُوئے جو صرف گوشت اور خُون کے لوتھڑے تھے اور کوئی دوسرے اعضاء مثلاً آنکھیں، کان، پاؤں وغیرہ نہ رکھتے تھے۔ لیکن جب رینگنے سے ان کو کافی رزق میسر نہ ہُوا تو اُنہوں نے رینگنے کی بجائے اُٹھ کر چلنے کو پیش نظر رکھ کر اپنے گوشت میں ہڈیاں پیدا کرلیں، حتیٰ کہ اپنے جسموں میں ریڑھ کی ہڈی پیدا کرنے کے بعد وہ اِس قابل ہو گئے کہ اپنے بدن کو زیادہ مضبُوط کر کے تلاشِ رزق کریں اور جغرافیائی موانعات پر قابو پائیں کئی ایک نے سردی یا گرمی سے بچنے کے لئے اپنے بدنوں پر مضبوط غلاف یا پَروں کے لحاف پیدا کر لئے۔ پھر اسی طرح کئی نوعوں نے ریڑھ کی ہڈی پیدا کرنے کو تلاشِ رزق کے لئے ناکافی سمجھ کر دو ٹانگیں پیدا کرلیں یا اُڑنے کے پَر پیدا کئے تاکہ رزق حاصل کرنے کے لئے ایک جگہ سے دُوسری جگہ آسانی سے پہنچ سکیں۔

نوعی ارتقا کے باعث تلاشِ رزق کا مسئلہ حفظِ نفس کا مسئلہ بنتا گیا!

الغرض یہ سلسلۂ ارتقا جو اُب دو ارب سالوں سے رُوئے زمین پر جاری ہے اس کی تہہ میں رزق کا مسئلہ سب سے زیادہ غالب مسئلہ ہے اور اسی کو مسئلہ کشمکش حیات یا مسئلہ حفظِ نفس کے تحت میں سب سے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اسی کشمکش کے باعث ادنیٰ حیوانوں میں باقی اعضائے شریفہ مثلاً کان، آنکھ، دل جگر بلکہ ذہن پیدا ہُوئے۔ زیادہ ارتقا کر جانے والی نوعوں میں دو ٹانگوں کی بجائے چار ٹانگیں پیدا ہوئیں تاکہ بھاگ کر دُوسری قوی تر نوعوں کی دستبرد سے محفوظ رہیں اور اپنی جانیں بچا سکیں۔ الغرض شدہ شدہ کروڑوں برس گزرنے کے بعد رزق کا مسئلہ دُوسری نوعوں کے ترقی کرنے کے باعث جہاد بالسیف اور حفظِ نفس کا مسئلہ بن گیا جس کے باعث مختلف حیوانی انواع نے اعضائی ارتقا کے ساتھ ساتھ دفاعی اور جارحانہ ہتھیار مثلاً دانت، سینگ، پنجے، ڈنگ وغیرہ پیدا کر لئے۔ جن کے باعث کئی حیوانی انواع اب تک قائم ہیں اور کئی ایک کشمکشِ حیات میں ناکامیاب ہو جانے کے باعث روئے زمین سے مٹ رہی ہیں

کشمکشِ حیات اور حفظِ نفس کے سلسلے میں ہی رُوئے زمین پر اِنسان اِس وقت تک سب سے زیادہ ارتقا کی ہوئی نوع ہے کیونکہ اس کے اعضائے جسم سب سے زیادہ صالح اور ترقی یافتہ ہیں۔ انسان نہ صرف سب سے زیادہ ترقی یافتہ چوپایہ ہے بلکہ اُس نے اپنے چار پیروں میں سے دو اگلے پیروں کو ہاتھ بنا کر اور زیادہ طاقت اور غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ اس کے باقی اعضاء بالخصوص کان، آنکھ،

Marfat.com

اور ذہن دوسرے تمام ارضی حیوانات سے زیادہ اور بے انتہا طور پر ترقی یافتہ ہیں - حتیٰ کہ اب اُس کو خدا اور فاطرِ زمین و آسمان کی طرح سمیع اور بصیر ہونے کا دعویٰ بجا ہے کیونکہ اُس نے صحیفۂ فطرت کی "آیات" سے نفع اُٹھا کر ایٹم بم وغیرہ بنانے تک کی قوت حاصل کر لی ہے اور فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا : (۷۶/۱) کے مقام تک پہنچنے کی جدوجہد کر رہا ہے !

سُورۂ ھُود کی آیت نفسِ وَاحِدہ کو سمجھنے کے لئے سُورۂ اِنعام(۶) کی طرف رجوع !

اِس اعضائی ارتقاء کے سلسلے میں ہی قرآن حکیم نے (جیسا کہ آگے چل کر سورۂ اِنعام (۶) میں جو ۱۳ نبوی کے اخیر میں نازل ہوئی اور وحی کی ترتیب کی رُو سے ۸۹ ویں سُورت ہے ، واضح ہوگا) دعوےٰ کیا ہے کہ انسان کی ابتدا نفسِ واحدہ سے ہوئی یعنی صرف ایک مطلق جان سے (جو ابتدائے آفرینش میں صرف ایک خلیہ یا دُوربینی جرثومہ تھی) اور ادنیٰ مخلوق رفتہ رفتہ انسان بن گئی - یہی ایک خلیہ جس میں انڈے کی طرح ایک مرکزی مُضغۂ گوشت ہے اور اس مُضغۂ گوشت کے گرد اگرد انڈے کی سفیدی کی طرح ایک لیس دار مادہ ہے - یہی چھوٹا سا خلیہ جو دُوربین کے بغیر انسانی آنکھ کو نظر نہیں آتا - ہاں اسی ایک خلیے کے اجتماع اور استمرار سے گوشت کے لوتھڑے اور رینگنے والے جانور ابتدائے زمانہ میں پیدا ہوئے - پھر انہی رینگنے والے جانوروں سے ریڑھ کی ہڈی والی مچھلیاں پھر ریڑھ کی ہڈی والے دو ٹانگوں اور دو پروں والے پرندے ، پھر ان پرندوں سے چار پیروں والے چوپائے ، پھر ان چوپاؤں سے لاکھوں برس گزرنے کے بعد دو ٹانگوں اور دو ہاتھوں والا انسان پیدا ہوا جو اس رُوئے زمین پر اشرف الخلق ہے - سورۂ اِنعام کی یہ حیرت انگیز اور عظیم الشان آیت حسبِ ذیل ہے :-

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ○ : (۶/۱۲)

(اور فاطرِ زمین و آسمان خدا تعالیٰ) وہ (عظیم الشان وجود ہے) جس نے (اپنی بے پناہ تجویز و تدبیر سے) تم انسانوں کی پیدائش کی ابتدا ایک مطلق جان سے کی (اور اسی ایک دُوربینی خلیے کے اجتماع اور استمرار سے اس کا) ایک عارضی جائے قرار (مُستقر) مقرر کیا حتیٰ کہ اُس دُوربینی خلیے کو) ایک مُستقل جائے قرار (مستودع) میں لے آیا (گویا اُس خلیے کو ادنیٰ حیوانوں کی ایک پیدائش سے مُنتقل کر کے دُوسری بہتر پیدائش میں منتقل کیا یہاں تک کہ ایک مُستقل جائے قرار میں آ کر وہ خلیہ یا نفسِ واحدہ انسان بن گیا !!) اے لوگو ! ہم نے تفقہ کرنے والی اور سمجھ بوجھ رکھنے والی قوم کے لئے (صحیفۂ فطرت کی) آیات کو (ان الفاظ میں) کھول کھول کر بیان کر دیا ہے - (اب انسان کا فرض ہے کہ اِس تفصیل کے بعد جو ہم نے ان چند لفظوں میں کی ہے اپنی پیدائش کے مسئلے پر غور کرے اور نتیجہ خیز باتوں تک پہنچے !!)-

Marfat.com

مُسْتَقَرٌ اور مُسْتَوْدَعٌ کے لفظی معانی!

مُسْتَقَرٌ کے معنی عربی زبان میں وہ جائے قرار ہے جو تھوڑی مدت کے لئے ہے۔ مثلاً وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ (۲/۳۶) یعنی اے انسانو! تمہارے لئے زمین میں ایک عارضی رہنے کی جگہ ہے اور ایک وقت تک سامان زیست ہے (اس کے بعد تمہاری مستقل جگہ کوئی اور ہوگی) یا مثلاً لِكُلِّ نَبَإٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُونَ: (۶/۶۷) یعنی (سزا کی) ہر خبر کے لئے ایک عارضی وقت مقرر ہے (جو بدلتا رہتا ہے) لیکن عنقریب ہی تم کو علم ہو جائے گا (جب کہ سزا تم پر آ چکی ہوگی) یا مثلاً وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ: (۳۶/۳۸) اور سورج ہے کہ ایک عارضی جائے قرار کی طرف چل رہا ہے (جو بدلتی رہتی ہے جیسا کہ مشہور سائنسدان ہرشل نے اعلان کیا تھا) عزیز و علیم خدا کی بنائی ہوئی تقدیر سورج کے بارے میں یہی ہے اسی طرح لفظ مُسْتَوْدَعٌ سے مراد عربی زبان میں مستقل جائے قرار ہے۔ جہاں ایک شے "ودیعت" یعنی ہمیشہ کے لئے سپرد کی جاتی ہے۔

آیہ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ کے حیرت انگیز طور پر دقیق اور قابل غور معانی!

مستقر اور مستودع کے معانی کے صحیح تعین کے لئے اس طول و طویل تمہید کے بعد اب سورۂ ہود کی اُن دقیق آیات کے صحیح مطالب کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جن کی طرف اشارہ سورۂ ہود کے مطالب بیان کرنے کے ضمن میں اس باب کے شروع میں کیا گیا تھا۔ یہ آیات حسب ذیل ہیں اور ان کا صحیح ترجمہ (مولویانہ تشریح سے قطع نظر کرکے) یہاں پر کر دیا جاتا ہے جس سے اظہر من الشمس ہو جائے گا کہ قرآن عظیم کی آیات کے مطالب کس قدر حیرت انگیز طور پر بلند و بالا ہیں اور قرآن کے متعلق اگر شروع شروع میں یہ ہدایت کی گئی تھی کہ تم صرف قرآن کے وہی حصے پڑھ لیا کرو جو آسانی سے سمجھ میں آسکتے ہیں اور دقیق حصوں پر تدبر کسی فرصت کے وقت کے لئے چھوڑ دو۔ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ: (۷۳/۲۰) (المزمل) کیونکہ تم کو اور بہت سے کام ابھی کرنے ہیں اور جہاد بالسیف کی بھاری ذمہ داریاں تم پر ڈالی جانے والی ہیں: وَإِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ٥: (۷۳/۵) تو یہ حکم اسی وجہ سے تھا کہ قرآن کی بعض آیات انتہائی طور پر دقیق و بلیغ ہیں:

آیہ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ کے علمی معانی کی مزید تشریح!

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ٥ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۗ وَلَئِن قُلْتَ إِنَّكُم مَّبْعُوثُونَ مِن بَعْدِ الْمَوْتِ

Marfat.com

لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ : (۱۱/۱)۔

اور (اے لوگو!) کوئی جاندار یا چلنے والا جانور اس زمین پر نہیں ہے الّا یہ کہ (کشمکش حیات کے باعث جس امتحان و ابتلاء میں اُس کی نوع گزرتا ہے) اُس کو (کافی یا ناکافی مقدار میں) رزق پہنچانے کا ذمہ دار خدا ہے (وہی خدا اُس کی جدوجہد کی مقدار کو دیکھ کر بعض حالات میں اس قدر وافر رزق پہنچاتا ہے کہ وہ نوع ارتقا کر جاتی ہے اور وہی خدا پھر اپنے کارخانۂ فطرت میں ایسے وقتی اور مقامی حالات پیدا کر دیتا ہے کہ وہ نوعِ حیوانی بالآخر کشمکش حیات کے باعث شکست کھا کر فنا ہو جاتی ہے) (یہ اس لئے ہے کہ) خدا کو اس چوپائے یا چلنے والے جانور کی عارضی جائے قرار کا پورا علم ہے (یعنی وہ خدا ہی ہے جو تخلیق کائنات کی اپنی تجویز کے مطابق جو اس کے ذہن میں ہے، اس بات کا علم رکھتا ہے کہ یہ حیوان بالآخر کس عارضی پیدائش کی طرف ارتقا کرے گا) اور وہی خدا اُس چوپائے یا چلنے والے جانور کی مُستقل جائے قرار کا پورا علم رکھتا ہے (يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا) (یعنی وہ خدا ہی ہے جو تخلیق کائنات کی اپنی تجویز کے مطابق جو اس کے ذہن میں ہے اس بات کا پورا علم رکھتا ہے کہ اس حیوان کو بالآخر کس مُستقل پیدائش کی طرف ارتقا کرنا ہے)۔ (اس تمام تشریح کا لُبِّ لباب یہ ہے کہ خدا رزق کی کمی بیشی کا خود ذمہ دار ہے۔ تم مخلوق ہرگز نہیں ہو: یہ اس لئے کہ خدا کو پورا علم ہے کہ کس مخلوق کو فنا کر دیا جائے اور کس کو ارتقا کی آخری منزل تک پہنچایا جائے۔ (اور لوگو!) یہ (کافی یا ناکافی رزق پہنچانے کے مسئلہ کی پوری روئداد اور کسی مخلوق کو اُس کے مستقرّ یا مستودع تک ارتقا کرانے کے عظیم الشان تماشے کی پوری حکایت) سب کی سب (صحیفۂ فطرت کی) اس کتاب (کے اوراق یعنی طبقات زمین میں واضح حروف میں لکھی) ہے جو ایک بیان کرنے والی روشن کتاب ہے: (كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ)!! اور وُہی وہ عظیم الشان خدا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ (بڑے بڑے کروڑوں برس کی مدت والے) "دنوں" میں اس حالت میں پیدا کیا تھا جب کہ اُس کا تختِ سلطنت پانی پر تھا (وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ) (یعنی آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پہلے خدا کی حکومت سمندروں پر تھی جن سمندروں کی تہ میں طبقات الارض پیدا ہوتے رہے اور پھر وہی طبقات الارض زمین کے زلزلوں یا زمینی انقلابات کی وجہ سے سطح زمین پر نمودار ہو کر مخلوقِ خدا کا مسکن بن گئے)۔ (اور یاد رکھو کہ) یہ (آسمانوں اور زمین کی چھ "دنوں" کی پیدائش (محض) اس لئے کی گئی ہے کہ بنی نوع انسان کو آزمائے کہ تم میں سے کون (اس رازِ کائنات کو دریافت کرنے اور اخیر تک پہنچنے کے لئے) بہترین عمل (یعنی عملی جدوجہد) کرتا ہے: (لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا)۔ اور اے محمدؐ! اگر تو ان کفارِ مکہ کو یہ کہے کہ تم لوگ اپنی بدکرداریوں کا حساب دینے کے لئے موت کے بعد پھر اُٹھا کر خدا کے سامنے کھڑے کر دیئے جاؤ گے تو کفار ضرور کہیں گے کہ محمدؐ کا یہ قول تو کھلا جھوٹ ہے: (اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ): (۱۱/۱)

قرآن کی ان دو آیتوں کی اس قدر مدلل تشریح ہر سلیم الذہن شخص کے نزدیک ناقابلِ انکار طور پر قابلِ تسلیم اس لئے ہے کہ ان دونوں آیتوں کے ایک ایک لفظ پر کامل غور و خوض کر کے اس کے سوا کوئی دُوسری تشریح ممکن نہیں اور مصنف کی طرف سے عام

Marfat.com

اعلان ہے کہ دحیِ خدا کے ہر لفظ کو پیشِ نظر رکھ کر کوئی شخص ان آیات کی اس سے بہتر تشریح کرے! نہیں بلکہ اگلی چند سطروں سے ہی عیاں ہو جائے گا کہ قرآن صرف علم ہے اور اس کی تشریح بھی علمی ہی ہو سکتی ہے! مسلمان بیچارے نے جو صحیفۂ فطرت کا علم نہیں رکھتا، ان آیتوں کی کیا گت بنائی ہے۔

آیۂ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ کے مُتذکرہ صدر معانی کی حیرت انگیز تائید؟

قرآن اس لئے "گھڑا" نہیں جا سکتا کہ خدا کے علم کو لے کر نازل ہوا ہے!

سورۂ ھُود کی محولہ بالا عظیم الشان آیات کی تشریح کے بعد صرف چند آیتیں آگے چل کر حسب ذیل معنی خیز آیتیں ہیں:-

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (۱۱/۲)

اے محمدؐ! کیا یہ کفارِ مکہ بکواس کرتے ہیں کہ تم اس قرآن کو اپنے پاس سے گھڑ لاتے ہو۔ ہاں ان (بدکرداروں) کو کہہ دو کہ اگر یہی صورت ہے تو تم بھی اسی طرح کی دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور جس قدر تم میں طاقت ہے اس طاقت سے خدا کے سوا اپنے مددگاروں کو بلاؤ کہ وہ ایسی سورتیں تیار کر دیں اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر وہ تمہارے اس مطالبے کا کوئی جواب نہ دیں اور کھسیانے ہو کر خاموش ہو جائیں تو اچھی طرح جان لو کہ یہ قرآن تو صرف خدا کے ناپیدا کنار علم کو لے کر اتارا گیا ہے (تم میں مقدور کہاں کہ تم اس علم کے پاسنگ کے برابر کوئی تحریر پیش کر سکو) اور یاد رکھو کہ کوئی حاکمِ اعلیٰ سوائے اس خدا کے اس کائنات میں موجود نہیں تو کیا کفار کی اس شکستِ فاش کے بعد تم ہار مان کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاؤ گے؟

پھر اس مضمون کو بائیس آیتوں کے بعد ان الفاظ میں دہرایا: اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ○ (۱۱/۲)۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ رسولؐ قرآن کو اپنے پاس سے گھڑ لایا ہے تو بالآخر ان سخت اور ضد کرنے والوں کو کہہ دو کہ اگر میں قرآن کو گھڑ لایا ہوں تو میں اپنے جرم کا ذمہ دار ہوں (وہ خدا مجھے خود سزا دے گا۔ لیکن جو جرم تم کر رہے ہو میں اس کا ذمہ ہرگز نہیں لیتا۔ انتظار کرکے دیکھو کہ تمہارا کیا حشر ہوتا ہے)۔

ان آیات سے پہلے قومِ نوح کی ہلاکت کا بیان شد و مد سے ہے۔ پھر کشتی نوح کا تفصیلی ذکر ہے۔ پھر عاد و ثمود کی قوموں کی ہلاکت کا تذکرہ ہے، پھر قومِ لوط اور مدین کا کہ وہ قوم فاحش اعمال کے علاوہ کم تولا کرتی تھی اور گاہکوں کو دھوکہ دیتی تھی۔ پھر مسلمانوں کے ایمان مضبوط کرنے کے لئے کہا:-

Marfat.com

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ○ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ○ (۱۱:۱۱)

اور اے مسلمانو! کفارِ مکہ کے مظالم سے عاجز اور بے بس ہو کر ہرگز ان کی طرف نرم نہ پڑ جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ (ان کو دوست بناتے بناتے) جہنم کی آگ تم کو چھو جائے۔ کیونکہ اللہ کے سوا تمہارا کوئی مددگار رہے ہی نہیں اور اس حالت میں تم کو کوئی مدد بھی نہ ملے گی۔

اور اے محمدؐ! دن کے دونوں طرف یعنی فجر سے پہلے اور مغرب کے وقت اور رات کے پہلے حصے میں نماز قائم کرو۔ بے شک نماز کا متحد عمل نیکی بن کر تمہاری بدحالیوں کو دُور کر دے گا۔ یہ قرآن تو یاد کرنے والوں کے لئے ایک عبرت ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک بھی پنج وقتہ نماز (الصَّلٰوۃ) کا باقاعدہ حکم نہ پہنچا تھا اور مسلمان یونہی ان تین وقتوں میں علی الحساب خدا کے حضور میں کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔

ان تمام ہدایتوں کے بعد سب سے بڑی عظیم الشان ہدایت جو اس سورت میں ہے، حسب ذیل الفاظ میں ہے۔ یہ وہ ہدایت ہے جو ساکنانِ زمین کو ابدالآباد تک صحیفۂ فطرت کی صحیح راہ دکھلاتی رہے گی اور اگر انسان اس پر نہ چلا تو اس کے لئے بہ حیثیت مجموعی نوعی ہلاکت سے دوچار ہونا ناگزیر ہو جائے گا:

سورۂ ھود کی وہ عظیم الشان آیتیں جن میں بنی نوع انسان کو ہلاک کرنے کی دھمکی دی گئی ہے

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ○ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۙ○ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ (۱۱:۱۱)

(اور اے محمدؐ! یہ پہلی قوموں کی دردناک ہلاکت کے کئی قصے جو ہم نے تمہیں بیان کئے ہیں، اس لئے ہیں کہ تمہاری قوم ہلاکت سے بچ جائے اور اس پر عذاب الٰہی نہ آئے) ورنہ خدا تو ہرگز ایسا نہیں کہ قوموں کو ظلم سے ان حالات میں ہلاک کر دے کہ اس قوم کے لوگ صحیح عمل کرنے والے ہوں۔ (اور حقیقت تو یہ ہے کہ خدا صرف مکہ یا عرب والوں کو ہی ایک متحد قوم بنانا نہیں چاہتا بلکہ تمام دُنیا کو ایک نقطہ پر جمع کرنا چاہتا ہے)۔ اور اگر تیرا پروردگار اپنی مرضی کرتا (اور کسی دُوسرے فرد کی مرضی کو دخل دینے کی اجازت نہ دیتا) تو ضرور تمام

Marfat.com

ساکنانِ زمین کو ایک اُمت بنا دیتا (کیونکہ صراطِ مستقیم تو صرف یہی ہے) لیکن کم بخت انسان ہیں کہ (اپنی مرضی کے مالک ہو کر) ہمیشہ اختلاف ہی پیدا کرتے رہتے ہیں ماسوا ان لوگوں کے جن پر خُدا نے رحم کیا اور درحقیقت خدا نے تو بنی نوعِ انسان کو (صرف) ایک امت بننے اور مکمل اتحاد کے لئے ہی پیدا کیا تھا (کیونکہ تمام انسان ایک نوع ہیں اور کوئی حیوانی نوع ایسی نہیں جو آپس میں برسرِ پیکار ہو، اس لئے ایسا عمل خلاف فطرت ہے)۔ (اور اگر ایسا نہ ہُوا تو ایک نہ ایک دن) خدا کا یہ قول پُورا ہو کر رہے گا کہ میں جن و انس سب انسانوں سے جہنم کو بھر دُوں گا اور اے محمدؐ! یہ تمام قصّے جو ہم تم کو سُنا رہے ہیں، یہ انبیاء کی خبریں ہیں (جو فاطرِ زمین و آسمان کی طرف سے تم کو پہنچائی جا رہی ہیں) تاکہ ہم ان سے تمہارے دل کو مضبوط کر دیں اور یاد رکھو کہ ان تمام میں تم کو خدا کی طرف سے حق بات پہنچی ہے اور یہ اس کے علاوہ ایمانداروں کے لئے ایک عبرت اور نصیحت بھی ہے۔

بین الاقوامی تفریق کے باعث تمام بنی نوعِ انسان کا جہنم کے کنارے پر آکھڑے ہونا تو آج بھی امریکہ اور رُوس کی آئندہ ایٹمی بم کی جنگ سے ظاہر ہے اور اگر دُنیا قرآن کے بتائے ہُوئے لائحہ عمل پر چل کر ایک اُمت نہ بنی تو دو اڑھائی انسانوں کا آئندہ چند سالوں کے اندر ہی اندر پُورے طور پر جہنم میں جھونکا جانا اٹل ہے!

سُورۃ اِبراھیم میں مُسلمانوں کے ارضِ مکّہ پر عنقریب قبضہ کر لینے کی پیشگوئی!

سورۃ ھُود کے بعد اگلی سُورت سُورۃ ابراھیم (۱۴) ہے جس کا حجم ۱۱۴ سطریں ہیں۔ اس سُورت میں بھی عذابِ خُدا سے ڈرانے کے لئے پچھلی اُمتوں کی ہلاکت کا ذکر پھر شد و مد سے ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کفارِ مکّہ کے مسلمانوں پر مظالم کسی صورت میں کم نہ ہوتے تھے بلکہ کئی گنا زیادہ ہوتے جا رہے تھے۔ اس لئے ہر وحی میں بار بار پچھلی قوموں کی ہلاکت کی دھمکیاں دے کر ان کو بے حوصلہ کر دینا اشد ضروری ہو گیا تھا۔ تمام سُورت ان دھمکیوں سے پُر ہے اور اگرچہ کئی نکتے اس سُورت میں بھی انتہائی طور پر قابلِ توجہ ہیں، لیکن ایک پیشگوئی خاص طور پر قابلِ توجہ حسبِ ذیل الفاظ میں ہے:۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِىْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِىْ وَخَافَ وَعِيْدِ ۝ (۱۴/۲)

اور کافروں نے اپنے پیغمبروں کو دھمکی دی کہ ہم یقیناً تمہیں اپنی زمین سے نکال باہر کریں گے یا ضرور تم پھر ہماری ملّت میں آکر شامل ہو جاؤ گے تو اس کے بعد ان کے پروردگار نے اُن پر وحی کی کہ ہم لامحالہ ظالموں کو ہلاک کر دیں گے بلکہ یقیناً ان کے بعد تمہیں ان کی زمین پر (لطورِ حاکم) آباد کر کے رہیں گے۔ یہ اُس قوم کا اجر ہے جو میرے بلند مقام سے اور میری دھمکیوں سے ڈرتی ہے۔

اسی سورت میں آٹھویں (×) بار صحیفۂ فطرت کو واحد حقیقت کہا گیا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ۝ : (۱۴/۱۹)۔

سورۂ یوسف میں انسان کو اخلاقی طور پر نکوکار بنانے کی بیمثال ترغیب!

سورۂ ابراہیم کے بعد سورۂ یوسف (۱۲) سورۂ المومن (۴۰) اور سورۂ القصص (۲۸) نازل ہوئیں جن کا حجم علی الترتیب ۲۵۰، ۱۵۸ اور ۱۸۶ سطریں ہیں۔ ان تینوں کے خلاصے نہایت مختصر الفاظ میں بیان کرکے شعب ابی طالب کی قید کے زمانے کی وحی کو ختم کیا جاتا ہے اور اس کے بعد مکی زندگی کے آخری تین سالوں کی وحی کا ملخص بیان کرنا شروع کردیا جائے گا۔

سورۂ یوسف پھر اس تاکید سے شروع ہوتی ہے کہ جو کچھ تمہیں اس سورت میں بتلایا جا رہا ہے، وہ صحیفۂ فطرت کی **کتابِ مبین** کی آیات ہیں۔ ہم نے قرآن کو عربی زبان میں اس لئے اتارا ہے کہ تم کفار مکہ اس پیغام کو اپنی زبان میں پورے طور پر سمجھ کر عقلمند بن جاؤ۔ (اس تمہید کے بعد اے محمدؐ! ہم تم پر آج تک جو کچھ یہ قرآن وحی کیا گیا ہے اس کی بہترین کہانی بیان کرتے ہیں، اگرچہ تو اس سے اس قصے سے بے خبر تھا:- الٓرٰ قف تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖۗ وَ اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ۝ : (۱۲/۱)۔

فرعون کے دربار کی بے مثال اخلاقی گراوٹ!

حضرت یوسف کی یہ بہترین کہانی مختصر الفاظ میں حسب ذیل ہے:-

دس سوتیلے بھائیوں نے یوسف اور اُن کے بھائی ابن یامین کے خلاف حسد کے باعث تجویز کی کہ یوسف کو کنوئیں میں ڈال دیں۔ چنانچہ ایک قافلے نے ان کو کنوئیں سے نکالا اور بھائیوں نے اُس کو غلام بنا کر بیچ ڈالا۔ جہاں سے حضرت یوسف کو عزیز مصر نے خرید کر اپنی بیوی زلیخا کے سپرد کیا کہ اس کو اچھی طرح رکھنا، شاید اس کو ہم اپنا بیٹا ہی بنا لیں۔ یوسفؑ شاہی ماحول کی فضا میں ایک مدت تک رہ کر انتہائی طور پر صاحب حکم و علم بن گیا۔ زلیخا بھی اس اثنا میں اُس کی طرف حد سے زیادہ جنسی طور پر مائل ہو گئی اور چونکہ عزیز مصر کی زندگی اُس کے مشرکانہ خیالات کے باعث انتہائی طور پر بداخلاقی اور عیش پرستی کی زندگی تھی، زلیخا نے یوسف سے بدفعلی کا ارادہ کیا اور

(×) پہلے مرتبے الدخان (۴۴/۲)، الحجر (۱۵/۵)، حٰم (۴۱/۳)، الانبیا (۲۱/۲)، الجاثیہ (۴۵/۲)، النحل (۱۶/۱)، الروم (۳۰/۱) اور سورۂ ابراہیم (۱۴/۱۱) میں گزرے ہیں اور بعد ازاں الزمر (۳۹/۱)، العنکبوت (۲۹/۴)، یونس (۱۰/۱)، الانعام (۶/۷) اور الاحقاف (۴۶/۱) میں آئیں گے۔

ایک دن دروازے بند کر کے اس کو مجبور کیا۔ حضرت یوسف چونکہ خدائی علم و خرد اور ہوش کے مالک تھے، اور باتوں کی تہ تک پہنچنے (تاویل الاحادیث) کا بلیغ علم رکھتے تھے، اس لئے وہ اس بدکرداری کی زندگی سے سخت متنفر تھے۔ انہوں نے انکار کیا اور اس واقعہ کا چرچا زلیخا کی ہم نشین عیش پرست عورتوں میں آنا ہوا کہ زلیخا نے اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے ایک محفل یوسف کو مرغوب نظر ثابت کرنے کے لئے منعقد کی۔ چونکہ ان عورتوں میں مکاری اور زنا حد درجہ زیادہ تھا، انہوں نے تصدیق کی کہ ایسے خوبصورت شخص سے زنا کی خواہش کرنا زلیخا کا جائز فعل تھا بلکہ اس کی ہم نشین عورتیں بھی اس سے بدفعلی کرانے پر آمادہ ہو گئیں۔ زلیخا کے خاوند یعنی عزیزِ مصر نے بھی اپنی بیوی کی بے وفائی اور اپنے دربار کی عورتوں کی انتہائی عیاشانہ زندگی سے متاثر ہو کر بیوی کی تجویز کو کہ یوسف کو اس انکار کی سزا میں قید کر لیا جائے، اس نقطۂ نظر سے مان لیا کہ یوسف کچھ دیر کے لئے ان بدکردار عورتوں کی نگاہ سے اوجھل ہو جائے گا۔ قید خانے میں یوسف نے اپنے دو ساتھیوں کو خدائی دین کی تبلیغ شد و مد سے کی اور ان کو سمجھایا کہ وہ قوم جو خدائے عزوجل کو چھوڑ کر کئی خداؤں کی پرستار ہو جاتی ہے، اسی طرح کی بدکرداری میں مبتلا ہو جاتی ہے جو عزیزِ مصر کے دربار میں رائج ہے۔ یوسف کئی برس تک قید خانے میں رہے اور ان کے یہ "ساتھی" بھی رہائی کے بعد ان کی رہائی کی سفارش کرنا بھول گئے۔ پھر کچھ مدت کے بعد بادشاہِ مصر کو کسی خواب کے سلسلے میں بتایا گیا کہ حضرت یوسف کو قید سے بلایا جائے تاکہ وہ اس خواب کی صحیح تعبیر کر سکیں۔ حضرت یوسف نے بادشاہِ مصر کو وہ جرم یاد دلایا جس کی پاداش میں وہ قید کر دیئے گئے تھے، تو جب بادشاہِ مصر نے اس کی تصدیق زلیخا کی بدکردار ہم نشین عورتوں سے کرائی تو وہ عورتیں بے گناہ یوسف کی اتنے برسوں کی قید سے سخت متاثر ہو کر بول اٹھیں کہ ہم ہی قصوروار تھیں جو یوسف سے بدفعلی کرانا چاہتی تھیں ورنہ یوسف تو انتہائی طور پر نکوکار شخص ہے اور ناحق قید کی مصیبت میں مبتلا ہے۔ اس بریت پر بادشاہِ مصر نے حضرت یوسف کو اپنے حضور میں بلا کر ان کی خواہش کے مطابق افسرِ خزانہ مقرر کیا۔ اور وہ اپنی نکوکاری کے باعث خدا کے اجر سے مالامال ہو گئے۔ اس دوران میں یوسف کی اپنے دس سوتیلے بھائیوں سے غلہ مہیا کرنے کے سلسلے میں ملاقات ہوئی تو انہوں نے ترکیب سے اپنے سگے بھائی ابن یامین کو ان کے ذریعے سے بلوایا اور اپنے پاس رکھا۔ اسی اثنا میں اپنے بیٹوں کی جدائی کے باعث حضرت یعقوب کی آنکھیں روتے روتے ضائع ہو گئی تھیں تو حضرت یوسف نے اپنا کرتہ اپنے والد کی آنکھیں بحال کرنے کے لئے بھیجا اور بالآخر جب ان کو معلوم ہوا کہ میرے دونوں بیٹے زندہ ہیں اور مصر میں بڑے عہدوں پر متمکن ہیں تو ان کی ساری مصیبت ختم ہو گئی اور بینائی بھی بحال ہو گئی!

حضرت یوسف کے بلند کردار کا بےمثال قصہ انسان کو بلند ترین اخلاق کے مالک ہونے کا دائمی سبق دیتا رہے گا!

اس عبرت انگیز قصے سے جو انتہائی طور پر نصیحت خیز بات اخذ ہوتی ہے یہ ہے کہ خدا کے دین سے پورے طور پر واقفیت کے

Marfat.com

باعث حضرت یوسف کا کردار اس قدر بلند ہو گیا تھا کہ وہ انسان کی اس انتہائی آزمائش میں جو ان کو کسی عورت کے اُن پر فدا ہو جانے کے باعث لاحق ہو گئی تھی، آخری دم تک پورے اُترے اور اُنہوں نے وہ کیا جو بڑے سے بڑے مضبوط ارادے والا انسان بھی ان حالات میں کامیاب طور پر نہ کر سکتا تھا۔ خدائے وحی کا مقصد اس قصّے کو تفصیلی طور پر بیان کرنے اور اس کو احسن القصص قرار دینے سے یہ تھا کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں زنا جیسی بدکاری سے دلی نفرت پیدا ہو جائے اور رسول صلعم کی اُمت اس اعلیٰ اخلاق کی مالک ہو جائے جس کے باعث وہ روئے زمین پر سلطنت کرنے کی اہل ثابت ہو جائے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ قرنِ اوّل میں جب قرآن وحی ہو رہا تھا، اس کا ہر پیغام اس وقت کے مسلمانوں میں رسول صلعم کی موجودگی میں ایک خاص الخاص ہیجان اور حرکت پیدا کر دیتا تھا اور اُن وقتوں میں بالخصوص جب کہ رسول صلعم کے چند پیرو کفارِ مکہ کے انتہائی مظالم کے باعث دن رات خوف زدہ اور ہراساں رہتے تھے، خدا کی طرف سے کافی مدت کے بعد وحی کا نازل ہونا ایک خاص الخاص واقعہ ہوتا تھا جو مسلمانوں کو انتہائی طور پر متاثر کرتا تھا۔ اس تاثر کی وجہ سے ہی نازل شدہ وحی کے ایک ایک لفظ اور اُس کی پوری حکمت پر غور و خوض کے بعد مسلمان اپنے اعمال و افعال میں تندہی سے وہ درستی اور راستی پیدا کرتے رہتے تھے جس کی شدت کا اثر بعد کے مسلمانوں میں قرنوں تک رہا اور جس کے باعث ہزاروں اور لاکھوں افراد کی یہ اُمت ایک ایسے مضبوط نظام میں منسلک ہو گئی جس پر تاریخ نویس آج تک حیرت زدہ ہے۔ سورۂ یوسف کی یہ تعلیم آج بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے اس بلند اخلاق کو دیکھ کر دلوں میں ایک لازوال اُمنگ پیدا کر دیتی ہے کہ انسان آزمائش اور ابتلا کے ایسے مرحلے میں جو حضرت یوسف کو پیش آیا، اُسی طرح کامیاب ہو کر نکلے جس طرح کہ یہ عظیم الشان پیغمبر کامیاب اور کامران ہو کر نکلا تھا!! فتدبّر۔

سورۂ المؤمن میں کفارِ مکہ کو مزید دھمکیاں!

سورۂ یوسف کے بعد سورۂ المومن (۴۰) میں پھر خدا کے منکروں کو بار بار عذابِ خدا کا ڈراوا دیا گیا ہے۔ بار بار کہا گیا ہے کہ تم چل پھر کر زمین میں دیکھ لو کہ اُن لوگوں کا کیا دردناک انجام ہوا جو تم سے بدرجہا زیادہ طاقت ور تھے اور اپنے نشانوں کے اعتبار سے جو وہ چھوڑ گئے، بدرجہا زیادہ قوت کے مالک نظر آتے تھے لیکن خدا نے اُن کو دھر پکڑا۔ یہی حشر قوم نوح، قوم عاد اور قوم ثمود کا ہوا اور وہ سب اپنے کرتوتوں کے باعث ہلاک ہوئے۔ خدا بندوں پر ظلم کسی صورت میں نہیں کر سکتا۔ یوسف اسی طرح روشن احکام لے کر آیا، تم نے اُس کو جھٹلایا۔ تم کفارِ مکہ مجھے اس کی دعوت دے رہے ہو کہ میں خدا سے انکار کر دوں اور میں تمہیں خدا کی طرف بلا رہا ہوں عنقریب تم ان باتوں کو یاد کر کے جن کی طرف میں تمہیں بلا رہا ہوں، پچھتاؤ گے۔ وہ وقت ہو گا کہ تم آگ کے سامنے پیش کر دیے جاؤ گے۔ ہمارا فرض تو یہ ہے کہ ہم اپنے پیغامبروں اور اُن کو جو ایمان لائے اِس دُنیا میں غالب کر دکھائیں۔ تو اے محمدؐ! صبر کرو اور دیکھتے جاؤ

Marfat.com

خدا کا وعدہ سچا ہے۔ تم خدا سے اپنے گناہوں اور درماندگیوں کی مغفرت طلب کرو اور خدا کے حضور میں صبح و شام کھڑے ہو کر گڑگڑاؤ۔ (گویا اس وقت تک بھی پنج وقتہ نماز فرض نہ ہوئی تھی) : فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ○ : (۴۰/۶)، پھر کچھ آیات بعد یہی مضمون دہرایا کہ صبر کرو، اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ تو کیا عجب ہے کہ وہی دھمکیاں جو ہم ان کو دے رہے ہیں تمہاری زندگی میں ہی پوری ہوتی نہیں دکھلا دیں یا تمہارے مرنے کے بعد ان پر عذاب وارد ہو :- فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ○ : (۴۰/۸)، پھر اسی مضمون کو دہرایا کہ ان لوگوں نے زمین پر چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان قوموں کا کیا حشر ہوا جو ان کفارِ مکہ سے بدرجہا زیادہ قوت والے اور آثار کے اعتبار سے، جو وہ چھوڑ گئے، بہت زیادہ طاقت ور معلوم ہوتے تھے : اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ : (۴۰/۹)۔

ان تمام دھمکیوں سے جو بار بار دی گئیں ایک ہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ ان دنوں میں جب کہ رسولِ خدا شعب ابی طالب میں نظر بند تھے، سوائے اس کے کہ کفار کے تشدد کو ان کی بالآخر ہلاکت کا سامان باندھ کر حتی الوسع کم کیا جائے، کوئی نئی تعلیم مسلمانوں کو دینا پیشِ نظر نہ تھا اور مخالف فریق کی سختیاں انتہائی درجہ تک پہنچ چکی تھیں۔ شعب ابی طالب کی قید میں جو سنہ ۷ نبوی سے سنہ ۱۰ نبوی تک رہی، کفار نے رسولؐ کا دانہ پانی قطعی طور پر بند کر دیا تھا۔ مسلمانوں کا اکثر گھاس پات پر گزارہ تھا اور بچوں کی چیخیں اور کراہیں دردناک ہوتی تھیں۔ اسی کو پیشِ نظر رکھ کر رسول صلعم کو بار بار کہا گیا کہ استقلال سے جمے رہو، خدا کا وعدہ ہر حال میں پورا ہو کر رہے گا، خواہ وہ تمہاری عین حیات میں ہو یا مرنے کے بعد ہو۔ اس سے یہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ مظالم اس قدر زیادہ ہو گئے تھے کہ رسول صلعم کی زندگی بھی خطرہ میں پڑ گئی تھی!

سورۃ القصص میں مسئلہ انتخابِ طبعی کی عظیم الشان حقیقت کا انکشاف!

سورۃ المومن کے بعد سورۃ القصص (۲۸) نازل ہوئی جس کا حجم ۱۸۶ سطریں ہیں۔ اس سورۃ میں پھر حضرت موسیٰ اور فرعون کے قصے کو دہرایا گیا ہے کہ وہ خدا سے انتہائی طور پر سرکش بادشاہ تھا جو رعیت کے مختلف گروہ بنا کر ان کو ایک دوسرے سے لڑواتا تھا ایک گروہ بنی اسرائیل کو اس نے نہایت کمزور بنا دیا تھا، ان کے بیٹوں کو مروا ڈالتا تھا اور بیٹیوں کو زندہ رکھتا تھا تاکہ ان میں کوئی جواں مرد پیدا نہ ہو جائے جو اس کے تخت کے لئے مصیبت بنے۔ ادھر خدا یہ چاہتا تھا کہ اسی کمزور گروہ پر احسان کر کے اس کو مصر کا سردار اور اس سرزمین کا وارث بنا دے اور اس طرح پر ان کو اس زمین پر متمکن کر کے فرعون اور ہامان اور اس کی فوج کے سامنے وہ خطرہ پیش کر

دیں جو وہ بنی اسرائیل کے متعلق کر رہے تھے۔ تو خدا نے اُس کی ترکیب یہ کی کہ حضرت موسیٰ کی والدہ کو وحی کی کہ جس وقت فرعون کے ہاتھوں اُس کے قتل کا خطرہ پیدا ہو، وہ اس کو دریا میں پھینک دے کیونکہ حضرت موسیٰ یقیناً واپس آجائیں گے اور بعد میں خدا کے پیغمبر بنیں گے۔ القصّہ فرعون کی بیوی نے اس بچے کو اُٹھالیا۔ اُس کی شکل و صُورت سے بےحد متاثر ہو کر کہا کہ شاید یہ بچہ بڑا ہو کر ہم کو کچھ فائدہ دے یا ہم اس کو بیٹا ہی بنالیں اور حکم دیا کہ اس کو قتل نہ کیا جائے بلکہ کسی دائی کے ذریعے سے اُس کی پرورش کی جائے۔ بالآخر حضرت موسیٰ کی والدہ ہی ان کی دائی مقرر ہوئی اور وہ اُن کی نگرانی میں ہی جوان ہوئے اور اُن کی تعلیم و تربیت اس قدر مکمل ہوئی کہ خدا نے اُن کو صاحب **حکم و علم** بنا دیا۔ اُس درجہ کو حاصل کرنے کے بعد حضرت موسیٰ فرعون کے پاس اس کو خدا کی طرف بلانے کے لیے گئے اور جب فرعون کے رب منصوبوں کو شکست دے کر وہ بنی اسرائیل کی معیت میں مُلک چھوڑنے کی غرض سے سمندر کی طرف گئے تو فرعون اور اُس کی فوج نے ان کا تعاقب کیا اور وہ سمندر میں غرق ہو گئے۔

اسی سُورت میں کہا۔ ہم نے پہلی اُمتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی۔ وہ لوگوں کے لئے ایک لائق بصیرت، ہدایت اور رحمت کی کتاب تھی۔ اسی طرح محمدؐ کو بھی ہم نے رسُول بنا کر بھیجا تا کہ اُس قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرائے جن پر اس سے پہلے کوئی رسُول نہ آیا تھا: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ○ (۲۸/۵) وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ○ (۲۸/۵)۔ پھر کہا۔ تورات اور قرآن سے زیادہ ہدایت کرنے والی کتاب لاؤ۔ کہا کہ تم نے معجزوں کے باوجود موسیٰ کو جھوٹا قرار دیا تھا۔ اب قرآن کو جھٹلاتے ہو: قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ (۲۸/۵)۔ پھر کہا جن لوگوں نے اُس قرآن کو مان لیا اور اس پر عمل کیا اُن کو دوہرا اجر اُس کے بدلے میں ملے گا کیونکہ انہوں نے کفارِ مکہ کی ایذاؤں کو صبر سے برداشت کیا تھا۔ ان کے بُرے سلوک کے بالمقابل اچھا سلوک کیا۔ انہوں نے لغویات سُننے سے کنارہ کشی کی: وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ○ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۡ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۡ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ○ (۲۸/۶) پھر کہا کہ تُو چاہتا تھا کہ تمہارے چچا ابوطالب موت سے پہلے ایمان لے آئیں، لیکن خدا کو منظور نہ تھا: اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○ (۲۸/۶)۔ یہ آیت اُس امر کا ثبوت ہے کہ یہ سورت سنہ نبوی میں نازل ہوئی تھی۔ پھر کہا کہ ہم نے کتنی بستیاں ہلاک کر دیں جو اپنی خوشحالی کی زندگی پر اترایا کرتی تھیں۔ اور خدا کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ اس قوم کی بڑی بستی میں اپنا رسُول بھیج کر اُس کو متنبہ نہ کر دے اور صرف ظالم لوگ ہی ہلاک ہوتے ہیں

Marfat.com

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ج فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ط وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ○ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ج وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ○ : (۲۸) ۔ الغرض یہ سب دھمکیاں کفارِ مکہ کے لئے تھیں کہ وہ اپنے تاہل نفرت رویّے سے باز آئیں۔

مسئلہ انتخابِ طبیعی اور سورۃ القَصَص کی دیگر تصریحات!

پھر ایک عظیم الشان علمی حقیقت یعنی **مسئلہ انتخابِ طبیعی** حسبِ ذیل الفاظ میں بیان کی جو علم طبقات الارض کا ایک تابناک باب ہے اور جس کے متعلق تفصیلی طور پر ایک ابتدائی بحث اِس سے پہلے **مستقر** اور **مستودع** کے الفاظ کی تشریح کے ضمن میں کی جا چکی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۳۸ تا ۲۴۱)۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ : (۲۸) ۔

اور اے محمدؐ! تیرا پروردگار تو (انتہائی باریک بینی کے بعد) جو مناسب سمجھتا ہے پیدا کرتا ہے اور پھر ان نوعوں میں سے جو پیدا کرتا ہے) اُن کا انتخاب کر لیتا ہے (جو نوعیں اپنی جدوجہد کے باعث ارتقا کرنے کی صلاحیت اپنے اندر رکھتی ہیں اُن کو چن لیتا ہے کہ رُوئے زمین پر ارتقائے انواع کا سلسلہ جاری رہے اور ایک نوع ایک مرحلہ تک چڑھ جانے کے بعد دُوسری نوع میں تبدیل ہو سکے) لیکن ان (معبودوں) کے پاس (جن کے حکموں کی تعمیل میں یہ کافر لوگ لگے ہیں) کوئی اختیار انتخاب کرنے کا نہیں تو خدا بلند و بالا اِس سے ہے جن کو یہ لوگ خدا کے برابر کر کے ان کو اُس کا ساتھی ٹھہراتے ہیں (یشاء کے معنی ہم نے "مناسب سمجھنا" کیا ہے۔ اِس کی دلیل خود قرآن میں اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَاءُ : (۱۲) کے الفاظ میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ میرا پروردگار جو چاہتا ہے، اُس کے متعلق انتہائی طور پر باریک بین ہے)۔

پھر اِس اوپر کے دعویٰ کی تصدیق کے تسلسل میں ہی کہہ دیا کہ کیا تم نے اِس بات کی طرف غور کیا کہ اگر خدا تم پر ہمیشہ کے لئے رات وارد کر دیتا تو اس کے سوا کون تھا جو تم کو روشنی دیتا۔ اِسی طرح اگر خدا تم پر دن ہمیشہ کے لئے وارد کر دیتا تو اس کے سوا کون تھا جو تم پر رات لے آتا جس میں تم آرام کرتے۔ کیا تم اس واقع کو بصیرت کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ یہ اُس خدا کی رحمت ہے کہ اُس نے تم انسانوں کے لئے رات اور دن بنائے تاکہ تم رات کو آرام کر سکو اور دن کو اپنے رزق کی تلاش میں لگے رہو۔ نیز اس لئے کہ تم رات اور دن کی صحیح قدر کرو: قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَاۗءٍ ط اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ○ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ : (۲۸)

Marfat.com

بے اندازہ دولت جمع کرنا فساد فی الارض کی ایک صورت ہے!

پھر اس کے بعد قارون کی بے اندازہ دولت کا ذکر ہے اور کس طرح وہ اِس لئے غرق ہُوا کہ اس بے اندازہ دولت کو قوم کی بہتری کے لئے خرچ نہ کرتا تھا اور یہ دولت کا جمع کرلینا بھی فساد فی الارض کی ایک صورت ہے جو خدا کو پسند نہیں:

وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۚ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ○ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ○ (۲۸: ۷۶-۷۷)۔

الغرض ازروئے قرآن مال و دولت کو جمع کرنا اور اس کو ملت کی بہتری کے لئے صرف نہ کرنا بھی وہ قابلِ مواخذہ گناہ ہے جس کا نتیجہ اس فرد کی رُوحانی اور جسمانی ہلاکت ہے۔ قرآن نے قوم میں اس اخلاق کو رائج کرنا اس لئے ضروری اور لازمی سمجھا کہ قربانیٔ مال کا جذبہ آسودہ حال لوگوں میں انتہائی طور پر پیدا ہو اور امیروں کے بخل کی وجہ سے وہ قوم ہلاکت کی طرف نہ جائے۔

دریاؤں کا رخ بدلنے کی بھارتی سازش کامیاب ہوگئی تو تم پانی کے ایک ایک گھونٹ اور روٹی کے ایک ایک ٹکڑے کو ترس جاؤ گے!

47 سال قبل خاکسار اعظم حضرت علامہ المشرقیؒ کا بروقت انتباہ!

میں نے تین سال قبل پاکستان کی حکومت اور عوام دونوں کو بھارت کی سازش سے خبردار کیا کہ کشمیر کے پہاڑوں میں بڑی خاموشی سے پانچ دریاؤں کے رخ بدلے جارہے ہیں اور مغربی پاکستان کو سیراب کرنےوالے ان دریاؤں کا پانی جے پور، جودھ پور اور جیسلمیر جیسے صدیوں کے بنجر علاقوں کو آباد کرنے پر منتقل کیا جارہا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں تعمیر ہونے والے ہیڈورکس کی پوری تفصیل منظر عام پر رکھدی۔ میرا خیال تھا کہ یہ انکشاف پاکستان کے حکمرانوں کی نیندیں حرام کردے گا۔ میں یہ چیخ چیخ کر تھک گیا کہ آنکھیں کھولو اور پاکستان کو موت سے بچاؤ لیکن کسی کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی اور الٹا صور اسرافیل سے تنگ آکر مجھے میانوالی کے جیل خانے میں پہنچا دیا۔

اگر مجھے جیل بھیجنے سے پاکستان کی جان بچ سکتی ہے اگر میری نظربندی سے بھارت کے منصوبے مٹی میں ملائے جاسکتے ہیں اگر میری قید سے یہ بھارتی سازش ناکام ہو سکتی ہے تو ڈیڑھ سال کیا میں عمر بھر جیل کی کوٹھڑی قبول کرنے کے لئے خوشی خوشی تیار ہوں لیکن حکومت کا یہ ردعمل تو صاف گواہ ہے کہ وہ ابھی تک اپنی میٹھی نیند میں خلل گوارہ کرنے کو تیار نہیں اور اس کی آنکھ اس دن کھلے گی جب سارا مغربی پاکستان ویران ہو چکا ہو گا پانچ کروڑ انسان پانی کے ایک ایک گھونٹ اور روٹی کے ایک ایک ٹکڑے کو ترس رہے ہوں گے لیکن یاد رکھو کہ اس دن تمہارے جاگ اٹھنے سے اس قیامت کا ٹلنا ناممکن ہوجائے گا اسی لئے

ابھی وقت ہے کہ آنکھیں کھولو!

دماغی عیاشی کے کھیل کو کچھ مدت کے لئے بھول جاؤ اور اس موت سے بچنے کا چارہ کرو جو دریاؤں کا رخ بدلنے سے پورے مغربی پاکستان میں جھومتی ہوئی بہاروں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی تم پانی کے ایک ایک قطرے کو ترس جاؤ گے تمہارے لہلہاتے ہوئے کھیت بنجر زمینوں میں تبدیل ہوجائیں گے اور اس وقت تمہاری علمی اور سیاسی بحثیں کچھ کام نہ دیں گی!

(جیکب آباد 4 مارچ 1953ء)

Marfat.com

(۱۶)

سنہ ۱۱ سے سنہ ۱۳ نبوی کے آخری تین سالوں کی مکّی زندگی میں بقایا ۱۱ سورتوں کا نزول

حیرت ناک علمی حقائق اور عالم آرا کائناتی مسئلوں کا اعلان!

تمام ادیان کی بنیاد ایک ہے، انسانی جسم پر خدا کا مکمل غلبہ،

الکتب الحکم اور النبوۃ کی تشریح، دین اسلام کی جمہوریت، قرآن کا حلال اور حرام!

سورۃ القصص کے نازل ہونے کے بعد شعب ابی طالب کی قید کا زمانہ سنہ ۱۰ نبوی کے اخیر پر ختم ہوتا ہے اور رسول خدا صلعم کی تبلیغ و تلقین کا نیا دور شروع ہوتا ہے۔ اس دور میں رسول صلعم نسبتاً آزاد تھے اور جیسا کہ گزر چکا ہے انہوں نے ابتدائی طور پر ارادہ کر لیا تھا کہ مکہ سے باہر کے لوگوں میں بھی تبلیغ کریں بلکہ ان کو اپنے ساتھ ملا کر کفار مکہ کے مظالم سے نجات پانے کی کوئی سبیل تلاش کریں مکی زندگی کے باقی تین سال میں ظاہر ہے کہ رسول خدا کی صعوبتیں نہ صرف یہ کہ کم نہ ہوئیں بلکہ کئی گنا زیادہ ہوتی گئیں۔ حتیٰ کہ ان تین سال کے اختتام پر رسول صلعم کو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ ان گیارہ سورتوں کا خلاصہ اب بیان کیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہو گا کہ ان گیارہ وحیوں میں بھی قریب قریب وہی مضمون ہے جو اس سے پہلے کی سورتوں میں تھا۔ اور رسولؐ کے مٹھی بھر پیروؤں میں کفار مکہ کی ہیبت ناک طاقت کے بالمقابل ماسوا اس کے کچھ نہ ہو سکتا تھا کہ وہ قرآنی اخلاق بدرجۂ اولیٰ پیدا کریں اور ایک مضبوط کردار کے مالک بننے کے بعد اپنے اندر وہ جسمانی طاقت بھی پیدا کر لیں جو اس قدر کافی ہو کہ چند صد مسلمان ہی ہزاروں کفار کو میدان جنگ میں شکست فاش دیں اور شدہ شدہ ان کی مجموعی طاقت کو آخری طور پر ملیا میٹ کر دیں۔ تعلیم قرآن کے اس حیرت انگیز اثر کا ثبوت مسلمانوں نے بعد میں مدینہ میں جا کر چند برسوں میں ہی عملی طور پر دیا اور بالآخر رسول خدا صلعم کی زندگی میں ہی وہ چند ہزار نفر اس قابل ہو گئے کہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کو پاش پاش کر دیں!

Marfat.com

سُورۃ الزُمر میں عظیم الشان کائناتی اور علمی حقائق کا انکشاف !

کارخانۂ قدرت ایک مقرر میعاد تک ہے !

سُورۃ القصص کے بعد سُورۃ الزمر (۳۹) نازل ہُوئی جس کا حجم ۱۴۷ سطریں ہیں۔ اِس سُورت میں پھر سب سے پہلے پہلے اعلانوں کی توکید کے طور پر آٹھویں بلکہ نویں بار کہا(×) کہ زمین و آسمان میں جو کچھ پیدا کیا گیا ہے' واحد حقیقت ہے۔ خدا رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹ دیتا ہے، اس نے سُورج کو اِنسان کے فائدے کے لئے مسخر کیا ہُوا ہے، اور یہ سب کارخانۂ قدرت ایک مقرر میعاد تک ہے جس میعاد کے اندر اندر پیدائش کائنات کو پُورا کرنا اِنسان کا فرض ہے : خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ج يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ط اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ : (۵)۔ پھر اِس حقیقت کے اظہار کے بعد اِنسان کو ابتدائی طور پر اِس حقیقت کبریٰ کا احساس دلانے کے لئے کہ اِنسان کی تخلیق نفسِ واحدہ سے ہوئی (جس نفس واحدہ کے متعلق تفصیلی اعلان بالآخر سورۂ انعام (۶) کے بارھویں رکوع میں ۱۳؁ نبوی کے اخیر میں ہُوا اور جس کی تفصیل اِس سے پہلے صفحات ۲۲۸ اور ۲۲۹ پر دی گئی تھی) اس حیرت انگیز طور پر صحیح علمی حقیقت کا اظہار کیا کہ اِس نفس واحدہ کے اجتماع و استعمار سے اِنسان کے پیدا ہونے کے بعد اب یہ حالت ہے کہ اِنسان اپنی تخلیق کے سلسلے کو ماں کے پیٹ میں دُہراتا ہے اور ایک ابتدائی پیدائش سے دُوسری پیدائش میں منتقل ہو کر بالآخر اسی رحم کے اندر اِنسان کی شکل و صُورت اختیار کر لیتا ہے۔ اِس عظیم الشان دعوے کی تصدیق آج چودہ سو برس گزر جانے کے بعد یورپ اور امریکہ کے ماہرین طب و سائنس نے اسی صحت کے ساتھ کی ہے جس صحت کے ساتھ قرآن عظیم نے عرب کی بے آب و گیاہ زمین میں چودہ سو برس پہلے اس کو حسب ذیل الفاظ میں پیش کیا تھا :۔

اِنسان اپنے سلسلۂ تخلیق کو ماں کے پیٹ میں دُہراتا ہے۔ ہر متنفس صرف اپنے عمل کا ذمہ دار ہے !

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ط يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ط ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ط لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ قف وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ج وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ط وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ط ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ

(×) دیکھو حاشیہ صفحہ ۲۴۴ ۔

فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ٥: (۳۹/۷)۔

(اے انسانو! اس پروردگارِ عالم نے) تم کو ایک مُطلق جان سے پیدا کیا (جو پیدائش کے ابتدائی مراحل میں ایک دُوربینی نیلے کی شکل میں تھی)۔ پھر اس ایک مُطلق جان کے اندر سے ہی اس جان کا جوڑا بنایا (جس جوڑے کے پیدا ہو جانے کی وضاحت اُن ادنیٰ درجے کے خوردبینی حیوانات کے مطالعے سے ہوتی ہے جن میں نر اور مادہ خلیوں کی تمیز خود بخود خاص طور پر پیدا ہو جاتی ہے اور جن دو خلیوں کے آپس میں مل جانے سے تیسرا وجود پیدا ہوتا ہے):- ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا۔ اور (اے انسانو! اس ایزدِ بے مثال نے) تمہیں (پیدا کرنے) کے لئے (اسی نفسِ واحدہ کے اجتماع و استمرار کے صدہا مرحلوں کے گزر جانے کے بعد رینگتے ہوئے حیوانوں سے ریڑھ کی ہڈی والے حیوانوں، اور ریڑھ کی ہڈی والے حیوانوں سے مچھلیوں، پھر مچھلیوں سے دو پروں والے پرندوں، پھر پرندوں سے چار پیروں والے) مویشیوں کو نازل کیا، جن کی آٹھ جنسیں (اس وقت تک پیدا ہوئی) ہیں (اب اس تمام سلسلۂ پیدائش کو واضح کرنے کے لئے) وہ خدائے عظیم تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین اندھیروں کے اندر ایک پیدائش کے بعد دُوسری پیدائش بنا دیتا ہے (تاکہ تم پر انسان کی پیدائش کا راز ابتدا سے واضح ہو جائے، واضح ہو جائے کہ انسان ان مرحلوں سے گزر کر انسان بنا ہے بلکہ یہ واضح ہو جائے کہ فطرت اپنے پہلے عمل کو دُہراتی ہے) تو (دیکھو لوگو) یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار (جس نے اس تجویز و تدبیر سے کروڑوں برس کے ارتقائے حیات کے بعد تمہیں انسان کی شکل میں پیدا کیا اس لئے) حکومت اسی کی ہے، اور (ظاہر ہے کہ) اس کے ماسوا کوئی حاکمِ اعلیٰ (اس کائنات کے اندر) نہیں۔ تو (کم بخت انسانو!) تم کدھر بھٹکے جا رہے ہو؟ - پھر اگر تم (ایسے خدا کے) منکر ہو تو یقین جانو کہ خدا تم (جیسی ناشکری، ادنیٰ حیوانوں سے ارتقاء کی ہوئی بے حقیقت اور بے طاقت مخلوق) سے (قطعی طور پر) بے نیاز ہے اور وہ اپنے (بنائے ہوئے) بندوں کے متعلق انکار کو پسند نہیں کرتا - اور اگر تم (اپنی پیدائش پر غور و خوض کر کے) شکر کرو (اور اللہ کے فضل کی جو اس نے تمہیں انسان بنا کر کیا ہے، قدر کرو) تو وہ اس کو تمہارے لئے پسند کرتا ہے اور (یاد رکھو کہ اس کائنات فطرت میں) کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دُوسرے کے بوجھ کو اٹھا ہی نہیں سکتا (اس لئے تمہارے گناہ کی تمام تر ذمہ داری تمہیں پر ہے) پھر تم کو (بالآخر) اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (وہ خود تم سے تمہارے گناہ کا مواخذہ کرے گا)۔ وہ (اب) تمہیں تمہارے عملوں کے متعلق خبردار کر رہا ہے (کہ پیچھے کچھ شکایت باقی نہ رہے کیونکہ) وہ درحقیقت سینوں کے رازوں کا بڑا جاننے والا ہے۔

اس عظیم الشان حقیقت کے اعلان کے بعد اس سورت میں پھر کہا کہ صاحبِ علم لوگ ہی خدا کی کارگزاری کا علم حاصل کرنے کے بعد دن اور رات خدا کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے رہتے ہیں اور خدا سے بغاوت کے انجام سے خوف زدہ رہتے ہیں، اور یہ اہلِ علم لوگ بے علموں کے برابر نہیں ہو سکتے، بلکہ یہی لوگ اُولُوالْاَلْبَاب یعنی صاحبِ دانش ہیں: اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ٥: (۳۹/۹)

پھر اشارہ کیا کہ اللہ کی زمین وسیع ہے، وہ صرف ارضِ مکہ تک محدود نہیں، اس لئے دُوسری زمینوں میں ہجرت کے لیے تیار ہو جاؤ: قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ : (۳۹/۲)۔

قرآن کی صداقت کو پا کر اہلِ علم لوگوں کے جسم کانپ اُٹھتے ہیں!

پھر کہا کہ خدا نے قرآن کی صورت میں یہ بہترین بات (اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ) اتاری جو ایک کتاب ہے جس میں ملتی جلتی باتیں اور دہرائی ہوئی باتیں ہیں لیکن وہ باتیں ایسی ہیں کہ ان کو سُن کر اُن لوگوں کی جلدیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، کانپ اٹھتی ہیں، پھر نرم ہو جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ لوگ خدا کا کھٹکا ہر وقت دل میں لگائے رکھتے ہیں اور یہی سچی ہدایت ہے: اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ○ : (۳۹/۳)۔

پھر کہا کہ خدا نے یہ قرآن تمام بنی نوع انسان کے لیے برحق اُتارا ہے، سو جو چاہے اس سے ہدایت حاصل کر لے، جو نہیں چاہتا نہ کرے۔ تو اے محمدؐ! تُو کوئی ان کا چودھری نہیں کہ ان سے بہ جبر منوائے: اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ○ : (۳۹/۴)۔

نیند اور موت، اور بسط و قبضِ رزق کے متعلق تصریحات!

پھر نیند اور موت کے متعلق کہا کہ ان دونوں حالتوں کی کیفیتیں ایک جیسی ہیں، لیکن فکر کرنے والی قوم کے لئے ان دونوں حالتوں سے بہت سی ہدایات حاصل ہو سکتی ہیں: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ : (۳۹/۵)۔ ابھی تک انسان نے نیند کا پُورا علم حاصل نہیں کیا۔

پھر بسط و قبضِ رزق کے متعلق کہا کہ خدا جن قوموں پر چاہتا ہے، رزق کی فراخی کر دیتا ہے، جن پر چاہتا ہے تنگی کرتا ہے۔ اس میں بھی ایماندار قوم کے لیے بہت سی ہدایتیں ہیں: اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ : (۳۹/۵)

پھر کہا کہ انسان نے خدا کی عظمت اور قدرت کا صحیح اندازہ نہیں کیا، اگر وہ کرتا تو اس گمراہی میں نہ رہ سکتا تھا:

Marfat.com

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ : (۳۹)۔

الغرض اِس سُورت میں اوّل سے لے کر آخر تک زیادہ تر علمی حقائق ہیں اور کفارِ مکہ کی ایذاؤں کا ذکر صرف اِس شکل میں ہے کہ منکروں کو رُسوا کُن عذاب سے لاحق ہونا پڑے گا۔

سورۃ العنکبوت میں پہلی دفعہ مُسلمانانِ مکہ میں مُنافقین کے مُوجُود ہونے کا اعلان!

سورۃ زُمَر کے بعد سورۃ العنکبُوت (۲۹) ہے جس کا حجم ۴ ۱۳ سطریں ہیں، اور اِس کے بعد سورۃ لُقمان (۳۰) ہے جس کا حجم ۲، سطریں ہیں۔ پہلی سُورت میں جو باتیں اِنتہائی غور وخوض کے لائق ہیں حسبِ ذیل ہیں:۔

اوّلاً معلوم ہوتا ہے کہ اِس وقت تک پہلی دفعہ بعض کچے ایمان والے لوگ حلقۂ اِسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ اِس نے اِشارۃً پہلے ہی کہہ دیا کہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ صرف کہہ دینے پر کہ وہ ایمان لے آئے، اُن کو چھوڑ دیا جائے گا اور اُن کو آزمائش میں نہ ڈالا جائے گا۔ ہم نے پہلوں کو بھی کڑی آزمائشوں میں ڈالا تو اَب معلوم ہو جائے گا کہ کون درحقیقت سچے اور کون جھوٹے ہیں: اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ○ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ○ : (۲۹)۔ پھر معلوم ہوتا ہے کہ بعض ایمان لانے والوں کے والدین اُن کو مجبور کرتے تھے کہ وہ حلقۂ اِسلام سے باہر نکل آئیں۔ ان کے متعلق کہا کہ ان کی اطاعت نہ کرو، اگرچہ ہم نے اِنسان کو اپنے ماں باپ سے نیکی کرنے کا حکم اِس سے پہلے دیا تھا: وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ : (۲۹) پھر کہا کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو مُنہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، لیکن جب کفارِ مکہ اُن کو ایذائیں دینے لگتے ہیں تو وہ اِس کو عذابِ خدا سمجھ کر کفر کی طرف لَوٹتے ہیں اور یہ دو دِلے لوگ ہیں کہ اگر رسولِ صلعم کو کسی بات میں غلبہ حاصل ہو جائے گا تو وہ پھر کہیں گے کہ ہم تو تمہارے ہی ساتھ تھے لیکن خدا ضرور معلوم کر کے رہے گا کہ ایمان والے کون ہیں اور منافق کون ہیں؟ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ○ : (۲۹) پھر کہا کہ کفار ایمان والوں کو ترغیبیں دیتے ہیں کہ تم ہماری طرف آ جاؤ، ہم تمہارے گناہ خُود اُٹھالیں گے اور اگر کوئی سزا تمہیں ایمان سے ہٹنے کے باعث محمدؐ کے

(*) مقابلہ کرو اِس قول کا صفحہ ۲۵۲ کے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى سے، کہ کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا۔

Marfat.com

خدا سے ملنے والی ہے۔ تو ہم اُس کو جھیل لیں گے تو یہ جھوٹے ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ ان کو اپنے بوجھوں کے سوا کئی اور بوجھ اُٹھانے کے لئے دیئے جائیں گے اور اُن کی سزائیں شدید ترین ہوں گی: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ: (۲۹/۱)- الغرض ان آیتوں سے واضح ہوتا ہے کہ رسولِ خدا کے تابعین میں پہلی بار بعض منافق لوگ بھی پیدا ہو گئے تھے جو دونوں طرف کے بنتے تھے اور کفارِ مکہ برابر اپنی رخنہ اندازی میں لگے تھے کہ منافقت پیدا کر کے دینِ محمدؐ کو خراب کریں۔

ملاقاتِ ربّ ایک وقتِ مقرّر تک ہے اور یہ صرف جہادِ سمع و بصر و علم سے حاصل ہو سکتی ہے!

انہی دھمکیوں کے دوران میں اس سورت میں یہ عظیم الشان علمی حقیقت بھی بیان کر دی کہ ملاقاتِ ربّ (جس کا ذکر اس سے پہلے کئی بار آچکا ہے) حاصل کرنے کے لئے ایک مدت مقرر ہے اور وہ مدت ضرور بالضرور ختم ہونے والی ہے (بلکہ یہ وہی مدت ہے جس تک یہ کارخانۂ فطرت قائم رہے گا اور جس کا ذکر اجلِ مسمّٰی کے الفاظ میں اس سے پہلی سورت میں آچکا ہے[×]) اس لئے اس مدت کے اندر اندر جس قوم نے ملاقاتِ ربّ کا درجہ حاصل کرنے کی تیاری کر لی وہی قوم کامیاب ہے اور یہ ملاقات صرف سمع اور علم کے انتہائی مراحل تک پہنچنے سے حاصل ہو سکتی ہے، کیونکہ خدا انتہائی طور پر صاحبِ سمع اور صاحبِ علم ہے اور جس قوم نے صحیفۂ فطرت کے راز کو دریافت کرنے کے لئے سمع اور علم کے ذریعے سے پورے طور پر جہاد کیا تو وہ اپنی ہی بہتری کے لئے عمل کر رہی ہے۔ کیونکہ خدا اسی قوم کو ملاقات کا اہل سمجھے گا ورنہ وہ تمام عالموں سے بے نیاز ہے، اور یہی وہ قوم ہے جس کی تمام بداعمالیاں بھی ہم دور کر دیں گے اور اُن کے عمدہ عمل کی بہترین جزائیں بھی دیں گے: مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (۲۹/۱)-

اس کے بعد حضرات نوح و ابراہیم کی اُمتوں کی ہلاکت کا ذکر کر کے پھر کفارِ مکہ کو ڈرایا کہ ان کا بُرا حشر ہوگا۔ پھر ایک اور عظیم الشان علمی حقیقت بیان کی کہ حیوانی نوعیں کس طرح پہلی بار روئے زمین پر ظہور میں آئی ہیں، اور خدا اُن کے سلسلۂ توالد و تناسل سے کس طرح دوسری نوعیں پیدا کر دیتا ہے ——— یہ الفاظ حسب ذیل ہیں:-

---

(×) دیکھو صفحہ ۲۵۲-

Marfat.com

رُوئے زمین پر حیوانی انواع کی ابتدا اور اُن کا ظہور

اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰہُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ ۝ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰہُ یُنْشِئُ النَّشْاَۃَ الْاٰخِرَۃَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ : (۲۹)۔

کیا لوگوں نے اِس بات کی طرف غور نہیں کیا کہ خدا کس طرح ایک (نوع کی) مخلوق کی اِبتدا کر دیتا ہے ۔ پھر اسی مخلوق کو بار بار پیدا کر دیتا ہے ۔ بے شک یہ (انتہائی مُشکل اور لاکھوں برس کی مدّت میں تکمیل پانے والا مرحلہ) خدا کے لئے بڑا آسان ہے ۔ اے محمدؐ ! ان کو کہہ دو کہ جاؤ اِس زمین کے طبقات الارض کو ٹٹولو اور دیکھو کہ مخلوق کی اِبتدا کیسے ہوتی ۔ پھر (اِس ابتدا کے بعد) خدا ایک دُوسری مخلوق کی ابتدا کر دیتا ہے ۔ بے شک خُدا ہر شَے پر قادر ہے۔

مخلوق کی اِبتدا کرنے کا مسئلہ دراصل مختلف انواعِ حیوانی کی زمین پر اِبتدا کا مسئلہ ہے اور مذکورہ بالا آیات میں صاف اس عظیم الشان علمی حقیقت کا اظہار ہے کہ ایک نوعِ حیوانی دوسری حیوانی نوع میں تبدیل ہو جاتی ہے جس کی پُوری تصدیق علم طبقات الارض نے آج مکمل طور پر کر دی ہے ۔

پانچویں دفعہ اظہار کہ صحیفہ فطرت واحد حقیقت ہے !

پھر اسی تنبیہہ کے سِلسلے میں قوم لُوط ، اقوامِ عاد و ثمود کی بداعمالیوں اور قارون ، فرعون و ہامان کی سرکشیوں کا ذکر کر کے اُن کے انجامِ بد کو تبلایا اور مثال دی کہ خدا کے سوا کسی دُوسرے کے حکموں پر عمل کرنے والی قوم کا بنایا ہُوا تانا بانا مکڑی کے جالے کی طرح ہوتا ہے جس کو ہَوا کا ایک جھونکا تتّر بتّر کر دیتا ہے ۔ اِس کے فوراً بعد ہی پھر وُہی علمی حقیقت پانچویں دفعہ دہرائی کہ **صحیفہ فطرت** ہی **واحد حقیقت** ہے اور اس حقیقت کی تلاش کے دوران میں ایمان والوں کو خدا کی آیت حاصل ہوگی : خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ : (۲۹)۔

پہلی دفعہ الصَّلٰوۃ کو قائم کرنے کا حکم !

پھر پہلی بار صاف الفاظ میں الصَّلٰوۃ کو قائم کرنے کا حکم ہے ۔ اگرچہ اُس وقت تک پنجوقتہ نماز فرض نہ ہوئی تھی' نہ الصَّلٰوۃ کے کوئی اوقات بیان کئے ہیں جیسا کہ اِس سے پہلے کئی بار بیان کئے تھے ، لیکن کہا ہے کہ الصَّلٰوۃ وہ شے ہے جو ایمانداروں کو بے حیائی کے کاموں (الفحشاء) اور باہمی عداوتوں کے مکروہ فعل (المنکر) سے روکتی ہے ، تاہم اِس کے باوجود اِس بات پر زور دیا کہ خُدا کا کھٹکا (ذکر اللہ) چوبیس گھنٹے دِل میں رکھ کر عُمدہ افعال کرنا یقیناً الصَّلٰوۃ کے فعل سے بھی بہت بڑا ہے : اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی

Marfat.com

عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ (۲۹/۵)۔

صاحب علم لوگوں کے سینوں میں قرآن روشن حقیقت ہے!

پھر کچھ دُور آگے چل کر کہا کہ قرآن کی آیتیں صاحب علم لوگوں کے سینوں میں روشن آیات ہیں اور صرف ظالم لوگ ہی ان آیات سے انکار کرتے ہیں: بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۝ (۲۹/۵)۔ پھر ایک دفعہ اور خدا کی زمین کو وسیع کہہ کر اشارہ کیا کہ **ھجرت** کا عمل عنقریب آنے والا ہے، اس کے لئے تیار ہو جاؤ: يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۝ (۲۹/۶) اور سورت کے اخیر میں **جہاد** کو حسن عمل کہا کہ یہ بھی عنقریب آنے والا ہے: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (۲۹/۷)۔

سورۃ لقمان میں مزید عظیم الشان حقائق کا اعلان!

الصّلوٰۃ اور الزّکوٰۃ کے قیام کا ذکر

سورۃ عنکبوت کے بعد سورۃ لقمان (۳۱) نازل ہوئی جس کا حجم ۲۷ سطریں ہیں۔ اس سورۃ میں **الصّلوٰۃ** کے قائم کرنے کے ساتھ ساتھ الزکوٰۃ کے دینے کا حکم ہے، اگرچہ نماز اور زکوٰۃ دونوں اس وقت تک فرض نہ ہوئی تھیں۔ ان دونوں اعمال کے کرنے والوں کو کہا کہ وہ ہدایت پر ہیں اور وہی کامیاب قوم کے افراد ہیں: هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝ۙ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ؕ اُولٰۗىِٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (۳۱/۱)۔

کائناتِ فطرت پر فخر!

پھر اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں پر فخر کرتے ہوئے پوچھا کہ خدا نے تو یہ حیرت انگیز پہاڑ، آسمانوں کو بغیر ستونوں کے، چوپائے قسم قسم کے، آسمان سے پانی اور ہر قسم کی اجناس پیدا کیں۔ تم مجھے دکھلاؤ کہ جن کو تم خدا سمجھتے ہو، انہوں نے کیا پیدا کیا: هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (۳۱/۱)۔

زندہ قوموں کا اخلاق!

پھر لقمان حکیم کا ذکر کیا اور جو نصیحتیں اُس نے اپنے بیٹے کو دیں اور انہی نصیحتوں کے ضمن میں کہا کہ اگر تیرے والدین تجھے خدا سے برگشتہ کریں تو ان کی اطاعت مت کرو: وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا ۝ (۳۱/۲)

Marfat.com

کیا کر زمین پر اکڑ کر مت چل کیونکہ خدا اکڑ باز وں کو پسند نہیں کرتا چلنے میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز کو بلند نہ کر: وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ۝ : (۲۱)

کلمات اللہ کا لا متناہی ہونا !

پھر کلمات خدا کے بارے میں تشریح کی کہ اگر تمام دنیا کے درخت قلم بن جائیں اور سات سمندر سیاہی ہو جائیں تو صحیفۂ فطرت سے اخذ کی ہوئی "آیات خدا" اس قدر لا متناہی ہیں کہ وہ ختم نہ ہوں گی. گویا ابد الآباد تک صحیفۂ فطرت کے لئے میدان عمل رہے گا اور وہ اس سے خدا کے احکام تلاش کرتے رہیں گے. وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ : (۲۱)(×)

سورۃ الشوریٰ میں عظیم الشان انکشاف کہ تمام ادیان نبوی کی بنیاد ایک ہے

بنی نوع انسان ایک اُمت ہیں !

سورۃ لقمان کے بعد سورۃ الشوریٰ (۴۲) نازل ہوئی جس کا حجم ۱۹ سطریں ہیں. اس سورت میں پھر دوسری بار کہا کہ تمام بنی نوع انسان ایک اُمت ہیں اور جو لوگ اس اُمت میں تفرقہ ڈالتے ہیں وہ ظالم ہیں اور خدا کی رحمت سے بعید ہیں : وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِن يُدْخِلُ مَن يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُم مِّن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝ : (۴۲)

تمام ادیانِ عالم کی بنیاد ایک ہے اور اس میں تفرقہ پیدا کرنا بغاوتِ خدا ہے !

پھر بنی نوع انسان کے ایک اُمت ہونے کے سلسلے میں حسب ذیل الفاظ میں اس عظیم الشان حقیقت کا اعلان کیا کہ تمام دین بنیادی طور پر ایک ہیں. انبیا بنی نوع انسان میں تفرقہ پیدا کرنے کے لئے نہ آتے تھے بلکہ اُن کا منشا ان کو ایک نقطہ پر جمع کرنا تھا. انہوں نے

(×) ترجمہ : اور اگر زمین کے تمام درخت قلمیں بن جائیں اور اس کے بعد رہتے زمین کے سات سمندر سیاہی ہو جائیں، تو فطرت سے اخذ کئے ہوئے احکام یعنی کلمات اللہ اس قدر بے انتہا ہیں کہ وہ تمام قلمیں گھس جائیں گی اور سیاہی ختم ہو جائے گی لیکن کلمات اللہ ختم نہ ہوں گے. اس سے صاف ظاہر ہے کہ انسان کے لئے صحیفۂ فطرت ابد الآباد تک جولانگاہ عمل ہے اور وہ اسی صحیفۂ فطرت کو دریافت کر کے عزت اور حکمت کے بلند ترین درجوں تک پہنچ سکتا ہے.

انسان کو علم دیا جو سب کو ایک نقطہ پر جمع کر دیتا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہیئے تھا کہ وہ انبیاؑ کے لائے ہوئے علم کے ذریعے سے ایک اُمت بن جاتے، لیکن انہوں نے آپس کی ضد اور بغاوت سے اپنے آپ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اب سب اس تفریق کے باعث جہنم کے کنارے پر کھڑے ہیں۔ ان بے مثال آیات کے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

رسولؐ کو حکم کہ اسی مشترک دین کی طرف بنی نوع انسان کو دعوت دے!

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى
وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ
اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۞ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ[x] بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ
وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ
لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۞ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ
وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا
وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۞ (۴۲:۲)۔

(اے انسانو!) خدائے کائنات نے تمہارے لئے وہی دین شروع (یعنی مقرر) کیا تھا جس کی وصیت اس نے نوحؑ کو کی اور اسی نوحؑ کے دین کو ہم نے تمہاری طرف وحی کیا۔ وہی دین ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو وصیت کیا (اور تم کو حکم دیا گیا کہ سب نوع انسان کے لئے) اسی دین کو قائم کرو اور اس میں (کسی قسم کا) تفرقہ پیدا نہ کرو۔ اب ان مُشرک قوموں پر (جنہوں نے اپنے خداؤں کو الگ الگ کر کے فرقہ بندی کر لی ہے اور خدا کو چھوڑ کر اپنے نبیوں یا رہنماؤں کو خدا بنا لیا ہے اور مُشرک بن گئے ہیں) وہ شے بہت گراں گزرتی ہے جس کی طرف تو بُلا رہا ہے (یعنی یہ کہ سب مختلف مذہبوں کے لوگ اپنے اپنے مختلف رستے چھوڑ کر ایک دین اسلام پر متفق ہو جائیں اور بنی نوع انسان کو ایک اُمت بنا دیں) لیکن خدا جس کو مناسب سمجھتا ہے اس ہدایت کے لئے چُن لیتا ہے اور اپنی طرف آنے کا راستہ اُسی کو دکھلاتا ہے جو (بندوں سے ہٹ کر) خدا کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ اور لوگو! انسان نے آپس میں اختلاف نہیں ڈالا مگر بعد اس کے کہ اُن کی طرف (انبیاؑ کی وساطت سے الکتٰب کی صورت میں) علم آیا تھا (جس کا منشا سب نوع انسانی کو متفق کر دینا تھا) اور یہ اختلاف محض انسان کی باہمی بغاوت کے باعث تھا۔ اور اے محمدؐ! اگر تیرے پروردگار کی طرف سے پہلے ہی ایک مقررہ وقت (پر عذاب کے آنے) کا حکم نافذ نہ ہو گیا ہوتا تو (سب انسانوں کو جہنم میں بھیج کر) فیصلہ ہی کر دیا جاتا۔ اور بے شک وہ لوگ جن کے ورثے میں وہ الکتٰب ان کے بعد آئی وہ حیرت انگیز شک میں ہیں (کہ یہ تفرقہ کیونکر پیدا ہوا)

(x) دین کو علم اس لئے کہا گیا ہے کہ حقیقت سب کو ایک نقطہ پر مُتحد کر دیتی ہے۔ فتدبّر!

(اے محمدؐ!) تو سب کو اسی نصب العین کی طرف بلاتا جا اور جس طرح تجھے حکم ملا ہے، اسی پر قائم رہ اور ان لوگوں کی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کر اور کہہ کہ میں تو جو کچھ اللہ نے (مجھ پر) کتاب کی قسم سے اُتارا ہے، میں تو اُس پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تم انسانوں کی سب اُونچ نیچ برابر کردوں (اعدل بینکم) کیونکہ وہ رب ہمارا بھی ہے اور تمہارا بھی ہے (اس لئے ایک رب کے سب بندے ایک ہی ہونے چاہئیں)۔ ہمارے اعمال کی ذمہ داری ہم پر اور تمہارے عملوں کے نتیجے تم پر ہیں۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی (بنیادی) جھگڑا تو ہے نہیں (کہ ہم اڑے رہیں)۔ خدا ہم سب کو آپس میں (پھر) اکٹھا کردے اور دراصل (جواب دہی کے لئے) جانا تو بالآخر اسی کے پاس ہے!

ان عظیم الشان حقائق کے واضح کر دینے کے بعد اِس سورت میں ایمانداروں کے اعمال کی مزید وضاحت حسب ذیل الفاظ میں کی :-

غالب آنیوالی جماعت کس کردار اور اخلاق کی مالک ہونی چاہیئے؟

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا
لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ
اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝ (×) وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ
عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝
اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (۴۲)۔

یہ وہ لوگ ہیں جو بڑے بڑے گناہوں سے (جو قوم کو ہلاکت کی طرف کھینچتے ہیں) بچے رہتے ہیں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب غصے میں آتے ہیں تو وہ (زیادتی کرنے والے کو) معاف کردیتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کا حکم مانتے ہیں اور الصلٰوۃ پر قائم رہتے ہیں اور ان کا معمول یہ ہے (کہ ہر اہم معاملہ میں) وہ آپس میں مشورہ کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُن کو دے رکھا ہے، اُس میں قربانی مال کرتے ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اُن پر کسی طرف سے ظلم ہوتا ہے تو وہ بدلہ لیتے ہیں (×) اور بُرائی کا بدلہ اسی طرح کی بُرائی ہے لیکن جس نے درگزر کی اور صلح کرلی تو اُس کا اجر اللہ کے ذمے ہے، کیونکہ وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور جس شخص نے ظلم کے بعد بدلہ لیا تو اُس پر کوئی الزام نہیں۔ الزام تو اُن پر ہے جو (کفار مکہ کی طرح) لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق زمین پر بغاوت کرتے ہیں، تو انہی لوگوں کو دردناک عذاب ہے۔

(×) اِس ظلم کا بدلہ لینے کی طرف اشارہ اِس سے پہلے سورۃ الشعراء میں بھی کیا گیا تھا۔ (دیکھو صفحہ ۱۴۴)

Marfat.com

اسلام میں جمہوریت کی داغ بیل

القصہ ان آیات میں ایمان والوں کی مزید خصوصیتیں بیان کر کے دو بڑی خصوصیتیں یہ بیان کیں کہ اولاً مومن وہ ہیں جو ظلم کا بدلہ لیتے ہیں[x] ثانیاً مومن وہ ہیں جو قوم کا ہر کام باہمی مشورہ اور صلاح سے لیتے ہیں۔ گویا قوم کو کفارِ مکہ سے بدلہ لینے اور قوم کی بنیاد جمہوریت پر قائم کرنے کی تیاری کی جا رہی ہے!

سورۂ یونسؑ میں پہلی سورتوں کی عظیم الشان کائناتی اور علمی حقیقتوں کا اعادہ

اور مؤمن قوم کو غالب کرنے کا حتمی وعدہ!

سورۂ الشوریٰ کے بعد سورۂ یونس (۱۰) نازل ہوئی جس کا حجم ۲۴۶ سطریں ہیں۔ اس سورۃ میں وہی کافروں کو عذاب خدا سے ڈرانے کا کی انداز ہے۔ اسی دوران میں روئے زمین پر نئی انواع کی پیدائش کی ابتدا کی طرف اشارہ ہے۔ پھر جو قومیں ملاقات رب کے لئے جدوجہد نہیں کرتیں اور صحیفۂ فطرت سے غفلت برتتی ہیں اُن کو جہنم کی دھمکی ہے۔ پھر بنی نوع انسان کے متعلق دہرایا کہ وہ ایک اُمت ہیں اور جو فرقہ بندی کرتے ہیں اُن کو سزا دینے کی دھمکی دی ہے۔ پھر کہا کہ قرآن جیسی ایک سورۃ ہی تم گھڑ کر لے آؤ۔ پھر کہا کہ کیا عجب ہے کہ ہم تمہاری زندگی میں ہی اِن کفارِ مکہ پر عذاب مسلط کر دیں یا تمہارے مرنے کے بعد ان کو سزا دیں۔ پھر کہا کہ کفار کی باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں۔ پھر نوحؑ، عاد، ثمود، موسیٰ، ہارون اور فرعون کا ذکر کیا، پھر کہا کہ ایمانداروں کو بالآخر غالب کرنا ہمارا فرض ہے، وغیرہ وغیرہ۔ الغرض تمام سورت اسی رنگ میں ہے جو پہلی سورتوں کا تھا۔ سوچو کہ وحی میں کس قدر تسلسل تھا جو اَب نہیں رہا!

سورۂ السبا میں قطعی اعلان کہ لوہے کو نرم کرنا اور تانبے کے چشمے بہانا

اور پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کرنا نبوی عمل تھا!

سورۂ یونسؑ کے بعد سورۂ السبا (۳۴) نازل ہوئی جس کا حجم ۱۰۶ سطریں ہیں۔ اس سورت میں سب سے پہلے کتابِ مبین کے صحیح مفہوم کو حسب ذیل الفاظ میں واضح کیا کہ یہ صحیفۂ فطرت ہی ہے:-

صحیفہ فطرت ہی کتاب مبین ہے!

عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ

(x) اس ظلم کا بدلہ لینے کی طرف اشارہ اس سے پہلے سورۂ الشعراء (۲۶) میں بھی کیا گیا تھا۔ (دیکھو صفحہ ۱۴۴)۔

وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (۳۴/۳)

(لوگو!) وہ خُدا اُس شئے کو بھی جاننے والا ہے جو (بظاہر) اس سے اوجھل (معلوم دیتی) ہے۔ ذرّہ بھر بھی (کوئی شئے) جو آسمان اور زمین میں ہے اُس سے پوشیدہ نہیں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی نہ بڑی شئے ہے، مگر یہ کہ وہ ایک روشن کتاب میں (لکھی ہوئی درج) ہے (جس کو صحیفۂ فطرت کہا جاتا ہے)۔ (اور یہ سب کچھ اُس روشن کتاب میں اس لئے ضبطِ تحریر میں ہے) تاکہ خدا ایماندار و صالح العمل قوم کو (اُن کے اعمال کا پورا حساب لگاکر) اُن کو جزا دے اور یہی وہ قومیں ہیں جن سے (ان کے چھوٹے چھوٹے گناہوں کے متعلق) پردہ پوشی کی جائے گی اور اُن کو باعزت رزق دیا جائے گا۔

پھر مزید اطمینان دلانے کے لئے قرآن کے متعلق حسب ذیل الفاظ میں کہا:۔

صاحب علم کے نزدیک قرآن حقیقت ہے!

وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ (۳۴/۶)۔

اور وہ لوگ جن کو (اُن کے صحیفۂ فطرت کے بغور مطالعے کے باعث) علم دیا گیا ہے، وہ دیکھ لیتے ہیں کہ اِس قرآن میں جو کچھ تیری طرف تیرے پروردگار کی جناب سے وحی کیا گیا ہے وہ برحق ہے اور اُس (صاحبِ عزت و حمد خدا کے رستہ کی طرف لے جارہا ہے (جو قوموں کو عزت اور حمد کی منزل تک پہنچانا چاہتا ہے)۔

پھر حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے دورانِ بادشاہت کے کارناموں کو چوتھی بار(×) بالتفصیل بیان کرکے کہ حضرت داؤد نے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کیا تھا اور انہوں نے لوہے کی صنعت کی ترقی بدرجۂ کمال پہنچا کر اِس حد تک باریک زرہیں اپنی فوج کو ناقابلِ شکست بنانے کے لئے پیدا کی تھیں کہ لوگوں کو گمان ہو گیا تھا کہ لوہا اُن کے ہاتھ میں موم کی طرح پگھل جاتا تھا، وغیرہ وغیرہ۔ الغرض یہ بیان کرکے مسلمانوں کو احساس دلایا کہ ازروئے قرآن عملِ صالح صحیفۂ فطرت کی اشیاء کی صحیح قدردانی ہے۔ ان آیات کو پھر تفصیل سے نقل کیا جاتا ہے تاکہ مسلمانوں کو بار بار معلوم ہو کہ وہ راہِ راست سے کس قدر دُور بھٹک گئے ہیں!

(×) پہلی بار حضرت داؤد و دیگر انبیا کے کارناموں کا ذکر سورۃ ص (۳۸) میں شد و مد سے کیا تھا۔ (دیکھو صفحہ ۱۴۸ تا ۱۵۲)۔ پھر اس کے بعد یہی ذکر سورۃ الانبیا (۲۱) میں کیا۔ (دیکھو صفحہ ۱۷۸، ۱۷۹)۔ پھر تیسری بار سورۃ النمل (۲۷) میں اُن کے علمی کارناموں کا ذکر کیا (دیکھو صفحہ ۱۸۸ تا ۱۹۱)۔

Marfat.com

انبیا کا عملِ صالح، صحیفۂ فطرت کی صحیح قدر دانی، اس کی تسخیر اور اشیائے فطرت سے طلبِ عمل ہے!

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۙ﴿۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِى السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۰﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۰﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِىَ الشَّكُوْرُ ﴿۰﴾ : (۳۴/۲)۔

اور ہم نے بے شک داؤد کو (یعنی اس کی قوم اور اس کی حکومت کو) اپنے ہاں سے فضیلت اور برتری عطا کی۔ (صحیفۂ فطرت کے مطالعے سے اس کی قوم کو وہ علم حاصل ہوا کہ ہم نے بالآخر پہاڑوں اور پرندوں کو کہہ دیا کہ) اے پہاڑو اور پرندو! تم اس کے ساتھ ساتھ ہی (خدا کی طرف) رجوع کرو) اور ہم نے (اس کو لوہے کی باریک تاریں بنانے کا وہ علم عطا کیا کہ) لوہا اس کے واسطے نرم کر دیا، پھر داؤد کو کہا کہ کشادہ (زرہیں) بنائے اور ان کی کڑیوں کے جوڑنے میں پوری کاریگری کرے (کیونکہ) دنیا کی اس کارگاہِ سعی و عمل میں یہی مناسب ہے کہ ایسے صالح عمل کرتے جاؤ۔ میں بے شک جو کچھ تم کر رہے ہو نہایت باریک بینی سے دیکھ رہا ہوں۔ اور سلیمان کے ذمے (ہواؤں کے علم کی تحقیق و تلاش تھی جس کی رُو سے) ہوا صبح کے وقت ایک ماہ اور شام کے وقت ایک ماہ چلتی تھی اور (اس کے عہد کی صنعتیں لوہے کی بجائے تانبے کی اس قدر باریک اور اعلیٰ پایہ کی تھیں کہ) ہم نے اس کے لئے تانبے کے چشمے بہا دیئے۔ اور پھر اس کے قوی ہیکل اور دیو صورت مزدور جو خدا کے حکم سے اس کی نگرانی میں کام کرتے تھے اور جو ان میں سے اپنے عمل میں ہمارے احکام کے بجا لانے میں کوتاہی کرتے تھے تو ان کو ہم بھڑکتی آگ کا عذاب (یعنی بدنی سزائیں) دیتے تھے۔ وہ مزدور سلیمان کے لئے محرابیں اور مورتیں اور حوضوں جتنے بڑے لگن اور جمی رہنے والی دیگیں تیار کرتے تھے (اور ہم سلیمان کی ان مادی ترقیوں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے اور کہتے کہ) اے آلِ داؤد خدا کی نعمتوں کی قدر کرتے کرتے عمل کرتے جاؤ، کیونکہ میرے بندوں میں سے بہت ہی کم ہیں جو میرے (صحیفۂ فطرت کے) قدر داں ہیں

اس کے بعد اسی طرح قوم سبا کے دارالحکومت شہر مآرب کے جنوب میں سدِ مآرب (یعنی دو پہاڑوں کے درمیان ایک عظیم الشان دیوار ڈیڑھ سو فٹ لمبی اور پچاس فٹ چوڑی ۸۰۰ سنہ قبل مسیح کے زمانے) میں تیار اس لئے کی تھی کہ پانی کو روکا جائے اور اس رکے ہوئے پانی سے باغات سیراب کئے جائیں۔ الغرض اس دیوار کے ذریعے سے سرسبز باغوں کے بنانے کا ذکر کر کے بتایا کہ اس قوم نے بعد میں ناشکری کی اور ایک سخت ترین سیلاب نے اُن کے لگائے ہوئے باغوں کو تباہ کر دیا۔ گویا جتلایا کہ جب تک وہ صحیفۂ فطرت کی اشیاء کی قدر کرتے رہے اُن کو آسودگی دی اور جب غفلت اور عیش و عشرت میں پڑ گئے، اُن کو ہلاک کر دیا۔ اس تاریخی قصے کے

Marfat.com

بیان کرنے سے مسلمانوں کو ابدالآباد تک سبق دینا تھا کہ انتہائی مادی ترقی، بہیم سعی و عمل اور سرگرمی سے تسخیرِ اشیائے فطرت دینِ اسلام کا واحد منتہا ہے اور جب تک قوم پورے طور پر ان کاموں میں لگی رہتی ہے، خدا سے انعام پاتی ہے، لیکن جب قوم کے افراد ان نعمتوں کے حاصل کرنے کے بعد سست عمل اور کاہل ہو جاتے ہیں، خدا کی طرف سے عذاب لاحق ہوتا ہے اور اس قوم کو ہلاک کر دینا لازم ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد حسبِ ذیل عبرت آموز الفاظ کہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ۝ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (۳۴) وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ ۭ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝ (۳۴)۔

اور لوگو! ہم نے کسی قوم میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس کے آسودہ حال لوگوں نے (جو غریبوں کے خون پر پل کر عیش و عشرت میں لگے تھے) کہا کہ ہم (جس سعی و عمل کی طرف تم بلا کر ہماری نیندوں کو حرام کر رہے ہو اور) جو پیغام تم دے کر بھیجے گئے ہو، ہم اس کے منکر ہیں۔ کہا کہ ہم (پہلے ہی) مال و اولاد کے اعتبار سے کثرت کے مالک ہیں اس لئے ہم کو عذاب کس طرح لاحق ہو گا۔ اے محمدؐ! ان کو کہہ دو کہ میرا پروردگار نہایت باریک بینی سے جس قوم کو مناسب سمجھتا ہے رزق میں کشادگی دے دیتا ہے اور جس کو مناسب سمجھتا ہے کمی کر دیتا ہے، لیکن اکثر لوگوں کو اس شے کا حسابی علم نہیں (کہ بسط و قبض رزق کے اصول کیونکر ہیں)۔ اور (یاد رکھو کہ) تمہارے مال اور اولاد تمہارے لئے وہ عذاب الٰہی بن سکتے ہیں کہ ان کے باعث قوم کے غافل ہو جانے سے ہلاکت نزدیک ہو سکتی ہے اور وہ پھر (جیسا کہ تم مال و اولاد کے شروع میں دیئے جانے کے وقت سمجھتے تھے کہ یہ تم کو تمہارے سعی و عمل کی وجہ سے اس لئے حاصل ہوئے ہیں کہ ہم خدا کے بنائے ہوئے راہِ راست پر چل کر اس کے مقرب بن گئے تھے، تو اب تمہارے کاہل ہو جانے کے بعد یہ مال و اولاد) ایسے نہیں کہ تم کو خدا کے مقرب بنا دیں، اِلّا وہ قوم اس کی مقرب ہوتی ہے جس نے خدا کی بنائی ہوئی سعی و عمل کی راہ پر ایمانداری سے یقین کر کے مناسب عمل کیا۔ تو وہ لوگ ہیں (نہ کہ تم) جن کو دوہری جزا ان کے عمل کے باعث ملے گی اور وہی بڑے شاندار بالاخانوں میں امن سے رہیں گے۔ لیکن وہ لوگ جو ہمارے احکام کے متعلق ایسا سعی و عمل اختیار کرتے ہیں جو ہمارے (قانون) کو ہرا دینا چاہتا ہے، وہی عذاب کے لئے ہمارے سامنے حاضر ہوں گے۔ اے محمدؐ! کہہ دو کہ خدا جن قوموں اور بندوں کو پورے طور پر مناسب سمجھتا ہے، اُن کو رزق کی فراخی دیتا

Marfat.com

ہے۔ ورنہ اُس میں کمی کر دیتا ہے۔ اور اگر تم جان و مال کی قربانی کروگے تو وہ اُس کی جزا قائم رکھتا ہے اور وہی بہترین رزق دینے والا ہے۔

اس کے بعد اسی طرح کفارِ مکہ کو ڈرانے دھمکانے میں یہ سورت ختم کر دی، جس سے ظاہر ہے کہ ان ایام میں مسلمانوں پر سخت ترین مظالم ہو رہے تھے اور ان سے بچنے کا سوائے اس کے کوئی چارہ نہ رہا تھا کہ کفار کے بُرے انجام کی دھمکیاں بار بار دے کر اُن کے تشدد کو حتی الوسع کم کیا جائے۔

سورۂ فاطر میں ملائکہ کی حقیقت کا اعلان اور دیگر عظیم الشان علمی حقائق کا اعادہ!

کارخانۂ فطرت ایک مقررہ مدت تک ہے!

سورۃ السبا کے بعد سورۃ فاطر (۳۵) نازل ہوئی جس کا حجم ۹۶ سطریں ہیں، اس سورت میں بھی وہی استدلال اور اس کی بھی وہی ڈگر ہے جو پہلی سورتوں میں اختیار کی گئی تھی۔ سب سے پہلے ملائکہ کی حقیقت کو حسبِ ذیل الفاظ میں واضح کیا:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (۳۵/۱)۔

سب تعریف کا سزاوار وہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا خدا ہے جس نے ملائکہ (یعنی اُن عظیم الشان ربانی قوتوں کو جو کائنات کے انتظام میں لگی ہیں اور جو اس کائنات کے ہر محکمے کے نظام کو قانونِ قدرت کے احکام کے مطابق چلا رہی ہیں) کو دو دو، تین تین، چار چار "پروں" والا بنایا (گویا ان کے فرائض کے مطابق ان کو کئی مختلف پروں (یعنی قوتوں) کا مالک بنایا تاکہ نظام صحیح طور پر چل سکے)۔ وہ خدا اپنی پیدائش میں جو شے مناسب سمجھتا ہے زیادہ کر دیتا ہے کیونکہ وہ درحقیقت ہر بات کو (عمدہ طور پر سرانجام دینے پر) قادر ہے۔

پھر کہا۔ کشائش اور تنگی خدا کے اختیار میں ہے (کیونکہ قوموں کے عمل پر موقوف ہے)۔ کوئی رازق سوائے خدا کے نہیں۔ دنیا کی زینتیں تمہیں دھوکا نہ دیں، اس لئے مسلسل سعی و عمل میں لگے رہو۔ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ کافر سخت عذاب سے دوچار ہوں گے۔ تم محمدؐ صبر کرو، کہیں ان کفارِ مکہ پر افسوس کرتے کرتے تمہاری جان ہی غم میں ہلاک نہ ہو جائے۔ خدا کو سب کچھ علم ہے جو یہ مکار تمہارے خلاف کر رہے ہیں: تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ (۳۵/۸)۔ جس طرح بادل کے پانی سے مُردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے اسی طرح قومیں ہدایت کے ترشح سے زندہ ہوتی ہیں۔ سب نیک عمل خدا کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عملوں والی قوم کو خدا ہی بلند کرتا ہے۔ خدا ہی نے مٹی کے دور یعنی جراثیم سے تمہاری پیدائش کی ابتدا کی، پھر نطفہ سے تمہاری پیدائش کی۔ اب جو بچہ ماں کے پیٹ میں ہے اس کا علم صرف خدا کو ہے اور اگر کوئی کافی عمر کے بعد بوڑھا ہوتا ہے اور کسی کی عمر گھٹ جاتی ہے تو وہ سب

Marfat.com

کچھ ایک کتاب میں لکھا ہے (یعنی قانونِ فطرت کے مطابق جو رہتا ہے اُس کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے، جو فطرت کے گناہ کرتا رہتا ہے وہ جلد مر جاتا ہے)۔

سلسلۂ کائنات ایک مقررہ مدت تک ہے!

وہ خدا رات اور دن کا سلسلہ جاری رکھتا ہے اور اسی لئے اُس نے سورج اور چاند کو تمہارے نفع کے لئے مسخر کیا۔ اور یہ سب سلسلہ ایک مقررہ مدت کے لئے ہے (كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى: (۳۵/۲)۔) پھر انسان کی محتاجی اور قانونِ فطرت کے سامنے اُس کی بے بسی کو زیادہ واضح کرنے کے لئے یہ خطرناک محاکمہ دے دیا کہ اگر تم انسان سرکشی کرو گے اور اُس کے حکموں کے آگے سرِ تسلیم خم نہ کرو گے تو خدا وہ بے نیاز خدا ہے کہ وہ یہاں تک بھی کر سکتا ہے کہ تم سب بنی نوعِ انسان کو جو اربوں افراد پر مشتمل ہے اور خدا کی سب سے زیادہ شریف پیدائش ہے، یکبار اُچک کر لے جائے اور تمہاری جگہ اس زمین پر ایک نئی مخلوق بسا دے اور یہ شئے اس کے لئے کچھ مشکل نہیں: يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ أَنتُمُ ٱلْفُقَرَآءُ إِلَى ٱللَّهِ ۖ وَٱللَّهُ هُوَ ٱلْغَنِىُّ ٱلْحَمِيدُ ۝ إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۝ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ بِعَزِيزٍ ۝: (۳۵/۲)۔

پھر کہا کہ اندھے اور آنکھوں والے برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح مُردے اور زندے برابر نہیں ہو سکتے، نہ تُو مُردوں کو اپنی بات سنا سکتا ہے۔ ہم نے تجھ کو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا برحق بنا کر بھیجا، اور کوئی اُمت نہیں جس میں ہم نے اپنا ڈرانے والا رسول نہ بھیجا ہو۔ اور اگر تجھے یہ جھٹلاتے ہیں تو غم نہ کرو، اِس سے پہلے کے رسول بھی جھٹلائے گئے۔ پھر دیکھو ان کا کیا حشر ہوا: وَمَا يَسْتَوِى ٱلْأَعْمَىٰ وَٱلْبَصِيرُ ۝ وَلَا ٱلظُّلُمَٰتُ وَلَا ٱلنُّورُ ۝ وَلَا ٱلظِّلُّ وَلَا ٱلْحَرُورُ ۝ وَمَا يَسْتَوِى ٱلْأَحْيَآءُ وَلَا ٱلْأَمْوَٰتُ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَآءُ ۖ وَمَآ أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِى ٱلْقُبُورِ ۝ إِنْ أَنتَ إِلَّا نَذِيرٌ ۝ إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ بِٱلْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ۝ وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ وَبِٱلزُّبُرِ وَبِٱلْكِتَٰبِ ٱلْمُنِيرِ ۝ ثُمَّ أَخَذْتُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ۖ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝: (۳۵/۲)۔

صرف عالمانِ فطرت ہی خدا سے ڈرتے ہیں!

پھر ایک انتہائی حیرت انگیز علمی حقیقت حسبِ ذیل الفاظ میں بیان کی کہ خدا سے صحیح معنوں میں ڈرنے والے وہی لوگ ہیں جو عالمانِ فطرت ہیں تم جا کر کوئلہ کی کانیں زمین میں دیکھو، وہ تمہارے لئے فائدہ مند ہوں گی:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ ٱللَّهَ أَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجْنَا بِهِۦ ثَمَرَٰتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَٰنُهَا ۚ وَمِنَ ٱلْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَٰنُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ۝ وَمِنَ ٱلنَّاسِ

Marfat.com

وَالدَّوَآبِ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝ : (۳۵/۴) ۔

کیا تُو نے اِس امر کی طرف توجہ نہیں کی کہ خُدا نے آسمان سے پانی اُتارا، پھر ہم نے اِس پانی کے ذریعے سے مختلف رنگوں کے پھل نکالے اور (ملاحظہ کرو) کہ پہاڑوں میں سفید اور سُرخ مختلف رنگوں کے طبقے ہیں نیز بھجنگ کالے (بھی وہاں پر تلاش کرو) اِسی طرح پر انسانوں اور جانوروں میں بھی مختلف رنگوں والی قسمیں ہیں اور یہ ایک امر واقع ہے جو اسی طرح پر ہے (کَذٰلِکَ)۔ (اگر حقیقت کی نظر سے دیکھو تو) خُدا کے بندوں میں سے صرف عالم (یعنی صحیفۂ فطرت کا بغور مطالعہ کرنے والے لوگ) ہی صحیح معنوں میں ڈرتے ہیں۔ بے شک خدا بڑا ہی صاحب غلبہ اور بڑا ہی صاحب عفو و درگزر ہے (یعنی قصور واروں کی غفلتوں پر پردہ ڈالنے والا ہے)۔

اِس آیت کے سیاق اور سباق سے صاف ظاہر ہے کہ از رُوئے قرآن عُلَمَا (جس لفظ کا اطلاق آج کل دینِ اسلام کے مولویوں یا مفسّرین قرآن پر نہایت مضحکہ انگیز طور سے ہو رہا ہے اور جس مفہوم کے سوا کوئی دوسرا مفہوم عُلما کے متعلق مسلمان کے ذہن میں بھی نہیں آتا) صرف وہی لوگ ہیں جو خُدا کے اُتارے ہوئے آسمان کے پانیوں، زمین کے پھلوں کے مختلف رنگوں، پہاڑوں کے مختلف رنگوں کے طبقوں، کوئلہ کی بھجنگ کالی کانوں، انسان کی زمین پر مختلف رنگ کی نسلوں، جانوروں کی ہزارہا مختلف رنگوں کی قسموں کا غور سے مُطالعہ کر کے اِس صحیفۂ فطرت کے فاطرِ اعظم تعالیٰ کے کمالِ علم، انتہائی قوت اور اُس کے اٹل قانون سے خوف زدہ رہتے ہیں اور اِس مطالعۂ فطرت کے بعد اُن کے بدن کے رونگٹے خوفِ خدا سے کھڑے رہتے ہیں اور اِس خوفِ خُدا کے باعث ہی اُن کا بنی اسرائیل کے انبیاء سے مشابہ ہونا سچا ہے، کیونکہ علم و خبر کی انتہا ہی اُن کے اندر وہ خشیتِ خُدا اور تفہیمِ قانونِ خدا پیدا کر دیتی ہے جو انبیاء علیہم السلام کا خاصہ تھی۔ مفسّرین یا مولوی صاحبان کو عُلَمَا کا لقب دینا، یا اُن کو تعظیماً یا رسماً مولٰنا (ہمارا خدا) کہنا (جو لفظ قرآن حکیم میں خالصتہً خدائے عزوجل کے لئے مخصوص ہے) حقیقت کا مُنہ چڑانا اور قوم کی انتہائی جہالت کی دلیل ہے۔

پھر انہی دھمکیوں میں اِس سُورت کو ختم کیا اور آخر میں کہا کہ اگر اللّٰہ انسانوں کو گرفت کرنے لگتا تو ایک جاندار چیز اِس رُوئے زمین پر باقی نہ چھوڑتا، لیکن یہ سب کچھ ایک مقرر وقت تک ہے، جب وہ آ پہنچا تو کوئی رعایت نہ ہوگی اور سب تہس نہس کر دیئے جائیں گے۔

سُورۃ الاعراف میں حیرت انگیز وضاحت کہ اِسلام کا حرام و حلال کیا ہے؟

سورۂ فاطر کے بعد سورۃ الاعراف (۷) نازل ہوئی، جس کا حجم ۵،۷۴ سطریں ہیں نزولِ وحی کے اعتبار سے یہ

سورت نوے کی سورتوں میں سے ۸۰ ویں سورت ہے اور مکی سورتوں میں سب سے زیادہ لمبی ہے۔ اس قدر لمبی سورت ہونے کے باوجود اس میں اول سے آخر تک عذاب اور سزا کی دھمکیاں ہیں۔ نافرمان قوموں کے بُرے انجام کا بار بار ذکر ہے۔ خدا کی انسان پر نعمتوں کا احسان جتلا کر انسان کو خدا کی راہ پر چلنے کی ترغیب دی ہے۔ شیطان کی شیطان کاریوں سے متنبہ کر کے انسان کو اس سے بچنے کی تنبیہ کی ہے۔ پھر اس لحاظ سے کہ اُس وقت کے مسلمان، کفارِ مکہ کی تقلید میں خدا کے حضور میں کھڑا ہوتے وقت زیب و زینت والے لباس سے پرہیز کرتے تھے، کھانے پینے کی مختلف عمدہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام سمجھتے تھے اور انہوں نے گمان کر لیا تھا کہ خدا اس طرح کی "زاہدانہ" زندگی کو پسند کرتا ہے، قرآن نے عام محاکمہ دے دیا کہ خدا سے لگاؤ اِن "باتوں" سے پیدا نہیں ہوتا، بلکہ دینِ اسلام کا فیصلہ حسب ذیل الفاظ میں ادا کیا:-

انسانو! خدا کے حضور میں سج سجا کر جایا کرو! تمام دُنیاوی نعمتیں صرف مومنوں کے لئے روزِ قیامت تک وقف ہیں!
مسلمان قوم کا انفرادی اخلاق!

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (پ۸)

اے بنی آدم! (کفارِ مکہ کی عدم تقلید میں) تم (بے شک) اپنی آرائش کے (جن) لباسوں کو (چاہو) خدا کے حضور میں ہر سجدے کے وقت لے جایا کرو (اس میں کچھ گناہ نہیں) اور کھاؤ اور پیو، لیکن کھانے اور پینے میں حد سے زیادہ نہ بڑھو کیونکہ فی الحقیقت خدا فضول خرچوں کو پسند نہیں کرتا۔ اے محمدؐ! کہہ دو کہ کون ہے جس نے اللہ کی دی ہوئی آرائش کی کوئی چیز جو اس نے بندوں کے لئے بنائی ہو، تم پر حرام کر دی یا کھانے کی کسی پاکیزہ چیز سے تمہیں منع کیا۔ کہہ دو کہ یہ آرائشیں، زیب و زینت کے سامان اور عمدہ کھانے تو اللہ نے خالصتہً ایماندار لوگوں کے لئے روزِ قیامت[x] تک وقف کر دیئے ہیں۔ خدا صاحب علم قوم کے سوچنے کے لئے اپنی آیتیں اس طرح کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ اے محمدؐ! انہیں کہہ دو کہ خدا نے تو جو چیزیں مومنوں پر حرام کر دی ہیں وہ یہ ہیں:- بے حیائی کی تمام باتیں، خواہ وہ کھلے طور پر ہوں یا در پردہ (مثلاً زنا) اور گناہ کے تمام افعال اور (بندوں پر) ناحق ظلم، اور یہ کہ تم لوگ خدا کے احکام چھوڑ کر کسی دوسرے کے حکموں کی تعمیل کر کے اس کو خدا

(x) گویا آج کل تو یورپ اور امریکہ والے ہی مومن ٹھہرے!!

Marfat.com

کا سا تھی بنا دو جس کی کوئی سند نہیں اور یہ کہ تم اللہ کے متعلق وہ باتیں کہو، جن کا تمہیں علم نہیں

سورۃ الاعراف میں حضرت موسیٰ اور فرعون کے واقعات!

پھر اس کے بعد قوم نوح، قوم عاد و ثمود، قوم لوط کی ہلاکتوں کا ذکر کر کے بتلایا کہ وہ کن گناہوں کی پاداش میں جڑ سے اکھیڑ دی گئیں۔ پھر اہل مدین کی طرف حضرت شعیبؑ کے بھیجے جانے کے ذکر میں خاص طور پر بتلایا کہ وہ لوگ تول میں کمی کرتے تھے، گاہکوں کو کھری چیز نہ دیتے تھے، ڈاکہ زنی کیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ اُن کے بڑے اور اکڑ والے لوگ شعیبؑ کو دھمکیاں دیتے رہے کہ تمہیں جلا وطن کر دیا جائے گا۔ قوم کو ورغلاتے رہے کہ اگر تم نے شعیبؑ کی پیروی کی تو گھاٹے میں رہو گے۔ ان سب باتوں کے باوجود اس قوم کی بیخ اکھیڑ دی گئی، پھر کہا:-

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (۷/۱۲)-

یہ وہ بستیاں جن کی کہانیاں اے محمدؐ! ہم تمہیں بیان کر رہے ہیں اور ان کے پاس بے شک اُن کے پیغامبر روشن احکام لے کر اس لئے آئے کہ ایمان لائیں، لیکن وہ اس سے کہ پہلے جھٹلا چکے تھے، ایمان لانے والے تو ہرگز نہ ہوئے۔ اس طرح پر خدا کفار کے ذہنوں پر مہریں لگا دیا کرتا ہے۔

پھر خدا نے موسیٰ کو فرعون کی قوم کی طرف معجزے دے کر بھیجا۔ موسیٰ نے معجزے بھی دکھلائے جس پر جادوگروں کا ایک گروہ ایمان لایا۔ فرعون نے اُن کو قتل کرنے کی دھمکی دی لیکن وہ ثابت قدم رہے۔ اس پر فرعون کے درباریوں نے طعنہ زنی کی کہ یہ لوگ سرزمین مصر پہ قابض ہو جائیں گے۔ فرعون نے کہا: ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور بیٹیوں کو زندہ رکھیں گے۔ حضرت موسیٰ نے اُن کو مضبوط ارادہ والا بنا دیا اور کہا: اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (۷/۱۵) یعنی استقلال کرو، زمین کا وارث خدا ان کو بناتا ہے جن کو مناسب سمجھتا ہے اور آخری فتح تو خدا سے ڈرنے والوں کی ہے۔ پھر انہوں نے موسیٰ سے کہا کہ تیرے آنے سے ہماری ایذاؤں میں کمی نہیں ہوئی، تو موسیٰ نے کہا کہ عنقریب خدا تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دے گا اور تمہیں ہی بادشاہ بنائے گا: قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝ (۷/۱۵)۔ پھر اس کے بعد فرعون کی قوم پر قحط سالیوں اور پھلوں کی کمی کی سزائیں آئیں۔ پھر طوفان اور ٹڈی دل اور جوؤں اور مینڈکوں اور خون کی وبائیں آئیں تو فرعون نے موسیٰ کو کہا: ہمارے لئے دعا مانگ۔ پھر جب تیری دعا سے عذاب ہٹ جائے گا تو میں تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو روانہ کر دوں گا۔ الغرض فرعون اور اس کی فوج سمندر میں غرق کر دی گئی اور بنی اسرائیل کو ملک مصر کے مشرق اور مغرب کا وارث کر دیا اور اس طرح خدا کے کلمات بنی اسرائیل پر پورے کر دیئے

Marfat.com

گئے: وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ○ (۷)۔

حضرت موسیٰ کو تجلّی رب!

پھر اس واقعہ کے بعد موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر ایک دوسری بت پرست قوم میں آئے۔ وہاں اُن کو تجلّی رب ہوئی جس سے وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور لوحوں پر قانونِ خدا عطا ہوا۔ اس کے بعد ان کی اپنی قوم میں عجل کی پرستش شروع ہوئی، جس کا ذمہ دار انہوں نے اپنے بھائی ہارون کی غفلت کو قرار دیا۔ الغرض اس تاریخی حکایت سے بھی قرآن کا نتیجہ یہی تھا کہ خدا کے حکموں پر چلنے والی قوم بالآخر کامیاب رہی۔ آخر میں کہا:-

رسولؐ کی طرف سے پہلا اعلان کہ میں تمام بنی نوع انسان کی طرف بھیجا گیا ہوں!

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَۨا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ (۷)۔

اے محمدؐ! کہہ دو کہ اے لوگو! میں بے شک اللہ کا بھیجا ہوا رسول تم سب بنی نوع انسان کی طرف ہوں۔ وہ اللہ جس کی سلطنت آسمانوں اور زمین پر ہے اور کوئی حاکم سوائے اس کے نہیں، وہی زندہ رکھتا ہے وہی مارتا ہے تو لوگو! ایمان لے آؤ اُسی اللہ اور ایسے رسولِ اُمّی پر جو خود بھی اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے حکموں پر، اور اُسی کی پیروی کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ!

رسولِ عربی کے تمام بنی نوع انسان کی طرف رسول ہونے کی کیا دلیل ہے؟

مکی وحی کی ۹۰ سورتوں میں سے ۸۰ سورتیں سورۃ الاعراف پر اب تک ختم ہوئیں اور قریباً تیرہ برس کی دُکھ بھری مدت کے بعد وحی کا اس سورت میں اعلان کہ "اے زمین کے باشندو! عرب کی بے آب و گیاہ اور غیر معروف سرزمین کا رہنے والا ایک غیر معروف، غریب اور بیچارہ فرد محمدؐ تم سب بنی نوع انسان پر خالقِ زمین و آسمان کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہے"؟ آج فی الحقیقت ایک تعجب خیز اور ہیجان انگیز اعلان معلوم ہوتا ہے! اس اعلان سے قرنِ اول کے مٹھی بھر عرب مسلمانوں کے دلوں میں کیا ولولہ پیدا ہوا ہوگا، یا اُن کو کیا تسلی ہوئی ہوگی، اس کا اندازہ کفارِ مکہ کے اُن بے پناہ ظلموں سے ہو سکتا ہے جن کے باعث یہ چند لوگ چند مہینوں کے اندر اندر ہی مکہ سے اپنا بوریا بستر اٹھانے پر مجبور ہو گئے تھے، یا اس سے ہو سکتا ہے کہ قرآن کے پیغام کے متعلق

Marfat.com

(اس کے زود فہم نہ ہونے کی وجہ سے) خود وحی نے بار بار کہا کہ اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو، اس پر سوچ بچار کیا کرو۔ اس کو ہم نے ٹھہر ٹھہر کر اُتارا، اس کا آسان حصّہ پڑھ لیا کرو، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن آج وہ عالم آرا اور ذہن انگیز حقیقتیں جو قرآن نے ان ۸۷ سورتوں میں اَلم نشرح کی ہیں، ترقیٔ زمانہ کے باعث روز بروز آشکارا ہو رہی ہیں اور قرآن کے قاری کو روز بروز یقین ہوتا جا رہا ہے کہ یہ وہ حقیقتیں ہیں جن پر بنی نوع انسان کے درخشاں مستقبل کا انحصار ہے تو وہ اس اعلان کو کسی مجذوب کی بڑ یا ایک جاہل اور بے علم قوم کے ایک فرد کی تعلّی نہیں سمجھ سکتا، بلکہ سوچ میں اپنی گردن بے اختیار جھکا لیتا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے صرف نظر کر کے قرآن کا طالب العلم پھر جب اس حقیقت کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ کائناتی حقائق اور عالم آرا علمی مسائل جو قرآن نے ان سورتوں میں بیان کئے، کسی عنوان سے عرب قوم کے غور و خوض کا سامان نہ بن سکتے تھے اور یہ خدا کی بے نیازی کی ایک شان تھی کہ پیغام ایسا دیا جو آگے چل کر تمام بنی نوع انسان کو مجموعی طور پر مفید ہو سکتا تھا تو وہ طالب علم اس امر کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ قرآن کا پیغام صرف عرب قوم کی طرف ہرگز نہ تھا بلکہ تمام بنی نوع انسان کی طرف تھا اور یہ امر یقینی ہے کہ محمدؐ عربی پوری بنی نوع انسان کی طرف خدا کا بھیجا ہوا رسول تھا!

سورۃ الاحقاف میں حیرت انگیز مضبوطی سے منکرینِ خدا سے دو مطالبے

اور صحیفۂ فطرت کے واحد حقیقت ہونے کا آٹھویں بار اعلان!

سورۃ الاعراف کے بعد سورۃ الاحقاف (۴۶) نازل ہوئی جس کا حجم ۸۰ سطریں ہیں۔ اس سورت کے شروع میں دو علمی حقائق جن کی تشریح کئی بار پہلے گزر چکی ہے، پھر دوہرائے گئے ہیں تاکہ صحیفۂ فطرت کے واحد حقیقت ہونے اور اس کے مقررہ وقت تک ہونے اور کتابِ مبین ہونے کا دعوے اور واضح ہو جائے۔ یہ تشریح ذیل کے قابلِ غور الفاظ میں ہے:

(۱) مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝ (۴۶ : ۳)۔

ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، اس کو نہیں بنایا مگر حقیقت پر اور ایک مقررہ وقت کے لئے، اور جو لوگ اس (عذاب) سے منکر ہیں جس سے اُن کو ڈرایا گیا ہے وہ اس حقیقت کو ماننے سے منہ (اس لئے) پھیرتے ہیں (کہ اگر وہ صحیفۂ فطرت کو حقیقت مان لیں تو قانونِ فطرت پر عمل کرنا لازم ہو جاتا ہے اور اگر مقررہ وقت کو تسلیم کر لیں تو اس وقت کے اندر اندر عمل کرنا اُن پر فرض ہو جاتا ہے)۔

(۲) قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ : (۴/۴۶)

اے محمدؐ! کہہ دو کہ کیا تم نے ان کو نہیں دیکھا جن کو تم خدا کو چھوڑ کر اپنا آقا بناتے ہو مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے کونسی زمین پیدا کی ہے، یا اُن کی کون سی شرکت آسمانوں کے بنانے میں (خدا کے ساتھ) ہے۔ میرے پاس اس صحیفۂ فطرت سے پہلے کی (جو خدا نے پیدا کی ہے) کوئی کتاب لاؤ یا کوئی اور علم کی نشانی (جس سے انسان کو سچا علم مل سکے) اگر تم سچے ہو۔

پچھلی آیتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صحیفۂ فطرت کو کتاب اور علم کا مصدر کہا ہے۔ یعنی یہی وہ شئے ہے جس میں سب چھوٹی اور بڑی شے (لَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ : (۶۱/۱۰)، اسی طرح درج ہے جس طرح کہ ایک کتاب میں ہوتی ہے، اور یہی فطرت وہ شئے ہے جس سے سب علم اخذ ہوتا ہے۔ پھر کہا:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ : (۹/۴۶)۔

اے محمدؐ! کہہ دو کہ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں (اس سے پہلے ہر اُمت میں رسول آئے) اور میں تو (خدا کی طاقت کے آگے اس قدر بے بس خود ہوں کہ) یہ بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ میں جانتا ہوں کہ خدائے عزّ وجل تمہارے ساتھ کیا کرے گا۔ میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی گئی ہے، اور میں تو صرف ایک کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں۔

پھر کہا کہ جو والدین اپنے بیٹے کو سمجھاتے رہتے ہیں کہ رسول صلعم پر ایمان لے آؤ اور وہ نہیں مانتا، تو ایسے نافرمان ہیں جن پر خدا کا عذاب ثابت ہو چکا اور وہ گھاٹے میں رہیں گے۔ پھر عاد قوم کی مثال کو دہرایا کہ وہ کس طرح ہلاک ہوئی، ان کے بھی اسی طرح کے کان، آنکھ اور ذہن تھے جس طرح کہ تمہارے ہیں، لیکن انہوں نے اُن سے فائدہ نہ لیا اور بالآخر عذاب میں مُبتلا ہوئے۔ پھر سورۃ الجنّ کے چودھریوں کا حوالہ دیا کہ وہ قرآن سُن کر ایمان لائے تھے اور اُنہوں نے واپس اپنے اپنے مقاموں پر جا کر اپنی قوم کو ڈرایا تھا اور کہا تھا کہ اے ہماری قوم! اس اللہ کی طرف بلانے والے کو قبول کرو، وہ تم کو عذابِ الیم سے بچائے گا۔ کیا کافروں نے اس امر پر غور نہیں کیا کہ وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کی بیکراں مخلوق کو پیدا کیا اور پھر کروڑوں برس تک پیدا کرنے کے بعد بھی نہ تھکا۔ کیا وہ اتنا بھی نہیں کر سکتا کہ وہ مُردوں کو زندہ کر دے: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّـحْيِۦ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ : (۳۳/۴۶)۔ پھر کہا کہ اُے محمدؐ! تو اِن دردناک ایذاؤں کے متعلق جو تمہیں دے رہے ہیں صبر کرو اور جس طرح اولوالعزم پیغمبر کرتے آئے ہیں تو بھی برداشت کرتا جا اور ان پر عذاب لانے کی جلدی طلب نہ کر، کیونکہ جس دن عذاب آ گیا تو اُن کو مہلت نہ ملے گی اور صرف فاسق قوم ہی ہلاک ہُوا کرتی ہے: فَاصْبِرْ

كَمَا صَبَرَ اُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۚ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۚ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (۴۶)

سورۃ الانعام میں مزید عظیم الشان کائناتی اور علمی حقائق کا اعلان!

انسانی جسم پر غلبۂ خدا، حیوانی امتوں سے انسان کو سبق، کتب، حکم اور نبوۃ کی تشریح، "نفسِ واحدۃ" سے انسان کی تخلیق، ملتِ ابراہیم کی تشریح، مسلمان کا اصل حلال اور حرام

سورۃ الاحقاف کے بعد سورۃ الانعام (۶) نازل ہوئی جس کا حجم ۳۰۴ سطریں ہیں۔ اس سورت کا رنگ بھی اول سے آخر تک اکثر وہی کافروں کو عذاب الٰہی سے ڈرانا اور ان کی کٹ حجتیوں کا جواب دینا ہے۔ سورۃ کا خلاصہ چند لفظوں میں جستہ جستہ حسب ذیل ہے:-

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ۚ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝ (۶)

وہ وہ فاطر زمین و آسمان ہے جس نے تم کو مٹی (کے ابتدائی قوام) سے (جو نفس واحدہ تھا) پیدا کیا، پھر (اس کے لئے) ایک مدت کا فیصلہ کیا (کہ اس مدت کے بعد وہ وجود ختم ہو جائے) اور مدت کے متعین کرنے (کا علم تو) اسی کے پاس ہے۔ پھر (حیرت ہے کہ تم اس کے بعد بھی کہ تم صرف ایک مقررہ مدت کے لئے زندہ ہو، خدا کے ہونے کے بارے میں) شک کر رہے ہو۔

جنّت اور انہار اس دنیا میں ہیں! اس کا قطعی ثبوت!

"وہ خدا آسمانوں اور زمین میں ہے، تمہاری ظاہری اور باطنی باتوں کا پورا علم رکھتا ہے۔ خدا کی آیات میں سے جو آیت بھی نازل ہوتی ہے یہ کافر اُس سے رُو گرداں ہو جاتے ہیں۔ تو اب کہ یہ لوگ حقیقت کو جھٹلا رہے ہیں ان پر عذاب عنقریب آنے والا ہے۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ ان سے پہلے کتنوں کو ہم نے ہلاک کر دیا جو ان سے زیادہ ممکن فی الارض تھے حالانکہ ان پر ہماری رحمتوں کا موسلا دھار مینہ برس رہا تھا اور بڑے بڑے دریا ان کے ملکوں کو سیراب کر رہے تھے۔ وَجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ[x] (۶)۔ تو ان کے بعد ہم نے

(x) گویا تجری من تحتهم الانهار کے الفاظ جو مولوی اور مفسر صاحبان نے آخرت کے جنت کے لئے مخصوص کر رکھے ہیں، وہ اس زمین کے متعلق ہی ہیں۔ دیکھو سورۃ الانعام کا پہلا رکوع قرآن میں۔

دُوسری قوم کو اُن پر لا بٹھا کر اُن کو ملیامیٹ کر دیا۔ اور اگر ان کافروں کو ہم کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب بھی آسمان سے نازل کر دیتے اور یہ اُس کتاب کو ہاتھوں سے بھی چھو لیتے تو یقیناً کہتے کہ یہ تو ایک کھلا جادُو ہے۔ اور اگر ہم کوئی فرشتہ بھی آسمانی صُورت میں اُتارتے تو یہ اُس وقت بھی شبہ میں رہتے جیسا کہ اَب شُبہ کرتے ہیں۔ تم سے پہلے کے رسُولوں سے بھی اِسی طرح کا تمسخر کیا گیا تو ان پر عذاب آیا۔ ان کو کہو۔ جاؤ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ کیا انجام اَیسے لوگوں کا ہُوا؟ کہو کیا یہ ممکن ہے کہ مَیں اپنا مددگار اور آقا اُس کے سوا کسی کو بناؤں جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور جو مجھے رزق دیتا ہے اور کوئی اُس کو رزق نہیں دیتا"۔ (×)

اِنسان کے جسم پر خُدا کا مُکمّل طَور پر غلبہ ہے!

اِس کے بعد ایک اِنتہائی عبرت انگیز اور حیران کن طور پر معنی خیز حقیقت خُدا کی طاقت کے بارے میں حسب ذیل الفاظ میں بیان کی:-

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ (۶/۲)-

اور وہ خُدا ہے جس نے (اِنسان کے جسم اور بدن کی تمام بہتری اور خرابی اور باوجُود اِس کے کہ تمہارے جسم کا ہر حصّہ بادی النظر میں تمہاری ملکیت میں ہے اور وہ تمہارا جسم کہلاتا ہے، لیکن تمہارے دل، تمہارے جگر وغیرہ کے سب افعال یا تمہیں صحت مند کر دینا، یا بیمار کر کے موت کے کنارے تک پہنچا دینا، وغیرہ وغیرہ سب کی سب چیزیں خُدا نے اپنے قابو میں مکمل طور پر کر کے) اپنے بندوں پر پُورے طور سے غلبہ حاصل کیا ہُوا ہے اور وہی بڑی حکمت والا بڑا باخبر خدا ہے (جس نے اِنسان کو صاحب اختیار پیدا کر کے بھی اُس کی پُوری جان اپنی اِنتہائی حکمت کے باعث اپنے قابو میں کر رکھی ہے تاکہ اِنسان اُس سے سرکش نہ ہو جائے!!)- (یُوں تو خدا کا غلبہ ہر شئے پر ہے، اِس لئے خدا کے بندوں پر غلبہ" کے مخصوص معنی سوائے اِس کے نہیں ہو سکتے جو بیان کئے گئے ہیں!)-

آگے چل کر آٹھویں رکُوع میں پھر اِس غلبہ کو دوہرایا ہے بلکہ کہا ہے کہ خدا نے اِنسان پر چوکیدار بٹھا رکھے ہیں (دیکھو صفحہ ۲۷۹)

خُدا کی کتاب کو جاننے والے اُس کو ہر زبان میں اُسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح کہ اَپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں!

"ان کافروں کو کہو کہ خدا سے بڑی شہادت کس کی ہو سکتی ہے۔ وُہی خدا میرے اور تمہارے درمیان اِس بات کا گواہ ہے

(×) سورۃ الانعام (۶) کے پہلے رکُوع میں وَهُوَ اللّٰهُ سے لے کر دُوسرے رکُوع کے هُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ تک کی عبارت غور سے دیکھو۔

Marfat.com

کہ یہ قرآن تم کو عذابِ الٰہی سے ڈرانے کے لئے وحی کیا گیا ہے۔ تم کمبخت تو اِس کی گواہی دیتے ہو کہ خدا کے سوا اور معبود بھی ہیں۔ مَیں کس طرح اِس لغو بات کی گواہی دے دُوں۔ جن لوگوں کو تم سے پہلے الکتٰب دی گئی ہے وہ تو خدا کے دیئے ہُوئے قانون کو اُسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور اُس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو خدا پر جھُوٹ باندھتا ہے (مقصد یہ ہے کہ خدا کے قانون کو پہچاننے والے اُس کو جس زبان میں وہ آئے، اسی طرح پہچان لیتے ہیں جس طرح کہ باپ اپنے بیٹے کو پہچان لیتا ہے خواہ وُہ کسی لباس میں ہو)۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ط اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ○ : (۷/۲ ۲۱).

"اور ان کافروں میں سے بعض ایسے ہیں جو تمہاری بات سُننے کے لئے تمہارے پاس آتے ہیں، لیکن اُن کے دماغوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور کان بہرے ہیں کہ سنتے ہی نہیں، تو ایسے لوگ وحی کی جس بات کو پُورے طور پر جان بُوجھ کر بھی تم سے بحث کرتے ہیں اور آخر یہ کہہ کر اُٹھ جاتے ہیں کہ یہ تو پُرانے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں، ایسے لوگوں کو جب دردناک عذاب پہنچا تو یہ پچھتائیں گے کہ اے کاش! ہم پہلی حالت کی طرف لوٹ جاتے تو ضرور ایمان لے آتے۔"

"ہمیں معلوم ہے کہ کافروں کا تم سے یہ سلوک تم کو سخت دُکھ دیتا ہے، لیکن دراصل وہ تمہیں تو نہیں جھٹلاتے، وہ تو خدا کی بھیجی ہُوئی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ تم رنجیدہ نہ ہو، خدا ان سے خود نبٹ لے گا۔ اور اگر اُن کا مُنہ موڑنا تم پر سخت گراں گزر رہا ہے تو زمین کے اندر سُرنگ لگا، یا اگر تجھ سے ہو سکے تو سیڑھی رکھ کر آسمان پر چڑھ جا اور وہاں سے کوئی آیت لے آ، پھر بھی یہ لوگ نہ مانیں گے۔ تو جاہل نہ بن اور دُکھ نہ اُٹھا۔ خدا ہی چاہے گا تو یہ لوگ راہِ راست پر جمع ہو جائیں گے ورنہ ہرگز نہیں۔ خدا کو تو وُہی مانتے ہیں جو سُنتے ہیں اور مُردوں کو تو خدا ہی زندہ کر سکتا ہے۔"

اَدنیٰ حیوانی اُمتوں کی زندگی اور موت کی رُوداد انسان کی اپنی اُمّت کے لئے مُستقل سبق ہے؟

قرآن میں خدا نے کسی اہم بات کو نہیں چھوڑا۔ قرآن کا صراطِ مُستقیم کیا ہے؟

اِس کے بعد حسبِ ذیل اِنتہائی طور پر علمی حقیقت کا اِنکشاف حسبِ ذیل الفاظ میں کیا:-

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ ط مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّھِمْ یُحْشَرُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّبُکْمٌ فِی الظُّلُمٰتِ ط مَنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یُضْلِلْہُ وَمَنْ یَّشَاْ یَجْعَلْہُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ : (۶/۴).

اور زمین میں کوئی جانور ایسا نہیں، نہ کوئی پرندہ ہے جو اپنے دو پَروں سے اُڑتا ہے، مگر یہ کہ یہ سب انواع و اجناس تمہاری ہی

Marfat.com

طرح کی اُمتیں ہیں (جو کشمکشِ حیات اور جہد البقا کے مخصوص میں اسی طرح کر تم لگے ہو، لگی ہیں۔ انہی اُمتوں کے بواعث عروج و فنا کے مطالعے سے تم اپنے لئے لائحہ عمل وضع کر سکتے ہو اور اگر تم غور سے ہماری اس توضیح کی تہ تک پہنچ سکے تو تم کو ماننا پڑے گا کہ) تم نے اس قرآن میں (تم کو قانونِ فطرت سے خبردار کرنے کے لئے) کوئی چھوٹی موٹی شئے بھی نہیں چھوڑی (جن سے تم کو بروقت آگاہ کرنا ضروری ہو)۔ (تو سمجھ لو کہ قانونِ خدا کو اس مکمل طور پر واضح کر دینے کے بعد) تم اپنے پروردگار کے حضور میں (اپنے اعمال کی جواب دہی اور اُجر لینے یا سزا بھگتنے کے لئے) جمع کر دیئے جاؤ گے۔ اور (یاد رکھو کہ) جن لوگوں نے ہماری (صحیفۂ فطرت سے اخذ کی ہوئی) آیتوں کو (یا ان اشاروں کو جو ہم کتاب ہی میں تمہاری بہتری کے لئے دے رہے ہیں) جھوٹ سمجھا (یا ان کو مخول سمجھ کر اُن سے بے پرواہی اختیار کی) تو وہ گونگے اور بہرے ہیں جو اندھیرے میں پڑے (بھٹک رہے ہیں) خدا جس کو مناسب سمجھتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو مناسب سمجھتا ہے صراطِ مستقیم پر لے جاتا ہے۔

کتابِ خدا میں کسی شے کے حذف نہ کرنے کے اعلان سے واضح ہے کہ قرآن کا انسانی امتوں کو حیوانی امتوں کے فنا و بقا کے بواعث سے سبق لینے کی تلقین کرنا انسانی تعلیم کا کس قدر اہم حصّہ ہے اور قرآن کس وثوق سے اس امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ خدا کے قانون کو سمجھ کر اگر بقا و خلود کے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچنا چاہتے ہو تو صحیفۂ فطرت کا مطالعہ کرو۔ اسی روشن کتاب کے اندر قوموں کے عروج و زوال کے اسباب جلی حروف میں لکھے ہیں۔ کسی اور طریقے سے انسانی ذہنوں میں اس عظیم الشان قانون پر عمل کا احساس پیدا نہیں ہو سکتا، بلکہ واضح طور پر اعلان کر دیا کہ اگر صحیفۂ فطرت سے اخذ کی ہوئی آیات کو بے حقیقت اور ناقابلِ توجہ سمجھو گے تو گونگے، بہرے اور اندھے بن کر گمراہ ہو جاؤ گے۔ اس کارخانۂ قدرت میں صراطِ مستقیم ایک ہی ہے وہ صحیفۂ فطرت کا مطالعہ ہے۔ اور انسانی اُمتوں کے لئے صراطِ مستقیم ادنیٰ مخلوق کے کردار و اعمال کا صحیح مطالعہ کرنا بھی ہے۔

اُمتوں کی ہلاکت کا باعث قساوتِ قلب (یعنی دلوں کی سختی) ہے !!

پھر ایک نہایت قابلِ غور و عبرت حقیقتِ حال بیان کی کہ خدا کے قہر میں آئی ہوئی قوموں میں جب خدا، سزا کی ابتدائی سختیاں اور تکلیفیں (مثلاً رزق کی تنگیاں، قحط، وبائیں، سیلاب، طوفان، پھلوں کا ناقص ہو جانا، اشیا کا نایاب ہو جانا، دھوکہ بازی، رشوتوں، جھوٹ فریب اور کم تولنے کی وجہ سے عوام کو مصیبت کے عذاب وغیرہ) پے در پے رواں کرتا ہے تو عوام بھی اس قدر پتھر دل اور بے حس ہو جاتے ہیں کہ وہ خدا کے حضور میں اپنی مصیبتوں کو دور کرنے کے لئے گڑگڑاتے بھی نہیں۔ تو پھر جب وہ قوم اس سبق کو بھول جاتی ہے جو اس کو کسی زمانے میں یاد کرایا گیا تھا تو ہم اُن کو اچانک پکڑ لیتے ہیں، اور اس قوم کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتے ہیں:-

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ

Marfat.com

يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا
اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ :(۶/۵)۔

اور اے محمدؐ! بالتحقیق ہم نے تم سے پہلے بھی کئی قوموں میں اپنے ایلچی بھیجے، پھر ہم نے ان قوموں کو تنگیاں اور مصیبتیں دے دے کر پکڑا کہ شاید وہ ہمارے حضور میں عاجزی کر کے اپنے گناہوں کو چھوڑ دیں اور عمدہ اعمال کریں۔ تو جب ان کو ہماری (چھوٹی چھوٹی) مصیبتیں پہنچی تھیں وہ کیونکر نہیں گڑگڑائے اس کی وجہ یہ تھی کہ اُن کے دل پتھر ہو گئے تھے اور شیطان نے اُن کے عملوں کو بھلا بنا کر گمراہ کر دیا تھا۔ پھر جب وہ سبق بھول گئے جو (کبھی زمانے میں) ان کو یاد کرایا گیا تھا تو ہم نے (اُن کو اور غافل کرنے کے لئے) سب نعمتوں کے دروازے اُن پر (تھوڑی مدت کے لئے) کھول دیئے۔ پھر جب وہ ان نعمتوں سے خوش ہو گئے تو ہم نے اُن کو ناگہاں دھر پکڑا، پھر ناگہاں وہ مایوس (اور بے بس) ہو گئے۔ الغرض اس ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی اور شکر ہے پروردگارِ عالم کا (کہ اس نے خس کم جہاں پاک کر دیا!)۔

اُمتوں کو ہلاکت سے بچانے میں رسولؐ کی بے بسی اور ناغیب دانی!

پھر کچھ وقفے کے بعد کہا کہ اے محمدؐ! کہہ دو میرے پاس خدا کے خزانے نہیں کہ تم میں تقسیم کر کے تم کو اپنا بنا لوں۔ نہ میں علم غیب جانتا ہوں کہ تم پر عذاب کا وقت مقرر کر دوں۔ نہ فرشتہ ہوں کہ تم مجھ پر فوراً ایمان لے آؤ۔ پھر دُہرایا کہ میرے پاس وہ عذاب بھی نہیں جس کی جلدی تم (مستخریں) کر رہے ہو۔ اگر یہ ہوتا تو اب تک تم میں اور مجھ میں فیصلہ ہو گیا ہوتا، نہ میرے پاس غیب ہے، اس کی کنجیاں تو خدا ہی کے پاس ہیں، بلکہ وہ خدا تو اس کائنات میں اس قدر غالب اور قادر وجود ہے کہ:

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا
يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ :(۶/۵)

کوئی پتہ بھی درخت سے نہیں گرتا مگر یہ کہ (وہ خدا چونکہ اس پتے کے پاس بھی موجود ہے، اس لئے اس پتے کے درخت کی شاخوں سے گرنے کا باعث اس وجہ سے بن کر کہ اس کی رگیں موسم خزاں کے آنے کی وجہ سے غذا حاصل ہونے کے ناقابل ہو گئی ہیں اور وہ پتہ سرسبز رہنے کی بجائے پیلا ہو گیا ہے، اس کے درخت سے گرنے کے واقعہ کو) پیدا کرتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی ایک دانہ بھی نہیں جس (کے تر و تازہ ہو جانے یا خشک ہو جانے) کا راز خدا نہیں جانتا، اور (اسی طرح) کوئی تر و تازہ رہنے والی شے (رَطب) یا موٹی خشک ہو جانے والی شے (یابس) (اس زمین میں) نہیں، الّا یہ کہ (اس کی تمام روئداد حرف بحرف) اس روشن کتاب میں لکھی رکھی ہے (جس کو صحیفۂ فطرت کہتے ہیں اور اسی کتاب کے اندر فطرت کی بتائی ہوئی ہر شے) کی

Marfat.com

بہ شمولیتِ انسان روئیداد شامل ہے! فتدبر!

خدا انسان پر مکمل طور پر غالب ہی نہیں بلکہ اس پر اس کے چوکیدار[×] مقرر ہیں!!

وہی ہے جو تم کو رات کے وقت نیند لا کر پورے طور پر ختم کر دیتا ہے، پھر تم کو دن کے وقت اٹھا دیتا ہے تاکہ وہ مدت جو تمہارے لئے مقرر کر رکھی ہے، پوری ہوتی جائے (ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ؕ) پھر بالآخر تم کو اسی کی طرف لوٹ جانا ہے: ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ :(۶/۷)۔ پھر ان تمام خدائی افعال سے جن کی تفصیل اوپر کی مثالوں میں دی گئی، تمہیں خدا کی حقیقت واضح ہو جانی چاہیئے کہ:-

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ[××] وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ۝ ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ؕ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ۝ :(۶/۸)۔

وہ خدا اپنے بندوں پر پورے طور پر غالب ہے[××] (اور درحقیقت انسان جو اپنے اختیار کے باعث اکڑا پھرتا ہے، خدا کی غالب طاقت کے آگے محض بے بس ہے) بلکہ وہ خدا تم انسانوں پر اپنے چوکیدار[1] بٹھائے رکھتا ہے (تاکہ وہ تمہارے ہر کام کی نگرانی کریں اور تمہیں کوئی بات از خود نہ کرنے دیں)۔ یہاں تک کہ جب تم انسانوں میں سے کسی پر پوری موت آجائے (اور تمہارے سب اعضاء طاقت کے سلب ہو جانے کے باعث شل ہو جائیں تو ہمارے محافظ چوکیدار اس کو پورا کر دیتے ہیں (اور وہ پورے طور پر بے بس ہو جاتا ہے اور وہ اپنے فرائض میں جو ان کے لئے مقرر کئے گئے ہیں، کسی طرح کی کمی نہیں کرتے۔ پھر لوگو! یہ سب انسان (اسی طریقہ سے جو دانستہ کیا گیا ہے) اپنے آقا اور مولا کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے جو اُن کا برحق مالک ہے۔ یاد رکھو! کہ تمام حکم اُسی خدا کا ہے (اور انسان کا یہ کہنا کہ میں با اختیار پیدا کیا گیا ہوں، اِس لئے جو چاہوں کروں، محض غلط ہے)۔ اور وہی خدا ہے جو (اپنے قانونِ فطرت کے اٹل اور مضبوط نفاذ کے باعث جس کی وجہ سے ہر نافرمانی کی فوری سزا فطرت کے محکمہ سزا و جزا سے ہر پیدا کردہ شئے کو لازمی طور پر ملتی ہے) سب سے زیادہ جلد حساب

(×) اگر غور سے دیکھا جائے تو انسان کی جسمی قوتوں کا روز بروز کم ہوتے جانا اس کی فطرت کے خلاف زیادتیوں یا گناہوں کی وجہ سے ہے اور یہی گناہ خدا کے چوکیدار ہیں جو سزائیں دیتے ہیں۔ (××) ان الفاظ کی مکمل تشریح اس آٹھویں رکوع میں کی گئی ہے۔ پہلی بار دوسرے رکوع میں ان الفاظ میں کہا تھا (دیکھو صفحہ ۲۷۰)، گویا یہ تعلیم جواب دی جاتی ہے انتہائی طور پر قابلِ غور ہے۔

(۱) ہر شخص ان چوکیداروں کو محسوس کرتا ہے!

Marfat.com

کرنیوالا ہے۔ (وَهُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ)۔

کارخانۂ فطرت کے واحد حقیقت ہونے کا پھر اعلان اور خدا کی اُس پر پُوری حکومت!

پھر کچھ اور سبق آموز مثالیں دینے کے بعد آگے چل کر اسی اُوپر کے استدلال کے تسلسل میں کہا کہ کارخانۂ فطرت واحد حقیقت ہے (×)۔ یہ اس لئے کہ اِس کارخانے کی ہر شَے خود بخود مقررہ نظام کے ماتحت چل رہی ہے۔ جو شخص ذرا سا فطرت کا گناہ کرتا ہے فوراً اس کی سزا کھا لیتا ہے۔ اِنسان کا تمام جسم فطرت کے قبضے میں ہے، اس پر اِنسان کا کوئی سچّا اختیار نہیں۔ جب فطرت اُس کے اعضاء کو تھکا دیتی ہے وہ سو جاتا ہے اور پُورے طور پر خدا کے قبضے میں آجاتا ہے۔ پُورے چوبیں گھنٹے فطرت کے چوکیدار اِنسان پر بیٹھے اُس کی نگرانی کر رہے ہیں تاکہ وہ "فطرت کا قیدی" کوئی ایسی حرکت نہ کر سکے جس کے باعث وہ فطرت سے سرکشی کرے۔ الغرض خدا کا بنایا ہوا قانون ہی اِس قدر مضبوط، صحیح اور اٹل ہے کہ دُنیا کی کوئی بنائی ہوئی شَے خدا کے قبضے سے نہیں نکل سکتی۔ یہی صحیفۂ فطرت کے برحق ہونے کی دلیل ہے۔ ایسے ہی صاحب کبریا و جبروت خدا کو سجتا ہے کہ وہ جس وقت "ہوجا" (کُن) کا حکم دے تو وہ شے فوراً (فیکون) "ہوجائے"، اور اگر کسی دن اکٹھے ہونے کا بگل بجتا ہے تو حکومت بھی اُس دن ایسے ہی خدا کی ہوسکتی ہے اور ایسا ہی حکیم و خبیر خدا هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ہو سکتا ہے۔ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ (×) ط وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ قَوْلُهُ الْحَقُّ ط وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ط عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ط وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ : (٦/٩)۔ اِس آیت کا صحیح مفہوم اُوپر کے تمام استدلال کے بعد واضح ہوتا ہے۔ فتدبّر!

کیف نبوّت کے رنگ میں حضرت ابراہیم کا اپنے باپ آزر سے خطاب!

اِس تمام مدلل تشریح کے بعد سورۃ الانعام میں پھر حضرت ابراہیم کا ذکر ہے، لیکن وہ قوم ابراہیم کی ہلاکت کے رنگ میں نہیں جیسا کہ پہلی سورتوں میں ہے بلکہ حضرت ابراہیم کے کیف نبوّت کے رنگ میں ہے کہ اُن کو خدا ماننے کی کیسی سوجھی۔ حالانکہ وہ ایک انتہائی طور پر گمراہ قوم کے ایک رکن تھے۔ تو اِس کیفیت کو واضح کرنے کے لئے کارخانۂ فطرت کا مذکورہ بالا رنگ دکھلا کر كَذٰلِكَ (یعنی اُسی طرح) کا لفظ حسب ذیل آیات میں کہا جو انتہائی غور و خوض کے لائق ہیں:-

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ج اِنِّیْ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ

(×) کارخانۂ فطرت کو واحد حقیقت یہاں نویں بار کہا گیا ہے، اِس سے پہلے سورۃ الاحقاف میں تھا، دیکھو صفحہ ۲۷۲

Marfat.com

فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ وَکَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ○ : (۶/۹)۔

اور وہ (کیا عجیب) وقت تھا جب کہ ابراہیم نے اپنے باپ آزر کو (بالآخر تمام دنیا کی سوچ بچار کے بعد) کہا کہ اے باپ! کیا تم ان پتھروں کو اپنا حاکم بنائے بیٹھے ہو؟ میں (تو سال ہا سال کے غور و خوض کے بعد) اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ درحقیقت تو اور تیری قوم (سخت ترین اور) کھلی گمراہی میں مبتلا ہے۔ ہاں! اسی طرح (جس طرح کہ ہم نے اس سورت میں خدا اور کارخانۂ قدرت پر اس کی حکومت کو واضح کیا اور آسمانوں اور زمین کی سلطنت کے قوانین کو واضح کیا) ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کی ماہیت آنکھوں سے دکھلا دی تھی تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے (بن کر اپنے باپ کو اس طرح مخاطب کرنے کا اہل) ہو جائے۔

گویا حضرت ابراہیم کو سال ہا سال کے غور و خوض کے بعد یقین ہو چکا تھا کہ زمین و آسمان کا تمام کارخانہ (بشمولیت انسان) خدا کے پورے قبضے میں ہے؟

حضرت ابراہیم کی کمال بصیرت اور ان کا نبوت کی طرف عروج!

نُرِیْٓ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا مفہوم

الغرض اس سورت کی تعلیم سے واضح ہو جاتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی حکومت میں ایک اٹل قانون، ایک مستقل نظام، ایک بے پناہ قہر اور غلبہ قائم ہے اور انسان کی اپنے جسم کے اعضا پر کمال بے لبسی، درخت کے پتوں کا بلاوجہ نہ گرنا، ہر رطب اور یابس شے کا کتاب مبین میں محفوظ ہو کر اپنی روئداد واضح کرنا، فطرت کے مقرر کئے ہوئے چوکیداروں کا انسان کی مکمل نگرانی کرنا، فطرت کے قانون کے مطابق ہر شے کا فوری سزا و جزا پانا وغیرہ وغیرہ پر نظر عمیق دیکھ کر (نُرِیْٓ) ابراہیم نے بالآخر اس سوال کی طرف توجہ کی کہ اس تمام کائنات کا ناظمِ اعلیٰ اور سردار کون ہے، تو پہلے اس نے ایک ستارے کی طرف غور کیا کہ شاید یہی ناظم اعلیٰ ہو۔ پھر جب وہ غروب ہو گیا تو سمجھ گیا کہ یہ بھی کسی قانون کے ماتحت ڈوب گیا ہے، اس لئے حاکم اعلیٰ نہیں ہو سکتا۔ پھر چاند کو، پھر سورج کو دیکھا کہ شاید یہی بڑے ہونے کی وجہ سے اس کارخانۂ قدرت کے سردار ہوں، وغیرہ وغیرہ۔ وہ بھی ڈوب گئے۔ بالآخر اس نتیجے پر پہنچا کہ ہو نہ ہو، اس کارخانے کا چلانے والا وہی ہو سکتا ہے جس نے اس کو پیدا کیا۔ پھر پکار اٹھا کہ میں نے ترب اشیائے فطرت کو چھوڑ کر اپنی تمام تر توجہ کر دی ہے جو زمینوں اور آسمان کو پیدا کرنے والا ہے: اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○ : (۶/۹) یہ اس لئے کہ خدا کا عِلم ہر شے پر حاوی ہے: وَسِعَ رَبِّیْ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ ○ : (۶/۹)۔ پس یہ تھی حجت جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے خلاف اپنی قوم کو زیر کرنے کے لئے دی تھی

اور ہم جس شخص کے متعلق مناسب سمجھتے ہیں، اُس کے علم اور اُس کی سمجھ کو انتہائی غور و خوض سے دیکھ کر اُس کے درجے بلند کر دیتے ہیں اور اسی وجہ سے ہم نے ابراہیم کی کمال فہمی کو دیکھ کر اُس کے درجہ کو نبوت (یعنی انتہائی باخبری کے درجہ) تک بلند کیا، کیونکہ تیرا رب انتہائی طور پر دانا اور انتہائی طور پر علم والا ہے: وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ○[x] : (۶/۸۳)

الکتٰب الحکم اور النبوۃ کے عطیے اور اُن کی حقیقت!

پھر اس عظیم الشان استدلال کے بعد کے نبیوں کا حال حسب ذیل عظیم الشان الفاظ میں کیا اور جو انتہائی طور پر قابل غور و خوض ہیں اور جن سے الکتٰب اور الحکم اور النبوۃ کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے:-

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ○ وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَاۗءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ○ : (۶/۸۹)

اور ہم نے حضرت ابراہیمؑ کو اسحٰقؑ اور یعقوبؑ عطا کیا اور ان سب کو راہِ راست پر لگا دیا اور نوحؑ کو ان سے پہلے ہدایت دی اور پھر اس کی اولاد میں سے داؤدؑ، اور سلیمانؑ اور ایوبؑ اور یوسفؑ اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کو (راہِ راست پر لگایا) اور ہم حسن عمل کرنے والوں کو اسی طرح کی جزا دیا کرتے ہیں۔ اور زکریاؑ اور یحییٰؑ اور عیسیٰؑ اور الیاسؑ (سب کے سب) خدا کے صالح العمل (یعنی اپنی اپنی قوموں کو ترقی اور تمدن کے فلک الافلاک تک پہنچا دینے والے) لوگ تھے۔ اور (اسی طرح) اسمٰعیلؑ، الیسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ، ان سب کو ہم نے تمام دُنیا پر فضیلت دی

(x) ترجمہ:- اور یہ وہ خدائی حجت ہے جو ہم نے ابراہیمؑ کو اس کی اپنی گمراہ قوم پر دی تھی (اور وہ صحیفۂ فطرت کو ہی تمام احکام کا مصدر ہونا تسلیم کر چکے تھے) ہم انہی قوموں کے درجے بلند کرتے ہیں جن کو ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ خدا بڑا صاحب علم اور صاحب فراست ہے۔

Marfat.com

(وہ اپنی اپنی قوموں کو ترقی کے معراج تک لے گئے) اور پھر اُن کے آباء و اجداد میں سے اور اولاد میں سے اور اُن کے بھائیوں میں سے (لوگ آتے رہے، جو اپنی اپنی قوموں کی صحیح رہنمائی کرتے رہے) اور ہم نے ان کا انتخاب کر لیا اور ان کو سیدھے رستے پر لگا دیا۔ یہ ہے جو خدا کی ہدایت ہے، اس سے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو مناسب سمجھے، راہِ راست پر لے جاتا ہے اور اگر وہ لوگ خدا (کے قانون) کو چھوڑ کر ماسوا (کے قانون) کو پکڑتے تو اُن کے سب اعمال ناکارہ ہو جاتے۔

یہ وہ لوگ تھے جن کو ہم نے الکتٰب اور الحکم اور النبوۃ عطا کی اور اگر ان سے یہ قوم منکر ہو جائے گی تو ہم درحقیقت (بہودئی زمین کے) اس (لائحہ عمل) کو ایک ایسی قوم کے سپرد کر دیں گے جو اس کے منکر نہ ہوں گے (گویا روئے زمین کی ہر قوم کو نبوت مل سکتی ہے۔)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝ (۶/۹۰) (×)

یہ وہ لوگ تھے جن کو خدا نے راہِ راست پر لگا دیا تھا، تو اے پیغمبر! تو بھی ان کی ہدایت کی پیروی کر اور اپنی قوم کو کہہ دے کہ میں اس (تمام تگ و دو) کی (جو میں تم کو ترقی کے فلک الافلاک تک پہنچانے کے لئے کر رہا ہوں) کوئی اُجرت تم سے نہیں مانگتا۔ یہ قرآن حکیم تو تمام عالم (کی اقوام) کے لئے ایک عبرت ہے۔

گویا ان ۱۸ نبیوں کی قوموں کو کتٰب (صحیفۂ فطرت کا علم اور کتاب وحی کا علم) الحکم (حکومت) اور النبوۃ (کمال باخبری) عطا کی گئی تھی، اور جو قومیں منکر ہو جاتی ہیں، اُن سے ہم یہ عطیے چھین لیا کرتے ہیں۔

قرآن انتہائی بابرکت کتاب ہے اور مصدّق فطرت ہے:

پھر کہا: وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ

(×) ان آیات میں اٹھارہ نبیوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کی اٹھارہ عظیم الشان اور متمدن قومیں تھیں اور ان پر ان نبیوں کو سردار مقرر کیا گیا تھا۔ ان سب کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ اور ان کی قومیں صحیح راستوں پر تھیں۔ انہی کو الکتٰب، الحکم اور النبوۃ عطا کی گئی تھی، اور انہی کی قوموں کو اس وقت کی ترقی کے مطابق باقی تمام اقوام پر فضیلت ارزانی کی گئی تھی۔ اخیر میں کہا گیا کہ اسی طرح کی اثبات جیسی کہ ان قوموں کو نبیوں کی سرداری میں حاصل تھی، یہی ہدایت ہے، اسی پر محمدؐ کی آخری اُمت کو عمل کرنا چاہیئے۔ نہیں، بلکہ یہ قرآن تو تمام دُنیا کے لئے باعث عبرت ہے۔

یُحَافِظُوْنَ ۝ (۹۲/۶) ۔ یعنی (ابراہیم کے بعد ہم نے موسیٰ کو کتاب دی جس میں نور اور ہدایت تمام بنی نوع انسان کے لئے تھی، جس کتاب کو تم کاغذ پر لکھ کر اپنے مطلب کے حصّوں کو ظاہر کرتے ہو اور جو حصے تمہارے مطلب کے نہیں اُن کو چھپاتے ہو اور جس تورات کے ذریعے سے تم کو اُس نادر چیز کا علم دیا گیا جو تمہارے باپ دادا بھی نہ جانتے تھے[×]۔ الغرض اس نادر الوجود کتاب کے بھیجنے کے بعد) یہ قرآن وہ کتاب ہے جو ہم نے اُتاری ہے اور یہ بڑی بابرکت کتاب ہے اور صحیفۂ فطرت کی جو اس کے سامنے ہے، تصدیق کرتی ہے۔ اور اس لئے بھیجی گئی ہے کہ تو مکے کے کافروں کو عذابِ الٰہی سے ڈرائے اور اُس کے گرداگرد کے لوگوں اور جو متقی بھر لوگ آخرت پر ایمان لا کر تمہارے پیچھے لگے ہیں وہ تو ایماندار لوگ ہیں اور وہی الصّلوٰۃ کی حفاظت کرتے ہیں۔

فاطرِ زمین و آسمان کی ماہیت کا اظہار کہ وہ بیج اور گٹھلی کو خود پھاڑ کر درخت کو پیدا کرنے والا ہے!

الغرض اس تمام حیرت انگیز، زہرہ گداز اور واشگاف استدلال کے بعد سورۃ الانعام میں پھر خدا کی حقیقت کو مزید واضح کرنے کے لئے حسبِ ذیل مزید حیران کن انکشافات کئے:

(۱) اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۖ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ (۹۷/۶)۔

(۱) خدا درحقیقت وہ خدا ہے جو (اُس) دانہ اور گٹھلی کو (جو زمین پر پڑی ہے) (اپنی اُس بنائی ہوئی فطرت کے قانون کے ذریعے سے اپنی نگرانی میں) پھاڑ کر (اُن کے درخت پیدا کرنے والا) ہے۔ وہ مُردہ (دانہ) سے زندہ (درخت) پیدا کرتا ہے، اور مُردہ (دانہ) زندہ (درخت) پیدا کرتا ہے اور مُردہ (دانہ) زندہ (درخت) سے پیدا کرتا ہے۔ یہ ہے تمہارا (انتہائی طور پر کارگر) خدا۔ تو تم کہاں بہکے جا رہے ہو۔ وہ صبح (کی روشنی) کو (رات کے اندھیرے سے) پھاڑ کر نکالنے والا ہے اور اسی نے رات کو آرام (کا موقع) بنایا اور سورج اور چاند کو ایک اندازے اور حساب سے (اپنے اپنے مداروں پر چلنے والا) بنایا۔ انتہائی طور پر غالب اور صاحبِ علم خدا کا اندازہ یہی اُن کے بارے میں ہے اور وہی ہے کہ جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم برّ و بحر کے زمینی اندھیروں میں (یعنی بیابانوں اور ویرانوں) میں (جہاں تمہیں راہ نہیں ملتی) راستہ تلاش کر سکو (بلکہ ستارے اس لئے بنائے کہ تم کو خدا تک پہنچنے کی راہ مل سکے) ہم نے تو صاحبِ علم قوم کے

(×) یہ اُن آیتوں کے مطلب کا خلاصہ ہے جو اس آیت سے پہلے گزریں۔

Marfat.com

نے آیات کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔

(۲) وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ ط قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ○ : (۶/۱۲)(×)

(اور فاطر زمین و آسمان خدا تعالیٰ) وہ (عظیم الشان وجود ہے) جس نے (اپنی بے پناہ تجویز و تدبیر سے) تم انسانوں کی پیدائش کی ابتدا ایک مطلق جان سے کی (اور اسی ایک دور بینی خلیے کے اجتماع اور استقرار سے اس کا) ایک عارضی جائے قرار (مستقر) مقرر کیا، حتیٰ کہ (اس دور بینی خلیے کو) ایک مستقل جائے قرار (مستودع) میں لے آیا (گویا اس خلیے کو ادنیٰ حیوانوں کی ایک پیدائش سے منتقل کرکے دوسری بہتر پیدائش میں منتقل کیا۔ یہاں تک کہ وہ مستقل جائے قرار میں آکر وہ خلیہ یا نفس واحدہ انسان بن گیا۔ اے لوگو! ہم نے تعقّہ کرنے والی اور سوجھ بوجھ رکھنے والی قوم کے لئے (صحیفۂ فطرت کی) آیات کو (ان الفاظ میں) کھول کھول کر بیان کر دیا ہے (اب انسان کا فرض ہے کہ اس تفصیل کے بعد جو ہم نے ان چند لفظوں میں کی ہے، اپنی پیدائش کے مسئلے پر غور کرکے اور نتیجہ خیز باتوں تک پہنچے)!!

مُسْتَقَرٌّ کے معنی عربی زبان میں وہ جائے قرار ہے جو تھوڑی مدت کے لئے ہے مثلاً وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ○ : (۲/۲، ۷/۲) یعنی اے انسانو! تمہارے لئے زمین میں ایک عارضی رہنے کی جگہ ہے اور ایک وقت تک سامان رہائش ہے (اس کے بعد تمہاری مستقل جگہ کوئی اور ہو گی)۔ یا مثلاً لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ : (۶/۸) یعنی (سزا کی) ہر خبر کے لئے ایک عارضی وقت مقرر ہے (جو بدلتا رہتا ہے) لیکن عنقریب ہی تم کو علم ہو جائے گا (جب کہ سزا تم پر آ چکی ہوگی)۔ یا مثلاً وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○ : (۳۶/۲)۔ اور سورج ہے کہ ایک عارضی جائے قرار کی طرف چل رہا ہے (جو بدلتی رہتی ہے جیسا کہ مشہور سائنس دان ہرشل نے اعلان کیا تھا) عزیز و علیم خدا کی بنائی ہوئی تقدیر سورج کے بارے میں یہی ہے۔ لفظ مُسْتَوْدَعٌ سے مراد عربی زبان میں مستقل جائے قرار ہے جہاں ایک شے "ودیعت" (یعنی ہمیشہ کے لئے سپرد) کی جاتی ہے۔

(۳) وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ج فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ج وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ط اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ : (۶/۱۲)۔

(×) اس آیت کی طول و طویل تشریح اس سے پہلے صفحہ ۲۲۸ سے ۲۴۱ تک ہو چکی ہے۔

Marfat.com

(۳) اور وہ خدا وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر ہم نے اِس پانی کے ذریعے سے (ہی) ہر شے کی سُوئی نکالی، پھر ہم نے اِس سُوئی سے سبزی نکالی جس سے ہم سلسلہ وار اور پیوست شُدہ دانے بیجوں کے نکالتے ہیں اور کھجُور کے گابھے سے جُھکے ہُوئے گُچھے اور انگوروں اور زیتون اور اناروں کے سبز باغ جو ایک دُوسرے سے ملے جُلے اور الگ الگ ہیں، غور سے اِس کے پھل اور اس کے پکنے کی طرف دیکھو۔ بے شک ایمان والی قوم کے لئے اِس تمام عملِ نشو و نما میں کئی اِشارات اور ہدایات موجُود ہیں۔

پھر کچھ دیر بعد خُدا کے وجُود پر مزید روشنی ڈالنے کے لئے کہا اور قرآن کی حقیقت کو اور واضح کرنے کے لئے کہا:۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِىَ فَعَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِىَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ : (٦/١٢).

(اے انسانو!) خُدا کی درک یہ (تمہاری اِس وقت کی بنی ہوئی) آنکھیں نہیں لگا سکتیں، اور وہی ہے جو تمہاری (اِس وقت کی بنی ہوئی) آنکھوں (میں جو نقص باقی ہے اُس) کی درک لگا سکتا ہے اور وہ نہایت باریک بین اور بڑا باخبر خُدا ہے (اَے لوگو!) درحقیقت تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے اِنتہائی غور و خوض اور بصیرت کی باتیں (اِس قرآن میں اِن الفاظ میں) آ چکی ہیں تو جس قوم نے اِن بصیرت کی باتوں کو بھانپ لیا تو وہ قوم اپنی ہی بہتری کے سامان پیدا کر رہی ہے اور جو اندھی ہو چکی (اور اِس نے اِن آیات کو بے معنی سمجھ کر بے پرواہی کی) تو اِس کا الزام اسی پر ہے اور میں تم پر کوئی چوکیدار تو نہیں (کہ تم کو ہر دم خبردار کرتا رہوں) اور (اَے محمدؐ!) اِس طرح ہم آیات کو پھیر پھیر کر لاتے ہیں اور اِس لئے کہ یہ کافرین مکہ تم کو کہیں کہ کیا تُو نے خُود اِن آیات کو (اچھی طرح) پڑھ لیا ہے یا نہیں (اور اگر پڑھ لیا ہے تو ہمیں سمجھاؤ کہ اِن میں کیا لکھا ہے) اور نیز اِس لئے کہ ہم اِن آیتوں کو (یا اِس قرآن کو) صاحبِ علم قوم پر واضح اور روشن کر دیں۔ اے محمدؐ! تو جو کچھ تیرے پروردگار کی طرف سے تم پر وحی کیا گیا ہے اُس کی پیروی کرتا جا (اور یہ سمجھ لے کر) سوائے خدا کے کوئی حاکمِ اعلیٰ نہیں اور کافرین مکہ سے جو خدا کے شریک بنائے بیٹھے ہیں مُنہ موڑ لے۔ (اِن آیات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اِنسان کو خدا کا دیدار اِن موجُودہ آنکھوں سے نہ ہو گا بلکہ یہ آنکھیں آئندہ وقتوں میں اِرتقاء کر کے خدا کو دیکھ سکنے والی آنکھیں بن جائیں گی جیسا کہ روز بروز بن رہی ہیں!!)

قرآن بنی نوعِ اِنسان کے لئے آخری حکم ہے خُدا کے ناقابلِ بدل کلمات اِس پر ختم ہو چکے ہیں!

پھر کچھ دیر بعد قرآن کے آخری حکم ہونے کے متعلق کہا:۔

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِىْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ

الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ○ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ
صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ○ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ
عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○ (۱۴/۶)۔

(اے محمدؐ) (ان لوگوں کو کہو کہ) کیا میں خدا کے سوا کوئی اور منصف (اپنے اور تمہارے درمیان) تلاش کروں، حالانکہ وہ پاک ذات ہے جس نے تمہاری طرف وہ کتاب اُتاری ہے جس میں ہر طرح کی تفصیل موجود ہے۔ اور جن لوگوں کو ہم نے الکتٰب دی ہے وہ تو پُورا علم رکھتے ہیں کہ یہ قرآن تیرے پروردگار کی طرف سے اُتارا ہوا برحق ہے تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔ اور تیرے پروردگار کے سب کلمات (اس قرآن میں) صدق اور عدل پر ختم ہو چکے ہیں۔ اب کوئی شے اِن کلموں کو بدل دینے والی نہیں اور وہ خدا بڑے غور سے سُننے والا اور بڑی گہرائی تک علم رکھنے والا ہے۔ اور اگر تو زمین کے باشندوں میں سے اکثر کی پیروی کرے گا تو وہ تم کو خدا کے رستے سے بھٹکا دیں گے (کیونکہ) یہ لوگ صرف وہم و گمان کی پیروی کرتے ہیں اور نری اٹکلیں ہی دوڑاتے ہیں (کوئی علمی اور یقینی بات نہیں کرتے) بے شک تیرا پروردگار اس کو خوب جانتا ہے جو رستے سے بھٹک گیا اور ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

بتوں کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانوروں کو کھانے کی ممانعت' قرآن کا صراطِ مستقیم!

اس کے بعد اس رسم کو توڑنے کے لئے کہ کھانے کے جانور بتوں کے نام پر ذبح کئے جاتے تھے، حکم دے دیا کہ سوائے خدا کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانوروں کے دوسرے جانوروں کو نہ کھاؤ، اِلّا یہ کہ تم مجبور ہو جاؤ۔ ظاہری اور پوشیدہ دونوں قسم کے گناہوں کو چھوڑ دو۔ پھر کہا کہ خدا جس کو ہدایت دینا مناسب سمجھتا ہے اُس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے (اس کے معنی اس سورت کی تعلیم کی رُو سے یہ ہوئے کہ خدا جس طرح ایک دانہ یا گٹھلی کو زمین کے اندر جاکر خود پھاڑتا ہے، اسی طرح اس شخص کے سینے کے اندر بیٹھ کر اس کو خود کھول دیتا ہے) اور جس کو گمراہ کرنا مناسب سمجھتا ہے، اُس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے اور اس طرح پر کافروں پر ناپاکی اور گندگی چمٹا دیتا ہے۔ اخیر میں کہا کہ یہ خدا کا بتایا صراطِ مستقیم ہے اور ہم نے نصیحت پکڑنے والوں پر آیات کھول کھول کر بیان کر دی ہیں اور ایسے ہی لوگوں کو خدا کی طرف سے دارالسلام (یعنی امن کا گھر) ہوگا، اور وہی ان کے نیک اعمال کی وجہ سے اُن کا مددگار ہوگا:۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ
ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○

Marfat.com

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ : (۶/۱۵)

سؤر کے گوشت کی رسمی حرمت کے بعد قرآن کی پکار کہ آؤ میں بتاؤں اصل حرام کیا ہے ؟

پھر کچھ اور آگے چل کر کہا کہ از روئے قرآن مُردار کا کھانا، خُون بہتا ہُوا کھانا اور سؤر کا گوشت کھانا حرام (*) ہیں، باقی سوائے اس کے جو کچھ یہودیوں پر (مثلاً سب ناخن دار جانور اور گائے اور بکری کی چربی وغیرہ) حرام کیا تھا، وہ جائز ہیں، اِلّا یہ کہ تم ان کے کھانے پر مجبور کئے جاؤ۔ پھر کہا کہ آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ اصل میں کیا شئے ہے جو تم پر حرام ہے۔ وہ یہ کہ (۱) خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو (۲) والدین کے ساتھ عمدہ سلوک کرو۔ (۳) مفلسی کے ڈر سے اولاد کو قتل نہ کرو (۴) ظاہری اور چھپی ہوئی بے حیائی کی باتوں سے پرہیز کرو (۵) انسانی جان کو ناحق قتل نہ کرو (۶) مالِ یتیم کو نہ کھاؤ (۷) پُورا تول تولو (۸) ہر بات میں عدل و انصاف کرو، خواہ وہ تمہارے قریبی کیوں نہ ہوں (۹) خدا کا عہد کیا ہُوا پُورا بہرحال کرو۔ الغرض اسلام کا بتلایا ہُوا صراطِ مستقیم یہ ہے۔ ہم نے موسیٰ کو الکتٰب دی تھی، جس میں سب نیک باتوں کی پُوری وضاحت اور ہر شئے کی تفصیل تھی۔ وہ انسان کے لئے ہدایت اور رحمت تھی۔ اب یہ قرآن وہ کتاب ہے جو نہایت برکت دینے والی کتاب ہے، اس کی پیروی کرو تاکہ خدا کی رحمت تمہارے شاملِ حال ہو جائے۔ آخری تعلیم جو خاص طور پر اس سُورۃ میں عبرت انگیز اور نصیحت خیز ہے، مسلمانوں کو فرقہ بند نہ بننے کی تلقین کی ہے۔ اس متحد رہنے کی تلقین کی بنیاد قرآن حکیم نے اس پر رکھی ہے کہ ہم سب خدا کے بتائے ہوئے صراطِ مستقیم یعنی خالصتہً ملتِ ابراہیم کے پیرو ہیں اور ہماری سب نمازیں اور قربانیاں اور جینا اور مرنا خالصتہً ماسوا اللہ کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا حکم رسول صلعم کو ملا ہے اور اس بنا پر وہ سب سے پہلا مسلمان ہے۔ پھر کہا کہ جو کچھ کوئی انسان کر رہا ہے اُس کی ذمہ داری تمام تر اُس پر ہے اور کوئی شخص دوسرے کا بوجھ اپنے اُوپر نہیں لے سکتا۔ تم سب کو خدا ہی کی طرف لَوٹ کر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے اور وہی تم کو تمہارے باہمی اختلاف کی سزا دے گا۔ وہی وہ خدا ہے جس نے تم کو زمین میں اپنا قائم مقام بنا کر تم کو وارثِ زمین کیا اور ایک قوم کو دُوسری قوم پر بلندی اُس کے اعمال کے مطابق دی اور یہ نیابتِ خدا ایک امتحان و ابتلا ہے جس میں وہی قوم کامیاب ہوئی جو صراطِ مستقیم پر رہی۔ اس لئے ہوشیار ہو جاؤ اور اس آزمائش میں پُورے اُترو کیونکہ خدا سخت بدلہ لینے والا اور ساتھ ہی پُورے طور سے درگزر اور رحم کرنے والا بھی ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ

(*) رُوئے زمین کا ہر جانور فطرتاً بعض چیزوں کو کھاتا ہے، بعض کو نہیں۔ یہی اُس کا "حلال و حرام" ہے۔ اسی لحاظ سے انسان کا حلال و حرام بھی ہونا چاہیئے۔

فَرَّقُوا دِيْنَهُمْ وَ شِيَعاً لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ط اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا
يَفْعَلُوْنَ ○ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ج وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا
مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ
اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ج وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ج وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ○ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ
اَبْغِيْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ط وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ج وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ج
ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ
خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ
الْعِقَابِ زلے وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ ع: (۲۰/۷)۔

آخری مکّی سورۃ "الرّعد" میں انسان کی پروردگارِ عالمین سے برابری کی ملاقات کا ہیجان خیز اعلان"

لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ کے ذہن انگیز الفاظ سے مساویانہ ملاقات کا نظریہ !؟

فطرت کے مزید حیران کن مظاہر، کفّار کے اعتراضات کا جواب،

نوّے عدد مکّی سورتوں میں سب سے آخری سورت سورۃ الرّعد (۱۳) ہے جو ۱۲؁ نبوی کے اخیر میں نازل ہوئی، اور جس کا حجم ۱۴۴ سطریں ہیں۔ اس سورت کے متعلق مسلمان مفسّروں میں اختلاف ہے۔ بعض اس کو مکّی کہتے ہیں اور اکثر اس کو مدنی قرار دیتے ہیں، لیکن جیسا کہ آگے چل کر واضح ہوگا اس سورۃ کا رنگ تمام تر مکّی ہے اور اسی وجہ سے مستشرق نولڈکے نے اس کو مکّی سورتوں کی فہرست میں سب سے اخیر نمبر پر درج کیا ہے۔ اس سورت میں عمداً کوئی اشارہ مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا نہیں تاکہ کفارِ مکّہ خبردار نہ ہو جائیں اور رکاوٹ بنیں۔ لیکن تاریخ سے ثابت ہے کہ اس وقت تک مدینہ میں دینِ اسلام کے مبلغ گروہ پیدا ہو چکے تھے اور جیسا کہ تفصیل سے لکھا جا چکا ہے، مکّہ والوں کی مدینہ کی طرف ہجرت کے عنوان کم از کم مدینہ میں نمایاں ہو چکے تھے۔

انتہائی طور پر لائق غور و خوض آیت جس کو "مُفصّل" کا خطاب دیا گیا ہے!

سب سے پہلی لائق غور بات اس سورت میں یہ ہے کہ پھر زیادہ تفصیل سے واضح کر دیا ہے کہ یہ کارخانۂ قدرت ایک وقت مقرّر تک چل رہا ہے اور اس وقتِ مقرّر کے اندر اندر انسان کے ذمّے کوئی اہم فرض عائد ہے جس فرض کے پورا ہونے کے بعد

Marfat.com

"لقائے رب" یعنی ملاقات خدا کا عظیم الشان واقعہ رُونما ہونیوالا ہے۔ یہ قابل غور الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ (×) لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ○ (۱۳ : ۲)۔

خدا وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر کسی ستون کے بلند کیا جنہیں تم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو (کہ وہ گردش کر رہے ہیں اور ایک دُوسرے پر نہیں گرتے۔) پھر (آسمانوں کو اس طرح مضبوط بنانے کے بعد) وہ عرش پر جم کر بیٹھا (ہُوا اس حیرت انگیز نظام کو نہایت دھڑلے سے چلا رہا) ہے اور اس نے سورج اور چاند کو (اپنی تجویز و تدبیر کا انتہائی سختی سے پابند بنا کر) مقید کر رکھا ہے۔ یہ سب کارخانۂ قدرت ایک وقت مقرر تک چل رہا ہے۔ وہ قانون فطرت (الامر) کی تجویز و تدبیر مکمل طور پر کر رہا ہے اور آیات خدا کو کھول کھول کر (×) اس لئے بیان کرتا ہے کہ تم کو وقت مقرر کے بعد اپنے پروردگار سے ملاقات کے متعلق (جو ایک نہایت ہی عظیم الشان واقعہ ہوگا) پُورا الیقین ہو جائے (اور تم اس وقت مقرر کے اندر اندر خدا کا وُہ مقصد پُورا کر سکو جس مقصد کے لئے اس نے اتنے بڑے کارخانے کو پیدا کیا)۔

انسان کی خاطر زمین و آسمان سے برابری کی ملاقات کب ہو سکتی ہے؟

رب زمین و آسمان سے ملاقات کا صرف یہ مقصد تبلانا کہ اس دن نافرمانوں کو سزا ملے گی، کچھ بھلا معلوم نہیں دیتا اور کارخانۂ فطرت کے قائم رہنے کی ایک مدت مقرر کرنے کے بعد اس مُہلت کو بے مقصد قرار دینا یا اس مہلت کا مقصد نری سزا یا نری جزا دینا بھی کوئی بڑی جوش دلانے والی بات نظر نہیں آتی، البتہ توقنون اور ربکم کے الفاظ سے اخذ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے پروردگار سے اس کے کسی مقصد کے پُورا ہو جانے کے بعد مساوی درجہ پر دُو بدُو ملاقات اور اس کے ساتھ برابری کی دوستی ہو جانے کا **یقین** دلاتا ہے۔ اس بلند اور عظیم الشان درجہ کو حاصل کرنے کے لئے صرف "نیک عمل" دُنیا میں کرنا یا بڑے "پرہیزگار" بنے رہنا کوئی مقصد نہیں ہو سکتا اور نہ ان معمولی سے افعال سے خدا، جس نے آسمانوں کو بغیر ستون (××) کے بنایا، جس نے سورج کے زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑے کرّے کو اپنے حکم کے ماتحت قیدی کی طرح مقید کر کے لاکھوں اور کروڑوں برس سے مسخر کیا ہوا ہے، اس پر راضی ہو سکتا ہے کہ وہ انسان کو اپنے سے برابری کی ملاقات کا درجہ دے دے اور پھر اس مقررہ مدت کے بعد بلکہ اس کارخانۂ قدرت کے پُورے طور پر فنا ہو جانے کے بعد اُس انسان کو اپنا دائمی دوست بنا لے۔ اس لحاظ سے جب تک انسان سے ایسے ہی عظیم الشان کام جو اس آیت میں خُدا نے اپنے متعلق

(×) دیکھنا یہ ہے کہ اس آیت میں کونسی "تفصیل" ہے جس کا ذکر ہے؟ یہ "تفصیل" (اگر قاری انتہائی غور کرے) اس صفحہ پر اور اگلے صفحہ پر درج ہے۔ تدبّر۔

(××) یعنی آسمان کے ستارے بغیر سہارے کے چل رہے ہیں۔

Marfat.com

فرزا بیاں کئے ہیں (مثلاً آسمانوں کو بغیر ستونوں کے کھڑا رکھنا، کائنات کی حکومت کے تخت پر جم کر بیٹھ جانا، سورج اور چاند جیسے عظیم الشان کُروں کو مسخر کر لینا وغیرہ وغیرہ) ان ایسے بڑے بڑے کام انسان سے سرزد نہ ہو جائیں اور انسان بھی اتنا ہی صاحب طاقت نہ ہو جائے جتنا کہ خدا ہے۔ یا کم از کم اس کی طاقت بھی خدا کی طاقت کے لگ بھگ نہ ہو جائے۔ میرے چھوٹے سے دماغ میں تو کم از کم نہیں آسکتا کہ خدا کیونکر ایسے انسان سے مُلاقات کرے گا جس کو اُس نے خود ناپاک نطفۂ منی سے پیدا کیا، جس کی پیدائش کی جگہ عورت کی پیشاب کی جگہ کو قرار دیا، جس کے متعلق وہ بار بار قرآن عظیم میں کہتا ہے کہ ہم نے اُس کو گندے پانی سے پیدا کیا اور اب وہ ہمارا کھلا دشمن(×) ہے: فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ○ (١٦/٤)۔ اس آیت میں پورے طور پر غور و خوض کرنے کے بعد صاف اخذ ہوتا ہے کہ جب تک انسان کی حکومت پورے صحیفۂ کائنات کے کونے کونے تک نہ پہنچے گی اور وہ پوری کائنات کو جو اب دراربِ میلوں تک پھیلی ہوئی ہے، از خود مسخر کر کے اَسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کا مصداق خود نہیں ہوتا **مُلاقاتِ رَبّ** اس کو مقررہ مدت اور **اَجَلِ مُسَمّٰی** کے بغیر میسّر نہیں ہو سکتی۔ اس بنا پر **تسخیر کائنات انسان کی اس زمین پر زندگی کا واحد مقصد** ہے، اور کوئی دوسرا نتیجہ اس آیت سے یا کئی اور دوسری آیتوں سے جو اسی طرح کی ہیں، اخذ نہیں ہو سکتا۔

سُورۃ الرّعد کے دو عظیم الشان اور عبرت انگیز نکات!

اس کے بعد اسی تسلسل میں دو اور آیتیں اسی سورت میں ہیں جو غور کے لائق ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں:

(۲) وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ۭ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (١٣/٣)۔

اور وہ عظیم الشان خدا ہے جس نے زمین کو بچھایا اور پھر اس کی سطح پر عظیم الشان پہاڑ اور دریا پیدا کر دیئے۔ پھر اس نے تمام پھلوں کے دو جوڑے (نر اور مادہ) پیدا کئے (کہ نر جوڑے کا دوسرا مادہ جوڑے سے ہو اور دونوں کے ملنے سے پھل پیدا(××) ہو) وہ خدا رات پر دن کا پردہ ڈال دیتا ہے (تاکہ دن کی تابش سے پھلوں کی پرورش ہوتی جائے)۔ بے شک ان (حقائق) میں (جو ہم نے واضح کئے ہیں) فکر کرنے والی قوم کے لئے بے شمار ہدایات ہیں (جن سے وہ متمتع ہو کر ترقی کے فلک الافلاک پر چڑھ سکتے ہیں)۔

(×) دیکھو صفحہ ۹۶ وغیرہ۔

(××) یہ علم نباتات کا مُسلّم مسئلہ ہے کہ ہر پودے کے پھول کے "نر" پر جو مادہ کہلاتا ہے، مکھیاں اور بھنگے اپنی ٹانگوں پر نر جراثیم دوسرے یا اُسی پودے کے پھولوں سے لاتے ہیں اور دونوں کے ملنے سے پھل پیدا ہوتا ہے۔

Marfat.com

(۳) وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ : (۱۳/۴)۔

اور زمین میں پاس پاس کئی ٹکڑے ہیں اور باغ انگوروں کے اور کھیتیاں جڑسے ملی ہوئی اور ان ملی ۔ (لیکن حیرت انگیز امر تو یہ ہے کہ) ان سب پھلوں کو ایک ہی پانی پلایا جاتا ہے (لیکن اسی ایک پانی کو ان درختوں کی جڑیں اپنے اندر جذب کر کے وُہی غذائیں درخت کی پرورش کے لئے حاصل کرتی ہیں جو اُس درخت کے لئے مناسب ہیں اور پھر) ہم بعض درختوں کو بعض پر کھانے میں برتری دے دیتے ہیں۔ (یہ وہ عظیم الشان اور لائق دریافت منظر ہے کہ) اس میں عقلمند قوم کے لئے بے شمار اشارات ہیں (جن کو معلوم کر کے وہ قوم علمی ترقی کے فلک الافلاک پر چڑھ سکتی ہے۔

برق خوف کے لئے ہی نہیں بلکہ طمع کے لئے بھی پیدا کی گئی ہے!

پھر کچھ دُور جا کر اسی سُورت میں برق (بجلی) کے متعلق عظیم الشان انکشاف کیا کہ انسان اس کی طاقت کو دُنیاوی فائدوں کے لئے بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ **برق صرف خوف کا سامان ہی نہ ہونا چاہئیے بلکہ طمع کا** سامان بھی ہے:۔

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ ۚ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ۝ : (۱۳/۲)۔

وُہی ہے جو تمہیں بجلی (کا منظر) ڈرانے کے لئے دکھلاتا ہے اور طمع کے لئے بھی اور بھاری بھاری بادلوں کو آسمان میں پیدا کر دیتا ہے اور کڑک (کا فرشتہ) اس کی تعریف میں رطب اللسان ہے اور دوسرے فرشتے (اس کی کمالِ قدرت سے) خوف زدہ ہیں پھر وہ رعد کا فرشتہ کڑکنے والی بجلیاں رَوانہ کرتا ہے، پھر اس بجلی کو جس پر مناسب سمجھتا ہے گرا دیتا ہے، اس حالت میں کہ لوگ خدا کے بارے میں بحث میں لگے ہوں اور خدا کا داؤ بڑا سخت ہے۔

پھر کہا کہ خدا کے آگے ہر شئے طوعاً یا کرھاً (یعنی چاروناچار) سجدہ کر رہی ہے۔ یعنی اُس کے قانون کی پابند ہے۔

وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلَالُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۝ : (۱۳/۲)۔

اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی (جاندار یا بے جان شے) وہ خوشی سے یا ناخوشی سے خدا کے (قانون کے) آگے جھک رہی ہے (یعنی وہی کر رہی ہے جو کام اُس کے لئے مقرر کیا گیا ہے) حتیٰ کہ اُن کے سائے بھی صبح و شام اسی قانون کے پابند ہیں۔

Marfat.com

اُولوالالباب کی قرآنی تعریف اور مسلمان کا ذاتی اخلاق !

پھر کہا کہ قرآن جو تم پر نازل کیا گیا ہے، برحق ہے اور صرف اصحاب دانش (اولوالالباب) ہی اس سے نصیحت لے سکتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور جو اقرار کیا ہو اس کو نہیں توڑتے، جو خدا کی رضامندی کو پیش نظر رکھ کر ہر مصیبت میں پورے استقلال اور صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں، جو الصلٰوۃ پر قائم رہتے ہیں، جو قربانی مال خفیہ اور علانیہ طور پر کرتے ہیں، جو ہر برائی کے عوض میں نیکی کرتے ہیں۔ یہی ہیں جن کو زمین پر حکومت کرنے کے لئے سرسبز باغات ملیں گے جن میں ان کے قریبی رشتہ دار، آباء و اجداد اور ان کی بیویاں اور اولادیں داخل ہوں گی (×) اور فرشتے سب دروازوں میں سے داخل ہو کر ان کو سلام کریں گے کہ تم نے استقلال اور صبر سے سب مصیبتیں جھیلی تھیں، اس لئے اب ان باغوں میں ہمیشہ کے لئے رہو:

أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ ۚ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ ۝ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ ۝ وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝: (۱۳/۳)-

ہر اقرار کو پورا کرنا، مستقل مزاج رہنا، خدا کے حضور میں رسمی طور پر بھی جھکنا، قربانی مال و جان کرنا، برائی کے بدلے نیکی کرنا وہ عظیم الشان اخلاق ہے جو ہر زندہ قوم میں آج بھی موجود ہے۔ پھر کچھ دیر بعد کہا:-

وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَىٰ ۗ بَلْ لِلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا ۗ أَفَلَمْ يَيْأَسِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا ۗ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُمْ بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِنْ دَارِهِمْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝: (۱۳/۴)-

اور اگر کوئی (ایسا) قرآن (نازل ہوتا) جس (کی طاقت) سے پہاڑ (اُٹھ کر) چل پڑتے، یا اس سے زمین (کے فاصلے) کٹ جاتے، یا اس کے ذریعے سے مُردے بولنے لگ پڑتے (تو بھی یہ کفار تم اُس کو ماننے میں تامل کرتے) (بلکہ اصل بات یہ ہے کہ) حکم سب کچھ اللہ کا ہے۔ تو کیا ابھی تک ایمان والوں کو صبر نہیں آیا کہ اگر اللہ مناسب سمجھتا تو تمام دُنیا کے لوگوں کو راہِ راست پر لے آتا۔ اور (یہ تو مسلّم بات ہے کہ) کافروں کو اُن کے بُرے افعال

(×) گویا یہ سب منظر زمین کا ہے "آخرت" کا نہیں، جیسا کہ مولوی صاحبان سمجھے بیٹھے ہیں!

Marfat.com

کے بدلے سخت صدمے ہمیشہ پہنچتے رہیں گے یا (کوئی نہ کوئی حادثہ) اُن کے گھروں کے پاس اُترے گا، یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ عذاب کا آجائے۔ بے شک خدا وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

احکامِ خدا موقع اور زمانہ کے مطابق نازل ہوتے ہیں

کافروں کو اُن کے اعتراض کے جواب میں کہ خدا کا پیغام کبھی کچھ اور کبھی کچھ ہوتا ہے، کوئی نبی ایک شے کو جائز قرار دیتا ہے، دُوسرا اس کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ کبھی ایک شے کا کھانا حرام بن جاتا ہے، کبھی اس کو حلال قرار دیا جاتا ہے، یا ایک حکم ایک نبی اپنی امت کے لیے لاتا ہے، پھر دُوسرا حکم دُوسرا نبی اپنی اُمت کے لیے لے آتا ہے، قرآن نے کہا:

وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ وَيُثْبِتُ ښ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ : (۱۳/۶)۔

اور یہ تو کسی رسول سے ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ کوئی آیت خدا کی اجازت کے بغیر لے آئے۔ ہر زمانہ کے لئے (اُس زمانہ کے حال و احوال اور اُس کی مادی ترقی کو پیشِ نظر رکھ کر) ایک قانون (یعنی کتاب) نازل ہوتا ہے (پھر) اللہ جو مناسب سمجھتا ہے (پہلے دیئے ہوئے قانون سے) مٹا دیتا ہے اور جو اُس زمانہ کے مطابق سمجھتا ہے اُس کو برقرار رکھتا ہے اور اُس کے پاس تو (اس دنیا جہان کے ہر گوشے گوشے کے لئے حکم جاری کرنے کے لئے) ام الکتب (یعنی کتابوں کی ماں) موجود ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ ہم تم کو (تیری زندگی میں ہی) جس عذاب کا وعدہ ہم کرتے ہیں اس کا کچھ حصہ آنکھوں سے دکھلادیں یا تجھے موت دیدیں۔ لیکن تجھ پر تو صرف پیغام پہنچا دینا فرض ہے اور (اُن سے) حساب لینا ہمارے ذمے ہے۔

پھر دُوسرے اعتراض کے متعلق حسب ذیل کہا اور مکی وحی ان الفاظ پر ختم کر دی:-

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝ : (۱۳/۶)۔

اور کفار (مکہ) کہتے ہیں کہ تم تو (ہرگز) نبی نہ ہو (اور کوئی شخص ہوتا تو ہم مان لیتے) انہیں کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا کافی گواہ ہے۔ یا وہ شخص (گواہ ہو سکتا ہے) جس کے پاس (قانونِ فطرت کی) کتاب کا علم ہے۔ (وُہی دھڑلّے سے کہہ سکتا ہے کہ محمدؐ جو کچھ لایا ہے وہ خدا کی الکتب میں سے لایا ہے۔)

Marfat.com

(۱۷)

مکی وحی کا عالم انگیز اور جہاں افروز پیغام

رسولؐ کے زمانہ میں صرف دو سو افراد نے سنا!

اُن احکام کا خلاصہ جن پر پورا عمل کر کے صرف دو سو افراد پورے عرب پر غالب آ گئے!

قرآن کے احکام اور مذہبوں کی غیر مانند جماعت کو مادی اور جسمانی طور پر مضبوط کرنے والے احکام تھے:

نوے مکی سورتوں کی وحی تیرہ برس میں سورۃ الرعد پر ختم ہوئی۔ اس تمام دوران میں جو رسول خدا صلعم پر ایک عظیم ابتلاء و امتحان کا دور تھا، مکہ اور مدینہ اور ملک حبش کے مہاجر مسلمانوں کو ملا کر صرف چند افراد ایمان لائے جن کی تعداد دو سو سے زیادہ نہ تھی۔ انہی چند افراد نے رسولؐ کا پیغام سُنا اور کفارِ مکہ کی سختیاں سہیں ؁۱ نبوی سے ؁۴ نبوی کے اختتام تک وحی کا حجم ۸۳۳ سطریں، ؁۵ نبوی سے ؁۶ نبوی کے اخیر تک ۲۲۹۱ سطریں اور ؁۷ نبوی سے ؁۱۲ نبوی کے اخیر تک ۲۴۷۳ سطریں تھیں اور ان تمام کا مجموعی حجم ۶۵۹۷ سطریں تھا جو تمام قرآن کے تقریباً ۱۰۴۷۸ سطروں کے حجم کے بالمقابل ⅗ کے قریب تھا۔ گویا وحی کے پانچ حصوں میں سے تقریباً تین حصے مکہ کی تیرہ برس کی زندگی میں نازل ہو چکے تھے اور دنیا کے صرف کم و بیش دو سو افراد نے اس پیغام کو سنا۔ ہجرت کے وقت یہی چھوٹی سی تعداد عالمی غلبے کے حاصل کرنے کے نصب العین کو جس کا اعلان آگے چل کر مدینہ(×) میں ہونا

(×) سورۃ الصفّ (۶۱) میں جو غالباً ؁۳ ہجری کے اخیر میں نازل ہوئی، پہلی دفعہ اعلان ہوا: يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ (۶۱/۹)۔ ترجمہ: یہ کافر تو یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دیں، لیکن خدا اپنے نور کو پورے طور پر روشن کرنے والا ہے، خواہ یہ منکر کافروں کو بُرا ہی کیوں نہ لگے۔ خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول صلعم کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ اس غرض سے بھیجا کہ وہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے، خواہ یہ شئے مشرکوں کو بُری ہی لگے۔ سورۃ الفتح (۱۰۸) میں جو ؁۶ ہجری میں صلح حدیبیہ کے وقت نازل ہوئی پھر وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

Marfat.com

تھا، پیشِ نظر رکھ کر مدینہ میں داخل ہوئی۔

نوّے مکی سورتوں کے اجتماعی اور انفرادی احکام کے خلاصے - وہ احکام جن پر مضبوط عمل نے دینِ اسلام کو غالب کر دیا!

اِس تیرہ برس کے ابتدائی دَور میں قرآن نے کیا حیرت انگیز اخلاقی تعلیم اِن افراد کو اِس نصب العین کے حصول کے لئے، کیا کیا چونکا دینے والے لائحہ عمل اپنی نوعِ انسانی کی دائمی بلکہ ابدی بہتری کے لئے، اور کیا کیا عظیم الشان علمی حقائق انسانی ذہن کی لا متناہی تگ و دَو اور غیر منقطع تلاش و دریافت کے لئے پیش کئے، اس کی تفصیل اپنے اپنے موقع پر گزر چکی ہے۔ جو شئے مجموعی طور پر اِس تمام وحی کی ترتیب پر ایک غائر نظر دوڑانے سے حاصل ہوتی ہے، یہ ہے کہ قرآنی تعلیم کا اخلاقی اور تعمیری حصہ حیرت انگیز طور پر نتیجہ خیز اس لئے ثابت ہُوا، کہ اوّلاً یہ تعلیم دُنیا کے اَور معلّموں کی تعلیم کے بالمقابل نری رُوحانی یا مذہبی طور پر نظری اور وہمی' یا انسانی فطرت کی کمزوری اور زود یقینی کو پیشِ نظر رکھ کر "دُنیا کے جنجال" کو رد کرنے والی تعلیم ہرگز نہ تھی' بلکہ اِس کا مدعا ایک ایسے کردار والی جماعت کو پیدا کرنا تھا جو اپنے اخلاق میں چند ٹھوس عملی خصوصیتیں پیدا کر کے ہی دُنیا کی سب سے زیادہ جسمانی اور ایمانی قوت والی جماعت بن سکے۔ مثال کے طور پر سورۂ المدثر میں سب سے پہلے مال والے آسودہ حال لوگوں کی اپنے مال و اولاد کی طرف رغبت کو جرم قرار دیا کہ یہ جماعت کی جسمانی قوت کو کمزور کرتی ہے۔ پھر سورۂ الھمزہ میں مال والوں کو جو گن گن کر اپنی دولت نفس کو موٹا رکھنے کے لئے جمع کرتے ہیں اور قوم کو طاقت ور کرنے سے غافل ہیں مجرم قرار دیا۔ سورۂ الماعون میں دِلوں کو وسیع کرنے اور اخوت کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے قوم کے یتیموں اور مسکینوں سے رَواداری کرنے کا حکم بلکہ قوم کے ہر شخص سے وسیع دِلی برتنے کا حکم دیا۔ سورۂ التکاثر میں کثرت مال سے پیدا ہوتی ہوئی غفلت کو جہنم کا سامان قرار دیا۔ سورۂ اللیل میں صاف حکم دے دیا کہ سب قوم کامل متحد طور پر ہو منتشر ہرگز نہ ہو۔ اسی قوم کا چھٹکارا ہے جس نے قربانی مال کی، جس نے بخل کیا اُس کو دردناک عذاب ہے۔ سورۂ البلد میں پھر یتیم اور مسکین کی خدمت کے ذریعے سے اخوت کا جذبہ پیدا کرنا لازمی قرار دیا۔ سورۂ الشمس میں عام محاکمہ دے دیا کہ وہی قوم کامیاب ہوگی جس نے نفسانی خواہشات کو خیر باد کہہ دیا۔ سورۂ عبس میں خدا کی طرف سے رسولؐ کو تنبیہہ کی کہ تم اندھے کو حقیر سمجھتے ہو اور اُس سے اس لئے منہ پھیرتے ہو کہ وہ بے کس اور غریب ہے۔ یہ اِس لئے کہ قوم میں انسانی محبت کے جذبے پیدا ہوں۔ سورۂ القلم میں انسانی معاشرے کی عام خرابیوں مثلاً قسمیں کھانا، آپس میں طعنے دینا، نیکی سے منع کرنا، اُجڈ ہونا، بداصل ہونا وغیرہ کو انتہائی طور پر قابل سزا قرار دیا اور اعلان کر دیا کہ یہ قرآن تمام دنیا کے لئے نصیحت (ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ) ہے۔ سورۂ الاعلیٰ میں پھر کہا کہ وہ قوم

(بقیہ تحت المتن)

کی جگہ وکفیٰ باللہِ شہیدا کے الفاظ ہیں یعنی خدا کافی گواہ ہے۔ پھر سورۂ توبہ (۹) جو ۹ہجری میں نازل ہوئی، میں وہی ولو کرہ المشرکون کے الفاظ میں اور پہلی آیت کا مفہوم بھی وہی ہے۔

Marfat.com

کامیابی کی منزل تک پہنچ گئی جس نے اپنے نفسوں کو خود غرضی کی آلائشوں سے پاک رکھا۔ سورۃ العصر میں قوم کو حقیقت (یعنی صحیفۂ فطرت کے قانون) پر چلنے کی تلقین کی اور صبر و استقلال کو کامیابی کی کلید کہا۔ سورۃ المزمّل میں تنبیہہ کی کہ یہ اسلام نہیں کہ ہر وقت خدا کے حضور میں کھڑے رہو اور کمبل اوڑھے رہو، بلکہ سب کے سب اہم ترین ذمّہ داریوں کو اپنے اُوپر لینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ سرمایہ دار کافروں کی جو رسول صلعم کو جھٹلاتے ہیں، پرکاہ کے برابر پرواہ نہ کرو۔ الصلوٰۃ اور الزکوٰۃ کے قائم کرنے کی تیاری کرو۔ خدا کو اپنے مال کا بہترین حصّہ دو۔ سورۃ الزلزال میں یقین دلایا کہ ذرّہ بھر نیکی یا ذرّہ بھر بُرائی کی جزا اور سزا مسلّم ہے۔ سورۃ الانفطار میں اعلان کر دیا کہ ہر شخص پر دو فرشتے مُقرّر ہیں جو اس کے اعمال کا حساب کتاب رکھتے ہیں۔ سورۃ التکویر میں کہا کہ یہ قرآن ایک نہایت معزز رسول صلعم کا قول ہے اور پھر تاکید کی کہ یہ ذِکرٌ لِّلعٰلَمِیْن ہے۔ سورۃ النجم میں کہا کہ اس کائنات کی ہر شے اس لئے ہے کہ انسان کو بطور سزا یا بطور جزا دی جائے۔ ماسوائے چھوٹے چھوٹے انفرادی گناہوں کے سب بڑے اجتماعی گناہوں کی سزا یقینی ہے۔ کوئی شخص دُوسرے کے بوجھ کو ہرگز نہ اٹھائے گا اور کسی شخص کو کچھ نہیں مل سکتا اِلّا یہ کہ جس شئے کے حاصل کرنے کی اُس نے کوشش کی۔ سورۃ الانشقاق میں زوردار الفاظ میں کہا کہ اے انسان! تیری مُلاقات خدائے زمین و آسمان سے ہو کر رہے گی اور تیری نسل ایک طبقے سے چڑھ کر دُوسرے طبقے تک ضرور پہنچے گی۔ سورۃ العٰدیٰت میں مال کی محبت کو سخت بُرا کہا۔ سُورۃ الغاشیہ میں رسولؐ کو کہا کہ تم لوگوں کو ڈراؤ، لیکن تم ان پر چودھری نہیں ہو کہ ان کے ذمّہ دار ہو۔ سورۃ الفجر میں پھر زور دیا کہ یتیم اور مسکین کے ساتھ عمدہ سلوک کرو، مرے ہوئے لوگوں کا ترکہ مت ہضم کرو، مال سے محبت نہ کرو۔ سورۃ القیامۃ میں کہا کہ خواہشاتِ نفسانی میں نہ پھنسو۔ سورۃ التطفیف میں کم تولنے والوں اور گاہکوں کو دھوکہ دینے والوں کو سخت ترین سزا کی دھمکی دی۔ سورۃ الحاقّہ میں پھر مسکین کے ساتھ عمدہ سلوک پر زور دیا۔ سورۃ المعارج میں پھر کہا کہ اپنے مال میں سے سائل اور محروم کو مقرّر حصّہ دو، زنا نہ کرو، عہد پُورا کرو، سچّی شہادت دو، خدا کے سامنے گڑگڑاؤ۔ سورۃ الدّخان میں پہلی بار کہا کہ صحیفۂ فطرت برحق ہے۔ سورۃ الشعرآ میں اعلان کر دیا کہ جو قومیں خدا کے قانون سے خوف زدہ نہیں وہ اپنے امیر کی اطاعت نہیں کرتیں (فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْن) ان کی ہلاکت قطعی ہے۔ سورۃ الحجر میں پھر کہا کہ صحیفۂ فطرت واحد حقیقت ہے اور جو لوگ اس کو باطل سمجھتے ہیں، وہ فاسق و فاجر ہیں۔ سورۃ صٓ میں انبیاؑ کے عمل اور علمی کارناموں کو سراہ کر تعلیم دی کہ جو قومیں صحیفۂ فطرت سے طلب عمل کرتی ہیں، وہی صالح العمل ہیں۔ صحیفۂ فطرت کو باطل نہ سمجھنا اور اُس کی ہر شئے کو مسخّر کر کے اپنے استعمال میں لانا فریضۂ انسانی ہے۔ سورۃ المُلک میں کہا کہ قوموں کی موت اور حیات ان کے حُسنِ عمل پر ہے۔ انسان کو سمع اور بصر اور فؤاد اس لئے عطا کئے گئے ہیں کہ وہ ان کی پُوری قدر کرے۔ سورۃ المومنون میں کہا کہ ایماندار وہ لوگ ہیں جو لغو باتوں سے بچتے ہیں، امانت میں خیانت نہیں کرتے۔ اسی سورت میں اشارہ کر دیا کہ تمہارے سمع اور بصر اور فؤاد ابھی ابتدائی حالت میں ہیں مگر ان کی تکمیل تمہارے انتہائی سعی و عمل سے بالآخر ہو گی۔ پھر کہا کہ بنی نوعِ انسان ایک

Marfat.com

اُمت ہیں، ان میں تفرقہ پیدا نہ کرو۔ سورۃ الانعام میں کہا کہ اگر ایک کی جگہ کئی خدا ہوتے تو کائنات کا نظام بگڑ جاتا۔ پھر اشارہ کیا کہ زمین اور آسمان کا تو ام ایک ہے۔ پھر دوہرایا کہ بنی نوع انسان ایک اُمت ہیں۔ پھر کہا کہ زمین کی وارث صرف صالح العمل قومیں ہیں۔ سورۃ بنی اسرائیل میں رسولِ خدا کے متعلق کہا کہ وہ بڑا ہی سمیع اور بڑا ہی بصیر تھا جس نے کائناتِ فطرت کا نہایت غور سے مطالعہ کیا۔ کہا کہ جو قوم ہلاکت کے نزدیک آجاتی ہے، اُس کے آسودہ حال لوگ کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کہا کہ قوموں کی زندگی اِس میں ہے کہ لوگ خُدا کے قانون کے آگے سرِ تسلیم خم کریں۔ قریبی عزیزوں کو اُن کا حق دیں۔ مسافروں سے عمدہ سلوک کریں۔ مال کی قربانی میں بُخل نہ کریں۔ اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کریں۔ انسانوں کو ناحق قتل نہ کریں۔ مالِ یتیم ہضم نہ کریں۔ پُورا ناپ اور پُورا تول کریں۔ زمین پر اکڑ کر نہ چلیں۔ سورۃ النحل میں پھر انبیاء کے کارناموں کو سراہ کر یہ تخیّل پیدا کیا کہ صحیفۂ فطرت کی چیزوں کو استعمال کر کے قوم کو ترقی کی منزل تک پہنچانا حُسنِ عمل ہے۔ سورۃ السجدہ میں تیسری بار کہا کہ انسان کو سمع اور بصر اور فواد کی بخشش خدا کی طرف سے ہے لیکن وہ ان کی کماحقہٗ قدر نہیں کرتا۔ سورۃ حٰمٓ السجدہ میں پھر انسان کی خدا سے ملاقات کا شوق پیدا کیا۔ سورۃ الجاثیہ میں کہا کہ صحیفۂ فطرت میں جو کچھ ہے، خُدا نے انسان کے لئے مسخر کیا تاکہ وہ اِس سے فائدہ اٹھائے۔ سورۃ النحل میں پہلی دفعہ قوم کی بہتری کی خاطر ہجرتِ وطن اختیار کرنے کی ترغیب دی اور کہا کہ خدا انسان کو عدل کرنے، نیکی کرنے، رشتہ داروں کو امداد دینے اور بے حیائی کے کاموں سے بچے رہنے کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ اپنے اقراروں کو پُورا کرو، قسموں کو نہ توڑو، کمزور فریق کو دھوکہ دے کر اِس لئے بے وفائی نہ کرو کہ تمہارا گٹھ جوڑ طاقت ور فریق سے ہو جائے۔ پھر تیسری بار کہا کہ بنی نوع انسان ایک اُمت ہیں۔ آپس میں تفرقہ پیدا نہ کرو، پھر دُوسری دفعہ ہجرتِ وطن کی تاکید کی۔ سورۃ الروم میں پانچویں بار زور دیا کہ صحیفۂ فطرت برحق ہے۔ وہ ایک مقررہ مدت تک ہے اور اس کی تسخیر لازم ہے۔ لقائے ربّ ضرور ہو گا۔ اپنی دولت کو غریبوں میں تقسیم کرو۔ امیر برداشت نہیں کر سکتا کہ غریب کو اپنا ساتھی بنالے۔ پھر دہرایا کہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور مُسافروں سے عمدہ سلوک کرو، اُن کو اُن کا حق دو۔ اعلان کیا کہ سب انبیاء جو آئے تھے اُن کو ایک ہی دین دیا گیا تھا، صرف دینِ فطرت دیا گیا تھا، اسی پر قائم ہو جاؤ یہی دینِ قیّم ہے۔ سورۃ ھُود میں پھر چوتھی بار دُہرایا کہ بنی نوع انسان ایک اُمّت ہیں اور ان کو ایک امّت بننے کے لئے ہی پیدا کیا گیا تھا۔ سورۃ یوسف میں زنا سے بچنے کی بہترین کہانی حضرت یُوسف کے متعلق بیان کر کے انسان کے آگے ان کی بے مثال اولوالعزمی بتائی۔ سورۃ الزمر میں پھر چھٹی بار صحیفۂ فطرت کو برحق کہا۔ سورۃ عنکبوت میں منافقین قوم کو جہنّم کا مستوجب قرار دیا اور ساتویں بار صحیفۂ فطرت کو واحد حقیقت کہا نیز دوسری بار الصلوٰۃ کو قائم کرنے کا حکم دیا۔ زمین کو وسیع کہہ کر ہجرتِ وطن کرنے کی طرف اشارہ کیا۔ دشمنوں سے جہاد کا حکم دیا۔ سورۃ لقمان میں لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحتوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اگر والدین تم کو راہِ راست سے برگشتہ کرنا چاہیں تو اُن کا حُکم نہ مانو۔ زمین پر اکڑ کر مت چلو۔ چلنے میں اعتدال اختیار کرو۔ اپنی آواز بلند نہ کرو۔ صحیفۂ فطرت سے آیاتِ خدا

Marfat.com

حاصل کرنے کے سلسلے میں کہا کہ اگر زمین کے درخت قلمیں بن جائیں اور سات سمندر بطور سیاہی کے استعمال کئے جائیں تو صحیفۂ فطرت سے حاصل کئے ہوئے کلمات خدا اس قدر لا متناہی ہیں کہ وہ کلمات ختم نہیں ہوں گے مگر قلمیں اور سیاہی ختم ہو جائے گی۔ گویا تبلایا کہ انسان کو اسی صحیفۂ فطرت سے لامتناہی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ سورۃ الشوریٰ میں پھر پانچویں بار کہا کہ بنی نوع انسان ایک اُمت ہیں۔ تمام دینوں کی بنیاد ایک ہے، اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ ایمان والے وہ ہیں جو بڑے بڑے اجتماعی گناہوں سے بچتے ہیں بے حیائی سے بچتے ہیں۔ الصّلوٰۃ پر قائم رہتے ہیں، جو بات کرتے ہیں باہمی مشورے سے فیصلہ کرتے ہیں۔ پہلی بار کہا کہ ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اگر اُن پر کسی طرف سے ظلم ہو تو وہ اس کا بدلہ لیتے ہیں۔ سورۃ یونس میں ملاقاتِ ربّ کے لئے جدوجہد کی تاکید کی۔ چھٹی بار کہا کہ بنی نوع انسان ایک اُمّت ہیں۔ سورۃ السبا میں چوتھی بار حضرت داؤدؑ اور دیگر انبیاؑ کے کارناموں کو سراہا کہ انہوں نے لوہے اور تانبے سے عظیم الشان صنعتیں پیدا کیں۔ سورۃ الفاطر میں کہا کہ زمین کے طبقوں کو جا کر دیکھو کہ زنگا رنگ کے طبقے ہیں، ان کو ٹٹولو۔ اللہ سے صحیح معنوں میں ڈرنے والے وہی لوگ ہیں جو عالمانِ فطرت ہیں۔ سورۃ الاعراف میں اعلان کر دیا کہ رسولؐ تمام بنی نوع کی طرف بھیجا گیا ہے۔ مسلمان کھائے پئے لیکن فضول خرچی نہ کرے۔ سورۃ الاحقاف میں پھر آٹھویں بار صحیفۂ فطرت کو برحق کہا۔ سورۃ الانعام میں دوبار تاکید سے فرمایا کہ خدا کی قوت انسان کے جسم پر پورے طور سے غالب ہے۔ صحیفۂ فطرت واحد حقیقت ہے۔ یہ نویں بار کہا۔ پھر انسان کو اس کا لائحہ عمل تبلایا کہ خدا کے سوا کسی دوسرے کو حاکم نہ بناؤ۔ سب سے عمدہ سلوک کرو۔ اولاد کو قتل نہ کرو۔ بے حیائی کی باتوں سے بچو۔ انسان کو ناحق قتل نہ کرو۔ مالِ یتیم میں بد دیانتی نہ کرو۔ پورا ناپ اور پورا تول کرو۔ عدل و انصاف کرو۔ عہد کیا ہوا نہ توڑو۔ یہ اسلام کا صراطِ مستقیم ہے۔ سب کے سب انسان ملتِ ابراہیم کی پیروی کریں۔ فرقہ بندی سے اجتناب کریں، وغیرہ وغیرہ۔

قرآن حکیم کا ہر حکم جماعت کو جسمانی طور پر مضبوط کرنے کا حکم تھا!

الغرض اگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو اس نتیجے پر لامحالہ پہنچنا پڑتا ہے کہ قرآن حکیم کا انسانی افراد کو ہر حکم اس کو جسمانی طور پر مضبوط اور ناقابلِ شکست بنانے کا حکم تھا۔ ہر حکم کی علم یہ تھی کہ افراد کے اس پر عمل کرنے سے تمام جماعت میں محبت اور رواداری، اتفاق و اتحاد، باہمی اتحادِ عمل، امن اور عدل، رحمت اور راحت، پاکیزگی اور صداقت، اعتماد اور سکون، مجاہدانہ طاقتیں اور شکست دینے والی قوتیں پیدا ہوں۔ اور مذاہب کے حکموں کی غیر مانند قرآن نے انسان کو کسی مافوق الفطرۃ بات پر یقین کرنے، کسی "روحانی" ریاضتوں کو اپنا شعار بنا لینے یا گوشہ نشین بن کر خدا کو پوجتے رہنے یا دنیا کو ترک کر کے کسی "آخرت" کی اقلیم کا دھیان کرتے رہنے کے احکام نہیں دیئے۔ قرآن صرف اس دنیاوی زندگی کی ٹھوس حقیقتوں کو پیشِ نظر رکھ کر انسان کو اس دنیا میں جسمانی اور ایمانی طور پر مضبوط بنانے کے درپے رہا، صرف آنکھ سے دیکھی ہوئی، کان سے سنی ہوئی اور ذہن سے سمجھی ہوئی سچائیوں کو پیشِ نظر رکھ کر انسان کو اُن اعمال کی تعلیم دیتا رہا جو اس کے لئے اس دنیا میں مخالف قوتوں، رکاوٹوں اور مشکلات پر غالب آنے کے سامان پیدا کریں اور اس دنیا کو ہی انسان کے لئے مفید ترین جولانگاہ

عمل ثابت کرکے صحیفۂ فطرت کو زمین و آسمان کا سب سے بڑا، سب سے زیادہ سچا اور عدیم المثال کارنامہ ثابت کر دیں

آج کا مسلمان بھی غالب آسکتا ہے!

انہی مختصر مگر لامتناہی طور پر مفید احکام نے سو دو سو مسلمانوں کی ابتداء سے بالآخر چند لاکھ کی تعداد کو چند قرنوں کے اندر اندر روئے زمین کے ایک بڑے سے بڑے حصے پر سیاسی اور اجتماعی غلبہ عطا کر دیا تھا اور اگر آج بھی مسلمانوں کے چند درجن یا چند صد افراد انہی احکام پر کماحقہٗ عمل کر کے اس طاقت کے مالک ہونے کے بعد سیاسی اور اجتماعی غلبے کی ابتدا کر دیں تو چند قرنوں کے اندر اندر عالمی غلبہ پھر حاصل کر سکتے ہیں۔

قرآن کریم کے کائناتی حقائق بنی نوع انسان کے لئے لازوال مصادرِ سعی و عمل ہیں!

انہی معنوں میں قرآن کریم ذِکرٌ لِّلعٰلَمِین ہے!

دوسری شے جو مکی وحی کو مجموعی طور پر دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے، یہ ہے کہ وہ چونکا دینے والے نصب العین جو قرآن عظیم نے بنی نوع انسان کی دائمی بلکہ ابدی بہتری کے لئے پیش کئے اور وہ زہرہ گداز علمی حقائق جو انسانی ذہن کی لامتناہی تگ و دو اور غیر منقطع تلاش و تحقیق کے لئے نوع انسانی کے سامنے رکھے، ایسے ہیں کہ انسان ان کی مکمل تحصیل کے لئے صدیوں اور ہزاروں سال تک معروفِ عمل رہے گا اور قرآن کا بالآخر ذکرٌ لِّلعٰلَمِین ہونا پایۂ ثبوت تک پہنچ جائے گا۔ یہ تمام دستور العمل اپنے اپنے موقع پر واضح کر دیا گیا ہے۔ صرف مثال کے طور پر صحیفۂ فطرت کا واحد حقیقت اس کائنات میں ہونا، انسان کا صحیفۂ فطرت کو مکمل طور پر مسخر کرنا، صحیفۂ فطرت سے ہی "آیات خدا" کا تلاش کرنا، بنی نوع انسان کا ایک اُمت ہو جانا، انسان کا بالآخر خدا کی طرح سمیع و بصیر بن جانا، انسانی اُمتوں کا اپنے بقا و فنا کے اعتبار سے حیوانی اُمتوں کے مماثل ہونا وغیرہ وغیرہ ہی وہ حیات افروز اور عالم انگیز حقائق ہیں کہ ان پر پورے طور پر عمل کرنے کی ابتداء کرنے کے لئے بھی ابھی کئی صدیاں درکار ہیں۔

انتہائی دقیق کائناتی مسئلوں کو شروع کی مکی وحیوں میں پیش کرنے کی توجیہہ!

یہ سب مسئلے ابھی تک انسان کی عملی توجہ کے محتاج ہیں!

تیسری بات جو مکی وحی پر غائر اور طائر نظر ڈالنے سے عیاں ہوتی ہے، یہ ہے کہ قرآن نے دو انتہائی دقیق کائناتی مسئلوں یعنی اول یہ کہ انسان گندے پانی سے اپنی تخلیق کو بہتر طریق تخلیق کی طرف لوٹا دینے پر ضرور قادر ہے: اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ (سورۂ الطارق (۸۶)) اور دوم یہ کہ اے انسان! تو (آگے چل کر) اپنے پروردگار سے ملاقات کرنے کی انتہائی کوشش ضرور کرنے والا ہے

Marfat.com

اور تو ضرور اس سے ملاقی ہوگا: (یَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ (سورۃ الانشقاق ۸۴)) کو ترتیب نزول کے اعتبار سے سب سے پہلی وحیوں میں جو ۴ھ نبوی میں نازل ہوئیں، انسان کے سامنے پیش کیا۔ یہ دونوں مسئلے وہ ہیں کہ باوجود انتہائی علمی ترقی کے انسان نے ابھی تک ان پر کماحقہٗ توجہ نہیں کی اور اسی بنا پر یہ دونوں سورتیں قرآن کا مشکل ترین حصہ ہیں۔ اسی طرح صحیفۂ فطرت کو واحد حقیقت قرار دینے کے مسئلے کو جو بار بار سورۃ الدخان (۴۴)، سورۃ الحجر (۱۵) سورۃ ص (۳۸) سورۃ الجاثیہ (۴۵) سورۃ الروم (۳۰)، سورۃ العنکبوت (۲۹)، سورۃ الاحقاف (۴۶) وغیرہا میں ہے، ۵ھ سے ۱۳ھ نبوی کی وحیوں میں داخل کیا۔ یہ مسئلہ آج رفتہ رفتہ ایک زندہ حقیقت بن کر آشکارا ہو رہا ہے، لیکن باوجود انتہائی علمی ترقی کے انسان نے ابھی تک لازمی طور پر فیصلہ نہیں کیا کہ دنیا میں صرف ایک حقیقت ہے اور وہ صحیفۂ فطرت کے سوا کچھ نہیں۔ اسی طرح یہ زمینی مسئلہ کہ بنی نوع انسان ایک اُمت ہیں اور اُن کو پیدا ہی اس غرض کے لئے کیا گیا ہے کہ وہ ایک اُمت بن کر رہیں (وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ وَلِذٰلِکَ خَلَقَهُمْ (سورۃ ھود ۱۱)) کو زندگی کے اُن مرحلوں میں پیش کیا گیا جب کہ مٹھی بھر مسلمان کفارِ مکہ کے مظالم سے انتہائی طور پر تنگ آ گئے تھے۔ سورۃ المومنون (۲۳)، اور سورۃ الانبیا (۲۱) میں یہ حقیقت ابتدائی طور پر ۶ھ نبوی میں پیش کی گئی، حتیٰ کہ سورۃ ھود (۱۱) میں جو غالباً ۸ھ نبوی میں نازل ہوئی، پورے طور پر واضح کر دیا گیا کہ بنی نوع انسان کے پیدا کرنے کی غرض و غایت ہی یہ ہے کہ وہ ایک اُمت بن کر رہے کفارِ مکہ کے مظالم کے انتہا تک پہنچنے کے وقت اس حقیقت کو ظاہر کرنے سے مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے سامنے ایک انتہائی طور پر عظیم الشان ذمہ داری بنی نوع انسان کو ایک اُمت بنانا اور انسان کو انسان کے ظلم سے بچانا واضح ہو جائے اور وہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ابھی سے تیار ہوتے جائیں۔

انتہائی دقیق کائناتی مسئلوں اور علمی حقائق کو بروئے کار لانے کے لئے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی عظیم جدوجہد!

مسلمان اس وقت ساکن ہو گئے جب ان مسائل اور حقائق کی طلب نظروں سے نہاں ہو گئی؟

اس تمام تدریجی وضاحت سے جس کی مثالیں کثرت سے متذکرہ صدر سطور میں پیش کی گئی ہیں، یہ اخذ ہوتا ہے کہ خدا کے انسان کو وحی کرنے کی غایت یہ تھی کہ قرآنی حقائق پر بار بار غور کر کے انسان ان حقیقتوں تک پہنچنے کے لئے اپنی دنیاوی ترقی کے وسائل پیدا کرتا جائے اور انسانوں کے ایک مرکزی اور مخصوص گروہ یعنی مکہ کے مٹھی بھر مسلمانوں میں (جیسا کہ

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا[*] شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۝ ۲/۱۷ سورۂ بقرہ) کے الفاظ سے جو مدنی وحی کی پہلی سورت میں ظاہر ہے) اسی تدریجی وضاحت اور تکرار سے ایک لازوال تگ و دو پیدا ہو کر رہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کی پہلی تین صدیوں کی بے مثال جد و جہد اسی اضطراب اور انہماک کی آئینہ دار تھی اور یہی وجہ تھی کہ جب تک مسلمانوں کو قرآن کے پیغام خدا ہونے پر مکمل یقین رہا، وہ ان قرآنی حقائق پر نہایت متانت سے بار بار غور کرنے کے بعد بے محابا آگے بڑھتے گئے" اور زمین کے ایک بڑے سے بڑے حصے پر انہوں نے بزورِ بازو قبضہ کر لیا۔ جب قرآن کے وحی کرنے کی غرض و غایت آنکھوں سے اوجھل ہوتی گئی، جب قرآن کے تکرار کی لِم نظروں سے نہاں ہو گئی اور غالب تخیل یہ ہوتا گیا کہ "قرنِ اول کے مسلمانوں کے "ایمان" تک کون پہنچ سکتا ہے" یا عرب تو ایک بدوِ سِتبّا جاہل اور نا مصلحت اندیش قوم تھی، جو بے دھڑک بڑھتی گئی"، یا "بہرصورت مسلمانوں کے آگے یہ نصب العین ہونا چاہیئے کہ وہ اس کی درس و تدریس میں لگا رہے" اس وقت قرآن ساکن ہو گیا اور اس کا اثر فی الجملہ رسمی مسلمانوں پر نہ رہا۔ اب سوائے اس کے چارہ نہیں کہ مسلمان پھر وہ ایمان پیدا کرے۔ اگر یہ نہیں کرتا تو پھر ایمان والی قوموں کے ہاتھ مٹ کر رہ جاتے۔

مکّی وحی کی علمی قدر و قیمت کو سمجھنے کے لیے

رسولِ خدا کے خانگی حالات کو پیشِ نظر رکھ کر اُن کی بلندیٔ نظر کو دیکھنا بھی ضروری ہے!

دُکھ اور ایذا دہی کے ماحول میں مٹھی بھر مسلمانوں کو ان بلند مضامین پر غور کرانے سے مقصد کیا تھا؟

مکّی وحی کی حیرت انگیز علمی قدر و قیمت کو سمجھنے کے لئے رسولِ خدا کے ذاتی خانگی حالات[**]، اُن کی چھوٹی سی جماعت کے داخلی احوال و کیفیات، نیز تیرہ برس کی نسبتاً سکون کی زندگی کے نفسیاتی اثرات کو پیشِ نظر رکھ کر آسمانی وحی کے مضامین کی انتہائی بلندی پر غور کرنا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے، حضرت خدیجہ کے انتقال کے فوراً بعد ۱۰ نبوی میں رسول صلعم نے پچاس برس کی عمر میں دوسرا نکاح

(*) ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تم مٹھی بھر مسلمانوں کو ایک مرکزی گروہ بنا دیا تاکہ تم اپنے بے پناہ عمل سے تمام دنیا کے انسانوں پر گواہ بن جاؤ اور رسولؐ اپنی کامل صداقت سے تم پر گواہ ہو جائے۔

(**) یہ عنوان اس لئے باندھا گیا ہے کہ وحی کو خدائی پیغام ہونے کے علاوہ نبیؐ کے ذاتی غور و فکر کا نتیجہ بھی (یعنی نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ) قرار دیا گیا ہے اور یہ جتلانا مقصود ہے کہ مکّی وحی کے مضامین کی بے انتہا بلندی اس وجہ سے بھی تھی کہ رسولؐ مکّی زندگی کے پورے تیرہ سال کائنات کے متعلق انتہائی غور و فکر میں اس لئے بھی لگے رہے کہ اُن کی خانگی زندگی تنہائی کی زندگی تھی۔ فتدبر۔

سودہ بنت زمعہ زوجہ سکران بن عمرو کے ساتھ کیا۔ سودہ کی عمر بھی اُس وقت پچاس برس کی تھی اور چونکہ سکران نے حبشہ کی طرف ہجرت کے دوران میں انتقال کیا تھا۔ رسولؐ کے دل میں حضرت سودہ کی جو قدر و قیمت تھی۔ اُس کا اندازہ اِسی بیاہ سے ہو سکتا ہے رسولؐ سنہ ۱۰ نبوی میں حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد بالکل تنہا رہ چکے تھے اور اُس وقت تک ان کی تینوں بیٹیاں بیاہی جا چکی تھیں۔ الغرض مکی وحی کا تمام تر حصہ سنہ ۱۳ نبوی کے اخیر تک ان نسبتاً فراغت اور فرصت کے حالات میں گزرا اور حضرت سودہ آخری تین سال تک گھر کی واحد مالکہ رہیں۔ سنہ ۷ نبوی سے سنہ ۱۰ نبوی تک حضورؐ شعب ابی طالب میں مقید تھے اور مکہ کے مسلمانوں کی حالت اور بھی تنگ ہو گئی تھی۔ سنہ ۱۰ نبوی کے بعد سنہ ۱۳ نبوی کے اخیر تک رسولؐ خاموش تیاریوں میں لگے رہے کہ دینِ اسلام کا مرکز مکہ کی بجائے مدینہ ہو۔ الغرض اِن تیرہ سالوں میں جو مسلمانوں کے لئے نسبتاً قرآنی وحی کے مطالب پر زیادہ غور و خوض، خدا کے حضور میں عاجزانہ درخواستوں اور بے کسی اور بے بسی کے سال تھے۔ مکی وحی بے نیازانہ طور پر اِس نصب العین کے لئے وقف رہی کہ بنی نوع انسان کو کائناتی حقائق اور مسائل سے آگاہ کرے اور قرآن کے ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ اور بے مثال کلام ہونے کا تخیل مسلمانوں کے ذہنوں میں --- پیدا کرے۔ اِس تخیل کی وجہ سے جو بلندئ اخلاق و اعمال مسلمانوں میں پیدا ہوئی، اُس کا ثبوت اُس کردار میں ہے جو مسلمانوں نے مدینہ جاکر دکھلایا اور دنیا پر واضح کر دیا کہ جسمانی زور حاصل کرنے کے لئے تعداد یا کثرتِ افراد لازمی شے نہیں بلکہ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (۲۴۹) (سورۂ بقرہ) کی رُو سے جو مدنی وحی کی پہلی سورت میں ہے، خدا پر مکمل یقین کر کے اذنِ خدا حاصل کرنا اور مصائب کو استقلال سے برداشت کرنا ہے۔

مکی وحی کا تمام تر انداز جمالی ہے!

الغرض اگر غور سے دیکھا جائے تو اس نتیجہ پر پہنچنا مشکل نہیں کہ مکی وحی کا تمام تر انداز جمالی ہے اور اسی جمال کی وجہ سے مکہ کے مسلمانوں نے مدینہ جاکر وہ جلال حاصل کیا کہ اس کی مثال تاریخ میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔

دوسرا نکتہ جو مکی وحی کے دوران میں قابلِ توجہ ہے یہ ہے کہ آسمانی وحی نے اس تیرہ برس میں کوئی معاشرتی یا اجتماعی قواعد و ضوابط وضع نہیں کئے کہ مکہ کے مسلمان اُن کو اپنی جماعت میں رائج کرنے میں مصروف ہو جاتے۔ حتیٰ کہ الصلوٰۃ اور الزکوٰۃ تک کے مستقل احکام بھی اس دوران میں نافذ نہیں ہوئے(×)، کیونکہ الصلوٰۃ کی تیر کی طرح(××) سیدھی قطاروں کے مظاہروں اور الزکوٰۃ کے جمع کئے ہوئے خزانوں کا اِس بے بسی کے زمانہ میں کوئی محل و مصرف ہی نہ ہو سکتا تھا۔ نہ اس دوران میں کافروں سے قتال بالسیف کا

(×) الصلوٰۃ کے احکام اگرچہ سنہ ۱۰ھ میں ہی نافذ ہو چکے تھے (دیکھو صفحہ ۱۶۴) مگر باجماعت نماز کا قیام مدینہ میں ہی جاکر ہوا۔

(××) مدینہ میں حضرت عمرؓ نماز کی قطار بندھ جانے کے وقت اس قطار کو سیدھا کرنے کے لئے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تیر چلاتے تھے۔

Marfat.com

کوئی واضح حکم نازل ہوا۔ کیونکہ ایسا حکم ہی بے محل و بے موقع تھا۔ القصہ یہ کہ مکی وحی کا جمالی دور تمام تر اِس اہتمام میں گزرا کہ اوّلاً قرآن بنی نوع انسان کے سامنے اُس انسانی اخلاق کی عملی تصویر پیش کرے جس پر چل کر انسانی اُمتوں کے افراد زندہ ہو جاتے ہیں تاکہ دنیا میں بے پناہ غلبہ حاصل کر سکیں۔ دوئم یہ کہ قرآن بنی نوع انسان کے سامنے وہ کائناتی مسئلے اور عالم انگیز حقائق پیش کرے جن کو قرنوں اور صدیوں کی مسلسل جد وجہد سے بروئے کار لانے کے بعد زندہ اُمتیں اِس حقیقی مقصد تک پہنچ سکیں جس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے کائنات کی پیدائش واقع ہوئی۔

مکی وحی علمی نقطۂ نظر سے قرآن حکیم کا سب سے اہم اور نادر الوجود حصّہ ہے!

مدنی دور کی سورتوں میں جیسا کہ آگے چل کر واضح ہوگا، یہ خصوصیتیں نہیں جو کہ مکی دور میں تھیں اور اسی لحاظ سے مکی وحی علمی نقطۂ نظر سے قرآن حکیم کا سب سے اہم اور نادر الوجود حصہ ہے، جس کی قدر وقیمت جوں جوں زمانہ علم وخبر میں بڑھتا جائے گا، بڑھتی جائے گی اور کوئی آسمانی یا زمینی کتاب اِس علم وخبر کے پاسنگ تک بھی ابھی تک نہیں پہنچی۔

زمینی غلبہ حاصل کرنے کے لئے امت کا کیا اجتماعی اخلاق ہونا لازمی ہے؟

مسلمانوں کی بدبختی ہے کہ اُنھوں نے پچھلے چودہ سو برس میں اس کتاب کی قدر وقیمت کو نہیں سمجھا، نہ انسانی اخلاق کے اُس لائحہ عمل کی اہمیت پر غور وخوض کیا جس اخلاق پر عمل کرنے سے زمینی غلبہ عملی طور پر حاصل ہو سکتا ہے۔ نہ اُن کائناتی حقائق کی جستجو اور تلاش کو دین اسلام کا سب سے اہم جزو تسلیم کیا، جن کی دریافت اور جن پر عبور کرنے سے انسان تمام کائنات پر غلبہ حاصل کر سکتا ہے مثال کے طور پر سرمایہ داری، ملکی اور جغرافیائی تقسیم، قومیت اور رنگ ونسل کے بت وغیرہ وغیرہ وہ عظیم الشان بت ہیں جن کی پرستش کی وجہ سے بنی نوع انسان آج ہزاروں گروہوں میں منقسم ہے اور اِس تقسیم کی وجہ سے پچھلے ہزارہا سال سے انسان بے انتہا جنگوں میں گرفتار ہے، حتیٰ کہ قریب ہے کہ نسل انسانی ہی اس کشمکش میں بالآخر معدوم ہو کر رہ جائے۔ قرآن نے محبت مال کو جرم، دولت کی امیر وغریب میں برابر تقسیم کو لازم، سب مومنوں میں اخوت اور بھائی چارہ ہونے کو ایمان کا لازمی جزو، شعوب وقبائل کی تقسیم کو صرف آپس میں تعارف کا وسیلہ(×)، یتیم اور مسکین کی خاطرداری کو لازمۂ اخوت، خواہشات نفسانی کے تتبع کو اسلام کا نقیض، ایفائے

(×) يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ○ (۴۹)۔

ترجمہ:۔ اے ساکنان زمین ہم نے تم کو بلاشبہ ایک مرد اور ایک عورت (کے نطفوں کی باہمی ملاوٹ) سے پیدا کیا (اور اسی بنا پر تم سب ایک والدین کی اولاد ہو کر بھائی بھائی ہو) لیکن تم کو (مختلف) گروہ اور قبیلے صرف اس لئے بنایا کہ تم (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

Marfat.com

عہد، پورے ناپ اور پورے تول، ہر حالت میں عدل و انصاف اور تمام نسلِ انسانی میں باہمی مروّت وغیرہ وغیرہ کو دینِ خدا کے لازمی احکام قرار دے کر ان بتوں کو پاش پاش کر دیا تاکہ نوعِ انسانی کا غلبہ اس زمین پر مکمل ہو کر رہے۔ جب تک اس اخلاق کا بیشتر اور غالب حصّہ زمین پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرنے والی اُمّت کو میسّر نہ ہو، تمام رُوئے زمین کی قوموں کو ایک لڑی میں منسلک کر دینا محال ہے۔ نہ کوئی قوم ان شرائط کے بغیر کسی دوسری قوم میں جو اس اخلاق کی حامل نہ ہو، جذب ہونا قبول کرے گی۔ مسلمانوں نے ان چودہ سَو برس میں ان اخلاقی فضیلتوں کو صرف انفرادی افعال سمجھا اور ان کو قومی اور عالمی کردار بنانے کی سعی کافی حد تک نہ کی، اسی لئے وہ عالمی غلبہ حاصل نہ کر سکے۔ اسی طرح کائناتی حقائق کے بارے میں جو قرآن عظیم نے مکی وحی میں مسلمانوں کو کائنات پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے دیئے تھے۔ اسلافِ مسلمانوں نے اُن کو زیادہ سے زیادہ قرآن کی "بلاغت اور فصاحت" کا جزو قرار دے کر اُن سے بیشتر طور پر غافل رہے بلکہ تفسیر و تدریس کے لایعنی طوماروں میں ان حقائق کو چھپا کر یکتمون اٰیات اللّٰہ[x] کے مجرم بنے۔ حالانکہ اگر وہ ان حقیقتوں کا رُوئے زمین کے ہر حصّے میں اعلان کر کے بنی نوعِ انسان کو اُن کی دریافت کی طرف دھڑلے سے بلاتے تو کچھ عجب نہ تھا کہ رُوئے زمین کی اکثر قومیں دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتیں۔

مکی وحی کا زمانہ اگر امتحان و ابتلا، غور و خوض، سکون اور انتظار کا زمانہ تھا تو مدنی وحی کا زمانہ جدوجہد، انتہائی جانی و مالی قربانی اور فتح و ظفر کا زمانہ ثابت ہُوا۔ آئندہ صفحات میں اس زمانے کے حالات اور حوادث کو پس منظر کے طور پر پیش کر کے مدنی سُورتوں کی تشریح واقعہ وار پیش کر دی جائے گی اور معلوم ہو جائے گا کہ قرآن اپنی تشریح و تفسیر میں

(x) اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ۵ : (۲/۲۱) ترجمہ :- بے شک وہ لوگ جو اس چیز کو جو اللہ نے الکتٰب میں اُتاری (یعنی قرآن کو) چھپاتے ہیں (اور اس کے احکام کو بدنیتی سے ظاہر نہیں ہونے دیتے) وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور خدا ایسے لوگوں سے روزِ قیامت کو کلام تک نہ کرے گا اور نہ اُن کو پاک کرے گا۔ اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(بقیہ تحت المتن)
ایک دوسرے کو پہچان سکو (کہ فلاں گروہ یا قبیلہ یا فلاں جگہ کا ہے)، اس لئے نہیں بنایا کہ تم آپس میں عزت اور فضیلت حاصل کرنے کے لئے لڑو مرو) اور در اصل خدا کے نزدیک تو وہی عزت والا ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ قانونِ خدا سے خوف زدہ ہو کر اس پر عمل کرتا ہے۔ بے شک خدا صورتِ حال سے بڑا باخبر اور تمہارے احوال کا پورا علم رکھنے والا ہے۔

کس قدر ترتیب نزول کے برقرار رکھنے کو ضروری سمجھتا ہے اور ترتیب نزول برقرار رکھنے کے بغیر آج چودہ سو برس کے بعد قرآنی دستور العمل کو پھر سمجھنا کس قدر دشوار ہے۔

تکملہ کی اس پہلی جلد کے اخیر میں نوّے کی سورتوں کا مختصر اس غرض سے دیا جاتا ہے کہ قرآن کا طالب العلم مجموعی طور پر ان سورتوں کی عظیم الشان تعلیم پر غور کر سکے۔ ثانیاً یہ دیکھ سکے کہ کسی عظیم الشان حقیقت کو ایک وحی میں ظاہر کیا۔ پھر اگلی وحیوں میں اس حقیقت کو دہرایا یا اس پر مزید اضافہ کیا۔ حتیٰ کہ اس سے بھی اگلی وحیوں میں کسی دوسری کائناتی حقیقت کو ظاہر کرنے کی ابتدا کی جو پہلی حقیقت سے بھی زیادہ اہم تھی۔ ثالثاً اس تاریخی تسلسل سے طالب العلم اس نتیجے پر بھی پہنچ سکتا ہے کہ یہی ترتیب نزول (صفحہ ۶۷) جو میں نے اختیار کی ہے، زیادہ صحیح ہے اور مسلمانوں کی ترتیب نزول سے بہتر ہے۔

بانی خاکسار تحریک حضرت علامہ مشرقیؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
1	تذکرہ (اول دوم سوم) (مکمل سیٹ)	حضرت علامہ مشرقیؒ
2	حدیث القرآن	حضرت علامہ مشرقیؒ
3	تکملہ (سیرت النبیؐ) اوّل دوم	حضرت علامہ مشرقیؒ
4	مولوی کا غلط مذہب	حضرت علامہ مشرقیؒ
5	مقالات (اوّل دوم)	حضرت علامہ مشرقیؒ
6	حریم غیب (شاعری)	حضرت علامہ مشرقیؒ
7	دہ الباب (شاعری)	حضرت علامہ مشرقیؒ
8	ارمغان حکیم (شاعری)	حضرت علامہ مشرقیؒ
9	خطاب مصر	حضرت علامہ مشرقیؒ
10	اشارات	حضرت علامہ مشرقیؒ
11	رسول صادق	حضرت علامہ مشرقیؒ
12	الاصلاح (المشرقیؒ) و شہداء نمبرز (مجلد)	حضرت علامہ مشرقیؒ
13	قول فیصل	حضرت علامہ مشرقیؒ
14	انسانی مسئلہ	حضرت علامہ مشرقیؒ

Marfat.com

نوّے مکّی سُورتوں کی تعلیم کا مُختصر

اِس فہرست کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کا طالب العلم نوّے مکّی سُورتوں کی عظیم الشان تعلیم کو مجموعی نظرے دیکھ کر اس نتیجے پر پہنچ سکے کہ اولاً اِس تعلیم کا مقصد قرنِ اوّل کے مسلمانوں کے ذاتی اخلاق وکردار کو بلند کر کے اُن کو ایک طاقت ور اور عالمگیر جماعت بنانا تھا جو سب پر غالب آ سکے۔ ثانیاً بنی نوع انسان کو تدریجی طور پر عظیم الشان زمینی، اِنسانی اور کائناتی حقائق سے آگاہ کر کے اِنسانی نوع کے لئے ایک دائمی دستور العمل تیار کرنا تھا جو اِس مقصد کو پیدائش کائنات اور ملاقات خدا کے منتہا تک لے جا سکے اور قرآن فی الحقیقت ذِکرٌ لِلعٰلَمِین بن جائے۔ اِس فہرست میں مثلاً (۴) کا مفہوم یہ ہے کہ یہ مضمون چوتھی دفعہ دُہرایا گیا اور تین بار پہلی سُورتوں میں آ چکا ہے۔

۱	العلق (۹۶) خدا نے اِنسان کو قلم کے ذریعے سے علم دیا: علّم بالقلم ۝ علم الانسان مالم یعلم	۱۱
۲	المُدثر (۷۴) اُٹھ اور قوم کو ہلاکت سے ڈرا۔	۷۳
۳	اللھب (۱۱۱) خدا ابولہب اور اُس کی بیوی ام جمیل کو ہلاک کرے	۷۸
۴	القریش (۱۰۶) قریش خدا کی غلامی اختیار کریں۔	۸۶
۵	الکوثر (۱۰۸) خدا کی تحمید کر، قربانی کے لئے تیار رہو جا۔	۸۶
۶	الھمزہ (۱۰۴) مال کی قربانی نہ کرنے والی قوم محکومیت کے جہنم میں گھری ہوئی ہے الذی جمع مالاً وعددہٗ۔	۸۷
۷	الماعون (۱۰۷) یتیم اور مسکین کی پرورش (۲) اور ہمسایہ سے مروّت لازمی ہے	۸۷
۸	التکاثر (۱۰۲) کثرت عیش وعشرت سے قومیں ہلاک ہوتی ہیں	۸۸
۹	الفیل (۱۰۵) ظالم اور مغرور قومیں ہلاک ہوتی ہیں	۸۸
۱۰	الیل (۹۲) وہ قوم فتحمند اور غالب ہے جو متحد رہی اور جس نے قربانئ مال کی اور نفسانی خواہشات میں نہ پڑی ان سعیکم لشتّٰی۔	۸۹
۱۱	البلد (۹۰) غلام کو غلامی سے آزاد کرو فکّ رقبۃ اور یتیم اور مسکین کی پرورش کرو (۲)	۹۰
۱۲	الانشراح (۹۴) ہر تکلیف کے بعد راحت ہے۔	۹۱
۱۳	الضحٰی (۹۳) یتیم اور محتاج کے ساتھ عمدہ سلوک کرو (۳)	۹۱
۱۴	القدر (۹۷) قرآن لیلۃ القدر میں نازل ہوا	۹۵
۱۵	الطارق (۸۶) انسان اپنی گندی طریق پیدائش کو بہتر طریقے سے بدل سکتا ہے۔ انہٗ علی رجعہٖ لقادر (۱)	۹۶
۱۶	الشمس (۹۱) وہ قوم کامیاب ہوگئی جو خواہشاتِ نفسانی میں نہ پڑی۔ قد افلح من زکّٰھا۔	۹۸
۱۷	عَبَس (۸۰) زمین سے نباتات کے اُگنے کا حیرت انگیز منظر انسان ناپاک قطرے سے پیدا ہوا (۲) غریب سے نفرت نہ کرو (۴)	۹۹
۱۸	القلم (۶۸) عنقریب کفار ذلیل ہوں گے۔ قرآن ذِکرٌ لِلعٰلَمِین ہے۔	۱۰۱
۱۹	الاعلٰی (۸۷) عنقریب مسلمانوں کو آسانیاں ہوں گی۔	۱۰۱
۲۰	التین (۹۵) انسان کی تقویم بہترین ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ اٰمنوا وعملوا الصٰلحت کی اصطلاح کا پہلی بار ذکر	۱۰۲
۲۱	العصر (۱۰۳) جس قوم نے حقیقت کو پکڑ لیا اور اس پر جمی رہی اس کو نجات ہے۔ اٰمنوا وعملوا الصٰلحت کا دوسری بار ذکر	۱۰۳
۲۲	البروج (۸۵) مسلمانوں کو ایذا دینے والوں کو جہنم ہے۔ اٰمنوا وعملوا الصٰلحت کا تیسری بار ذکر۔ لھم عذاب جھنّم	۱۰۳
۲۳	المزمل (۷۳) ہر وقت عبادت خدا میں لگے رہنا درست نہیں خدا تم سے کام مانگتا ہے۔ مجاہد پیدا کرو۔ الصلوٰۃ اور الزکوٰۃ کو قائم کرو۔	۱۰۳
۲۴	القارعہ (۱۰۱) اگر عمل وزن دار ہوں گے تو راحت ہے ورنہ نہیں	۱۰۵
۲۵	الزلزال (۹۹) ادنیٰ نیکی کا اجر اور ادنیٰ برائی کی سزا ملے گی۔	۱۰۶
۲۶	الانفطار (۸۲) ہر انسان پر خدا کے مقرر فرشتے ہیں جو اعمال لکھتے ہیں۔	۱۰۶
۲۷	التکویر (۸۱) قرآن ایک معزز رسولؐ کا قول ہے اور تمام دُنیا کے لئے عبرت ہے۔	۱۰۶
۲۸	النجم (۵۳) رسولؐ کا تقرب خدا سے اور اس کی انتہائی بصیرت فکان قاب قوسین او ادنیٰ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے انعام کے طور پر ہے یا سزا کے طور پر۔ تسخیرِ فطرت کی طرف اِشارہ (۱)	۱۰۷

	وللہ ما فی السموٰت ومافی الارض - و یجزی الذین احسنوا بالحسنٰی۔	
۲۹	الانشقاق (۸۴) اے انسان تیری ملاقات خدا سے ضرور ہو کر رہے گی اور وہ اس طرح ہوگی کہ تو پیدائش کے ایک طبقے سے بلند تر طبقہ کی طرف بڑھتا جائے گا (۲) یا ایہا الانسان انک کادح الیٰ ربک کدحا فملقیہ -	۱۱۱
۳۰	العٰدیٰت (۱۰۰) انسان مال سے سخت محبت کرتا ہے۔	۱۱۳
۳۱	النٰزعٰت (۷۹) فرعون کی ہلاکت	۱۱۴
۳۲	المرسلات (۷۷) جھٹلانے والوں کی ہلاکت ویلٌ یومئذٍ للمکذبین۔ المرنخلقکم من ماءٍ مھین۔	۱۱۴
۳۳	النبا (۷۸) کافروں کی بری حالت، مومنوں کو ہم عمر حوریں (۱)	۱۱۴
۳۴	الغاشیہ (۸۸) تو ان پر چودھری نہیں کہ ان کو راہ پر لے آئے	۱۱۴
۳۵	الفجر (۸۹) خدا نے بڑی طاقت ور امتیں ہلاک کر ماریں تو یہ کیا کفار مکہ کیا ہیں۔ یتیم اور مسکین سے عمدہ سلوک (۵) مرے ہوؤں کا ترکہ ہضم نہ کرو۔ مال سے محبت نہ کرو۔	۱۱۴
۳۶	القیامۃ (۷۵) قرآن کو سمجھنے میں جلدی نہ کرو۔ پہلی بات اس پر پورا عمل ہے۔ جوں جوں عمل کرتے جاؤ گے ان کی تشریح ہوتی جائے گی۔ ثم ان علینا بیانہ۔	۱۱۶
۳۷	التطفیف (۸۳) ناپ اور تول میں پورے رہو۔ گاہکوں کو دھوکہ نہ دو	۱۱۷
۳۸	الحاقۃ (۶۹) یوم حساب سے ڈرو۔ قرآن ایک معزز رسولؐ کا قول ہے (۲) شاعر اور کاہن کا قول نہیں انہٗ لقول رسول کریم۔	۱۱۷
۳۹	الذٰریٰت (۵۱) کفار کا روز قیامت وہ دن ہوگا جب وہ لوگ آگ پر بھونے جائیں گے۔ جو قوم سائل اور محروم کا حق ادا کرتی ہے اس کو سرسبز باغ (۶)۔ پہلی دفعہ اظہار کہ یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں بہت سی آیات ہیں۔ وفی الارض اٰیات للموقنین (۱) اور انسان کے اندر بھی وفی انفسکم آسمان اور زمین پر فخر۔ جن و انس کو پیدا ہی نہیں کیا مگر اس لئے کہ وہ میری ملازمت کریں وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔	۱۱۷
۴۰	الطور (۵۲) کافروں کو عذاب، ایمان والوں کو نعمتیں، بڑی آنکھوں والی حوروں سے نکاح (۲)	۱۲۰
۴۱	الواقعہ (۵۶) کفار کو عذاب، قرآن باعزت کتاب ہے انہٗ لقرآن کریم۔	۱۲۱
۴۲	المعارج (۷۰) یتیم، محتاج، سائل سے عمدہ سلوک (۷) زنا سے بچنا، امانت میں دیانت کرنا، سچی شہادت دینا، خدا کی ملازمت اختیار کرنا	۱۲۱
۴۳	الرحمٰن (۵۵) فطرت میں ایک توازن اور نظام ہے اس لئے انسان بھی اسی توازن پر رہے - تمام فطرت خدا کی مطیع ہے الشمس والقمر بحسبان - والنجم والشجر یسجدان؛	۱۲۳
۴۴	الاخلاص (۱۱۲) توحید کا اقرار۔	۱۲۵
۴۵	الکٰفرون (۱۰۹) لکم دینکم ولی دین۔	۱۲۵
۴۶	الفلق (۱۱۳) عرب کے توہمات سے بچو۔	۱۲۵
۴۷	الناس (۱۱۴) توہمات اور وسوسوں سے بچو	۱۲۶
۴۸	الفاتحہ (۱) الصراط المستقیم وہ ہے جس پر چل کر نعمت ہے۔ صراط الذین انعمت علیہم -	۱۲۷
۴۹	القمر (۵۴) قوموں کی ہلاکت۔ ولقد یسرنا القرآن للذکر	۱۳۰
۵۰	الصٰفٰت (۳۷) تردید کہ شیطان عالم بالا میں جا کر خبریں سنتے ہیں۔ بڑی آنکھوں والی حوروں کا ذکر (۲) - صراط مستقیم کی تعریف کہ یہ قوم کو بادشاہت تک پہنچاتا ہے - ھدینٰھما الصراط المستقیم -	۱۳۱
۵۱	نوح (۷۱) انسان کا ایک پیدائش سے دوسری پیدائش کی طرف جانا (۵)۔ قد خلقکم اطواراً قوم کی کامیابی کا راز اعبدوا اللہ واتقوہ (۱) -	۱۳۲
۵۲	الدھر (۷۶) یتیم، مسکین اور قیدیوں سے عمدہ سلوک (۸) نماز صبح اور پچھلے پہر (بکرۃً واصیلا) (۱) - انسان قابل ذکر مخلوق نہ تھا۔ پھر اس کو سمیع اور بصیر بنایا لم یکن شیئاً مذکوراً ○ فجعلنٰہ سمیعاً بصیراً ○	۱۳۴
۵۳	الدخان (۴۴) خوبصورت عورتوں سے نکاح (۴) پہلی بار فطرت برحق ہے۔ وما خلقنٰھما بالحق (۱)	۱۳۵
۵۴	قٓ (۵۰) آسمان بے عیب ہے، پہلی قوموں کی ہلاکت، نماز کے اوقات (قبل طلوع الشمس وقبل الغروب) (۲)	۱۳۷
۵۵	طٰہٰ (۲۰) فرعون اور موسیٰ کا قصہ۔ قرآن کو سمجھنے میں جلدی نہ کرو (قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا) اطراف النہار ومن الیل (۲)	۱۳۸
۵۶	الشعرا (۲۶) قوم کی کامیابی کا راز فاتقوا اللہ واطیعون (۲) شعرا کے تابع لوگ گمراہ ہیں۔ اٰمنوا وعملوا الصلحٰت کا چوتھی بار ذکر۔ ظلم کا بدلہ لینے کا پہلی بار ذکر (۱)	۱۴۱
۵۷	الحجر (۱۵) فطرت برحق ہے (۲)	۱۴۵

۵۸	مریم (۱۹) حضرت عیسٰی کے بن باپ اور حضرت زکریا کے ہاں بیٹا پیدا ہونے کا ذکر۔	۱۴۷
۵۹	صٓ (۳۸) انبیا کے علمی کارناموں کا ذکر۔ داؤد کو ذوالاید اور اوّاب کے القاب، صحیفۂ فطرت باطل نہیں۔ ماخلقنا السمٰوٰت والارض وما بینھما باطلا۔ ایوب اور ابراہیم کو اولوالایدی والابصار کا خطاب۔	۱۴۸
۶۰	یٰسٓ (۳۶) سورج کا ایک مستقر کی طرف جانا، قرآن شعر ہرگز نہیں، گندے پانی سے انسان کی پیدائش (۵)	۱۵۲
۶۱	الزخرف (۴۳) قرآن کتاب مبین یعنی صحیفۂ فطرت کا خلاصہ ہے (۱)	۱۶۷
۶۲	الجنّ (۷۲) انا سمعنا قرآنا عجبا۔ انہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن۔	۱۶۸
۶۳	الملک (۶۷) قوموں کی ہلاکت اور صحیفۂ فطرت بے نقص ہے، سمع، بصر اور قلب کے عطیے انسان کو دیے جن کی انسان قدر نہیں کرتا (۱)	۱۶۲
۶۴	المومنون (۲۳) لغو بات سے بچنا، امانت میں خیانت نہ کرنا، سمع، بصر اور فواد کی ابتدا کر دی (۲) بنی نوع انسان ایک امت ہیں (۱) کئی خدا ہوتے تو ایک دوسرے پر چڑھائی کرتے (۱)	۱۷۳
۶۵	الانبیا (۲۱) اگر اللہ کے سوا اور خدا ہوتا تو زمین و آسمان بگڑ جاتے (۲) مسئلہ وحدت کائنات اور وحدت حیات، اس لئے خدا ایک ہے، بنی نوع انسان ایک امت ہیں (۲) وراثت زمین صالح العمل قوم کے لئے ہے۔	۱۷۸
۶۶	الفرقان (۲۵) پہلی دفعہ کفار سے جہاد کا حکم (۱) عباد الرحمٰن کی تعریف۔	۱۸۰
۶۷	بنی اسرائیل (۱۷) رسولؐ بڑا سمیع و بصیر تھا۔ لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی کا علم وہ ہے جو سمع، بصر، فواد سے حاصل ہو۔ بنی نوع انسان کی اکثر مخلوق پر فضیلت، قرآن کا مطالعہ فجر کے وقت، تہجد قرآن کے ساتھ کرو۔ جن و انس مل کر قرآن نہیں بنا سکتے۔	۱۸۰
۶۸	النمل (۲۷) قیام صلوٰۃ کا دوسری بار ذکر (۲) زکوٰۃ کا پہلی بار ذکر انبیا کے علمی کارناموں کا ذکر (۳) وادیٔ نمل میں ملکہ سبا کے چیونٹیوں کے لشکر سے سلیمان کے لشکر کا مقابلہ۔ پہاڑوں کا بادلوں کی طرح چلنا نماز کے اوقات۔ دلوک الشمس الی غسق اللیل (۴)	۱۸۷
۶۹	الکہف (۱۸) جو زمین پر ہے زینت کے طور پر ہے لا مبدل لکلمتہ۔ کلمات خدا لا متناہی ہیں۔ لو کان البحر مدادا لکلمٰت ربی۔ لقائے رب کے لئے عمل صالح اور غلامیٔ خدا لازمی شئے ہیں۔	۱۹۲
۷۰	السجدۃ (۳۲) نفخ فیہ من روحہٖ کا پہلی بار ذکر، اور سمع، بصر و فواد کے عطیے کا تیسری بار ذکر، لقائے رب کا ذکر (۲) یوم الفتح کا ذکر۔	۲۰۷
۷۱	حٰمٓ السجدۃ (۴۱) قرآن صاحب علم قوم کے لئے ہے لقائے رب سے کفار کا انکار، جو قوم قربانیٔ مال نہیں کرتی وہ ہلاک ہوگی۔	۲۰۹
۷۲	الجاثیہ (۴۵) آیات فطرت کو "آیات اللہ" کہا۔ صحیفۂ فطرت برحق ہے (۵) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کا سب انسان کے لئے مسخر کر رکھا ہے (۳) سخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض بالحق ولتجزی کل نفس ما کسبت (۴)	۲۱۵
۷۳	النحل (۱۶) پہلی دفعہ دو بار ہجرت کی طرف اشارہ بلکہ خفیف اشارہ جہاد کی طرف، صحیفۂ فطرت برحق ہے (۶) ینزل الملٰئکۃ بالروح من امرہٖ۔ مال کی برابر تقسیم (۱) ہر معاملہ میں حلال، دوسروں سے نیکی، قرابت داروں کی امداد، بے حیائی سے بچنا، بنی نوع انسان کو خدا ضرور ایک امت بنا دیتا لیکن جس کو مناسب سمجھتا ہے گمراہ کر دیتا ہے (۱)۔ قرآن پورے طور پر مفصل ہے، ایک حکم کو دوسرے سے بدلتے ہیں۔ کفار سے اچھے طریقے سے بحث کرو، حکمت اور عمدہ نصیحت کرکے بلایا کرو اگر سختی کریں تو اتنی ہی سختی کرو۔	۲۲۴
۷۴	الروم (۳۰) صحیفۂ فطرت برحق ہے (۷) اس کی پوری تسخیر انسان پر لازم ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ ملاقات رب ہے وقت مقرر تک ہے یریکم البرق خوفا وطمعا برابری تقسیم دولت کی تم گوارا ہی نہیں کرتے۔ دوسری بار فانتم فیہ سواء۔ دین قیم دین فطرت ہے۔ فرقہ بند لوگ مشرک ہیں۔ لا تکونوا من المشرکین۔ آیات اللہ کیا ہیں۔ قرۃ اعین۔ ابدائے خلق اور اعادہ۔ فآت ذی القربٰی حقہٗ والمسکین وابن السبیل۔ ما اتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس۔ وما اتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللہ۔ فاقم وجہک للدین القیم۔ امنوا وعملوا الصلحٰت (۴)	۲۲۹

Marfat.com

۷۵	ھود (۱۱) وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا یعلم مستقرھا ومستودعہا۔ فاعلموا انما انزل بعلم اللہ۔ ولوشاء ربك لجعل الناس امۃ واحدۃ ولذالك خلقہم۔ نفس واحدہ کی طرف اشارہ پہلی بار اقم الصلوٰۃ طرفی النہار وزلفا من الیل	۲۳۵
۷۶	ابراھیم (۱۴) ہلاکت اقوام کی دھمکیاں لنسکنکم الارض من بعدھم کا وعدہ، صحیفۂ فطرت برحق ہے (۵) ان یشا یذھبکم ویات بخلق جدید۔	۲۴۳
۷۷	یوسف (۱۲) إن النفس لامارۃ بالسوء إن ھو إلا ذکر للعلمین (۳) تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شیء	۲۴۴
۷۸	المومن (۴۰) بالعشی والابکار (نماز کا وقت) انا لننصر ارسلنا والذین اٰمنوا ما یجادل فی اٰیت اللہ الا الذین کفروا الذین یجادلون فی اٰیت اللہ بغیر سلطٰن، الم تر الی الذین یجادلون فی اٰیت اللہ انی یصرفون (تین بار)	۲۴۶
۷۹	القصص (۲۸) فاتوا بکتاب ھو اھدی منہما لا نبتغی الجٰہلین انك لا تہدی من احببت ربك یخلق ما یشاء ویختار۔	۲۴۷
۸۰	الزمر (۳۹) خلق السمٰوٰت والارض بالحق (۱۰) واجل مسمی۔ ما قدروا اللہ حق قدرہٖ خلقکم من نفس واحدۃ (۲)	۲۵۲
۸۱	العنکبوت (۲۹) منافقین کا ظہور، صحیفۂ فطرت واحد حقیقت ہے (۱۱) الصلوٰۃ قائم کرنے کا پہلی بار حکم، بل ھو اٰیٰت بینٰت فی صدور الذین اوتوا العلم، ارضی واسعۃ، الصلوٰۃ الزکوٰۃ جہاد ہجرت کے حکم۔	۲۵۵
۸۲	لقمان (۳۲) شجرۃ اقلام... سبعۃ ابحر ما نفدت کلمٰت ربی، الصلوٰۃ الزکوٰۃ کے حکم۔	۲۵۸
۸۳	الشوریٰ (۴۲) بنی نوع انسان ایک اُمت ہیں (۱) تمام ادیان کی بنیاد ایک ہے۔ بشرع لکم من الدین ما وصّی بہ ابراھیم... والذین اذا اصابہم البغی ھم ینتصرون۔ امرھم شوریٰ بینہم۔	۲۵۹
۸۴	یونس (۱۰) اللہ یبدؤا الخلق ثم یعیدہ۔ جہنم کی دھمکی اُن کو جو ملاقات رب کی جدوجہد نہیں کرتے۔ بنی نوع انسان ایک امت ہیں (۲)	۲۶۲
۸۵	السبا (۳۴) کتٰب مبین، لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ، لا اکبر والاصغر۔ ویری الذین اوتوا العلم الذی انزل الیك ھو الحق، داؤد کے کارناموں کا چوتھی بار ذکر۔ الناله الحدید اسلنا لہ عین القطر۔	۲۶۲
۸۶	الفاطر (۳۵) اولی اجنحۃ من الجبال جدد بیض غرابیب سود... انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰوا۔	۲۶۶
۸۷	الاعراف (۷) خذوا زینتکم عند کل مسجد، قول میں کہ انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔	۲۶۹
۸۸	الاحقاف (۴۶) خلق السمٰوٰت بالحق واجل مسمی (۱۲) ایتونی بکتٰب من قبل ھذا او اثٰرۃ من علم	۲۷۲
۸۹	الانعام (۶) ھو القاھر فوق عبادہ (۱) وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم، ما فرطنا فی الکتٰب من شیء، ولٰکن قست قلوبہم، ما کنت اعلم الغیب، لا عندی خزائن، ولا تسقط من ورقۃ الا یعلمہا وھو القاھر فوق عبادہ (۲) ویرسل علیکم حفظۃ۔ فطرت واحد حقیقت ہے (۱۳) حضرت ابراہیم کا کیف نبوت، ۱۸ انبیوں کا ذکر اور علم، حکم اور نبوۃ کا ذکر، کتٰب انزلنٰہ مبارك مصدق الذی بین یدیہ ان اللہ فالق الحب والنوٰی۔ لا تدرکہ الابصار۔ بتوں کے نام پر ذبح نہ کرو۔ سؤر کا گوشت خون وغیرہ حرام اصل حرام حلال کیا ہے، حُسن سلوک، اولاد کو قتل نہ کرو، بے حیائی کی باتوں سے بچو، ناحق انسانی قتل نہ کرو، عدل و انصاف، عہد کیا ہوا نہ توڑو، فرقہ بندمت بنو۔ پورا تول کرو۔	۲۷۴
۹۰	الرعد (۱۳) صحیفۂ فطرت وقت مقرر تک ہے (۱۴) خدا سے برابری کی ملاقات۔ یریکم البرق خوفاً وطمعاً۔	۲۸۹

Marfat.com

کشمیر آزاد نہ ہوا تو پانی کے قطرہ قطرہ کو ترس جاؤ گے!

● کشمیر کے پہاڑوں میں بڑی خاموشی سے پانچ دریاؤں کے رخ بدلے جا رہے ہیں اور مغربی پاکستان کو سیراب کرنے والے ان دریاؤں کا پانی جے پور ' جودھ پور اور جیسلمیر جیسے صدیوں کے بنجر علاقوں کو آباد کرنے پر منتقل کیا جارہا ہے میں نے اس سلسلے میں تعمیر ہونے والے ہیڈورکس کی پوری تفصیل منظر عام پر رکھ دی۔ میرا خیال تھا کہ یہ انکشاف پاکستان کے حکمرانوں کی نیندیں حرام کردے گا میں یہ چیخ چیخ کر تھک گیا کہ آنکھیں کھولو اور پاکستان کو موت سے بچالو لیکن کسی کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی الٹا میرے صور اسرافیل سے تنگ آکر مجھے میانوالی جیل خانے میں پہنچا دیا گیا۔ اگر مجھے جیل بھیجنے سے پاکستان کی جان بچ سکتی ہے اگر میری نظر بندی سے بھارت کے منصوبے مٹی میں ملائے جا سکتے ہیں اگر میری قید سے یہ بھارتی سازش ناکام ہو سکتی ہے تو یہ ڈیڑھ سال کیا میں عمر بھر جیل کی کوٹھڑی قبول کرنے کو خوشی سے تیار ہوں لیکن حکومت کا یہ ردعمل تو صاف گواہ ہے کہ وہ ابھی تک اپنی میٹھی نیند میں خلل گوارا کرنے کو تیار نہیں اور اس کی آنکھ اس دن کھلے گی جب سارا مغربی پاکستان ویران ہو چکا ہوگا۔ کروڑوں انسان پانی کے ایک ایک گھونٹ اور روٹی کے ایک ایک ٹکڑے کو ترس رہے ہوں گے لیکن یاد رکھو کہ اس دن جاگ اٹھنے سے اس قیامت کا ٹلنا ناممکن ہو جائے گا۔ اس لئے ابھی وقت ہے آنکھیں کھولو! دماغی عیاشی کے کھیل کو کچھ مدت کے لئے بھول جاؤ اور اس موت سے بچنے کا چارہ کرو جو دریاؤں کے رخ بدلنے سے پورا ملک میں جھومتی ہوئی بہاروں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ تم پانی کے ایک ایک قطرے کو ترس جاؤ گے ' تمہارے لہلہاتے ہوئے کھیت بنجر زمینوں میں تبدیل ہو جائیں گے اور اس وقت تمہاری یہ علمی اور سیاسی بحثیں کچھ کام نہ دیں گی۔

(حضرت علامہ المشرقیؒ)● خطاب جیکب آباد ۴ مارچ ۱۹۵۳ء

مشرقی پاکستان کی علیحدگی سے متعلق پیش گوئی

● تم نے اس ملک میں صوبائی تعصب کو ختم نہ کیا تو تقریباً" ۷۱-۱۹۷۰ء میں مشرقی پاکستان تم سے کٹ جائے گا۔ مشرقی پاکستان گنوا دینے کے بعد بھی ہماری حکومت مضبوط ہاتھوں میں نہ ہوئی اور قوم نے اس عظیم سانحہ سے سبق حاصل نہ کیا تو پھر ایک طرف اٹک کا دریا ہو گا دوسری طرف چین کی سرحدیں ہوں گی اور اگر تم اس خطے میں آزاد رہنا چاہو گے تو تمہیں ہندو مت اختیار کرنا پڑے گا وہ تمہاری زندگی کا ذلیل ترین دن ہوگا کہ تم اپنے مذہب سے ہٹ کر دوسرا مذہب اختیار کر رہے ہو گے نافرمان قوموں پر اللہ کا عذاب ان کے اپنے ہی اعمال کی بناء پر آیا کرتا ہے۔

مسئلہ کشمیر کو سلامتی کونسل میں پیش کرنے کی مخالفت

● میں نے حکومت وقت کو ۱۹۴۷ء میں کئی بار مطلع کیا اور مسئلہ کشمیر کو سلامتی کونسل میں پیش کرنے کی سخت مخالفت کی کہ اگر یہ مسئلہ سلامتی کونسل میں چلا گیا تو پھر قیامت تک حل نہیں ہو سکے گا۔ میں نے حکومت وقت پر زور دیا کہ کشمیر کو بزور جہاد حاصل کیا جائے لیکن میری باتوں پر توجہ نہ دی گئی! جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کشمیر کا مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہو سکا۔

بانی خاکسار تحریک حضرت علامہ المشرقیؒ ● (خطاب منٹو پارک لاہور۔ مئی ۱۹۵۶ء)

کشمیر سے متعلق اقوام متحدہ کے آئندہ عزائم

● یو این او کا آئندہ قدم کچھ تھوڑی سی ٹال مٹول کے بعد یہ ہو گا کہ ہندو کو ناراض نہ کرنے کی خاطر کشمیر کے تمام مسئلے کو کھٹائی میں ڈال دے، آہستہ آہستہ اور کچھ آئیں بائیں شائیں کر کے مسئلے کو اس مرحلے تک پہنچا دے کہ بھائی بہترین بات یہ ہے کہ چونکہ کشمیر کا معاملہ بہت کچھ صاف ہو چکا ہے اور صرف چند باتیں اختلاف کی رہ گئی ہیں اس لیے پاکستان اور ہندوستان دونوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے کہ وہ باقی مسائل آپس میں بیٹھ کر خود طے کریں۔

مسلمانو! میں تمہیں نہایت وثوق سے متنبہ کرتا ہوں کہ جس دن نامحسوس طور پر اور کامل بدنیتی سے یو این او نے یہ خطرناک فیصلہ صادر کر دیا اور پھر میں کہتا ہوں کہ یہ تمام بات اس ہوشیاری سے کی جائے گی کہ تمہیں محسوس بھی نہ ہو گی تو یقین جانو کہ اس دن قیامت کے دن تک کشمیر تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔

بھارت چاہتا ہے کہ کشمیر سے متعلق تمہارے جذبات ماند پڑ جائیں

● کشمیر کے مسئلے کے کھٹائی میں پڑنے کے بعد بھی تم اسی طرح امیدوں کے بہشت میں پڑے رہو گے ہندو آہستہ آہستہ تمہیں وقت دیتا رہے گا تاکہ کشمیر کے متعلق تمہارے جذبات اور ماند پڑ جائیں وہ تمہیں مختلف امیدیں دلا دلا کر سلانے کی کوشش کرے گا کہ آخری جذبہ کشمیر کی جنگ کے متعلق ماند پڑ جائے خود حکومت اس نیند میں مبتلا ہو گی اور کشمیر کے متعلق آئے دن کاغذی جھمیلوں کے باعث اپنی خواب میں مگن رہے گی اور کبھی نہ کسی طرح یہ گتھی ضرور سلجھے گی پھر اس تمام کاہلی کے بعد (جس اثناء میں کہ ہندو اپنی پوری تیاری کرتا رہے گا) اور اپنے تمام منصوبے ۱۹۶ کروڑ روپیہ سے تیار کر لئے ہوں گے۔ اس دن جو پاکستان کے لئے قیامت کا دن ہوگا ہندو پھر آہستہ آہستہ اسی نامحسوس طور پر پاکستان کے تمام دریا روک دے گا۔ تم اسی امیدوں کے بہشت میں پڑے پڑے انگڑائیاں لیتے رہو گے کہ خدا خیر کرے گا خدا خیر کرے گا حتیٰ کہ مغربی پاکستان کی سرزمین پر ایک قطرہ پانی کا نہ رہے گا اور خدائے عظیم اپنے قرآن کی زبان میں پکار اٹھے گا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نااہل قوم کا قصہ پاک ہو گیا۔

Marfat.com

Marfat.com

هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون

اور اے محمدؐ خدا کا قانون پھر یاد دلا دو کیونکہ یہ یاد دلانا
اس قوم کو جو اس پر یقین کرکے عامل ہو جائیگی اس دنیا میں
سربلند کردے گا : القرآن، سورۃ التوبۃ ۹:۳۳

ترتیب نزول وحی کے عین مطابق

سیرۃ النبی ﷺ

بے بہا تکملہ
وتتمہ
۱۳۸۶ھ

قرآن حکیم کی تعلیم پر آخری لفظ

علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ناشر التذکرہ پبلیکیشنز
المشرقی ہاؤس 34- ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور -54600

Marfat.com